

فہمی ترتیب پر کسی جگہ دال حدیث کی پہلی کتاب
کاپیہا آسان طیس نوڈو ترجمہ مع تحقیق و تواتر

کتاب الفرائض



امام الحدیث قاضی

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن عبد اللہ انصاری م ۱۸۲ھ

حضرت النایب زاحدا و کاوی مخطوٰۃ

جلد اول



فہقی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب
کا پہلا آسان سلیس اردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب الآثار

بروایت

امام الحدیث قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاریؒ م ۱۸۲ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نسیب احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

جلد اول



مکتبہ رحمانیہ (دہرا)

اقرا سنٹر، غزنو سنٹر، اڈہ و بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37355743

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

نام کتاب

کتاب الاشعار (جلد اول)

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نیر از احمد اکاڑوی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور



اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تذکرہ

ہمارے ادارے کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے،

انتساب

احقر اپنی اس علمی کاوش کو اپنے ماموں جان
جناب حاجی مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے اسم گرامی سے انتساب کرتا ہے۔
یا الہی! اس علمی خدمت کا ثواب میرے ماموں جان مرحوم کو
عطا فرما کر ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ان کی قبر کو
جنت کا ٹکڑا بنادے۔ (آمین)

احقر

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیہ پاپور ضلع اوکاڑہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اجمالی فہرست مضامین

- ☆ مقدمة التحقيق 21
- ☆ کتاب الآثار کا تعارف 22
- ☆ کتاب الآثار کی خصوصیات 23
- ☆ کتاب الآثار کے نسخے 27
- ☆ نسخہ امام زفر بن ہذیل (م ۱۵۸ھ) 28
- ☆ نسخہ امام حسن بن زیاد (م ۲۰۴ھ) 31
- ☆ نسخہ امام حماد بن امام اعظم (م ۱۷۱ھ) 32
- ☆ نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی (م ۱۸۹ھ) 33
- ☆ نسخہ امام ابو یوسف القاضی (م ۱۸۲ھ) 35
- ☆ ائمہ کرام سے امام ابو یوسف کی توثیق 38
- ☆ امام ابو حنیفہ کی ثقاہت اور فن جرح و تعدیل کا ایک اہم اصول 58
- ☆ امام ابو حنیفہ کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں 59
- ☆ امام ابو حنیفہ کی روایت کو آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے 60
- ☆ امام ابو حنیفہ کی عدالت و ثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کر سکتی 61
- ☆ امام ابو حنیفہ کی بابت ائمہ کرام کے توثیقی اقوال 63
- ☆ اصطلاحات محدثین 88



نمبر شمار	مضمون	مضمون	رقم الحديث
۱	۱. کتاب الإیمان	ایمان کا بیان	۱
۲	۲. کتاب العلم	علم کا بیان	۲۰
۳	۳. کتاب الطہارۃ	طہارت کے مسائل	۵۲
۴	۱. باب الوضوء	وضو کے احکام و مسائل	۲۹
۵	۲. باب الغسل من الجنابة	غسل جنابت کے احکام و مسائل	۷۳
۶	۳. باب المسح علی الخفین	موزوں پر مسح کرنے کے احکام و مسائل	۸۶
۷	۴. باب التیمم	تیمم کے احکام و مسائل	۹۷
۸	۵. باب الحيض	حیض کے احکام و مسائل	۱۰۹
۹	۶. باب الأتھامس	ناپا کیوں کا بیان	۱۲۰
۱۰	۴. کتاب الصلاة	نماز سے متعلق احکام و مسائل	۱۳۱
۱۱	۷. باب الأذان	اذان کے احکام و مسائل	۱۳۴
۱۲	۸. باب مَوَاقِيت الصلاة	اوقات نماز کا بیان	۱۴۰
۱۳	۹. باب اَفْتِتاح الصلاة	نماز شروع کرنے کا بیان	۱۴۷
۱۴	۱۱. باب الحديث فی الصلاة	نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان	۲۳۳
۱۵	۱۲. باب مَا يَفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا	ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں	۲۳۸
۱۶	۱۳. باب الوتر والتواہل	وتروں اور نوافل کا بیان	۲۸۳
۱۷	۱۴. باب السهو	سجود سہو وغیرہ کا بیان	۳۱۹
۱۸	۱۵. باب صَلَاةِ الْمَرِيضِ	مریض کی نماز کا بیان	۳۴۱
۱۹	۱۶. باب سُجُودِ التَّلَاوَةِ	سجدہ تلاوت کا بیان	۳۴۳
۲۰	۱۷. باب صَلَاةِ الْمَسَافِرِ	مسافر کی نماز کا بیان	۳۴۰
۲۱	۱۸. باب صَلَاةِ الْجُمُعَةِ	نماز جمعہ کا بیان	۳۴۹

۳۶۵	نماز عیدین کا بیان	۲۲	۱۶. بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ
۳۷۹	قربانی کا بیان	۲۳	۲۰. بَابُ فِي الْأَضْحَى.
۳۹۳	نماز کسوف کا بیان	۲۴	۲۱. بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ
۳۹۶	نماز خوف کا بیان	۲۵	۲۲. بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ
۳۹۹	میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان	۲۶	۲۳. بَابُ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ وَكَفْنِهِ
۴۴۴	دعاؤں اور تلاوت قرآن کا بیان	۲۷	۲۴. بَابُ الْأَذْيَعِيَّةِ وَالْقُرْآنِ
۴۷۱	زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل	۲۸	۵. كِتَابُ الزَّكَاةِ
۵۰۴	روزوں سے متعلق احکام و مسائل	۲۹	۶. كِتَابُ الصِّيَامِ
۵۵۶	محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان	۳۰	۲۵. بَابُ لُبْسِ الْمُحْرِمِ وَطِيْبِهِ
۵۹۰	حج تمتع کا بیان	۳۱	۲۷. بَابُ التَّمَتُّعِ
۶۳۰	شکار کا بیان	۳۲	۲۸. بَابُ الصَّيْدِ
۶۷۰	۔ جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے	۳۳	۲۹. بَابُ الْمُخْصِرِ
۶۷۵	ہدی کا بیان	۳۴	۳۰. بَابُ الْهَدْيِ
۶۸۲	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	۳۵	۸. كِتَابُ النِّكَاحِ
۶۹۸	حق مہر کا بیان	۳۶	۳۱. بَابُ الْمَهْرِ
۷۰۴	نکاح متعہ کا بیان	۳۷	۳۲. بَابُ الْمُتْعَةِ
۷۰۸	عزل کا بیان	۳۸	۳۳. بَابُ فِي الْعَزْلِ
۷۲	رضاعت سے متعلق احکام و مسائل	۳۹	۹. كِتَابُ الرِّضَاعِ
۷۱۵	طلاق سے متعلق احکام و مسائل	۴۰	۱۰. كِتَابُ الطَّلَاقِ
۷۳۴	اختیار دینے کا بیان	۴۱	۳۴. بَابُ فِي الْخِتَارِ
۷۴۰	ایلاء کا بیان	۴۲	۳۵. بَابُ الْإِلَاءِ
۷۵۳	ظہار کا بیان	۴۳	۳۶. بَابُ الظَّهَارِ
۷۶۶	لعال کا بیان	۴۴	۳۷. بَابُ الْإِلْعَانِ
۷۷۴	نامرد کا بیان	۴۵	۳۸. بَابُ الْوَعْلِ
۷۷۶	عدت کا بیان	۴۶	۳۹. بَابُ الْعِدَّةِ

۶۴۰	شکار کا بیان	۴۷	۲۸. بَابُ الصَّيْدِ شَكَارِ کا بیان
۶۷۰	جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے	۴۸	۲۹. بَابُ الْمُخَصِّرِ
۶۷۵	ہدی کا بیان	۴۹	۳۰. بَابُ الْهَدْيِ
۶۸۲	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	۵۰	۸. كِتَابُ النِّكَاحِ
۶۹۸	حق مر کا بیان	۵۱	۳۱. بَابُ الْمَهْرِ
۷۰۴	نکاح متعہ کا بیان	۵۲	۳۲. بَابُ الْمُتَعَةِ
۷۰۸	عزل کا بیان	۵۳	۳۳. بَابُ فِي الْعَزْلِ
۷۱۲	رضاعت سے متعلق احکام و مسائل	۵۴	۹. كِتَابُ الرِّضَاعِ
۷۱۵	طلاق سے متعلق احکام و مسائل	۵۵	۱۰. كِتَابُ الطَّلَاقِ
۷۳۲	اختیار دینے کا بیان	۵۶	۳۴. بَابُ فِي الْخِيَارِ
۷۴۰	ایلاء کا بیان	۵۷	۳۵. بَابُ الْإِيلَاءِ
۷۵۳	ظہار کا بیان	۵۸	۳۶. بَابُ الظَّهَارِ
۷۶۶	لعان کا بیان	۵۹	۳۷. بَابُ اللَّعَانِ
۷۷۴	نامرد کا بیان	۶۰	۳۸. بَابُ الْعِتْنَيْنِ
۷۷۶	عدت کا بیان	۶۱	۳۹. بَابُ الْعِدَّةِ
۸۰۸	اولاد کی پرورش کا بیان	۶۲	۴۰. بَابُ الْحِضَانَةِ
۸۱۰	خرج کا بیان	۶۳	۴۱. بَابُ النَّفَقَةِ
۸۳۱	مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان	۶۴	۴۲. بَابُ الْمُكَاتِبِ وَالْمَدْبَرِ وَالْمِوَلَدِ
۸۴۸	قسموں سے متعلق احکام و مسائل	۶۵	۱۲. كِتَابُ الْأَيْمَانِ
۸۵۲	شرعی سزاؤں سے متعلق احکام و مسائل	۶۶	۱۳. كِتَابُ الْحُدُودِ
۸۷۹	گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام و مسائل	۶۷	۱۵. كِتَابُ اللَّفْظَةِ
۸۸۰	خرید و فروخت سے متعلق احکام و مسائل	۶۸	۱۶. كِتَابُ الْبُيُوعِ
۹۱۱	فیصلہ کرنے سے متعلق احکام و مسائل	۶۹	۱۷. كِتَابُ الْقَضَاءِ
۹۲۳	دعویٰ سے متعلق احکام و مسائل	۷۰	۱۸. كِتَابُ الدَّعْوَى
۹۲۶	گواہی سے متعلق احکام و مسائل - ۹۲۶	۷۱	۱۹. كِتَابُ الشَّهَادَةِ

۹۳۶	مضارب سے متعلق احکام و مسائل	۴۲	۲۰. کتاب المضاربة
۹۳۹	ہبہ سے متعلق احکام و مسائل	۴۳	۲۱. کتاب الہبۃ
۹۴۶	شفعہ سے متعلق احکام و مسائل	۴۴	۲۲. کتاب الشفعة
۹۴۸	کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام و مسائل	۴۵	۲۳. کتاب المزارعة
۹۵۱	ذبیحہ سے متعلق احکام و مسائل	۴۶	۲۴. کتاب الذبائح
۹۵۵	کراہت کا بیان	۴۷	۲۵. کتاب الکراہیۃ
۹۶۹	ریشم اور سونا پہننے کا بیان	۴۸	۲۶. باب لبس الحریر والنہب
	خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا	۴۹	۲۷. باب فی الخضاب والاخذ من اللحية
۹۸۴	بیان		والتشارب
۹۹۷	مشروبات سے متعلق احکام و مسائل	۸۰	۲۸. کتاب الاشراب
۱۰۱۸	شکار سے متعلق احکام و مسائل	۸۱	۲۹. کتاب الصيد
۱۰۲۴	رہن سے متعلق احکام و مسائل	۸۲	۳۰. کتاب الرهن
۱۰۲۶	دیوتوں سے متعلق احکام و مسائل	۸۳	۳۱. کتاب الديات
۱۰۵۳	وصیتوں سے متعلق احکام و مسائل	۸۴	۳۲. کتاب الوصايا
۱۰۶۵	فرائض (وراثت) سے متعلق احکام و مسائل	۸۵	۳۳. کتاب الفرائض
۱۰۷۸	آداب کا بیان	۸۶	۳۴. کتاب الاداب
۱۰۹۷	فتنوں کا بیان	۸۷	۳۵. کتاب الفتن
۱۱۰۱	شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان		۳۶. کتاب شمائل النبی ﷺ
۱۱۰۹	فضائل و مناقب کا بیان	۸۸	۳۷. کتاب المناقب



تفصیلی فہرست مضامین

۱۔ ایمان کا بیان

- ☆ تقدیر لکھی جا چکی ہے، ہر شخص کو اپنی تقدیر کے موافق اعمال میسر کر دیئے جاتے ہیں 93
- ☆ اللہ نے جسے پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گا 95
- ☆ اسلام زمانہ شرک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے 99
- ☆ بندہ جس چیز کو چھپاتا ہے اس کو اللہ بھی چادر اوڑھادیتا ہے 100
- ☆ مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے 100
- ☆ زیادہ آسان بات اللہ کو زیادہ محبوب ہے 101
- ☆ مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے 101
- ☆ بچہ جب بارہ سال کا ہو جائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں 102
- ☆ مخلصانہ طور پر توحید و رسالت کی گواہی دینے والے کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے 102
- ☆ گناہ کبیر کون کون سے ہیں؟ 105
- ☆ تبھی کامل مومن بن سکتے ہیں جب دنیا کے تمام آدمیوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو 105
- ☆ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی 107
- ☆ قیامت کے دن ایک آدمی کے اعمال میں بادل کی مثل کوئی چیز لا کر رکھ دی جائے گی 109
- ☆ قیامت کے دن لوگوں کو تین ایوانوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا 109
- ☆ جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے 110
- ☆ جان بوجھ کر حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا شخص جہنمی ہے 110
- ☆ جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا 111
- ☆ اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس سے آگے بڑھ جاتی 113

☆ موت اور بڑھاپے کے سوا اللہ نے ہر بیماری کی دوا نازل کی ہے 114

۲۔ علم کا بیان

- ☆ جو لوگوں کو ہر ایک مسئلے کا فتویٰ دینے والا پاگل ہے 117
- ☆ اگر کوئی شخص قرآن کریم یاد نہ کر سکتا ہو تو کیا حکم ہے؟ 118
- ☆ امام شعبیؒ کا محدثانہ مقام 119
- ☆ امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کا مختصر سائق تعارف 119
- ☆ صحابہ کرامؓ آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے 120
- ☆ جنت کے باغات یعنی اہل فقہ اہل فقہ کی مجالس سے گزرتو میوہ خوری کرو 121

۳۔ طہارت سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ لفظ کتاب کی لغوی و اصطلاحی تحقیق 122
- ☆ لفظ طہارت کی لغوی تحقیق 122
- ☆ لفظ طہارۃ کی اصطلاحی تحقیق 122
- ☆ اقسام طہارۃ اور کتاب الطہارۃ کو مؤخر کرنے کی وجہ 122
- ☆ طہارت و پاکیزگی کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام 123
- ☆ چار چیزوں کو کوئی چیز ہمیشہ کے لئے ناپاک نہیں کرتی 125
- ☆ ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہے 125
- ☆ جو چیز بھی کھال کو خراب ہونے سے روک دے وہ دباغت ہے 126
- ☆ ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہی ہے 127
- ☆ دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کا ثبوت صاحب مرقعہ سے 127
- ☆ کتے کی دباغت شدہ کھال کا مسئلہ 129

۱۔ باب: وضو کے احکام و مسائل

- ☆ وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے 133

- ☆ سیدنا علیؑ نے اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھویا 134
- ☆ ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھویا 136
- ☆ اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا 136
- ☆ مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیا جاتا 137
- ☆ وضو کرتے ہوئے کلی کرنا یا تک میں پانی ڈالنا چھوٹ جائے تو افضل یہی ہے کہ وضو دوبارہ کر لیا جائے 138
- ☆ وضو کرتے ہوئے داڑھی کے ظاہری حصوں پر بھی ہاتھ پھیرا جائے اور تمام سر کا مسح کیا جائے 139
- ☆ سر کا مسح دو مرتبہ بھی کیا جاسکتا ہے 140
- ☆ عورت اپنے سر کا مسح اسی طرح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے 140
- ☆ کان سر میں شامل ہیں 141
- ☆ کانوں کے اگلے حصے کو اپنے چہرے کے ساتھ دھویا جائے اور پچھلے حصے کا اپنے سر کے ساتھ مسح کیا جائے 141
- ☆ بوسہ لینے اور چھونے پر وضو پر ہے 142
- ☆ عورت کو چھونے سے وضو کا بیان 142
- ☆ سیدنا ابن عباسؓ و سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا بوسہ لینے پر وضو کرنا ضروری نہیں ہے 149
- ☆ بیوی کا بوسہ لینے سے امام ابراہیمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے 150
- ☆ حسن بصریؒ کے نزدیک بوسہ لینے پر وضو ضروری نہیں ہے 150
- ☆ ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر عضو تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا 151
- ☆ سیدنا علیؑ کے نزدیک بھی عضو تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا 153
- ☆ جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے 153
- ☆ تری محسوس کرنے والا فحش وضو کے بعد اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے 159
- ☆ پچھنے لکوانے کے بعد ہاتھوں کی جگہ کو دھو کر وضو کر لیا جائے 159
- ☆ منہ بھر کر قے آنے یا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے 160
- ☆ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا 162
- ☆ کھانے پینے کی کوئی بھی چیز استعمال کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا 163
- ☆ جس چیز کو آگ نے چھو دیا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے 164
- ☆ جو فحش پہلو کے بل بویا اس پر وضو کرنا لازم ہے 167

- ☆ نماز میں جہد لگا کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں 169
- ☆ امام بے وضو نماز پڑھا دے تو امام مقتدی دونوں نماز لوٹائیں 175
- ☆ ابن عمرؓ ایسے جوتوں میں وضو کرتے تھے جن پر اون نہیں ہوتی تھی 176
- ☆ امام مسروقؒ نے وضو کے بعد پٹی پر مسح کیا تھا 177

۲۔ باب: غسل جنابت کے احکام و مسائل

- ☆ غسل کرنے کا مسنون طریقہ 179
- ☆ غسل کے وقت عورت نے بال گندھے ہوئے اور پانی بالوں کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے تو بالوں کو گھولنا ضروری ہے 181
- ☆ مرد و عورت کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہوا یا نہ ہوا ہو 182
- ☆ نیند سے بیدار ہونے کے بعد تری پائی جائے تو غسل واجب ہو جائے گا 184
- ☆ حالت جنابت میں آدمی حقیقتاً نجس نہیں ہوتا بلکہ حکماً ہوتا ہے 185
- ☆ ہم بستری کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں ہے 186
- ☆ خواب میں بکثرت تری محسوس کی تر پھر اسے تلاش نہ کرو 188
- ☆ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے 188

۳۔ باب: موزوں پر مسح کرنے کے احکام و مسائل

- ☆ موزوں پر مسح کی احادیث کے روادۃ صحابہؓ کے نام 192
- ☆ موزوں پر مسح کے منکر کا حکم 196
- ☆ موزوں پر مسح کی مدت کا بیان 199

۴۔ باب: تیمم کے احکام و مسائل

۵۔ باب: حیض کے احکام و مسائل

۶۔ باب: ناپاکیوں کا بیان

- ☆ بدعت کی اقسام 226
- ☆ حلال جانوروں کے پیشاب کا حکم اور اختلاف مذاہب 237
- ☆ فریق اول کا موقف 237

- ☆ فریق ثانی کا مؤقف 237
- ☆ فریق اول کے مؤقف پر دلائل اور ان کے جوابات 237
- ☆ فریق ثانی کے مؤقف پر دلائل 239
- ☆ حرام اور ناپاک اشیاء سے علاج کا حکم 239
- ☆ حنا بلہ کا مؤقف 239
- ☆ شوافع کا مؤقف اور ان کی دلیل 240
- ☆ مالکیہ کا مؤقف 241
- ☆ احناف کا مؤقف 241
- ☆ حرام اشیاء سے علاج ناجائز ہونے پر دلائل 242
- ☆ حرام اشیاء سے علاج کے جواز کے قائلین کی طرف سے جواب 243

۴۔ نماز سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ لفظ کتاب کی لغوی و اصطلاحی تحقیق 251
- ☆ لفظ صلوٰۃ کے لغوی معانی 251
- ☆ لفظ صلوٰۃ کا اصطلاحی معنی 251
- ☆ نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کا امتیاز 252
- ☆ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے 254
- ☆ اگر مشرق تمہارے بائیں طرف اور مغرب دائیں طرف ہو تو ان کے درمیان کا سارا حصہ قبلہ ہے 254
- ☆ حضور ﷺ نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں 255

۷۔ باب: اذان کے احکام و مسائل

- ☆ اذان کے متعلقہ سیدنا بریدہؓ کی مفصل حدیث 258
- ☆ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پر ختم ہوتی تھی 264
- ☆ عورتوں پر اذان و اقامت نہیں ہے 285
- ☆ اذان کے دوران بات کرنا مکروہ ہے 285

☆ لوگ صلوات میں کب کھڑے ہوں 286

☆ ایک سطر کے دوران حضور ﷺ اور صحابہؓ کی نماز قضاء ہونے کا واقعہ 287

۸۔ باب: اوقات نماز کا بیان

۹۔ باب: نماز شروع کرنے کا بیان

☆ وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے 329

☆ ابتدائے نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کیا جائے 330

☆ صرف سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے 330

☆ مسئلہ ترک رفع الیدین 331

☆ نماز شروع کرنے کی کیفیت کا بیان 462

☆ اگر آدمی نماز شروع کرتے وقت امام سے پہلے اللہ اکبر کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی 466

☆ جس آدمی نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر نہیں کہا وہ نماز میں نہیں ہے 466

☆ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟ 466

☆ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ثبوت 468

☆ مرد کے نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور اختلاف مذاہب 473

☆ رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا و اہلؓ کی حدیث کے بارے میں امام ابراہیمؒ کی تحقیق 512

☆ چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ سے پڑھے گا 513

☆ آمین کے متعلقہ چند ضروری مباحث 513

☆ امام کے آمین کہنے کے متعلقہ چند احادیث 513

☆ ایک شبہ کا ازالہ 514

☆ آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ آواز سے؟ 518

☆ آمین کا تلفظ اور معنی 519

☆ جہر اور اخفاء کے درجات 519

☆ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نماز میں تسبیح آہستہ آواز سے پڑھتے تھے 533

☆ سیدنا ابو ہریرہؓ ہر رکوع، وسجدہ اور اس سے اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے 539

- ☆ اگر امام نے نماز کی کسی رکعت میں قراءت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے؟ 542
- ☆ ایک دفعہ ابن مسعودؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی 543
- ☆ سیدنا عمرؓ رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے 544
- ☆ جب بھی تم رکوع کرو یا قعدہ کرو، یا اپنے سر (رکوع یا سجدہ سے) اٹھاؤ تو تکبیر کہو 546
- ☆ منفرد اور امام کیلئے سورت فاتحہ اور سورت فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کا پڑھنا ضروری ہے 547
- ☆ فرض کی آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے 552
- ☆ ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے 553
- ☆ آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے 554
- ☆ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو امام کی قراءت ہی کافی ہے 554
- ☆ امام علقمہؒ فرماتے تھے امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیا جائے 556
- ☆ امام کے پیچھے قراءت کا مسئلہ اور اختلاف مذاہب 556
- ☆ مغرب کی ایک رکعت پانے والا شخص باقی ماندہ نماز کیسے پڑھے گا؟ 599
- ☆ جس شخص کی امام کے ساتھ کوئی رکعت رہ گئی ہو وہ اس کو ادا کرتے وقت قراءت کرے 600
- ☆ شروع زمانہ میں دوران نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا 600
- ☆ سلام پھیرتے وقت کیانیت کی جائے؟ 604
- ☆ الفاظ تشہد میں اضافہ مناسب نہیں 605
- ☆ اللہ پر سلام مت کہا کرو، اللہ تو خود سراپا سلام ہے 605
- ☆ الفاظ تشہد کا بیان 606
- ☆ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا مسئلہ 609
- ☆ مردوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان 614
- ☆ عورتوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان 617
- ☆ نماز اطمینان و سکون سے پڑھو 618
- ☆ لوگوں کو نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے 619
- ☆ غلطی سے بادلوں کے دن قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی 622
- ☆ کشتی میں نماز کیسے پڑھی جائے؟ 623

- ☆ صرف ایک ہی بڑا کپڑا میسر ہو تو اس بڑے کپڑے کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے 623
- ☆ بعض دفعہ آپ ﷺ جوہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے 626
- ☆ تلو اور کمان چادر کی طرح ہیں 626
- ☆ کیا سترہ کو سیدھا کھڑا کرنا ضروری ہے؟ 626

۱۰۔ باب: امامت کے مسائل

- ☆ امامت کا زیادہ حقدار کون؟ 627
- ☆ ولد الزنا اگر پرہیزگار متقی عالم ہو، احکام و مسائل سے واقف ہو تو امامت کرا سکتا ہے 630
- ☆ آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں 630
- ☆ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو لوگوں کو نماز پڑھائی تو انہیں اپنے پیچھے کھڑا کیا 630
- ☆ حضرت عمرؓ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے 631
- ☆ ایک دفعہ نبی ﷺ نے ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھی جو کہ آپ کے پیچھے تھے 631
- ☆ ایک دفعہ عبداللہؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور درمیان میں کھڑے ہوئے 632
- ☆ امام اور مقتدی کے درمیان راستہ وغیرہ حائل ہو تو کیا حکم ہے؟ 634
- ☆ مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی 635
- ☆ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں 635
- ☆ سلام پھیرنے کے بعد امام کو جلد ہی رخ پھیر لینا چاہیے 640
- ☆ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سنتیں یا نوافل ادا نہ کیے جائیں 641
- ☆ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں 641
- ☆ اگر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی ہو تو کیا حکم ہے؟ 644
- ☆ فتنہ و فساد کا خوف نہ ہو تو عورتیں مسجد میں جاسکتی ہیں 645
- ☆ عورتوں کے مسجدوں کی طرف جانے کا مسئلہ 646
- ☆ اگر آدمی ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟ 657
- ☆ جماعت کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کا مسئلہ 658
- ☆ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی، ننگے پاؤں بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے 663

☆ قراءت قرآن کے ساتھ بنا سنوار کر کچھ اور بھی پڑھ دینے والے شخص کی امامت درست نہیں 664

☆ عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے 665

۱۱۔ باب: نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان

☆ حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ جائز ہے 669

☆ جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی 671

☆ اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا 671

☆ جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی 672

۱۲۔ باب: ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں

☆ شروع زمانہ میں دوران نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا 674

☆ امام کی نماز فاسد ہو گئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی 676

☆ آدمی کا نماز میں منہ ڈھانکنا اور عورت کا نقاب کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے 677

☆ قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے 677

☆ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں آیتیں گننے کو ناپسند کرتے ہیں 678

☆ نماز کے اندر سدل مکروہ ہے 678

☆ ایک شخص عین نماز میں اپنی چادر لٹکائی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے اسے ان پر لپیٹ دیا 679

☆ اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی 679

☆ ایک شخص اکیلا صف میں نماز پڑھے اور لوگ مسجد کے اوپر نماز پڑھیں تو لوگوں کی نماز ہو جائے گی 680

☆ امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر بھی ہوں اور نیچے بھی ہوں تو سب کی نماز درست ہے 680

☆ عشاء کے بعد خیر کی باتوں کے سوا باتیں کرنا مکروہ ہے 681

☆ فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں لیٹنا اس کو واجب و عبادت سمجھ کر درست نہیں ہے 681

☆ بدبودار چیز کھاپی کر منہ سے بدبو زائل کیے بغیر مسجد میں آنا منع ہے 682

☆ سجدے میں بائیں پھیلا نا اور پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا مکروہ ہے 683

☆ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب طویل سجدہ کرتے تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے 690

☆ نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے 690

- ☆ 691 سجدہ کیلئے جھکے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں یا گھٹنے
- ☆ 697 عورتوں کے سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ
- ☆ 699 سجدوں کی مختلف حالتوں کے متعلقہ چند احادیث
- ☆ 703 نماز میں خارش کرنے کے بعد تھوک لگانا مکروہ ہے
- ☆ 703 نماز میں سجدہ کرتے ہوئے بازو زمین پر بچھانا مکروہ ہے
- ☆ 704 نماز میں داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلا جائے
- ☆ 705 دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مختلف صورتیں
- ☆ 709 ایک دن رات تک بیہوش رہنے والا مریض نماز قضا کرے گا
- ☆ 710 امام کسی آیت کے بارے میں تردد کا شکار ہو جائے تو کیا کرے؟
- ☆ 711 اگر امام تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہو اور تمام مقتدی نیچے ہوں تو یہ مکروہ ہوگا
- ☆ 712 سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو خاک آلود ہونے کے خوف سے سمیٹنا اور ہٹانا ممنوع ہے
- ☆ 715 حالت نماز میں اگر مٹی کی وجہ سے ایذا ہو رہی ہو اور توجہ نماز سے ہٹ رہی ہو تو مٹی کو پونچھ سکتے ہیں
- ☆ 715 نماز میں اپنے سامنے قبلہ کی جانب نہ تھوکا جائے
- ☆ 717 مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی
- ☆ 725 نبی مکرم ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور عائشہؓ آپ کے پہلو میں سوئی ہوتی تھی
- ☆ 726 دوران نماز جوں مارنے اور مٹی میں دبانے سے نماز نہیں ٹوٹے گی
- ☆ 726 نماز میں کسی کو چھینک آجائے تو کیا جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہا جاسکتا ہے؟
- ☆ 727 سب سے پہلے لکڑی پر سجدہ کرنے کو پیش کرنے والا شیطان ہے
- ☆ 729 گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا ناپسندیدہ ہے
- ☆ 730 مسجد میں نماز ہو چکی ہو تو نماز کا فرضوں سے آغاز کیا جائے
- ☆ 731 کراہت جماعت ثانیہ کے چند دلائل
- ☆ 734 جواز کے قائلین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ
- ☆ 735 شرعی مسائل خوابوں سے ثابت نہیں ہوتے
- ☆ 736 تین باتوں کا خیال رکھو اور دو باتوں سے باز آ جاؤ

۱۳۔ باب: وتروں اور نوافل کا بیان

- 741 ☆ سنتوں اور نوافل کو فرضوں سے پہلے اور بعد میں ادا کرنے کی حکمت
- 741 ☆ فجر کی سنتوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا اجماعی طرز عمل
- 757 ☆ ظہر کی چار سنتوں کو طویل کیا جاسکتا ہے
- 757 ☆ سنتوں و نوافل کے متعلقہ چند مزید احادیث
- 766 ☆ نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے
- 767 ☆ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی آ جاتی ہے
- 768 ☆ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت
- 768 ☆ طویل قیام والی نماز اللہ کو زیادہ محبوب ہے
- 769 ☆ نماز میں آیت دعا کو دہرانا جائز ہے
- 770 ☆ آپ ﷺ عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے
- 771 ☆ تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے
- 772 ☆ تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق
- 774 ☆ آنحضرت ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا
- 775 ☆ حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا
- 775 ☆ امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے
- 776 ☆ امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے
- 776 ☆ تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغایرت کے قائل ہیں
- 777 ☆ ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں
- 777 ☆ رکعات وتر اور اختلاف مذاہب
- 778 ☆ وتر کی روایات میں تطبیق
- 807 ☆ وتر واجب ہیں
- 808 ☆ وُتروں کے واجب ہونے پر چند مزید دلائل
- 814 ☆ وُتروات کے کسی بھی حصے میں پڑھے جاسکتے ہیں

- ☆ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وتر پڑھنے کا منفرد انداز 815
- ☆ سرخ اونٹوں کے بدلے بھی وتر چھوڑنا گوارہ نہیں 816
- ☆ وتروں کی قضا کا مسئلہ 816
- ☆ دوران سفر فرض اور وتر سواری کی بجائے زمین پر ادا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے 818
- ☆ وتروں میں قرآن کا کوئی حصہ مقرر کر لینا مکروہ ہے 819
- ☆ وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہے 819
- ☆ قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہی جائے 824
- ☆ وتروں میں دعائے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ بھی اٹھائے جائیں 824
- ☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھنے سے منع کرتے تھے 826
- ☆ آپ ﷺ عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے 826
- ☆ وتر کی نماز میں قراءت کا بیان 863



بسم الله الرحمن الرحيم

مقدمۃ التحقیق

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اما بعد!

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ پھر انسان بنانے کے بعد ہمیں مسلمان بننے کی توفیق عنایت فرمائی اور پھر مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہونے کا لازوال شرف مرحمت فرمایا۔ اگر ہم اس کی ان گنت اور لاتعداد نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں تو یہ ایک ناممکن امر ہے، بلکہ ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ ”وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها“ چہ جائیکہ ہم اس کے انعامات و احسانات کا حق ادا کر سکیں۔ گو حسب تصریح علماء اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس۔ مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اللہ اور سنت ہی کی طرف راجع اور اسی کا ثمرہ ہے، اور سب جانے ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی سرچشمہ قرآن حکیم ہی ہے، جس کا بیان حدیث ہے، اور عمل کا سرچشمہ اسوہ حسنہ ہے جس کی حامل ذات بابرکات نبوی ﷺ ہے۔

”لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة“ (القرآن)

بلاشبہ تمہارے لئے رسول ﷺ میں نمونہ عمل موجود ہے۔

اس لئے حاصل یہ نکلا کہ کتاب و سنت میں دین اسلام کے علمی پہلو جمع ہیں، اور ذات پیغمبر ﷺ میں اس کے عملی پہلو جمع ہیں۔ پس قرآن میں جو چیزیں علمی شکل میں ہیں بعینہ وہی چیزیں ذات نبوی ﷺ میں عمل کی صورت میں موجود ہیں، جن باتوں کو قرآن کریم اقوال و اصول کی شکل میں پیش کرتا ہے، انہی باتوں کو ذات نبوی ﷺ اعمال و احوال کی شکل میں پیش کرتی ہے۔

لہذا ذات نبوی ﷺ کا کیا ہوا قرآن کا کہا ہوا ہے، اور قرآن کریم کا کہا ہوا ذات نبوی ﷺ کا کیا ہوا ہے۔ اور یہ دونوں حقیقتیں ایک دوسرے پر پوری پوری طرح منطبق ہیں۔ قدرتی نتیجہ اس کمال مطابقت کا یہ نکلتا ہے کہ اگر قرآن کا علم اور قانون کامل اور جامع ہے جس سے کوئی ہدایت چھوٹی ہوئی نہیں ہے تو ذات نبوی ﷺ کا عملی نمونہ بھی یقیناً جامع اور کامل ہے۔ جس طرح قرآن اور اس کے لائے ہوئے قانون میں کسی ادنیٰ زیادتی و کمی کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح ذات

نبوی ﷺ کے عملی نمونہ میں بھی کسی اضافی و بیشی کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

اللہ رب العزت نے جیسے قرآن کریم کے الفاظ و کلمات کی حفاظت فرمائی ہے، اسی طرح احادیث نبوی ﷺ کو بھی محفوظ رکھنے کیلئے ہر دور میں اس کے محافظین پیدا فرماتا رہا، جو نہ صرف روایت و کتابت کے ذریعے اس کی نگرانی کرتے رہے بلکہ حفظ کے ذریعے انہوں نے اسے اپنے سینوں میں بھی محفوظ کیے رکھا اور نقل در نقل ہم تک پہنچایا۔ ان محدثین کرام رحمہم اللہ و فقہاء امت رحمہم اللہ کی خدمات یقیناً امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان ہیں، ان حضرات نے اس عظیم کار خیر کے لیے اپنے شب و روز وقف کر رکھے تھے اور اپنی زندگیاں اسی عظیم مقصد کے حصول میں کھپا دیں۔ انہی حضرات کی مساعی سے نبی کریم ﷺ کا ایک ایک قول و عمل ہم تک پہنچا، ہم ہمیشہ ان محسنین کے زیر احسان رہیں گے۔

ایک مدت سے راقم الحروف کے دل میں اس بات کی آرزو تھی کہ انہی محسنین امت کی تالیفات میں سے ”کتاب الآثار بروایت امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ“ کو اردو ترجمہ، تحقیق و تخریج اور فوائد کے ساتھ شائع کیا جائے، تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے مستفید ہو سکے، چنانچہ راقم الحروف نے اللہ کا نام لے کر اس پر کام شروع کر دیا جو کہ چند دنوں کی محنت کے بعد اب آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

کتاب الآثار کا تعارف:

کتاب الآثار احادیث صحیحہ کا وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا، اس کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے مصنف مجتہد عظیم، حافظ الحدیث، استاذ الحدیث والفقہاء، سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ ایک راوی ”عبد الاعلیٰ التیمی“، جن کو حافظ ابو عبد اللہ الحسینی رحمہ اللہ نے مجہول قرار دیا ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہل هو معروف روى عنه ابو حنيفة في الآثار ومسعر. (تعجيل المنفعة: ص ۲۷۸)

بلکہ یہ ایک معروف راوی ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں اور امام مسعر رحمہ اللہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ملک العلماء امام علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ ۵۸۷ھ بھی ”کتاب الآثار“ کو امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اس کو ”آثار ابی حنیفہ“ سے موسوم کرتے ہیں۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۳۲۰ بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۶)

امام صاحب نے اپنی اس تصنیف لطیف کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھا تھا۔ چنانچہ مجدد قرن العاشر حضرت امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۳ھ نے نقل کیا ہے کہ:

ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفاً وسبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث. (ذیل الجواهر المضية: ج ۲ ص ۴۴)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی ”تصانیف“ میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور آپ نے ”کتاب الآثار“ کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے۔

اس کتاب کا موضوع چونکہ احکام فقہ ہیں۔ اس لیے اس میں وہی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ دیگر موضوعات کی احادیث، جو صحیحین اور ”جامع الترمذی“ وغیرہ کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، وہ اس کتاب میں نظر نہیں آئیں گی، کیونکہ ان کا تعلق احکام سے نہیں ہیں۔ اس لیے محدثین کی اصطلاح میں اس کو کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔

کتاب الآثار کی خصوصیات:

کتاب الآثار کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کتب حدیث میں کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ ذیل میں اس کی چند خصوصیات ملاحظہ کریں۔

(۱) امت مسلمہ کے ہاتھوں میں جو حدیث کی سب سے قدیم کتاب ہے وہ یہی ”کتاب الآثار“ ہے۔ اس سے پہلے حدیث کی جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، وہ آج سب نایاب ہیں۔ بعض علماء نے اگرچہ ”مؤطا امام مالک“ کو سب سے قدیم کتاب قرار دیا ہے، لیکن یہ بات خلاف حقیقت ہے کیونکہ مؤطا بھی ”کتاب الآثار“ کے بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ نے تصریح کی ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ”مؤطا“ کی ترتیب ابواب میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ امام ابوالمؤید خوارزمی رحمہ اللہ ۶۶۵ھ اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التي لم يشاركه فيها من بعده انه اول من دون علم الشريعة رتبة ابوابه.

ثم تابعه مالك بن انس رضي الله عنه في ترتيب المؤطا، ولم يسبق ابا حنيفة احد.

(جامع المسانيد: ج ۱ ص ۳۳، تبیض الصحیفة: ص ۱۲۹)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے وہ مناقب اور فضائل جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے علم شریعت (احادیث) کو مدون کیا، اور اس کو (فقہی) ابواب پر ترتیب دیا۔ پھر امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے ”مؤطا“ کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی ہے، اور اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

حافظ محمد بن یوسف صامی شافعی رحمہ اللہ ۹۲۲ھ اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ ۹۷۳ھ نے بھی تقریباً یہی مضمون ذکر کیا

ہے۔ (عقود الجمان: ص ۱۸۲، الخیرات الحسان: ص ۱۸۴)

اس کا صاف مطلب ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ”کتاب الآثار“، ”مؤطا“ کی تصنیف سے پہلے منظر عام پر آ چکی تھی۔ بلکہ ”مؤطا“ امام صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے کئی برس بعد تصنیف ہوئی۔ کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ ابو جعفر منصور کی فرمائش پر ”مؤطا“ کی تصنیف شروع کی تھی، لیکن ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خلفہ منصور کا انتقال ہو گیا۔ امام قاضی ابن فرحون مالکی رحمہ اللہ ۹۹ھ میں ”مؤطا“ کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

روی ابو مصعب ان ابا جعفر المنصور قال لمالک ضع للناس کتابا احملهم عليه، فکلمه مالک فی ذلك، فقال ضعه فما احد اليوم اعلم منك، فوضع المؤطا، فلم یفرغ منه حتی مات ابو جعفر۔ (الديباج المذهب: ص ۴۲)

امام ابو مصعب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے خلیفہ ابو جعفر منصور رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ ایک کتاب لکھیں جس پر میں سب لوگوں کو جمع کر دوں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اس بابت اس سے کچھ عذر کیا تو اس نے آپ سے کہا، آپ کتاب لکھیں، اس لیے کہ آپ سے بڑا آج کوئی عالم نہیں ہے۔ آخر امام صاحب رحمہ اللہ نے ”مؤطا“ کی تصنیف شروع کی، لیکن ابھی آپ نے کتاب مکمل نہیں کی تھی کہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے خلیفہ منصور کی فرمائش پر ”مؤطا“ کی تصنیف شروع کی تھی اور اس کی وفات کے بعد اس کو مکمل کیا۔ اور خلیفہ منصور نے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔ (العبر للذہبی: ج ۱ ص ۱۷۵)

گویا یہ کتاب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ کی وفات سے کم از کم آٹھ سال بعد معرض وجود میں آئی۔ نیز ”کتاب الآثار کو ”مؤطا“ پر اس لیے بھی تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ ”کتاب الآثار“ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آپ کے جن تلامذہ نے روایت کیا ہے ان میں سے ایک امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ بھی ہیں، جو ”مؤطا“ کی تکمیل سے پہلے ۱۵۸ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ تو اب یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ مؤطا کتاب الآثار سے پہلے لکھی گئی ہے؟

(۲) یہ کتاب حدیث کی پہلی وہ کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے۔

(۳) اس کتاب میں صرف ان ہی احادیث کو نقل کیا گیا ہے جو صحیح (یا کم از کم حسن۔ ن) ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ چنانچہ امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ نے خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

أخذ بکتاب الله، فمالم یجد فبسنه رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه العی فشت فی ایدی الثقات عن الثقات.... الخ۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۲۰)

میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کی ان

احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ فرماتے ہیں:

يَأْخُذُ بِمَا صَحَّ عَنْهُ مِنَ الْإِحَادِيثِ الَّتِي كَانَ يَحْمِلُهَا الثَّقَاتُ..... الخ. (الانتقاء: ص ۱۳۲، فضائل

ابی حنیفہ: ص ۹۹)

کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں انتخاب حدیث میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے، اور اسی وجہ سے بڑے بڑے محدثین نے آپ کی اس تصنیف کی زبردست تعریف کی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ ۱۸۱ھ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کے دو اشعار یہ ہیں:

کطیران الصقور من المنیفة

روی آثاره فاجاب فيها

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ”آثار“ کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی جیسے بلند پرواز پرندے بلندی سے پرواز کرتے ہیں۔

ولا بالمشرقین ولا بکوفة

ولم یکن بالعراق له نظیر

(مناقب ابی حنیفہ للمکی: ص ۴۴۶)

نہ عراق میں آپ کی کوئی نظیر (مثال) ہے، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

امام ابو مقاتل حفص بن سلم سمرقندی رحمہ اللہ ۲۰۸ھ، جو کہ بقول امام مؤفق بن احمد مکی رحمہ اللہ ۵۶۸ھ ”امام اہل سمرقند“ (مناقب ابی حنیفہ: ص ۴۴۷) اور بقول امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ ۴۴۶ھ: سچائی اور علم کے ساتھ مشہور تھے (الارشاد: ص ۴۶۹)۔ اپنی نظم میں ”کتاب الآثار“ کی بابت فرماتے ہیں:

غذاز العلم من شیخة حصیفة

روی الآثار عن نبل ثقات

(مناقب ابی حنیفہ للمکی: ص ۴۴۷)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الآثار کو معزز ثقات سے روایت کیا ہے، جو کہ وسیع علم اور عمدہ رائے والے تھے۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ ”موطا“ کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں۔ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک راوی کو پرکھا ہے۔ اور جس طرح موطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں، اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لیے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائی رحمہ اللہ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک موطا صحیح قرار پاتی ہے، ٹھیک اسی معیار پر ”کتاب الآثار“ صحیح اترتی ہے۔ ”موطا“ کو ”کتاب الآثار“ سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے

ہے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۶۲، ۱۶۳)

۴) اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ”ناسخ و منسوخ“ کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ آپ احادیث کے ناسخ و منسوخ میں ید طولی رکھتے تھے، اور کل ذخیرہ احادیث میں آپ صرف ان ہی احادیث سے استدلال کرتے تھے جن میں نبی ﷺ کے آخری اقوال و افعال مذکور ہیں۔ چنانچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ص ۱۶۱ قسم اٹھا کر امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے فرماتے ہیں:

شدید المعرفة بناسخ الحديث ومنسوخه. (عقود الجمان: ص ۱۹۱، الخیرات الحسان: ص ۶۶)
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ ہونے کی بہت زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔
نیز امام ثوری رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی۔
اور جس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل مذکور ہوتا تھا۔ (الانقاء: ص ۱۳۲، فضائل ابی حنیفہ: ص ۹۹)
امام حسن بن صالح بن حنی رحمہ اللہ ص ۱۶۶ فرماتے ہیں:

كان الامام ابو حنيفة رضى الله عنه شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ
(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۲۵)
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں نہایت شدت سے کام لیتے تھے۔

امام ابن رشد قرطبی رحمہ اللہ ص ۵۹۵ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما ابو حنيفة فحمل احاديث النهي على عمومها، ورأى انها ناسخة لحديث ذي الیدین، وانه
متقدم عليها. (بدایۃ المجتہد: ص ۱۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے (نماز میں کلام کرنے کی) ممانعت والی احادیث کو اپنے عموم پر رکھا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احادیث حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والی حدیث کے لیے ناسخ ہیں، کیونکہ وہ ان سے مقدم (پہلے کی) ہیں۔

امام ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی رحمہ اللہ ص ۵۸۳ نے بھی حدیث کے ناسخ و منسوخ سے متعلق اپنی کتاب میں کئی احادیث کے ناسخ و منسوخ کے بارے میں امام صاحب رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے الاعتبار فی النسخ والمنسوخ من الآثار: ص ۱۵۰، ۱۵۷، ۱۶۳)

مختصر یہ کہ کتاب الآثار میں بھی امام صاحب رحمہ اللہ نبی ﷺ کے آخری اقوال و افعال کو بطور بنائے اول اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے فتاویٰ کو بطور بنائے ثانی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں۔

(۵) اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اس عہد کی دیگر کتب حدیث کی طرح صرف ایک شہر یا علاقے کی احادیث پر ہی انحصار نہیں کیا گیا بلکہ اس میں تمام مشہور بلاد اسلامیہ کے محدثین کی احادیث جمع ہیں۔

علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ ”کتاب الآثار“ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”کتاب الآثار“ کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں، بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ حجاز و عراق دونوں جگہ کا علم تحریر و تدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ ۷۵۰ھ ”اعلام الموقعین“ میں لکھتے ہیں:

دین اور فقہ و علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی، اور لوگوں کا عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اصحاب سے، اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ (اعلام الموقعین: ج ۱ ص ۸)

امام مالک رحمہ اللہ نے ”موطا“ کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی برائے نام روایتیں ہیں، لیکن ”کتاب الآثار“ کے روائے میں کوئی یا عراقی کی تخصیص نہیں، بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ سے، جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں ہیں۔ امام اعظم کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے، پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تیس کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۶۹)

کتاب الآثار کے نسخے:

کتاب الآثار کو امام اعظم رحمہ اللہ سے آپ کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نسخہ اس کے راوی کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ ان نسخوں میں باہم اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں احادیث زیادہ ہیں اور بعض میں کم ہیں۔ جیسا کہ عموماً متقدمین کی کتب میں ہوتا ہے کہ ان کے نسخوں میں کمی و زیادتی پائی جاتی ہے۔ ”موطا امام مالک“ کو ہی لے لیجیے کہ اس کے بھی متعدد نسخے ہیں اور تمام نسخوں میں اختلاف و تفاوت موجود ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ زمانہ قدیم کا طریقہ تصنیف اور عصر حاضر کے طریقہ تصنیف میں بہت فرق ہے۔ اُس زمانہ میں چونکہ آج کی طرح مطابع وغیرہ کا رواج بالکل نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ کا رواج تصنیف یہ تھا کہ استاذ اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو املاء کرا دیتا تھا اور وہ اس کو لکھ لیتے تھے، اور پھر چونکہ استاذ اس میں قطع و برید بھی کرتا رہتا تھا۔ اس لیے

اس سے جن شاگردوں نے اس کتاب کو پہلے لکھا تھا، اُن کے نسخوں میں اور بعد میں لکھنے والوں کے نسخوں میں فرق ہو جاتا تھا۔ امام اعظم رحمہ اللہ کی یہ کتاب بھی چونکہ اُس زمانہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا طریقہ تصنیف بھی املائی ہے، اس لیے اس کے نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کے ویسے تو کئی نسخے ہیں لیکن ان میں سے پانچ نسخے جو زیادہ مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ

۲۔ نسخہ امام حسن بن زیادؒ

۳۔ نسخہ امام حماد بن امام اعظمؒ

۴۔ نسخہ امام محمد بن حسن شیبائیؒ

۵۔ نسخہ امام ابو یوسفؒ

یہ پانچ حضرات اس کتاب کے مشہور راوی ہیں اور آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ امام حماد رحمہ اللہ تو آپ کے صاحبزادہ گرامی بھی ہیں۔

ذیل میں ان نسخوں کا تعارف ملاحظہ کریں:

(۱) نسخہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ ۱۵۸ھ:

امام موصوف کا شمار امام اعظم رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے، اور یہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سب سے قدیم الوقات ہیں۔ امام زفر رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کی روایت ان کے متعدد تلامذہ نے کی ہے۔ ان میں سے یہ تین حضرات بھی ہیں جنہوں نے ان سے کتاب الآثار کا علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا:

۱۔ ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ ۲۰۰ھ

۲۔ شداد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ ۲۱۰ھ

۳۔ حکم بن ایوب رحمہ اللہ

پھر ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو بھی آگے ان سے ان کے کم از کم دو تلامذہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ احمد بن بکر بن سیف جصینی رحمہ اللہ

۲۔ محمد بن سرج رحمہ اللہ

احمد بن بکر جصینی رحمہ اللہ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر متعدد محدثین نے کیا ہے۔ مثلاً حافظ امیر ابن ماکولا رحمہ اللہ ۵۷۵ھ، حافظ ابوسعید سمعانی رحمہ اللہ ۵۶۲ھ اور حافظ یاقوت حموی رحمہ اللہ ۶۲۶ھ نے ”باب الجصینی“ میں احمد بن بکر جصینی رحمہ

اللہ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصنی ثقة بمیل الی اهل النظر روى عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار. (الا کمال : ج ۲ ص ۴۹، کتاب الانساب : ج ۱ ص ۴۱۵، ۴۱۶، معجم البلدان : ج ۲ ص ۵۹)

احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصنی رحمہ اللہ، جو ثقہ ہیں اور اہل نظر (فقہائے احناف) کی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں نے ابو وہب مردزی رحمہ اللہ سے، انہوں نے امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

حافظ عزالدین ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ ۶۳۰ھ ”باب الجصنی“ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ینسب الیہا ابو بکر احمد بن بکر بن سیف الجصنی ثقة، یروی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار. (اللباب فی تہذیب الانساب : ج ۱ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

اس نسبت کی طرف ابو بکر احمد بن بکر بن سیف الجصنی رحمہ اللہ منسوب ہیں۔ جو ثقہ ہیں، اور وہ ابو وہب رحمہ اللہ سے، وہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

حافظ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ ۵۷۵ھ نے بھی احمد بن بکر الجصنی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ان کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کی تصریح کی ہے۔ (الجواہر المصیۃ : ج ۱ ص ۶۲)

امام ابو وہب رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد محمد بن سرتج بخاری رحمہ اللہ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر امام عبد الغنی ازدوی رحمہ اللہ ۳۰۹ھ اور حافظ امیر ابن ماکول رحمہ اللہ ۵۷۵ھ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن سرتج رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

ومحمد بن سرج یروی عن ابی وهب محمد بن مزاحم نسخة زفر بن الهذیل. (المؤتلف والمختلف للازدی، تہذیب مستمر الا وھام لابن ماکول : ص ۲۷۲)

محمد بن سرتج رحمہ اللہ نے ابو وہب محمد بن مزاحم رحمہ اللہ سے امام زفر رحمہ اللہ کا نسخہ (کتاب الآثار) روایت کیا ہے۔

امام شہاد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ (جس کی جامع المسانید میں امام اعظم سے بکثرت روایتیں منقول ہیں، امام طبرانی کی المعجم الصغیر (ج ۱ ص ۱۳۳) میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے) کا ذکر امام ابو یعلیٰ خلیلی رحمہ اللہ ۴۴۲ھ نے ”کتاب الارشاد“ میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام شہاد رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عن الثوری، وابی جعفر الرازی وافرانہا، سمع منه القدماء من شیوخہم وروی نسخة عن زفر بن الهذیل، وھو صدوق. (الارشاد فی معرفة علماء الحدیث : ص ۴۴۲)

شہاد بن حکیم بلخی رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابو جعفر رازی رحمہ اللہ اور ان کے معاصرین سے روایت کی

ہے۔ جب کہ خود ان سے ان کے قدیم شیوخ نے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور انہوں نے امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ بھی روایت کیا ہے اور یہ خود صدوق راوی ہیں۔

امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی امام شہاد رحمہ اللہ کے ترجمہ میں امام ابویعلیٰ خلیلی رحمہ اللہ کا یہ مذکورہ بالا بیان نقل کیا ہے۔ (لسان المیزان: ج ۳ ص ۱۶۵)

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ ۴۰۵ھ نے بھی اپنی کتاب ”معرفت علوم الحدیث“ میں امام زفر رحمہ اللہ کے ان دونوں تلامذہ (ابو وہب مروزی رحمہ اللہ اور شہاد بن حکیم رحمہ اللہ) کے روایت کردہ نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

نسخة لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها عنه شداد بن حكيم البلخي، ونسخة ايضا لزفر بن الهذيل الجعفي تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزي عنه.

(معرفت علوم الحديث: ص ۲۲۷)

امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے، جس کو ان سے صرف شہاد بن حکیم بلخی نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام زفر رحمہ اللہ کا (کتاب الآثار کا) ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

امام زفر رحمہ اللہ کے تیسرے شاگرد حکم بن ایوب رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کا ذکر امام عبد اللہ بن محمد المعروف بـ ”ابو الشیخ انصاری اصفہانی رحمہ اللہ“ ۳۶۹ھ نے کیا ہے، اور انہوں نے اس کو ”السنن“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف احمد بن رستہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احمد بن رسته بن بنت محمد بن المغيرة كان عنده السنن عن محمد بن الحكم بن ايوب عن زفر عن ابي حنيفة. (طبقات المحدثين باصبهان والواردين عليها: ج ۳ ص ۲۸۹)

احمد بن رستہ رحمہ اللہ، جو محمد بن مغیرہ رحمہ اللہ کے نواسے ہیں، ان کے پاس ایک ”سنن“ تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد بن مغیرہ رحمہ اللہ سے، وہ حکم بن ایوب رحمہ اللہ سے، وہ امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ سے، اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے تھے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے احمد بن رستہ کے ترجمہ میں اس نسخہ کی دو حدیثیں بھی درج کی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حکم بن ب رحمہ اللہ کے ترجمہ میں بھی اس نسخہ سے ایک حدیث درج کی ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ ۳۲۰ھ کی ”المعجم الصغیر“ میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔ (المعجم الصغیر: ج ۱ ص ۶۳)

علامہ عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ ۴۳۰ھ نے بھی ”تاریخ اصبهان“ میں

اس نسخہ کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۳)

(۲) نسخہ امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ ۲۰۴ھ:

امام حسن رحمہ اللہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے ان جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے ”کتاب الآثار“ کی روایت کی ہے۔ امام موصوف سے آگے اس نسخہ کو ان کے شاگرد رشید امام محمد بن شجاع ثلمی رحمہ اللہ (جن کو ثلمی بھی کہا جاتا ہے) روایت کرتے ہیں۔ ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام محمد بن ابراہیم البغوی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روی عن محمد بن شعاع البلخی، عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفہ کتاب الآثار۔
(لسان المیزان: ج ۴ ص ۴۰)

انہوں نے امام محمد بن شجاع ثلمی رحمہ اللہ سے، انہوں نے امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ ۶۱۵ھ نے بھی ”جامع المسانید“ میں اس نسخہ کی بعض احادیث کو مذکورہ سند کے ساتھ ”مسند ابی حنیفہ“ کے نام سے نقل کیا ہے اور امام حسن بن زیاد تک اپنی سند بھی ذکر کر دی ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۷۳)
ترکی کے مایہ ناز عالم دکتور فواد سیزگین نے بھی اس نسخہ کو ”مسند ابی حنیفہ“ کے نام سے ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ اس کا مخطوطہ ”بغداد“ کے مکتبۃ الادواق میں موجود ہے۔ (تاریخ التراث العربی: ج ۳ ص ۴۲)
کتاب الآثار کا یہ نسخہ ”کتاب الآثار“ کے تمام نسخوں میں سب سے بڑا نسخہ ہے اور اس میں دیگر نسخوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۳۱ھ نے بھی اس نسخہ کی کثرت احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

لمحمد بن شعاع الثلمی عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفہ روایات کثیرة۔ (تاریخ بغداد: ۴/۲۲۸۱)

امام محمد بن شجاع ثلمی رحمہ اللہ نے امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کثرت احادیث روایت کی ہیں۔

کتاب الآثار کا یہ نسخہ کئی اجلہ محدثین کی مرویات میں شامل تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازات کو محدث علی بن عبدالحسن الدوالیقی الحسینی رحمہ اللہ نے اپنے ”غبت“ میں اور حافظ ابن طولون رحمہ اللہ نے ”المہرست الاوسط“ میں، اور حافظ محمد بن یوسف دمشقی رحمہ اللہ مصنف سیرۃ

شامیہ نے ”عقود الجمان“ میں، اور محدث ایوب خلوتی نے اپنے ”ثبت“ میں، اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندی رحمہ اللہ نے ”حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد“ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ نے ان سب کو ”الامتاع“ میں جمع کر دیا ہے۔ (الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع: ص ۳۷، ۴۰، ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۵)

اسی طرح علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ص ۱۷۵ھ کے پیش نظر بھی یہ نسخہ موجود تھا اور وہ اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں کئی جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ اس نسخہ کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الحسن بن زیاد اللؤلؤی: ثنا ابو حنیفۃ قال کنا عند محارب بن دثار... وکان محارب متکئاً فاستوی جالساً ثم قال: یاذا الرجل سمعت ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لیأتین علی الناس یوم تشیب فیہ الولدان... الخ. (اعلام الموقعین عن رب العالمین: ص ۸۹)

(۳) نسخہ امام حماد بن امام اعظم رحمہ اللہ ص ۱۷۵ھ:

امام حماد رحمہ اللہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے اکلوتے صاحبزادے اور ”الولد سرلابیہ“ کے صحیح مصداق تھے۔ امام موصوف بھی اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کی روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان سے اس نسخہ کو روایت کرنے والوں میں امام صالح بن محمد بغدادی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ ص ۶۶۵ھ نے بھی جامع المسانید میں امام صالح رحمہ اللہ کے روایت کردہ اس نسخہ کی تخریج کی ہے اور اس کو ”مسند ابی حنیفۃ“ کے نام سے ذکر کیا ہے اور امام حماد رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۷۵، ۷۶)

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے امام حماد رحمہ اللہ وغیرہ کے روایت کردہ کتاب الآثار کے نسخوں جو مسانید سے تعبیر کیا ہے، اس پر عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد، تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

غالباً کتاب الآثار از امام ابو یوسف، اور کتاب الآثار (از) امام محمد و کتاب الآثار (از) امام حماد رحمہ اللہ کو ”مسند“ سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ: ص ۳۴۵)

کتاب الآثار کا یہ نسخہ شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ص ۸۵۲ھ کی مروجات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اس کو ”نسخہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ“ سے ذکر کر کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک اپنا سلسلہ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔ (المعجم المفسر: ص ۲۶۹)

(۴) نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ:

امام محمد رحمہ اللہ، جو امام اعظم رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد اور آپ کے علوم کے مدون و ناشر ہیں، ان کا نسخہ کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مشہور، متداول اور مقبول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ اس نسخہ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

والوجود من حدیث ابی حنیفہ مفردا انما هو کتاب الآثار التي رواه محمد بن الحسن عنه.

(تعجیل المنفعة: ص ۱۹)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ ”کتاب الآثار“ ہے، جس کو آپ سے امام محمد بن حسن رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے اس نسخہ کو ان کے کئی تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ ۲۱۱ھ، جو امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی استاذ ہیں، اور امام ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ ۲۱۱ھ کا روایت کردہ ہے۔ یہ دونوں امام محمد رحمہ اللہ کے جلیل المرتبت تلامذہ اور ثقہ محدثین میں سے ہیں۔

حافظ الدین امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ بھی اس نسخہ کو امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اس نسخہ کو ذکر کر کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (المعجم المفہر: ص ۳۸، ۳۹، الجمع المؤسس المعجم المفہر: ص ۳۹۰)

جب کہ حافظ ابو مؤید خوارزمی رحمہ اللہ ۶۶۵ھ نے جامع المسانید میں ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخے کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس نسخہ کو امام اعظم رحمہ اللہ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۷۷، ۷۸)

محدث الشام حافظ محمد بن یوسف صامی رحمہ اللہ ۹۴۲ھ نے ان دونوں ائمہ (ابو حفص کبیر رحمہ اللہ، ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ) کے روایت کردہ نسخوں کی اپنے سے لے کر امام اعظم رحمہ اللہ تک اسناد ذکر کی ہے۔ (عقود الجمان: ص ۳۳۱، ۳۳۳)

نیز امام ابو حفص کبیر رحمہ اللہ اور امام ابوسلیمان جوزجانی رحمہ اللہ کے علاوہ امام محمد رحمہ اللہ کے ایک اور شاگرد امام اسماعیل بن توبہ قزوینی رحمہ اللہ ۲۴۷ھ، جو کہ بصرہ کا امام خلیلی رحمہ اللہ ۲۴۶ھ عالم کبیر اور مشہور تھے، اور انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں، (الارشاد: ص ۲۹۵، نیز دیکھئے: الجواہر المضیئہ: ج ۱ ص ۱۲۷) بھی امام محمد رحمہ اللہ سے ”کتاب الآثار“ کو روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعید سنبل مکی رحمہ اللہ ۱۷۵ھ نے

ان کے روایت کردہ نسخہ کی سند اپنے سے لے کر امام اعظم رحمہ اللہ تک نقل کر دی ہے۔ (الاوائل السنبلية وذیلها: ص ۱۳۷)
 امام ابن العدیم حنبلی رحمہ اللہ ۶۶۰ھ نے امام اسماعیل رحمہ اللہ کے روایت کردہ اس نسخہ ”کتاب الآثار“ سے بہ سند متصل ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ۱۰/۴۳۴۹)
 علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ کے روایت پر مستقل ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا نام ”الایثار بمعرفۃ روایۃ الآثار“ ہے۔ یہ کتاب کتاب الآثار کے ساتھ چھپ چکی ہے، اور علیحدہ بھی دستیاب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور بلند پایہ (ثقة بالاجماع۔ ن) محدث حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ ۸۷۹ھ نے بھی اس کے روایت پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے مؤطا امام مالک بروایت امام محمد بن حسن کے راویوں پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب تصنیف کی، اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۷۳)
 اسی طرح متعدد اہل علم نے اس نسخہ کی احادیث کی بھی شرحیں لکھی ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ جیسے امام الحدیث بھی اس کے شارحین میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ خلیفہ جلی رحمہ اللہ ۷۰۶ھ لکھتے ہیں:

وعليه شرح للحافظ الطحاوی الحنفی۔ (كشف الظنون: ۲/۱۳۸۴)

کتاب الآثار بروایت امام محمد پر حافظ طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی شرح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کی یہ ”شرح کتاب الآثار“ نامور محدث امام ابوسعید سمعانی رحمہ اللہ ۵۶۲ھ کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے امام طحاوی رحمہ اللہ تک اس شرح کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ (المختب من معجم الشيوخ السمعی: ج ۲ ص ۷۲)

شیخ فراد بن عثمان العمری الموصلی رحمہ اللہ ۱۰۹۲ھ نے بھی ”کتاب الآثار“ بروایت امام محمد رحمہ اللہ کی شرح لکھی ہے۔ (ہدیۃ العارفين: ۲/۴۲۴، معجم المؤلفين: ۱۲/۲۱۳)

اسی طرح شیخ ابو الفضل نور الدین علی بن مراد موصلی عمری شافعی رحمہ اللہ ۱۱۷۴ھ بھی اس مبارک کتاب کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔ (سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر: ۳/۲۳۱، معجم المؤلفين: ۷/۲۳۱)

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس کی بلند پایہ شرح لکھی ہے جو تین جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے اس نسخہ میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت کم احادیث ہیں۔

چنانچہ اس کی روایات کی کل تعداد (۹۱۶) ہے، جن میں مرفوع (مسند و مرسل)، موقوف (آثار صحابہؓ) اور مقطوع (آثار تابعین) تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

امام موصوف نے اپنے اس نسخہ میں ایک یہ زبردست اضافہ کیا ہے کہ اس کے ہر باب کے آخر میں اُس باب کی احادیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، وہ بھی ذکر دیئے، اور ان کے متعلق اپنا اور اپنے استاذ مکرم امام اعظم رحمہ اللہ کا مؤقف بھی واضح کر دیا۔

اسی طرح انہوں نے اس میں کچھ احادیث (جن کی تعداد بہت کم ہے) امام اعظم رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر مشائخ کی اسناد سے بھی نقل کر دی ہیں۔

حافظ الدین امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو اس کتاب سے خصوصی لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنی کتب (جیسے فتح الباری، الاصابہ، تہذیب اور تعجیل المنفعۃ وغیرہ) میں اس کتاب سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔

حافظ جمال الدین زلیعی رحمہ اللہ ۶۲ھ نے بھی (نصب الرایۃ میں) کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ سے بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔ (ماخوذ از: امام اعظم ابو حنیفہؒ کا محدثانہ مقام: ص ۵۰۱ تا ۵۱۳)

(۵) نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ ۱۸۲ھ:

امام موصوف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے بڑے اور جلیل القدر شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے متعدد اشخاص نے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جن میں سے دو یہ حضرات بھی ہیں:

۱۔ امام ابو محمد یوسف بن یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ ۱۹۲ھ، جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا مختصر ساتھ تعارف درج ذیل ہے:

امام ابو محمد یوسف بن یعقوب رحمہ اللہ ایک جلیل القدر فقیہ تھے، اور اپنے والد کی زندگی میں ہی قاضی مقرر ہو گئے تھے، ان کے والد محترم کی وفات کے بعد بھی خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ نے ان کو اس عہدہ پر برقرار رکھا یہاں تک کہ ۱۹۲ھ میں ان کی وفات ہو گئی۔ (الطبقات الکبریٰ: ج ۷ ص ۲۴۱، البدایۃ والنہایۃ: ج ۷ ص ۲۰۷)

امام محمد بن خلف المعروف بہ وکیع م ۳۰۶ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد حمل عن ابی یوسف الحدیث۔ (اخبار القضاۃ: ص ۶۵۲)

انہوں نے اپنے والد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

واضح رہے کہ اہل علم خصوصاً فقہاء احناف و محدثین کے حلقہ میں امام یوسف رحمہ اللہ کی عدالت اور ثقاہت مشہور و معروف تھی اور ایسا شخص کہ جس کی عدالت اہل علم کے ہاں مشہور و معروف ہو اس کی عدالت کے متعلق سوال ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام

نوی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

فمن اشتهرت عدالته بين اهل العلم واشاع الثناء عليه كفى فيها. (تقريب مع تدريب الراوى: ج ۱ ص ۲۵۵)

جس شخص کی عدالت اہل علم میں مشہور و معروف ہو اور اس کی تعریف عام ہو تو یہ اس کی عدالت کیلئے کافی ہے۔
نیز امام محمد بن خلف المعروف بہ وکیع رحمہ اللہ ۳۰۶ھ نے عبد اللہ بن عبد الکریم حاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:
کان یوسف بن ابی یوسف عقیفا مامونا صدوقا قرء علیہ ابو یوسف اکثر کتبہ. (اخبار القضاة: ص ۱۵۲)

امام یوسف بن ابی یوسفؒ ایک پاکدامن، امانت دار اور راست باز شخص تھے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی اکثر کتب ان کو پڑھائی تھیں۔

امام یوسف رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ ”کتاب الاث آر“ کا ذکر ثقہ بالاجماع محدث و ناقد حافظ عبد القادر قرشی رحمہ اللہ ۵۷۵ھ نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وروی کتاب الآثار عن ابیہ عن ابی حنیفہ وهو مجلد ضخیم. (الواہر المزیئۃ: ج ۲ ص ۲۲۵)
امام یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ”کتاب الآثار“ کو روایت کیا ہے، جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

۲۔ امام عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ، جو امام ابو عمرو بہ الحرائی رحمہ اللہ کے دادا ہیں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للامام الصمیری: ص ۱۶۳، الجواہر المزیئۃ: ج ۱ ص ۴۰)
اہل علم خصوصاً فقہاء احناف و محدثین کے حلقہ میں امام عمرو بن ابی عمرو الحرائی رحمہ اللہ کی عدالت اور ثقاہت مشہور و معروف تھی۔

امام عمرو بن ابی عمرو رحمہ اللہ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو ثقہ بالاجماع محدث امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ ۶۶۵ھ نے اپنی مرتبہ کتاب ”جامع السانید“ میں ”نسخہ ابی یوسف“ کے نام سے نقل کیا ہے اور اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تک نقل کر دی ہے۔ چنانچہ امام خوارزمی رحمہ اللہ نسخہ ابی یوسف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نسخة ابی یوسف فقد اخبرنی بہ المشائخ الصدر الکبیر العلامة استاذ دار الخلافۃ والامامة ابو محمد یوسف بن ابی الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی والشیخ ابو محمد ابراہیم بن محمود بن سالم والشیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن بقا و آخرون اذنا قالوا اخبرنا المشائخ الثلاثة ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی و ابو القاسم ذا کر بن کامل و ابو القاسم یحیی بن اسد بن

نوش اذنا قالوا اخبرنا القاضي ابو بكر محمد بن عبد الباقي بن محمد بن عبد الله الانصاري اجازة قال اخبرنا ابو محمد الحسن الجوهري قال اخبرنا ابو بكر محمد الابهري قال حدثنا ابو عروبة الحسين بن محمد بن مودود الحراني قال حدثنا جدی عمرو بن ابی عمرو قال حدثنا ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي رحمه الله تعالى. (جامع المسانيد: ج ۵ ص ۵۰)

اس سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر خدمت ہے۔

۱۔ امام ابو محمد یوسف بن عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ: ”وكان اماما كبيرا و صدرا معظما عارفا بالمذاهب كثر المحفوظ حسن المشاركة في العلوم مليح الوعظ حلو العبادة ذا سمت و وقار و حلاله و حرمة و افرقة... الخ.“ (تاریخ الاسلام: ۳۴۰، فوات الوفيات: ۵۹۰)

۲۔ امام ابو القاسم ذاکر بن کامل بن ابی غالب خفاف رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة صالح“ (اکمال الاکمال: ۲۳۸۸)

۳۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد الباقي بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ: ”شيخ صالح ثقة“ (تاریخ الاسلام: ۵۷)

۴۔ امام ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن حسن جوہری شیرازی رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة أمين“ (تاریخ بغداد: ۳۹۳۰)

۵۔ امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن صالح الفقیہ المالکی الابهري رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة أمين“ (تاریخ بغداد: ۱۰۷۶)

۶۔ امام ابو عروبة حسین بن محمد بن مودود حرانی رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة حافظ“ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۵۳)

معلوم ہوا کہ نسخہ ابی یوسف کی یہ سند بھی بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ مؤرخ کبیر و محدث جلیل حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی معجم شیوخ میں اپنی سند کے ساتھ اس نسخہ سے ایک حدیث نقل کی ہے، اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور امام

خوارزمی رحمہ اللہ کی سند امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک تقریباً ایک جیسی ہے۔ (معجم شیوخ الذہبی: ص ۳۱۸، ۳۱۹)

ایک جدید محقق نے اس نسخہ کی سند کو غلط قرار دینے کے لیے بغیر کسی حوالہ و دلیل کے ثقہ بالا جماع محدث امام خوارزمی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے یہ سند فٹ کر رکھی ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۱۹ / ۵۳) حالانکہ یہ معترض کی جہالت اور ایک فضول بڑ ہے، ورنہ جو سند امام خوارزمی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، وہی تقریباً امام ذہبی رحمہ اللہ بھی ذکر کر رہے ہیں۔ اب معترض کہی اپنی امام ذہبی رحمہ اللہ کے خلاف کیا فیصلہ صادر کرے گی؟ دیدہ باید۔

واضح رہے کہ کتاب الآثار کے مذکورہ بالا نسخوں میں سے خصوصاً نسخہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ اہل علم کے درمیان تواتر کے ساتھ مشہور و معروف ہیں اور مشہور و متواتر نسخے سند کے محتاج نہیں ہوتے۔ (دیکھئے: النکت علی کتاب ابن صلاح لابن حجر: ص ۵۶) حتیٰ کہ مذکورہ جدید محقق نے بھی ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

مشہور و متواتر نسخہ سند کا محتاج نہیں ہوتا۔ (مقالات از: زبیر علی زئی ج ۲، ص ۳۱۹)

امام ابولیت نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ ص ۵۳ جو بقول حافظ ذہبی رحمہ اللہ: الامام، الفقیہ، الحدیث اور الزاہد تھے،

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۶ ص ۳۲۳) نے ایک مسئلہ کی تحقیق میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وقال فی کتاب الآثار لا بأس ببيع السباع كلها اذا كان له ثمن. (عیون المسائل: ص ۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ”کتاب الآثار“ میں فرماتے ہیں کہ درندوں کی بیع جائز ہے، اگر ان کی کوئی قیمت مقرر ہو۔

ان مذکورہ پانچ ائمہ کے علاوہ کئی اور حضرات نے بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جن میں سے امام

محدث محمد بن خالد وہبی رحمہ اللہ (م قبل ۱۹۰ھ) بھی ہیں۔ ان کے نسخہ سے ”جامع المسانید للبخاری“ میں کئی حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے خصوصی شاگرد اور کثیر الحدیث محدث امام اسد بن عمر الجلی رحمہ اللہ ۱۹۰ھ کے جنہوں نے

سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصانیف کو لکھا تھا، یہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کے راوی ہیں۔ چنانچہ ان

کے نسخہ کی ایک روایت کتاب الآثار بروایت امام محمد رحمہ اللہ میں بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: کتاب الآثار: ص ۱۱۶)

نیز امام سابق بن عبد اللہ رقی رحمہ اللہ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابو

حنیفہ رحمہ اللہ سے احادیث مستقیمہ (صحیحہ) روایت کی ہیں، بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کتاب الآثار کو روایت کرنے والوں

میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ اسلام حافظ ابن العدم حلبی رحمہ اللہ ۶۶۰ھ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وحدث عنه محمد بن یزید بن یزید بن سنان الرهاوی نسخة عن ابي حنيفة. (بغية الطلب في

تاريخ حلب: ۹/۲۰۶۵)

محمد بن یزید بن یزید بن سنان رهاوی رحمہ اللہ نے امام سابق رقی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

سے (کتاب الآثار کا) نسخہ روایت کیا ہے۔

ہمارا کام نسخہ امام ابو یوسف القاضی رحمہ اللہ پر ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ثقاہت اور عدالت کے حوالے سے بھی کچھ عرض کرتے چلیں۔

ائمہ کرام سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی توثیق:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں علم، شہرت جلالت و مرتبت اور دیگر کمالات کے لحاظ سے سب سے مقدم امام ابو

یوسف رحمہ اللہ ہیں۔

حافظ ثمس الدین ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو ابل تلامذته واعلمهم. (سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۳۱۳)

آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے عالم تھے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ابو یوسف رحمہ اللہ وہو اجل اصحاب ابی حنیفہ اول من لقب قاضی القضاة.

(مجموع الفتاوی: ۲۰/۱۳۸)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ، جو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور (اسلام میں) پہلے وہ شخص ہیں جن کو قاضی القضاة کے لقب سے پکارا گیا۔

حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۷۴۷ھ اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ ۸۰۳ھ وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو اسلام کے پہلے قاضی القضاة (چیف جسٹس) قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱۳/۲۲۵، البدایہ والنہایہ: ۷/۱۷، نزہۃ النظر فی قضاة الامصار: ص ۱۶۷)

نیز آپ کا یہ بھی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ کے جو اصول و ضوابط مقرر کیے تھے ان کو آپ ہی نے سب سے پہلے کتابی صورت میں مدون کیا۔ چنانچہ امام طلحہ بن جعفر رحمہ اللہ ۳۰۸ھ اور امام ابو سعد سمعانی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

و اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذهب ابی حنیفہ و املی المسائل و نشرها. و بث

علم ابی حنیفہ فی اقطار الارض. (وفیات الاعیان: ۲/۳۹۰، کتاب الانساب: ۴/۱۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ میں کتابیں لکھی ہیں، اور مسائل فقہ کو لکھوا کر ان کو دنیا میں پھیلایا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔

آپ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اُس وقت آپ کی مالی حالت انتہائی خستہ تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی مالی امداد بھی مسلسل کرتے رہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۴۸ھ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نشأ فی طلب العلم و کان ابوہ فقیرا فکان ابو حنیفہ یتعاهد یعقوب بمائة بعد مائة.

(تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۲۱۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جب تعلیم حاصل کرنے میں لگے تو آپ کے والد انتہائی غریب تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کو مسلسل سینکڑوں درہم دے کر آپ کی امداد کرتے رہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کئی سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے۔ آپ کا خود اپنا بیان ہے:

صحبت ابا حنیفہ سبع عشرة سنة. (تاریخ بغداد: ۱۳/۲۵۴)

میں سترہ سال امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا ہوں۔

اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے:

انی لادعوا لابی حنیفة قبل ابوی۔ (ایضاً: ۱۳/۳۴۰)

میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لیے اپنے والدین سے بھی پہلے دعا کرتا ہوں۔

آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر کئی اہل علم سے بھی استفادہ کیا جن میں کئی اجلہ تابعین بھی ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۴۸ھ ارقام فرماتے ہیں:

و کتب العلم عن طائفة من التابعین۔ (مناقب ابی حنیفة وصاحبہ۔ ص ۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث میں ہشام بن عروہ رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ، اعمش رحمہ اللہ اور ابواسحاق شیبانی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

جبکہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ حافظ ابوسعید سمعانی رحمہ اللہ ۵۶۲ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنه بشر بن ولید وعامة اهل العراق۔ (کتاب الانساب: ج ۱ ص ۱۹۹)

آپ سے امام بشر بن ولید رحمہ اللہ اور اکثر اہل عراق نے روایت حدیث کی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۴۸ھ نے امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الآفاق۔ (سیر اعلام النبلاء: ت ۱۳۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ سے جن ائمہ حدیث نے روایت کی ہے ان میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ زیادہ مشہور ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ نے بھی امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ کے واسطے سے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔ (مثلاً دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱ ص ۲۹۲)

آپ کو فقہ میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کا مجتہد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے مخالفین کے متحقق ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے:

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا مجتہد ہونا تو مسلم ہے۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۳۰۵)

اسی طرح آپ علم حدیث میں بھی بلند پایہ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ، امام ابن قتیبہ رحمہ

اللہ ۲۶۶ھ، امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ ۳۱۰ھ، علامہ ابن الندیم رحمہ اللہ ۳۸۵ھ، حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ

م ۵۹ھ، علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ م ۶۸۱ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ م ۹۱۱ھ وغیرہ جیسے نابغہ عصر روزگار اہل علم آپ کا حافظ الحدیث ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ (دیکھئے بالترتیب: الطبقات الکبریٰ: ج ۷ ص ۲۳۹، شذرات الذهب: ج ۱ ص ۳۰۰، الانتقاء: ص ۱۷۲، کتاب الفہرست: ص ۲۵۶، تانیب الخطیب: ص ۱۷۵، وفيات الاعیان: ج ۳ ص ۳۸۹، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۲۱۴، طبقات الحفاظ: ص ۱۷۷)

آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مؤرخ شہیر علامہ ابن العمد حنبلی رحمہ اللہ م ۱۰۸۹ھ نے لکھا ہے:
وقال غیر واحد کان یحفظ فی المجلس الواحد خمسين حدیثا ہاسانیدھا۔

(شذرات الذهب: ج ۱ ص ۲۰۰)

کئی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ صرف ایک ہی مجلس میں پچاس احادیث بمع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ، امام محمد بن سعد رحمہ اللہ م ۲۳۰ھ، امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ م ۳۱۰ھ، امام ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ اور دیگر محدثین نے آپ کو کثیر الحدیث قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: الطبقات الکبریٰ: ج ۷ ص ۲۳۸، الانتقاء: ص ۱۷۲، لسان المیزان: ج ۶ ص ۲۹۰)

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ م ۲۶۶ھ آپ کو ”صاحب حدیث“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ آپ کو محدث کہتے ہیں۔ (شذرات الذهب: ج ۱ ص ۳۰۰، سیر اعلام النبلاء: ج ۱ ص ۱۳۱۳)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ امام اعظم رحمہ اللہ کے تلامذہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

ابو یوسف اعلمہم بالحديث۔ (مجموع الفتاویٰ: ۱۹/۱۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

نیز حافظ موصوف نے آپ کو ان اہل علم میں شمار کیا ہے جو محدثین اور فقہاء دونوں طبقوں میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (تلخیص کتاب الاستقاشہ: ص ۱۴)، (امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام: ص ۲۱۵ تا ۲۱۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ علم حدیث میں عظیم مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ روایت حدیث میں بھی نہایت ثقہ اور قابل اعتماد تھے، اختصار کے پیش نظر ائمہ کرام رحمہم اللہ کے آپ کے متعلق چند توثیقی اقوال حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

کان ابو یوسف القاضی یحییٰ الی اصحاب الحدیث کثیرا، وکتبا عنه ولم یزل الناس یکتبون

عنه. (الجرح والتعديل: ج ۱ ص ۲۰۲)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ محدثین کی طرف بہت زیادہ میلان رکھتے تھے، اور ہم نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں اور دیگر لوگ (یعنی محدثین) بھی ہمیشہ ان سے حدیثیں لکھتے رہے ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ اور علامہ ابن عدی رحمہ اللہ م ۳۶۵ھ بہ سند متصل امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں: لیس فی اصحاب الرائی اکثر حدیثاً، ولا اثبت من ابی یوسف۔

(لسان المیزان: ج ۱ ص ۴۹۰، الکامل: ج ۸ ص ۴۶۶)

فقہاء میں ابو یوسف رحمہ اللہ سے بڑھ کر کثیر الحدیث اور ان سے زیادہ پختہ کوئی شخص نہیں ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

وكان ثقة. (تاریخ بغداد: ج ۲ ص ۲۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ تھے۔

امام محمد بن خلف المعروف بہ قاضی و کعب رحمہ اللہ م ۳۰۶ھ نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

حسن الحديث وليس له بحث. (اخبار القضاة: ص ۶۵۱)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی حدیث حسن ہے، اور ان کے متعلق بحث ہی نہیں ہو سکتی۔

یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا حسن الحدیث ہونا ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ:

اما ابن ابی حاتم رحمہ اللہ م ۳۲۷ھ نے امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے امام عبد اللہ بن احمد رحمہ اللہ م ۲۹۰ھ سے

روایت کیا ہے کہ:

سألت عن ابی یوسف فقال صدوق. (الجرح والتعديل: ج ۱ ص ۲۰۱)

میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”وہ (روایت حدیث میں) صدوق (انتہائی سچے) ہیں۔“

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ بہ سند متصل امام احمد رحمہ اللہ کے برادرزادے امام حنبل بن اسحاق رحمہ اللہ

م ۲۷۳ھ سے نقل کرتے ہیں:

سمعت عمی یعنی احمد بن حنبل يقول كان يعقوب ابو يوسف يروي عن حنظلة وعن المكيين،

وكان منصفاً في الحديث. (تاریخ بغداد: ج ۱ ص ۲۶۱)

میں نے اپنے چچا یعنی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام یعقوب ابو یوسف رحمہ اللہ، حفظہ رحمہ اللہ اور دیگر مکی محدثین سے روایت کرتے تھے، اور وہ حدیث میں انصاف پسند تھے۔

۳۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ:

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے اپنی سند متصل کے ساتھ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق نقل کیا ہے کہ:

وکان صدوقاً. (تاریخ بغداد: ج ۱۳ ص ۲۵۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ (روایت حدیث میں) صدوق (راست باز) تھے۔

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ:

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ اپنی ”کتاب الضعفاء“ میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو یوسف ثقة. (لسان المیزان: ج ۶ ص ۲۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

۵۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے اپنی مشہور تصنیف ”کتاب الثقات“ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

وکان شیخاً متقناً. (لسان المیزان: ج ۶ ص ۲۹۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ شیخ (امام وقت) اور پختہ کار محدث تھے۔

نیز امام ابن حبان رحمہ اللہ آپ کو ”مشاہیر علماء“ میں شمار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

من الفقهاء المتقنين. (مشاہیر علماء الامصار: ص ۲۷۰)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ پختہ کار فقہاء میں سے ہیں۔

۶۔ امام حفص بن غیاث نخعی رحمہ اللہ ۱۹۴ھ:

امام محمد بن خلف بن حیان المعروف بہ دکنی رحمہ اللہ ۳۰۶ھ نے اپنی صحیح سند کے ساتھ امام حفص بن غیاث نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

کان الحجاج بن ارطاة لا یمل علینا، وکان یعقوب ابو یوسف یسأله، فاذا قام الحجاج قال

الناس الى يعقوب، فاملى عليهم عن ظهر قلبه. (اخبار القضاة: ص ۲۱۵)
 حجاج بن ارطاة رحمہ اللہ (مشہور محدث) ہمیں حدیث املا نہیں کراتے تھے، لیکن امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ
 ان سے احادیث پوچھ لیتے تھے۔ اور جب حجاج رحمہ اللہ اٹھ کر چلے جاتے تو لوگ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے
 (احادیث) پوچھتے تو آپ ان کو وہ احادیث زبانی لکھوا دیتے تھے۔
 اس بیان میں امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام اور حفظ حدیث کی زبردست
 تعریف کی ہے۔

۷۔ امام محمد بن صباح الجرحرائی رحمہ اللہ ۲۴۰ھ:

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے ”کتاب الثقات“ میں امام محمد بن صباح الجرحرائی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:
 کان ابو یوسف رجلاً صالحاً وکان یسر د الصوم۔ (لسان المیزان: ج ۶ ص ۴۹۰)
 امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک صالح شخص تھے، اور لگاتار روزے رکھا کرتے تھے۔

۸۔ امام عمرو بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ ۲۳۲ھ:

امام علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام عمرو بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ سے بہ سند متصل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے
 بارے میں نقل کیا ہے کہ:

فانه كان صاحب سنة۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۴ ص ۲۵۵)
 امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب سنت (اہل سنت) تھے۔

۹۔ امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی رحمہ اللہ ۳۵۶ھ:

امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی رحمہ اللہ ۳۵۶ھ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:
 فلا بأس به وبروایتہ۔ (لسان المیزان: ج ۶ ص ۴۹۰)
 آپ میں اور آپ کی احادیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۱۰۔ امام احمد بن کامل القاضی رحمہ اللہ ۳۵۰ھ:

ثقة وصدق امام احمد بن کامل قاضی رحمہ اللہ ۳۵۰ھ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ:
 ولم يختلف يحيى بن معين، واحمد بن حنبل وعلی مدینی فی ثقة فی النقل۔

(تاریخ بغداد: ج ۱۴ ص ۲۴۶، ۲۴۷)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اور امام علی بن مدینی رحمہ اللہ کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نقل حدیث میں ثقہ ہیں۔

۱۱۔ امام طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد رحمہ اللہ ۳۸۰ھ:

فی نفسہ ثقہ محدث امام طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد رحمہ اللہ ۳۸۰ھ فرماتے ہیں:

ابو یوسف مشہور الامر، ظاہر الفضل وهو صاحب ابی حنیفہ وافقہ اہل عصرہ، ولم يتقدمہ احد فی زمانہ، وكان النہایۃ فی العلم والحکم، والریاسة والقدر.... الخ۔

(تاریخ بغداد: ج ۱۴ ص ۲۴۸)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک نامور اور بڑی فضیلت والے شخص تھے، آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے فقیہ تھے، آپ کے زمانہ میں کوئی شخص آپ پر سبقت نہیں رکھتا تھا، اور آپ علم، دانائی، مرتبہ اور عزت کے انتہائی درجہ پر فائز تھے۔

۱۲۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۴۰ھ:

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کہ:

یكتب حدیثہ وهو احب الی من الحسن الثولثوی۔ (الجرح والتعديل للرازی: ج ۹ ص ۲۰۲)
ان کی حدیث لکھنے کے قابل ہے، اور وہ مجھے امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

۱۳۔ امام شعیب بن اسحاق دمشقی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ:

ثقہ و صدوق محدث امام شعیب بن اسحاق دمشقی رحمہ اللہ نے علم حدیث میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

لابی یوسف ان يأخذ علی الائمة وليس علی الائمة ان يأخذوا علی ابی یوسف لعلمہ بالآثار۔

(الكامل: ج ۸ ص ۴۶۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے لیے جائز ہے کہ وہ دیگر ائمہ کا مواخذہ کریں لیکن دیگر ائمہ کو زیبا نہیں ہے کہ وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا مواخذہ کریں کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ احادیث کے عالم تھے۔

۱۴۔ امام اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ ۲۶۴ھ:

امام اسماعیل بن یحییٰ مزنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو اتباع القوم للحديث. (تاریخ بغداد: ج ۲۳، ۱۳، لسان المیزان: ج ۶ ص ۳۹۰)
امام ابو یوسف رحمہ اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں۔

۱۵۔ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ ۳۱۰ھ:

حافظ المغرب امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے بہ سند متصل امام طبری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:
كان ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم القاضي فقيها عالما حافظا. ذكر انه كان يعرف بحفظ
الحديث فيحفظ خمسين وستين حديثا ثم يقوم فيسبيلها على الناس. وكان كثير الحديث.
(الانتقاء: ص ۱۴۲)

امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم قاضی رحمہ اللہ ایک فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے، اور آپ احادیث کو یاد کرنے
میں خاص شہرت رکھتے تھے، چنانچہ کسی محدث کے پاس جاتے تو ایک ہی مجلس میں پچاس ساٹھ حدیثیں زبانی یاد
کر لیتے، پھر وہاں سے اٹھ کر رہی حدیثیں دیگر لوگوں کو (زبانی) لکھوا دیتے، نیز آپ کثیر الحدیث تھے۔
 واضح رہے کہ اس قول کی سند میں موجود احمد بن محمد بن احمد سے مراد ثقہ و صدوق محدث امام احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن
الحباب الاموی رحمہ اللہ ۳۰۱ھ ہیں۔

۱۶۔ امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ۴۵۸ھ:

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:
وابو يوسف ثقة. (السنن الكبرى: ج ۱ ص ۳۴۴)
کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

۱۷۔ امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ ۴۰۵ھ:

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ”المستدرک علی الصحیحین“ میں ایک حدیث کے ذیل میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو
صراحتاً ثقہ قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ج ۱ ص ۵۳۳، رقم الحدیث: ۱۳۹۵)
نیز امام موصوف نے مستدرک میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی متعدد احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک:
رقم الحدیث: ۲۱۸۲، ۳۶۸۹، ۳۹۱، ۷۷۸۳)

۱۸۔ حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ:

امام شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ نے مختلف الفاظ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی زبردست توثیق کی ہے۔ مثلاً

”تلخیص المستدرک“ میں آپ کی ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ويعقوب هو القاضي ابو يوسف: حسن الحديث. (حاشية المستدرک: ج ۱ ص ۵۴۴)

کہ یعقوب قاضی ابویوسف رحمہ اللہ حسن الحدیث ہیں۔

نیز ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

هو الامام المجتهد، العلامة المحدث. (سير اعلام النبلاء: ج ۸ ص ۵۴۵)

آپ کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو انبل تلامذته واعلمهم. (ایضاً)

امام ابویوسف رحمہ اللہ آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز، اور ان میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

بلغ ابو يوسف من رئاسة العلم ما لا مزيد عليه. (ایضاً)

امام ابویوسف رحمہ اللہ علم کی اس ریاست تک پہنچے ہیں کہ اس سے آگے نہیں پہنچا جاسکتا۔

علاوہ ازیں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے مناقب میں مستقل ایک جزء لکھا ہے، جیسا کہ انہوں نے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کے مناقب میں بھی مستقل جزء لکھے ہیں۔ یہ تینوں اجزاء ”مناقب ابی

حنیفہ وصاحبہ“ کے نام سے یکجا مطبوعہ ہیں اور قابل دید ہیں۔

۱۹۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ:

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

هو اقوى من محمد بن الحسن. (سوالات البرقانی للدارقطنی: ص ۱۴۶، تاریخ بغداد: ج ۵ ص ۲۶۲)

امام ابویوسف رحمہ اللہ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لا يستحق محمد عندی الترتیب. (سوالات البرقانی للدارقطنی: ص ۱۴۱، تاریخ بغداد: ج ۵ ص ۲۶۲)

میرے نزدیک امام محمد رحمہ اللہ ترک کرنے کے مستحق نہیں ہیں (بلکہ وہ قابل قبول ہیں)۔

نیز امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”غرائب حدیث مالک“ میں امام محمد رحمہ اللہ کو ثقہ حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

(نصب الراية: ج ۱ ص ۴۰۸)

الغرض جب امام دارقطنی رحمہ اللہ کے نزدیک امام محمد بن حسن رحمہ اللہ غیر متروک، اور ثقہ حفاظ حدیث میں سے ہیں، تو پھر

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا علم حدیث میں مقام کس قدر بلند ہوگا جو بقول امام دارقطنی رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ سے بھی زیادہ مضبوط اور قوی ہیں؟۔

۲۰۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ:

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكان يعرف بالحفظ للحديث، وكان يحضر المحدث فيحفظ خمسين وستين حديثاً فيقوم فيمليها على الناس. (الطبقات الكبرى: ج، ص ۲۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حفظ حدیث میں مشہور تھے، آپ جب کسی محدث کی مجلس میں حاضر ہوتے تو (ایک ہی مجلس میں) پچاس ساٹھ حدیثیں زبانی یاد کر لیتے، پھر اس مجلس سے اٹھ کر وہی حدیثیں (اپنے حافظہ سے) دیگر لوگوں کو لکھوا دیتے۔

۲۱۔ امام علی بن صالح بن حنفی رحمہ اللہ ۱۵۴ھ:

حافظ ابو عبد اللہ الصمیری رحمہ اللہ ۲۳۶ھ نے بہ سند متصل امام حسن بن مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

وكان علي بن صالح اذا حدث عن ابي يوسف يقول حدثني فقيه الفقهاء وقاضي القضاة وسيد العلماء ابو يوسف. (اخبار ابي حنيفة واصحابه: ص ۱۰۰)

امام علی بن صالح رحمہ اللہ جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کسی حدیث کی روایت کرتے تو فرماتے: مجھ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے جو کہ فقہاء میں سے سب سے بڑے فقیہ، قاضی القضاۃ اور علماء کے سردار ہیں۔

۲۲۔ امام علی بن الجعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ:

امام علی بن الجعد رحمہ اللہ نے ایک شخص (جو غالباً امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ ن) سے فرمایا کہ:

اذا اردت ان تذكر ابا يوسف فاغسل فمك باسنان وماء حار! ثم قال والله ما رأيت مثله. قال ابن ابي عمران: وقد رأيت الشوري والحسن بن صالح ومالك وابن ابي ذئب والليث بن سعد وشعبة بن الحجاج. (اخبار ابي حنيفة واصحابه للصميري: ص ۱۰۲)

جب تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا تذکرہ کرنا چاہے تو تجھے اس سے پہلے اپنے منہ کو اشنان (صابن کی طرح کی یہ ایک بونی ہے) اور گرم پانی سے دھو لینا چاہیے پھر فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔ امام احمد بن ابی عمران رحمہ اللہ (اس قول کو نقل کرنے کے بعد) فرماتے ہیں: حالانکہ امام علی بن الجعد

رحمہ اللہ نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام حسن بن صالح رحمہ اللہ، امام ابن ابی ذئب رحمہ اللہ، امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ جیسے لوگوں کو دیکھا ہوا تھا۔

۲۳۔ امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمہ اللہ ۳۸۵ھ:

امام ابن شاہین رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ثقات (ثقہ راویوں) میں ذکر کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ص ۳۳، ت ۱۶۵۷)

بلکہ امام ابن شاہین رحمہ اللہ تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ثقہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ”الثقات“ (ثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ

وابو یوسف اوثق من ابی حنیفۃ فی الحدیث۔ (ایضاً: ص ۳۰۹، ت ۱۵۰۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی زیادہ ثقہ ہیں۔

نیز امام حمزہ بن یوسف بھی رحمہ اللہ ۳۲۷ھ نے اپنی تاریخ کے آخر میں چند روایات سے متعلق امام ابن شاہین رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں، چنانچہ وہ ان سے ایک راوی ابان بن ابی عیاش رحمہ اللہ کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ من روى عنه الثقات۔ ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے۔ اور پھر ان ثقات میں امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام زفر رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (تاریخ جرجان: ص ۲۶۵) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ تینوں حضرات ثقہ ہیں۔

۲۴۔ امام ابو سعد عبد الکریم السمعانی رحمہ اللہ ۵۶۲ھ:

امام سمعانی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مؤثقین میں سے ہیں۔ چنانچہ اپنی مشہور تصنیف ”کتاب الانساب“ میں مادہ ”الجبلی“ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وابو یوسف.... صاحب ابی حنیفۃ رحمہما اللہ، من اهل الكوفة، كان قاضی القضاة یروی عن

یحییٰ بن سعید الانصاری، روى عنه بشر بن الولید وعامة اهل العراق وكان متقناً.

(کتاب الانساب: ج ۱ ص ۱۹۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اہل کوفہ میں سے ہیں، آپ قاضی القضاۃ تھے، اور آپ نے

امام یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ (ثقہ تابعی) سے روایت حدیث کی ہے، جب کہ آپ سے امام بشر بن ولید

اور اکثر اہل عراق روایت حدیث کرتے ہیں، اور آپ محقق (ایک پختہ کار محدث) تھے۔

۲۵۔ امام ابو یعلیٰ خلیل بن احمد خلیلی رحمہ اللہ ۲۴۶ھ:

امام خلیلی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مؤثرین میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
صدوق فی الحدیث۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۱۴۸)
کہ آپ روایت حدیث میں صدوق (راست باز) تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

وہو صحیح المذہب وکان شدیداً علی الجہمیۃ۔ (ایضاً: ص ۲۲۵)
آپ صحیح المذہب اور جہمیہ (بدعتی گروہ) کے سخت مخالف تھے۔

۲۶۔ امام شمس الدین احمد بن خلکان رحمہ اللہ ۶۸۱ھ:

امام ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے بارے میں دیگر ائمہ کے توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی بڑے عمدہ الفاظ میں آپ کی توثیق کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان فقیہاً عالماً حافظاً۔ (وفیات الاعیان: ج ۲ ص ۲۸۹)
آپ فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

۲۷۔ امام ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ ۷۷۴ھ:

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور آپ کی توثیق میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مزنی رحمہ اللہ، امام علی بن المدینی رحمہ اللہ، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام ابو زرعہ رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ کبار کے اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مثلاً آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد کان یحضر فی مجلس حکمہ العلماء علی طبقاتہم، حتی ان احمد بن حنبل کان شاباً وکان یحضر مجلسہ فی اثناء الناس فیتناظرون ویبتاعون، وهو مع ذلك یحکم وینصف ایضاً۔

(البداية والنهاية: ۱/۱۴۱، ۴/۱۶۳)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مجلس حکومت (قضاء) میں ہر طبقے کے علماء حاضر ہوتے تھے، یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو اس وقت نوجوان تھے، وہ بھی آپ کی مجلس میں دیگر لوگوں کے ساتھ شریک ہوتے رہتے تھے، یہ لوگ آپ سے مناظرہ اور بحث و مباحثہ کرتے لیکن اس کے باوجود آپ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے۔

۲۸۔ امام عبدالحی بن احمد المعروف بابن العمداء رحمہ اللہ ۱۰۸۹ھ:

امام ابن العمداء رحمہ اللہ نے بھی اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور آپ کی توثیق و تعریف میں متعدد ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ (شذرات الذہب: ج ۱ ص ۳۰۰)

نیز انہوں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو جید حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور آپ کے حفظ حدیث کی بڑی تعریف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وقال غیر واحد کان یحفظ فی المجلس الواحد خمسين حدیثاً باسانیدھا۔

(شذرات الذہب: ج ۱ ص ۴۰۰)

کئی محدثین نے فرمایا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک ہی مجلس میں پچاس حدیثیں مع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

۲۹۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ:

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے حفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ”طبقات الحفاظ“ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی ان حفاظ حدیث کی صف میں ذکر کیا ہے، اور آپ کا تعارف: الامام، العلامة، اور فقیہ العراقین کے القاب سے کرایا ہے۔

نیز آپ کی توثیق میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ (طبقات الحفاظ: ص ۱۲۷)

۳۰۔ امام محمد بن احمد بن عبدالبہادی المقدسی رحمہ اللہ ۷۴۴ھ:

امام ابن عبدالبہادی رحمہ اللہ نے ائمہ اربعہ (امام اعظم رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ) کے مناقب میں ایک کتاب ”مناقب الائمة الاربعہ“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تذکرے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو آپ کے تلامذہ میں شمار کرتے ہوئے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

والقاضي الامام العلامة، فقيه العراقيين، ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري الكوفي.... الخ. (مناقب الائمة الاربعہ: ص ۱۰)

نیز امام موصوف نے اپنی کتاب ”طبقات علماء الحدیث“ میں بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بڑا شاندار ترجمہ کیا ہے اور آپ کے علمی مقام کی بڑی تعریف کی ہے۔ (طبقات علماء الحدیث: ۱/ ۴۲۲، ۴۲۳)

واضح رہے کہ امام موصوف کی یہ کتاب ان کے تصریح کی مطابق: ان حفاظ حدیث کے تذکرے پر مشتمل ہے کہ جن کے حالات سے نا آشنا کسی بھی طالب حدیث کے لیے مناسب نہیں ہے۔ (ایضاً: ۱/ ۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا شمار ان عظیم حفاظ حدیث میں ہوتا ہے کہ جن کے مقام سے آگاہی حدیث

کے ہر طالب علم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

۳۱۔ امام شمس الدین محمد بن ابوبکر دمشقی المعروف بہ ”ابن ناصر الدین“ م ۸۴۲ھ:

امام ابن ناصر الدین رحمہ اللہ نے علوم حدیث میں کئی شاندار کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک ”بدیۃ البیان عن موت الاعیان“ بھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے جلیل المرتبت حفاظ حدیث کے ناموں کو نظم کیا ہے جیسا کہ خود انہوں نے اس کتاب کے شروع میں تصریح کی ہے۔ (بدیۃ البیان: ص ۵)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن ناصر الدین رحمہ اللہ جیسے محدث کبیر کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ایک جلیل المرتبت حافظ الحدیث ہیں۔

۳۲۔ امام محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی رحمہ اللہ م ۹۴۲ھ:

جلیل القدر ثقہ و صدوق محدث و فقیہ امام محمد بن یوسف صالحی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں ایک بڑی محققانہ کتاب ”عقود الجمان فی سیرۃ الامام الاعظم ابی حنیفہ“ تصنیف کی ہے۔

اس کتاب میں وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں ارقام فرماتے ہیں:

ان الشقات الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفہ لم ينقلوا عنه شيئا من ذلك كالا مام ابی یوسف والا مام محمد بن الحسن فیما جمعا کا من حدیثہ۔ (عقود الجمان: ص ۶۲)

بے شک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے جو ثقہ امام ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ہیں، انہوں نے آپ کی احادیث کے جو مجموعے جمع کیے ہیں ان میں انہوں نے آپ سے ایسی کوئی بات نقل نہیں کی ہے۔

اس بیان میں امام صالحی دمشقی رحمہ اللہ صراحتاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کو ثقہ ائمہ میں شمار کیا ہے۔

۳۳۔ امام ابو الفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ م ۵۹۷ھ:

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”اخبار الحفاظ“ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امت مسلمہ کی اُن سو بے مثال شخصیات میں شمار کیا ہے کہ جن کی قوت جافظہ ضرب الشل تھی۔ (تانیب الخطیب: ص ۱۷۵)

نیز انہوں نے اپنی کتاب ”اخبار الاذکیاء“ میں آپ کو امت مسلمہ کے ان علماء اور فقہاء میں شمار کیا ہے جو اپنی ذہانت و زکات میں مشہور تھے، اور موصوف نے آپ کی زکات و ذہانت کے متعدد واقعات بھی نقل کیے ہیں۔ (اخبار الاذکیاء: ص ۷۷، ۷۸)

۳۴۔ امام جمال الدین ابوالحسن ابن تغری بردی رحمہ اللہ ۸۷۲ھ:

امام ابن تغری بردی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، اور انہوں نے آپ کی بہت تعریف کی ہے، اور آپ کے ترجمے کا آغاز: شیخ الاسلام اور قاضی القضاۃ کے عظیم القاب سے کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے مقدم اور متعدد علوم میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں۔ (النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ: ۲/ ۱۳۷، ۱۳۸)

۳۵۔ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمہ اللہ ۴۶۳ھ:

امام ابو عمر ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مناقب میں مستقل ایک جزء لکھا ہے جو ان کی کتاب ”الانقاء“ کا حصہ ہے۔ اس میں انہوں نے خود بھی آپ کی تعریف کی ہے اور دیگر متعدد ائمہ حدیث (امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، اور امام طبری رحمہ اللہ وغیرہ) سے بھی آپ کی توثیق و تعریف نقل کی ہے۔ (الانقاء: ص ۱۷۲، ۱۷۳)

۳۶۔ امام عبد اللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ رحمہ اللہ ۲۷۶ھ:

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ”المعارف“ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
وکان صاحب حدیث حافظاً. (شذرات الذہب: ۱/۴۰۰)
امام ابو یوسف رحمہ اللہ صاحب حدیث (محدث) اور حافظ الحدیث تھے۔

۳۷۔ امام ابن ندیم رحمہ اللہ ۳۸۵ھ:

مشہور، جلیل المرتبت مؤرخ امام ابن ندیم رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ”الفہرست“ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

کان حافظاً للحدیث. (کتاب الفہرست: ص ۲۵۶)
آپ حدیث کے حافظ تھے۔

۳۸۔ امام عبد الکریم شہرستانی رحمہ اللہ ۵۴۸ھ:

امام عبد الکریم شہرستانی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ، اور آپ کے استاذ مکرم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ وغیرہ کو ان ائمہ اہل سنت میں شمار کیا ہے جن پر لوگوں نے عقیدہ ارجاء کا بے بنیاد الزام لگایا ہے، اور پھر انہوں نے ان حضرات کے عقیدہ کی خوب اچھی طرح سے وضاحت کی ہے۔ نیز ان سب حضرات کے متعلق تصریح کی ہے کہ:

وهؤلاء کلہم ائمۃ الحدیث. (الملل والنحل: ۱/۱۱۶)

یہ سب کے سب حدیث کے امام ہیں۔

۳۹۔ امام تقی الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ ص ۲۸۷ھ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ کے تعارف میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ابو یوسف اعلمہم بالحديث. (مجموع الفتاوی: ۱۹/۱۳۹)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان سب میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

وفي الائمة من هو امام مع هؤلاء وهؤلاء مشارك اللطائفين وان كان باحد الصنفين اجدر. واكثر ائمة الحديث والفقه كمالك والشافعي واحمد واسحاق بن راهويه وابي عبيد وكذلك الاوزاعي والثوري والليث هؤلاء. وكذلك لابي يوسف صاحب ابي حنيفة ولابي حنيفة ايضا ماله من ذلك. (تلخيص كتاب الاستغاثة: ص ۱۳، ۱۴ بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۸۷)

اور ائمہ میں سے ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں کہ جو محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی، اور دونوں جماعتوں میں شامل ہیں گو ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔ اور حدیث و فقہ کے اکثر امام جیسے مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور اسی طرح ابو یوسف صاحب ابی حنیفہؒ اور خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی وہی مرتبہ ہے کہ جو ان کے شایان شان ہے۔

اس بیان میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صاف تسلیم کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اپنے استاذ مکرم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرح حدیث اور فقہ دونوں کے جامع ہیں اور ان دونوں میں درجہ امامت رکھتے ہیں۔

۴۰۔ امام ٹمس الدین ابن القیم رحمہ اللہ ص ۱۵۷ھ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بھی اپنے استاذ محترم حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما طريقة الصحابة والتابعين وائمة الحديث كالشافعي والامام احمد ومالك وابي حنيفة وابي يوسف والبغاري واسحاق فعكس هذه الطريق. (اعلام الموقعين: ص ۴۰۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام اسحاق بن راہویہ رحمہ

اللہ کا طریقہ ان لوگوں کے طریقے کے برعکس تھا۔

اس بیان میں امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور آپ کے استاذ مکرم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ جیسے نامور ائمہ حدیث کی صف میں ذکر کر کے ان کی ”امامت فی الحدیث“ کی کھلے لفظوں میں توثیق کر دی ہے۔

۴۱۔ امام جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زلیعی رحمہ اللہ ۷۸۰ھ:

ثقة بالاجماع امام وناقد حافظ زلیعی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ امام ابن القطان رحمہ اللہ نے جب امام ابو یوسف کو مجہول کہا تو حافظ زلیعی رحمہ اللہ نے اس پر ان کا رد کرتے ہوئے لکھا:

وفيه شيء، فقد وثقه ابن حبان وغيره. (نصب الراية: ج ۲ ص ۲۵۸)

ان کی بات میں خرابی ہے، کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو امام ابن حبان رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں، اور آپ کو مجہول قرار دینا غلط ہے۔

۴۲۔ امام نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ:

امام ہیثمی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، چنانچہ وہ ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواة الطبرانی في الكبير والوسط واسنادة حسن. (مجمع الزوائد: ۲/۲۵)

اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ”المعجم الكبير“ اور ”المعجم الاوسط“ میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی سند حسن ہے۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ جس حدیث کو حسن قرار دے رہے ہیں وہ حدیث ”المعجم الكبير“ وغیرہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے۔ (المعجم الكبير: ۱۳/۱۲۰)

۴۳۔ امام حسین بن عبد الرحمن علوی المعروف بہ ابن الاہل رحمہ اللہ ۸۵۵ھ:

امام ابن الاہل رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے علمی مقام کی بڑی تعریف کی ہے، اور آپ کے بارے میں یہ اقرار بھی کیا ہے کہ:

واكثر العلماء على تفضيله وتعظيمه. (شذرات الذهب: ۱/۲۹۹)

اکثر علماء امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی فضیلت اور عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

۴۴۔ امام محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ ۸۴۰ھ:

امام محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ ۸۴۰ھ کے نزدیک بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

من اجمع اهل العلم على عدالتهم وفضلهم ونبيلهم مثل الامام علي بن موسى الرضا والقاضي ابی يوسف رحمهما الله تعالى. (الروض الباسم: ۲/۴۱۱)

وہ حضرات جن کی عدالت، فضیلت اور بزرگی پر تمام اہل کاجماع ہے، ان میں سے امام علی بن موسیٰ رضا رحمہ اللہ اور قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ بھی ہیں۔

نیز امام موصوف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ آپ ”جبال علم“ میں سے ہیں۔ (الروض الباسم: ۱/۳۱۱)

۴۵۔ امام عبدالرحمان بن محمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ ۹۲۸ھ:

امام عبدالرحمان بن محمد مقدسی حنبلی رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ اکثر اہل علم امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی فضیلت و عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

نیز وہ آپ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہیں اور آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کرتے ہیں کہ:

وكان فقيها عالما، حافظاً. (التاريخ المعتبر: ۲/۲۵۴، ۲۵۶)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فقیہ، عالم اور حافظ الحدیث تھے۔

اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

وكان مشهور الفضل وافقه اهل عصره. ولم يتقدمه احد في زمانه. وكان نهاية في العلم والحلم والرياسة والقدر. (ايضاً)

آپ فضیلت کے ساتھ مشہور اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ اور آپ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی آپ پر فوقیت نہیں رکھتا تھا، نیز آپ علم، حلم، ریاست اور قدرو منزلت میں انتہائی بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

۴۶۔ امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزلی رحمہ اللہ ۱۱۶ھ:

امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزلی رحمہ اللہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کا ترجمہ یوں بیان کرتے ہیں:

الامام الحبر، البحر، الفقيه، الحافظ، قاضي القضاة.... صاحب ابی حنیفہ و خلیفہ فی حلقہ

من بعده. (ديوان الاسلام: ۴/۴۰۱)

واضح رہے کہ اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی سارے حضرات نے امام ابو یوسف یعقوب رحمہ اللہ کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ چند اقوال حاضر ہیں۔

☆ ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف محدثین کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔ (واضح البیان فی تفسیر ام القرآن: ص ۱۰۵، ۱۰۶)

نیز لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسا کہ فقہاء کے نزدیک علم وحفظ میں پختہ ہیں، ویسے ہی محدثین کے نزدیک بھی معتبر ہیں۔ (ایضاً)

☆ مشہور غیر مقلد عطاء اللہ حنیف نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو ائمہ سلف اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قابل شاگردوں میں گردانتے ہیں۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ: ص ۳۲۸)

نیز موصوف امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فرواۃ هذا کلہم ثقافۃ. (ایضاً)

اس روایت کے سارے راوی (بشمول امام ابو یوسف رحمہ اللہ) ثقہ ہیں۔

☆ عبدالقادر سندھی نے تصریح کی ہے کہ:

ابو یوسف امام، ثقہ، عادل، قاضی انصاری ہیں۔ (مسئلۃ رفع الیدین مترجم: ص ۱۰۵)

☆ جمال الدین قاسمی دمشقی نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وہما البحران الزاخران، وآثارہما تشهد بسعة علمہما وتبحرہما بل یتقدمہما علی کثیر من

الحفاظ وناہیک۔ کتاب الخراج "لابی یوسف ومؤطا الامام محمد۔ (الجرح والتعديل: ص ۴۱)

یہ دونوں علم کے موجزن سمندر تھے، اور ان کے آثار (روایات) ان کی وسعت علم، اور ان کے تجربہ علمی پر گواہ

ہیں، بلکہ اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ یہ دونوں حضرات اکثر حفاظ پر تفوق رکھتے ہیں، تجھے (ان کے علمی پایہ کو جاننے

کے لیے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی "کتاب الخراج" اور امام محمد رحمہ اللہ کی "مؤطا" ہی کافی ہیں۔

☆ احمد شاہ کرنے "کتاب الخراج" سے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

حسنہ صحیح غایۃ فی الصحة. فان ابایوسف من ثقات ائمة المسلمین فی الحدیث. (جاشیہ

کتاب الخراج لیبی بن آدم: ص ۸۵، ۸۶ بحوالہ الامام محمد بن الحسن الشیبانی نابغة الفقه

الاسلامی: ص ۸۸، اللدکتور علی احمد العدوی)

اس حدیث کی سند انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے، کیونکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ ان ائمہ مسلمین میں سے ہیں جو حدیث میں ثقہ ہیں۔

☆ ناصر الدین البانی نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی روایت کی سند کو جید قرار دیا ہے، اور آپ کے بارے میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

فو ثقہ جماعة وضعفه آخرون ولم يتبدل ضعفه. (ارواء الغلیل: ۵/۲۴۳)

آپ کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے، اور کچھ لوگوں نے (تعصب سے کام لیتے ہوئے۔ ن) آپ کو ضعیف کہا ہے، لیکن میرے نزدیک آپ کو ضعیف کہنے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ یعنی آپ کی توثیق ہی رائج ہے۔

☆ ارشاد الحق اثری نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ کو ثقہ راویوں میں سے قرار دیا ہے۔ (تنقیح الکلام: ص ۲۷۰، ۲۷۱)

☆ محمد اسماعیل سلفی نے لکھا ہے:

ائمہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ، ابن جریر طبری، ابو عبد الرحمن اوزاعی، ابو یوسف، محمد، یہ سب الہمدیث کے مجتہد ہیں۔ (تحریک آزادی فکر: ص ۳۹۰)

اس بیان میں محمد اسماعیل سلفی صاحب نے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور آپ کے ساتھی امام محمد بن حسن رحمہ اللہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح حدیث میں درجہ امامت رکھتے ہیں، اور اہل حدیث (محدثین) کے مجتہدین میں سے ہیں۔

☆ عزیز شمس صاحب نے لکھا ہے کہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔ (الملحات: ج ۱ ص ۲۸)

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ثقاہت اور فن جرح و تعدیل کا ایک اہم اصول:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں بہت بلند مقام تھا، آگے ہم اس سلسلے میں اقوال ذکر کریں گے جن سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک روایت حدیث میں نہایت ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، لیکن ان اقوال کے ذکر کرنے سے پہلے ہم فن جرح و تعدیل کا ایک اہم اصول ذہن نشین کروانا چاہتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ، امام زفر بن ہذیل رحمہ اللہ، امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ اور امام حماد بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ جیسی شخصیات کی روایت حدیث میں

مقبول ہے اور ان جیسے لوگ کسی کی توثیق کے محتاج ہی نہیں ہیں۔
”فن جرح و تعدیل“ میں اس شخص کی عدالت و ثقاہت سے متعلق بحث ہوا کرتی ہے جو یا تو مجہول ہو، یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت و ثقاہت اور امانت مشہور و معروف ہے، اور اہل علم میں اس کی توصیف و تعریف بکثرت کی گئی

ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت و ثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ نے اصول حدیث سے متعلق اپنی تصنیف ”الکفایہ“ میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے، ”باب فی المحدث المشہور بالعدالة والثقة والامانة لا يحتاج الى تزكية المعدل۔“ (یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے)۔ پھر امام بغدادی رحمہ اللہ اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنوانے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

ومن جرای مجراهم في نباهة الذكر واستقامة الامر، والاشتهار بالصدق والبصيرة والفهم لا يسأل عن عدالتهم، وانما يسأل عن عدالة من كان في عداد المجهولين، او اشكل امره على الطالبين۔ (الکفایہ فی علم الروایۃ: ص ۸۶، ۸۷)

اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور درستی معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم و فراست میں شہرت رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت و ثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا، کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبان حدیث پر مشتبہ ہو۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ ۶۴۳ھ لکھتے ہیں:

عدالة الراوى تارة تثبت بتنصيب المعدلين على عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيها۔

(مقدمة ابن الصلاح مع شرحه التقييد والايضاح: ص ۱۲)

راوی کی عدالت کبھی ائمہ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرت عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے، لہذا جس شخص کی عدالت ناقلین حدیث یا دیگر اہل علم میں مشہور ہو اور اس کی ثقاہت و عدالت عام و شائع ہو تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت تصریح کی ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں:

مذکورہ بالا اصول کے پیش نظر حضرات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کسی محدث کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کی عدالت، امانت و اری علمی برتری

اور تقویٰ و طہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے بلکہ تواتر سے ثابت ہے۔

امام حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ ۸۴۰ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہ ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته. (الروض الباسم: ج ۱ ص ۲۰۸)

بے شک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت، عدالت، پرہیزگاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر عليه وفضله واجمع عليه. (ایضاً: ج ۱ ص ۲۱۵)

آپ کے علم و فضل و کمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۳۹ھ) نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ:

آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق و مغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل و کمال کے سورج تمام اطراف و جوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحرا و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام و عراق نے ان کا اقرار و اعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ تھے۔

(ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸، ۲۹)

امام ابو حنیفہؒ کی روایت کو آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے:

اب جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ کی عدالت و ثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماع امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں دور حاضر کے بعض جدید متحققین کا آپ کی عدالت و ثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ کی روایت کو قبول کرنے میں پس و پیش کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصول حدیث کی زو سے ضروری ہے کہ آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر آپ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ امام ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ ۶۱۷ھ راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وجملته ان الراوی لا یخلو ما ان یکون معلوم العدالة، او معلوم الفسق او مجهول الحال، فان كانت عدالته معلومة كالصحابه رضی اللہ عنہم، او افاضل التابعین کالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، او اجلاء الائمة کمالک وسفیان وابی حنیفہ والشافعی واحمد واسحاق ومن یجری مجراهم، وجب قبول خبره ولم یجب البحث عن عدالته. (اللمع فی اصول الفقہ: ص ۷۷)

راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے، یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجهول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً حسن بصری رحمہ

اللہ، عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، عامر شعبی رحمہ اللہ، اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہیں، یا جیسے اجلہ ائمہ مثلاً مالک رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ اور جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جمیری رحمہ اللہ ۳۲۷ھ نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ویشبت بالنص..... والاستفاضة كالاربعة۔ (رسوم التحديث في علوم الحديث: ص ۱۰۰)
راوی کی عدالت (کسی محدث و امام کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے، اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ) ہیں۔

ان دو اقتباسات سے واضح ہو گیا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عدالت و ثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کر سکتی:

سابقہ اصول کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ متبوعین کی عدالت و ثقاہت مہر نمرود کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا متقد ابناء دیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء و تقلید پر جمع کر دیا ہے۔ امت مسلمہ (جس میں بڑے بڑے جبال علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتماد ان کی عدالت و ثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل و توثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح و قدح ان کی عدالت و ثقاہت کو کچھ متاثر کر سکتی ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان زوات حدیث کے زمرے میں سے قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے ”قد قفزوا القنطرة“ کہ یہ لوگ پل پار کر چکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت و ثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت و ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ نے اپنے استاذ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ سے امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

وفي الجملة ترك الخوض في مثل هذا اولى، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار يؤثر في احد منهم قول احد، بل هم في الدرجة التي رفعهم الله اليها من كونهم متبوعين مقتدى بهم، فليعتمد هذا. (الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر: ١٣٤/٢ للسغاوي، حاشية بغية الراغب المتمنى في ختم النساء: ص ١٢ للسغاوي)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل عبور کر چکے ہیں، لہذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنادیا ہے، لہذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعی رحمہ اللہ ۶۷۲ھ نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، چنانچہ موصوف امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

واما الكلام في الامام ابي حنيفة، فهو مما يتعين الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، كما لا يلتفت الى ما قيل في غيره من الائمة الكبار، لان ذلك كان من اقران لهم معاصرين، ثم ان ما صنعه الله تعالى لهم من العظمة في قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة، وجمع القلوب على تقليد هم دافع لجميع ما قيل فيهم، مع ما لهم من الفضائل الباهرة والمناقب الكثيرة رحمة الله عليهم. واليفكر العاقل في نفسه ان خلقا كثيرا من الائمة المتقدمين كانوا مجتهدين، ووضعوا في العلم عدة تصانيف، ولم يجعل الله لاحد منهم ما جعل لهذه الائمة الاربعة رضى الله عنهم من العظمة في القلوب، والاتفاق على تقليد هم، والرجوع اليهم، فهذه ولاية من الله تعالى لا يتطرق اليها عزل ولا تنغش بما يرى من الاقوال التي لا تجزى شيئا، فهذا هو الذي يتعين اعتباره شرعا. (فتاوى العلائي: ص ٢٢٥، ٢٢٦)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کبار کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے، اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان کے اقران و معاصرین سے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھادی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دفع کر دیتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور و فکر کرے کہ (ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین گزرے ہیں جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں

نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین کو نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ائمہ اربعہ کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آ سکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟) پس یہی بات شرعی طور پر متعین ہے۔

نامور غیر مقلد محمد اسماعیل سلفی بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے خلاف امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (مقالات حدیث: ص ۵۲۵)
الغرض امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عدالت و ثقاہت کے اس عظیم مقام پر قائل ہیں ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد نہ تو آپ کو کسی کی تعدیل و توثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ کے اس مقام کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی بابت ائمہ کے توثیقی اقوال:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق و تعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزرا ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی روایت کو بلاچوں و چراں قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت و ثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ کے ناقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ ائمہ کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جم غفیر نے روایت حدیث میں آپ کو صراحتاً ثقہ و قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ سب ائمہ کے اقوال کا احاطہ تو یہاں مشکل ہے، البتہ ”مشتمل نمونہ از خروارے“ کے طور پر بعض حضرات کے اقوال حاضر خدمت ہیں۔

۱۔ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے بڑی تعداد میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں توثیقی کلمات منقول ہیں، جن میں سے چند اقوال باحوالہ حاضر خدمت ہیں۔

(۱) علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ احمد بن ابراہیم الدورقی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ سے نقل کیا ہے کہ:

سئل یحییٰ بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفۃ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعه۔ (الانتقاء:

ص ۱۲)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا، امام ابو

حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور میں نے کسی سے ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے امام ابن معین رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد حافظ عباس بن محمد دوری رحمہ اللہ ج ۲ ص ۲۷ سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت یحییٰ بن معین یقول اصحابنا یفطرون فی ابی حنیفة واصحابہ فقیل لہ اکان ابو حنیفة یکذب فقال کان انبل من ذالک۔ (جامع بیان العلم وفضله۔ (ج ۲ ص ۱۳۸)

میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ساتھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جھوٹ بولتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، وہ تو اس سے بہت زیادہ معزز تھے (پھر وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں)۔

(۳) ثقہ محدث امام ابو عبد اللہ صیری رحمہ اللہ ج ۲ ص ۳۶ نے بہ سند متصل امام ابن معین رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ علی بن حبان رحمہ اللہ سے امام ابن معین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما ابو حنیفة فقد حدث عنه قوم صالحون، واما ابو یوسف فلم یکن من اهل الکذب، کان صدوقا، فقیل لہ: فابو حنیفة کان یصدق فی الحدیث؛ قال: نعم، صدوق۔ (اخبار ابی حنیفة واصحابہ: ص ۸۹)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے صالح لوگوں نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اہل کذب میں سے نہیں تھے، بلکہ صدوق (انتہائی راست باز) تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حدیث میں صدوق تھے؟ فرمایا، ہاں، وہ حدیث میں صدوق تھے۔

(۴) امام ابن معین رحمہ اللہ کے ایک اور شاگرد حافظ احمد بن محمد بن قاسم محرز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سمعت یحییٰ بن معین یقول کان ابو حنیفة لا بأس بہ وکان لا یکذب وسمعت یحییٰ یقول مرة اخرى: ابو حنیفة عندنا من اهل الصدق ولم یتهم بالکذب، ولقد ضربہ ابن ہبيرة علی القضاء فابی ان یکون قاضیا۔ (معرفة الرجال لابن معین، رواية ابن محرز: ص ۱۱۴، ۱۱۵، تاریخ بغداد: ج ۱ ص ۴۲۱)

میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میں کوئی خرابی نہیں تھی اور آپ کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح میں نے امام یحییٰ رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہمارے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں اور آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب بھی کیا، لیکن آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

۲۔ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ ۲۰ھ:

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ابو حنیفہ روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد وهشيم وو كيع بن الجراح وعباد بن العوام وهو ثقة لا بأس به. (جامع بيان العلم وفضله: ج ۲ ص ۱۳۹)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ، عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ، حماد بن زید رحمہ اللہ، ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ، وکیع بن جراح رحمہ اللہ اور عباد بن زبیر رحمہ اللہ جیسے ائمہ نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۔ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ ۱۶۰ھ:

امام شعبہ رحمہ اللہ کے شاگرد شباہ بن سوار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ:

كان شعبه حسن الرأي في أبي حنيفة..... الخ. (جامع بيان العلم وفضله: ج ۲ ص ۱۳۹، فضائل أبي حنيفة: ص ۱۳۸، عقود الجمان: ص ۲۰۲)

امام شعبہ رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔

نیز امام شعبہ رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت حدیث بھی کی ہے، اور امام شعبہ رحمہ اللہ کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنا بھی غیر مقلد علماء کے نزدیک ایک مستقل دلیل ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ ہیں۔ کیونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امام شعبہ رحمہ اللہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

شیخ احمد شاکر (مشہور غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ محمد بن مہران سے شعبہ نے بھی روایت لی ہے اور وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۸۶)

۴۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ:

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ اور حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے سند متصل کے ساتھ امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ

۱۸۱ھ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

سمعت سفیان الثوري يقول كان ابو حنيفة شديد الاخذ للعلم ذابا عن حرم الله ان تستحل يأخذ مما صح عنده من الاحاديث التي كان يحملها الثقات وبالأخر من فعل رسول الله ﷺ وبما ادرك عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا ولهم. (الانتقاء: ص ۱۳۲، فضائل أبي

حنيفة: ص ۱۹)

میں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علم (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حُذُّ وُذَّ اللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔ آپ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو، اور جس میں رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پر آپ نے علمائے کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔ لیکن پھر بھی لوگوں نے آپ پر (بلا وجہ) تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان لوگوں کی مغفرت فرمائے۔

نیز قاضی ابوالقاسم بن کاس رحمہ اللہ ۳۲۴ھ اپنی سند کے ساتھ امام ثوری رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد بن مہاجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان الثوری يقول ان الذي يخالف ابا حنيفة يحتاج ان يكون اعلی منه قدرا وافر علما، وبعيد ما يوجد ذلك. (عقود الجمان: ص ۱۹۰)

میں نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ سے اونچے درجے کا ہو اور آپ سے زیادہ علم والا ہو، لیکن کسی میں اس خوبی کا پایا جانا بعید ہے۔

مزید برآں عبدالرحمن مبارکپوری صاحب غیر مقلد اور ان کے شاگرد نذیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

حفاظ حدیث میں سے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، ابن المدینی رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توثیق کی ہے۔ (تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۱۲۵، انوار المصابیح: ص ۱۲۶)

۵۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ۱۸۱ھ:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں کہ امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل میں بہت سی روایات مروی ہیں۔ (الانتقاء: ص ۱۳۳) ان روایات کثیرہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے سند متصل کے ساتھ امام ابن المبارک رحمہ اللہ کے شاگرد امام احمد بن محمد السراج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابن المبارک رحمہ اللہ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر تنقید کی تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

اسکت والله لورایت ابا حنيفة لرأيت عقلا ونبلا. (الانتقاء: ص ۱۳۴)

خاموش ہو جا۔ اللہ کی قسم! اگر تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھ لیتا تو یقیناً آپ کو ایک عقل مند اور اونچے درجے کے شخص پاتا۔

امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ایہا الناس ما اسوأ ادبکم، وما اجهلکم بالائمة وما اقل معرفتکم بالعلم واهله، لیس احد ان یقتدی به من ابی حنیفة، لانه کان اماماً تقیاً نقیاً ورعاً عالماً فقیہاً، کشف العلم کشفاً لم یکشفه احد بصر وفہم وفطنة وتقى. (عقود الجمان: ص ۱۸۹)

اے لوگو! تم کتنے بے ادب ہو؟ ائمہ کے مقام سے کس قدر ناواقف ہو؟ اور علم و اہل علم کی کتنی معرفت کم معرفت رکھتے ہو؟ کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ اقتداء کے لائق نہیں ہے، اس لیے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، نقی تھے، پرہیزگار تھے، عالم اور فقیہ تھے۔ انہوں نے علم کو بصیرت، سمجھ داری، فطانت اور تقویٰ سے ایسے کھول کر بیان کیا کہ اس طرح کوئی نہیں کر سکا۔

۶۔ امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ ۱۹۷ھ:

امام حارثی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام وکیع رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث ما لم یوجد عن غیرہ۔

(مناقب ابی حنیفة للمکی: ص ۱۷۲)

جو احتیاط حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پائی گئی ہے، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

امام وکیع رحمہ اللہ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو فرماتے:

حدثنا ابو حنیفة وکان ورعاً عالماً. (ایضاً: ص ۱۰۹)

ہم سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی، اور آپ پرہیزگار اور عالم تھے۔

امام حارثی رحمہ اللہ ۳۲۰ھ نے امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۳۳۳ھ سے نقل کیا ہے کہ:

کان وکیع جید الرائی فی ابی حنیفة وکان یصفہ بالورع وصحة الدین. (ایضاً: ص ۷۲)

امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو پرہیزگاری

اور صحت دین کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔

نیز امام نسفی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام احمد بن محمد بغدادی رحمہ اللہ ۳۱۱ھ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام یحییٰ

بن معین رحمہ اللہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

عدل ثقة ما ظنک بمن عدله ابن المبارک ووکیع. (مناقب ابی حنیفة للکردی: ص ۱۰۱)

آپ سرِ اُپا عدل اور ثقہ ہیں، تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ اور امام

دکھ بن جراح رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۷۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ ۱۹۸ھ:

حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے مشہور محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمہ اللہ ۲۴۵ھ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیے تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

مہ: کان ابو حنیفۃ اکثر الناس صلاحاً، واعظہم امانة، واحسنہم مروءة۔ (فضائل ابی حنیفہ

: ص ۴۸، مناقب ابی حنیفہ وصاحبہ: ص ۱۰)

اس سے باز آ جا! امام ابو حنیفہ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے، سب سے بڑے امانتدار اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ ۳۶۳ھ سند متصل کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ ۲۴۰ھ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان بن عیینۃ یقول کان ابو حنیفۃ لہ مروءة و کثرة صلاحة۔ (الانتقاء: ص ۱۳۰)

میں نے امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اچھے اخلاق اور کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔

۸۔ امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ ۱۹۸ھ:

امام ابراہیم بن جنید رحمہ اللہ ۲۶۰ھ نے اپنے استاذ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (□ جو امام قطان رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت یحییٰ بن سعید یقول ان لا اکذب اللہ، ربما بلغنا الشیء من قول ابی حنیفۃ نستحسنہ،

فنأخذہ۔ (سوالات ابن الجنید لابن معین: ص ۴۴)

میں نے امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا، ہم (محدثین) کو بسا اوقات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کوئی قول مل جاتا ہے تو ہم اس کو اچھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

نیز محدث امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ ۳۳۵ھ اور محدث امام محمد بن یوسف صامی رحمہ اللہ ۹۴۲ھ وغیرہ نے امام قطان رحمہ اللہ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ (فضائل ابی حنیفہ: ص ۱۹۳، عقود الجمان: ص ۱۵۵) مشہور غیر مقلد ابویحییٰ محمد شاہجہاں پوری حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور چونکہ امام صاحب اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور کعب بن جراح اور یحییٰ بن سعید کے طبقہ سے متقدم تھے، لہذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اس پر فتویٰ دیا۔ خصوصاً جبکہ ان کو امام صاحب سے کچھ علاقہ تلمذ کا بھی تھا۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد: ص ۱۷۴، ۱۷۵)

اور عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کے نزدیک امام قطان رحمہ اللہ صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بحوالہ امام عجل لکھتے ہیں:

کان نقی الحدیث لا یحدث الا عن ثقة. (مقدمہ تحفة الاحوذی: ص ۲۴)
امام یحییٰ قطان رحمہ اللہ حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی حدیث روایت کرتے تھے۔
الغرض امام قطان رحمہ اللہ کا امام صاحب رحمہ اللہ سے احادیث کی سماعت اور روایت کرنا بھی مبارکپوری صاحب کے بقول اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ امام قطان رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۹۔ شیخ الاسلام امام ابو یوسف قاضی رحمہ اللہ ۱۸۲ھ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وکان هو ابصر الحدیث الصحیح منی. (تاریخ بغداد: ج ۱۴ ص ۳۴۰، اخبار ابی حنیفة واصحابہ: ص ۲۵)
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔
ابو عبد اللہ صیری رحمہ اللہ ۳۳۶ھ نے بہ سند متصل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:
من جعلہ بینہ و بین اللہ تعالیٰ فقد استبرء لدینہ. (اخبار ابی حنیفة واصحابہ: ص ۸۴)
جو شخص امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنالے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ امام حسن بن صالح بن حنی رحمہ اللہ ۱۶۷ھ:

ثقہ امام حافظ ابن ابی العوام رحمہ اللہ ۳۳۵ھ اور حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے سند متصل کے ساتھ امام حسن بن صالح بن حنی رحمہ اللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

کان النعمان بن ثابت فہما، عالما، مثبتا فی علمہ اذا صح عندہ الخبر عن رسول اللہ لم یعدہ الی غیرہ. (فضائل ابی حنیفة: ص ۸۶، الانتقاء: ص ۱۲۸)

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ عظیم، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

۱۱۔ امام دارالبحر ت امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ ۱۷۱ھ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تشریف لاتے تو امام مالک رحمہ اللہ آپ کی نہایت تعظیم و توقیر بجالاتے اور آپ کے علم کی بہت تعریف کرتے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ صیری رحمہ اللہ ۳۶۴ھ نے امام ابن مبارک رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ: میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، جن کو انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنے طلبہ سے فرمایا، تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟ طلبہ نے کہا، نہیں۔ فرمایا، یہ امام ابو حنیفہ عراقی تھے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔

اس کے بعد امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تشریف لائے تو امام مالک رحمہ اللہ نے ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا۔ یہ امام سفیان ثوری تھے۔ اور پھر ان کے فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۸۱)

اسی طرح قاضی ابوالقاسم بن کاس رحمہ اللہ ۳۲۴ھ اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ ۳۴۶ھ نے امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے عثمان بنی کودیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! درمیانے درجے کے عالم تھے۔ میں نے پوچھا، آپ نے ابن شبرمہ کودیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! فصیح اور عالم تھے۔ میں نے پوچھا، آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کودیکھا ہے؟ فرمایا:

سبحان اللہ! لم ارمثله، تالله لو قال ابو حنیفہ ان الاسطوانة من ذهب، لا قام الدلیل القیاسی علی صحۃ قوله۔ (عقود الجمان: ص ۱۸۶، الانتقاء: ص ۱۴۶، ۱۴۷)

سبحان اللہ! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! اگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ضرور اپنی اس بات کو کسی دلیل قیاسی سے صحیح ثابت کر دیتے۔

۱۲۔ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ:

امام شافعی رحمہ اللہ بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف تھے اور تمام لوگوں کو فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محتاج قرار دیتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ ۳۳۵ھ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۵۳ھ اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ ۳۴۶ھ وغیرہ محدثین نے بہ سند ان سے نقل کیا ہے کہ:

الناس عیال علی ابی حنیفۃ فی الفقہ. (فضائل ابی حنیفۃ : ص ۸۶، تاریخ بغداد: ج ۲ ص ۲۲۵.

(الانتقاء: ص ۱۲۷)

تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

من اراد ان يتبحر فی الفقہ فهو عیال علی ابی حنیفۃ ویقول کان ابو حنیفۃ ممن وفق له الفقہ.

(تاریخ بغداد: ج ۲ ص ۲۲۶)

جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محتاج ہے۔ اور فرمایا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں

میں سے تھے جن کو فقہ کی توفیق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دی گئی تھی۔

امام صیری رحمہ اللہ نے بہ سند متصل امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قول ابی حنیفۃ اعظم من ان یدفع بالہوینا. (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: ص ۸۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بہت عظیم المرتبت ہے، اس کو ہم اپنی خواہشات سے رد نہیں کر سکتے۔

نیز امام صیری رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

من لم ينظر فی کتب ابی حنیفۃ لم يتبحر فی الفقہ. (ایضاً)

جو شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہو سکے گا۔

شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ہم بھی امام صاحب (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور نہ ہی امام شافعی رحمہ اللہ کو امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں

امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ الاعتصام، لاہور، ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۸)

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ اپنے اشعار کے ذریعے بھی امام صاحب رحمہ اللہ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی مدح سرائی

کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

امام المسلمین ابو حنیفۃ

کایات الزبور علی الصحیفۃ

ولا بالمغربین ولا بکوفۃ

مدی الايام ما قرئت صحیفہ.

لقد زان البلاد ومن علیہا

باحکام وآثار وفقہ

فما بالمشرقین له نظیر

فرحۃ رہنا ابدًا علیہ

(دیوان الامام الشافعی: ص ۷۷)

تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے امام، امام ابو حنیفہ نے زینت بخشی ہے۔
احکام شرعیہ، احادیث نبویہ اور فقہ کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور اوراق پر بھی ہوئی ہیں۔
آپ کی نظیر نہ مشرقی شہروں میں ہے، نہ مغربی شہروں میں اور نہ ہی کوفہ میں ہے۔
آپ پر ہمارے رب کی رحمتیں سدا بہار برستی رہیں، اور جب تک کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے۔

۱۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ص ۲۴:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرح حکومتِ وقت کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے اور جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سلطانِ جابر کی بات نہ ماننے کی پاداش میں کوڑوں سے زد و کوب کیے گئے، ایسے ہی امام احمد رحمہ اللہ کو بھی فتنہ خلق قرآن کے وقت حق بات کہنے کی وجہ سے کوڑوں سے اپنا جسم لبو لہان کرانا پڑا۔ جب آپ کو فتنہ خلق قرآن میں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا تو اس وقت آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سزا کو یاد کر کے اپنے غموں کو ہلکا کرتے تھے اور آپ کے لیے دعائے رحمت مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وكان احمد بن حنبل اذا ذكر ذلك بكى وترحم على ابي حنيفة. وذلك بعد ان ضرب احمد.

(تاریخ بغداد: ج ۱۲ ص ۲۲۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سزا کو یاد کرتے تو رو پڑتے اور ان کے لیے دعائے رحمت کرتے۔

یہ امام احمد رحمہ اللہ کے کوڑوں سے زد و کوب ہونے کے بعد کی بات ہے۔

امام ابو بکر مروزی رحمہ اللہ ص ۲۹۲ کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

لہ یصح عندنا ان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ قال القرآن مخلوق.

ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے کہا، اے ابو عبد اللہ! (امام احمد رحمہ اللہ کی کنیت) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو علم کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ امام

احمد رحمہ اللہ نے اس پر فرمایا:

سبحان الله هو من العلم الورع والزهد وايشار دار الآخرة بمحل لا يدركه فيه احد، ولقد

ضرب بالسياط على ان يبلى القضاء لابي جعفر فلم يفعل.

(مناقب ابي حنیفۃ وصاحبیہ للذہبی: ص ۲۷)

سبحان اللہ! آپ واقعی علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے

کہ جس پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ کو ابو جعفر منصور کے زمانے میں عہدہ قضا قبول کرانے کے لیے کوڑوں سے زخمی کیا

گیا لیکن پھر بھی آپ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذا كان في المسئلة قول ثلاثة لم تسع مخالفتهم فقلت من هم قال ابو حنيفة وابو يوسف

ومحمد بن الحسن. (كتاب الانساب للسمعاني: ج ۳ ص ۱۶۷)

کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کا قول مل جائے تو پھر ان کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے

پوچھا وہ تین حضرات کون ہیں؟ فرمایا: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد بن حسن رحمہ اللہ۔

۱۴۔ امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقری رحمہ اللہ ۲۱۳ھ:

امام عبد اللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ کو حضرت ماما صاحب رحمہ اللہ سے خصوصی لگاؤ تھا اور یہ آپ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے بالسند نقل کیا ہے کہ جب یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثنا شاحنشاہ. (تاریخ بغداد: ج ۱۲ ص ۲۲۲)

ہم سے اس شخص نے حدیث بیان کی جو سب محدثین کا شہنشاہ یعنی سرخیل تھا۔

نیز امام مقری رحمہ اللہ، امام صاحب رحمہ اللہ کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثني العالم الفقيه ابو حنيفة. (فضائل ابی حنیفہ: ص ۸۲، مناقب الائمة الاربعة للبقديسي: ۶۷)

مجھ سے عالم اور فقیہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی ہے۔

امام مقری رحمہ اللہ کے شاگرد امام محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ ماما ابو عبد الرحمن مقری رحمہ اللہ کی مجلس درس میں بعض لوگوں نے ان سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث

سنانے کی فرمائش کی، جبکہ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ امام مقری رحمہ اللہ

نے ان مخالفین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

ويحكم اتدرون من كان ابو حنيفة. ما رأيت احدا مثل ابی حنیفہ. (الانتقاء: ص ۱۲۷)

تم لوگوں پر تعجب ہے، تم جانتے ہی نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کون تھے؟ میں نے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسا شخص

کوئی نہیں دیکھا۔

۱۵۔ امام عبید اللہ بن محمد المعروف بابن عائشہ رحمہ اللہ ۲۲۸ھ:

امام عبید اللہ بن محمد المعروف بابن عائشہ رحمہ اللہ بھی حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف

تھے اور کسی سے وہ آپ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن عبدہ رحمہ اللہ ۲۴۵ھ قاضی "رے" نے اپنے والد امام عبدہ رحمہ اللہ سے، جو کہ امام ابن عائشہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، روایت کیا ہے کہ:

ایک دفعہ ہم امام ابن عائشہ رحمہ اللہ کی مجلس درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہیے۔ امام ابن عائشہ رحمہ اللہ نے اس کو جواب میں فرمایا:

اما انکم لو رأیتہ ما عرف لہ ولکم مثلاً الا ما قال الشاعر۔
تم لوگوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے، تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

اقلو علیہ و یحکم لا ابالکم۔

من اللثوم او سدو المكان الذی سدا۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۲ ص ۲۶۵، تہذیب التہذیب: ج ۵ ص ۶۲۰)
تمہارے لیے برا ہو اور تمہارے والدین مرجائیں، اس پر ملامت کرتا کم کرو، یا اس جگہ کو پر کرو جس کو اس نے پر کیا تھا۔
یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو انہوں (امام اعظم رحمہ اللہ) نے کر دکھایا۔
محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث: ص ۸۲)

۱۶۔ امام عبد اللہ بن داود الخریزی رحمہ اللہ ۲۴۳ھ:

محدث کبیر امام عبد اللہ بن داود خریزی رحمہ اللہ نے اپنے متعدد بیانات میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی زبردست الفاظ میں توثیق کی ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ ۲۴۲ھ کا بیان ہے کہ:

ان الخریزی قیل لہ رجع ابو حنیفۃ عن مسائل کثیرۃ، قال انما یرجع الفقیہ اذا التسع علیہ۔
(تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۲۴۷)
امام خریزی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا۔ اس پر انہوں نے فرمایا، فقیہ رجوع اس وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہوتا ہے (لہذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ان مسائل سے رجوع کرنا آپ کے وسیع العلم ہونے کی دلیل ہے)۔

امام ابن ابی العوام رحمہ اللہ نے بھی امام خریزی رحمہ اللہ سے اس طرح کا قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔

(فضائل ابی حنیفہ: ص ۸۵)

بہ سند متصل مروی ہے کہ امام خریزی رحمہ اللہ نے فرمایا:

الناس فی ابی حنیفہ حاسد و جاہل واحسنہم عندی حالا الجاہل۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۲ ص ۲۲۹)
 اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیری: ص ۸۵)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر تنقید کرنے والے لوگ دو طرح کے ہیں: ایک حاسدین ہیں جو حسد کی وجہ سے آپ پر تنقید کرتے ہیں، دوسرے وہ جاہل لوگ جو آپ کے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ اور میرے نزدیک حاسد سے جاہل اچھی حالت میں ہے۔

سند متصل کے ساتھ مروی ہے کہ ایک شخص نے امام خرمی رحمہ اللہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ناقدین کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا:

واللہ ما عابوا علیہ فی شیء الا انہ قال فاصاب وقالوا فاخطأوا فلقد رأیتہ یسعی بین الصفا والہرقة وانامعہ وكانت الا عین محیطۃ بہ۔

(فضائل ابی حنیفہ: ص ۸۶، الجواہر المزیئہ: ج ۱ ص ۲۷۵)

اللہ کی قسم! ان لوگوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر جس چیز میں بھی نکتہ چینی کی ہے، اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ درست تھے اور یہ لوگ غلطی پر تھے۔ میں اور امام صاحب رحمہ اللہ اکٹھے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس دوران میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب کی نظریں آپ پر جمی ہوئی تھیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں میں بڑی مقبولیت دی رکھی تھی جس کی وجہ سے حاسدین آپ پر حسد کرتے تھے)۔

نیز امام صمیری رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

کان واللہ ابو حنیفۃ انفع للمسلمین منہما۔ یعنی حماد بن سلمۃ وحماد بن زید۔

(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۸۵)

اللہ کی قسم! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ اور امام حماد بن زید رحمہ اللہ (یہ دونوں جلیل القدر محدث ہیں۔ ن) سے بھی زیادہ امت مسلمہ کے لیے نفع مند تھے۔

۱۔ امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ۱۸ھ:

عابد الحرمین امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ۱۸ھ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے بڑے مداح ہیں اور انہوں نے آپ کے علمی مقام کو بڑا سراہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

کان ابو حنیفۃ رجلاً فقیہاً معروفاً بالفقہ مشہوراً بالورع، واسع المال معروفاً بالافضال علی کل من یطیف بہ صبوراً علی تعلیم العلم باللیل والنہار، حسن اللیل کثیراً لصبت قلیل

الكلام حتى ترد مسئلة في حرام او حلال، وكان يحسن يدل على الحق هاربا من مال السلطان
واذا وردت عليه مسئلة فيها حديث صحيح اتبعه، وان كان عن الصعابة والتابعين، والاقاس

فاحسن القياس. (تاریخ بغداد: ج ۱۲ ص ۳۴۰، کتاب الانساب: ج ۲ ص ۲۹۰)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایک فقیہ تھے، علم فقہ کے ساتھ معروف اور ورع و تقویٰ کے ساتھ مشہور تھے۔ بڑے مالدار تھے۔ اپنے پاس آنے والے حاجت مندوں پر سخاوت کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ رات دن تعلیم علم میں مصروف رہتے، رات کو عبادت کرتے، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی حلال یا حرام کا مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو پھر بہت اچھی طرح سے حق بات پر دلیل قائم کرتے۔ بادشاہوں کے مال سے دور بھاگنے والے تھے۔ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہوتی تو اس کی پیروی کرتے۔ اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کو لے لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور قیاس کرنے میں بڑی عمدگی دکھاتے تھے۔

۱۸۔ امام عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبعی رحمہ اللہ ۱۸ھ:

امام محمد بن داؤد رحمہ اللہ ۲۵۰ھ کا بیان ہے کہ:

ایک دفعہ عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک کتاب نکالی، جس کا وہ ہمیں درس دینا چاہتے تھے۔ اس پر اہل مجلس میں سے ایک شخص نے ان سے کہہ دیا کہ آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے اس سے فرمایا:

رضیت بہ حیاً افلا ارضی بہ بعد الموت. (مناقب ابی حنیفۃ للبیہقی: ۱۶۲)

میں جب امام صاحب رحمہ اللہ سے آپ کی زندگی میں راضی رہا تو اب آپ کی وفات کے بعد کیسے نہ آپ سے راضی رہوں گا۔

۱۹۔ امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ:

امام ابن عدی رحمہ اللہ شروع میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کے سخت مخالف تھے اور اپنی کتاب ”الکامل“ میں علمائے احناف کے خلافت سخت تعصب کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو بھی ضعیف کہہ ڈالا۔ لیکن جب مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ کی شاگردی اختیار کی تو پھر علمائے احناف کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اپنے سابقہ نظریات سے رجوع کر لیا، اور امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں جو سخت ریمارکس دیے تھے، ان کے کفارہ میں آپ کی روایت کردہ احادیث کو ”مسند ابی حنیفۃ“ کے نام سے تالیف کیا۔ (تانیب الخطیب: ص ۱۶۹)

موصوف جس زمانہ میں امام صاحب رحمہ اللہ کے کثر مخالف تھے اور اس مخالفت میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا تھا، لیکن اس مخالفت کے زمانے میں بھی انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ:

ابو حنیفہ له احادیث صالحة. (الکامل لابن عدی بحوالہ توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۲)
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث درست ہیں۔

۲۰۔ امام محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری رحمہ اللہ ۳۰ھ:

امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی زبردست توثیق کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کوفہ کے ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۳۲۸)
اسی طرح امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ”المستدرک“ میں امام صاحب رحمہ اللہ کی احادیث کو استدلال اور استشہاد دونوں اعتبار سے ذکر کیا ہے، نیز امام حاکم رحمہ اللہ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وقد وصل هذا الحديث عن ابي اسحاق جماعة من ائمة المسلمين غير من ذكرناهم منهم ابو حنيفة النعمان بن ثابت، ورقبة بن مصقلة العبدی، ومطرف بن طريف الحارثی، وعبد الحميد بن الحسن الهلالي وزكريا بن ابي زائدة. (المستدرک علی الصحیحین: ج ۲ ص ۱۸)
اس حدیث کو مذکورہ محدثین کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ، امام رقبہ بن مصقلہ عبدی رحمہ اللہ، امام طرف بن طریف حارثی رحمہ اللہ، امام عبد الحمید بن الحسن الہلالی رحمہ اللہ، امام زکریا بن ابی زائدہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس بیان میں امام حاکم رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی حدیث سے نہ صرف یہ کہ استشہاد کیا ہے، بلکہ آپ کو ان ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے جن پر تحقیقات حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان ائمہ مسلمین میں بھی آپ کو سرفہرست ذکر کر کے گویا انہوں نے یوں کہا ہے:

میرے انتہائے نگارش یہی ہے تیرے نام سے ابتداء کر رہا ہوں

۲۱۔ امام احمد بن عبد اللہ العلی رحمہ اللہ ۲۶ھ:

امام علی رحمہ اللہ نے اپنی ”تاریخ الثقات“ (جس میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (تاریخ الثقات: رقم الترجمہ ۱۸۵۳)

۲۲۔ امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمہ اللہ ۳۸۵ھ:

امام ابن شاہین رحمہ اللہ ۳۸۵ھ بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو

”ثقات“ (ثقة راویوں) میں شمار کرتے ہیں۔ (تاریخ اسماء الثقات: رقم الترجمة: ۱۵۰۶)

نیز امام حمزہ بن یوسف بھی رحمہ اللہ ۲۲۷ھ نے اپنی ”تاریخ جرجان“ کے آخر میں چند روایات سے متعلق امام ابن شاہین رحمہ اللہ کی آراء نقل کی ہیں۔ وہاں انہوں نے ابان بن ابی عیاش کے بارے میں امام ابن شاہین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کئی ثقة راویوں نے روایت کی ہے، اور پھر ان ثقة راویوں میں انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ کو بھی شمار کیا ہے۔ (تاریخ جرجان: ص ۲۶۵)

۲۳۔ محدث امام عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ ۷۷۵ھ:

ثقة بالا جماع محدث و ناقد امام عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ثقة قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

والا سناد اسناد صحیح و ابو حنیفۃ ابو حنیفۃ. (الحاوی فی بیان آثار الطحاوی: ج ۱ ص ۲۲۶)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو پھر ابو حنیفہ ہیں۔

یعنی امام صاحب رحمہ اللہ کی ثقاہت و جلالت شان ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے۔

نیز امام قرشی رحمہ اللہ نے آپ کی ایک اور حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور لکھا ہے:

کله علماء اخیار. (ایضاً: ج ۲ ص ۲۰۹)

اس سند کے سارے راوی با کمال اہل علم ہیں۔

۲۴۔ امام ٹمس الدین احمد بن خلکان شافعی رحمہ اللہ ۶۸۱ھ:

امام ابن خلکان رحمہ اللہ نے اپنی شاندار کتاب ”وفیات الاعیان“ میں امام اعظم رحمہ اللہ کا بڑا عمدہ اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمہ میں دیگر اہمہ سے آپ کے مناقب نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان الفاظ سے آپ کی توثیق و توصیف کی ہے:

وکان عالماً، عاملاً، زاهداً، ورعاً، تقياً، کثیر الخشوع، دائم التضرع الی اللہ تعالیٰ.

(وفیات الاعیان: ج ۲ ص ۲۰۳)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، زاہد، پرہیزگار، متقی، بہت خشوع کرنے والے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

ومناقبه وفضائله کثیرة.... فمثل هذا الامام لا یشک فی دینہ ولا فی ورعہ و تحفظہ. (ایضاً:

ج ۲ ص ۲۰۵)

آپ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ جیسے امام کے دیندار، پارسا اور متقی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

۲۵۔ امام ابوالحجاج یوسف بن زکی المزی رحمہ اللہ ۷۲۲ھ:

امام مزی رحمہ اللہ نے روایان حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب ”تہذیب الکمال“ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کی توثیق متعدد محدثین سے نقل کی ہے، اور آپ کے خلاف کسی قسم کی جرح ذکر نہیں کی۔ (تہذیب الکمال: ج ۱۹ ص ۱۰۲-۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق ہی رائج ہے۔

۲۶۔ امام صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزر جی رحمہ اللہ ۹۲۳ھ:

امام خزر جی رحمہ اللہ نے امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ”تہذیب تہذیب الکمال“ کی تلخیص لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ترجمے کا آغاز: ”امام العراق و فقیہ الامۃ“ کے القاب سے کیا، اور پھر کئی محدثین سے آپ کی توثیق نقل کی، اور آپ کے خلاف ادنیٰ سی جرح بھی ذکر نہیں کی۔ (خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال: ج ۳ ص ۱۸۰)

معلوم ہوا کہ امام خزر جی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق ہی رائج ہے۔

۲۷۔ امام عماد الدین اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ ۷۷۲ھ:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے مناقب و فضائل میں متعدد جلیل القدر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی بڑے اعلیٰ الفاظ میں آپ کی توثیق و توصیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

هو الامام ابو حنيفة واسمه النعمان بن الثابت التيمي مولا هم الكوفي، فقيه العراق. واحد ائمة الاسلام. والسادة الاعلام. واحد اركان العلماء. واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبعة. (البدایة والنہایة: ج ۸، ص ۸)

امام ابوحنیفہ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے۔ آپ عراق کے فقیہ، ائمہ اسلام اور علماء کے سرداروں میں سے ایک، بلند پایہ علماء میں سے ایک، اور ائمہ اربعہ کے جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے، جن میں سے ایک ہیں۔

۲۸۔ امام جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زلیعی رحمہ اللہ ۷۶۲ھ:

فقہ بالاجماع محدث و ناقد امام زلیعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ اور پختہ کار محدث

ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی روایت کردہ متعدد احادیث کی اسناد کو جید قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: نصب الراية: ج ۳ ص ۲۴۰، ج ۴ ص ۵۳ وغیرہ)

۲۹۔ امام محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ:

امام تبریزی رحمہ اللہ امام صاحب رحمہ اللہ کے تذکرے میں آپ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه كان عالماً عاملاً، ورعاً زاهداً، عابداً، اماماً في علوم الشريعة، والغرض بايراد ذكره في هذا الكتاب، وان لم نرو عنه حديثاً في المشكاة للتبرك به لعلو مرتبته ووفور علمه. (الكامل في اسماء الرجال مع مشكاة المصابيح: ج ۲ ص ۶۴)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاهد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے۔ اگرچہ ہم نے ”مشکوٰۃ المصابیح“ میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (اکمال) میں ہم آپ کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

۳۰۔ امام محمد بن احمد بن عبد البہادی المقدسی رحمہ اللہ ۷۴۴ھ:

امام ابن عبد البہادی مقدسی رحمہ اللہ بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں بڑی ایک عمدہ کتاب ”مناقب الائمة الاربعہ“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ کے تعارف کا آغاز: احد الائمة الاعلام اور فقیہ العراق کے القاب سے کیا۔ (مناقب الائمة الاربعہ: ص ۵۸-۷۸) اور پھر تفصیل سے آپ کے مناقب بیان کیے۔

نیز انہوں نے ”طبقات علماء الحديث“ میں بھی آپ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا، اور آپ کے ترجمے کا آغاز انہوں نے الامام، فقیہ العراقیین کے القاب سے کیا۔ نیز آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وكان اماماً، ورعاً، عالماً، عاملاً، متعبداً، كبير الشأن، لا يقبل جوائز السلطان بل يعتبر ويكتسب. (طبقات علماء الحديث: ج ۱ ص ۲۶۰)

آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔ آپ باشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

۳۱۔ امام حافظ شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا ہے اور جیسے انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب ”میزان الاعتدال“ (جس میں آپ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا، ایسے ہی انہوں نے اس کتاب میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ غیر مقلد محمد ابراہیم یا لکھوٹی صاحب نے امام صاحب کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

حافظ ذہبی آپ کی جلالت شان کے بدل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب ”میزان الاعتدال“ کے شروع میں فرماتے ہیں: اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(تاریخ اہل حدیث: ص ۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ ان لوگوں میں سے شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

حافظ موصوف کے استاذ حافظ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام ”تہذیب الکمال“ لکھی ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اختصار ”تہذیب تہذیب الکمال“ کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

قد احسن شیخنا ابوالحجاج حیث لم یورد شیئاً یلزم منه التضعیف۔

(تہذیب تہذیب الکمال ۱/۲۲۵)

ہمارے شیخ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ پر جرح کا عدم ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کئی احادیث کو نقل کر کے ان کی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔

مثلاً وہ آپ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

هذا اسناد متصل عال. (تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۵، ترجمہ امام ابو یوسف)

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

اور ”سند عالی“ کی تعریف کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد محمد حنیف ندوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

سند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلہ روایت جس قدر مختصر ہوگا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہوگی، اسی نسبت سے اس میں علواً بھرا جائے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور فقہ حدیث امور مسلم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔ (مطالعہ حدیث: ص ۱۲)

اس حوالے سے یہ حقیقت بالکل آشکار ہوگئی کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور نقاہت حدیث امور مسلم میں سے ہیں۔

مزید برآں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحب کا ترجمہ بڑے شاندار الفاظ میں تحریر کیا ہے۔

مثلاً حافظ موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لا جواب کتاب ”تذکرۃ الحفاظ“ میں آپ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام الاعظم، فقیہ العراق.... الخ۔

اور آپ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وكان اماماً، ورعاً، عالمياً، عاملاً، متعبداً كبير الشأن لا يقبل جوائز السلطان بل

يتبعه ويكتسب. (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۱۲۶)

آپ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

اسی طرح ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ”سیر اعلام النبلاء“ میں بھی امام صاحب کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

ابوحنيفة الامام، فقيه الملة، عالم العراق. (سیر اعلام النبلاء: ت ۴۹۹)

اور آپ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وسيرته تحتل ان تفروفي مجلدین رضی اللہ عنہ ورحمہ. (ایضاً)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر

رحم فرمائے۔

اسی طرح حافظ موصوف نے اپنی کتاب ”العبر“ میں بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ”فقیہ العراق اور الامام“ جیسے

القاب سے یاد کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وكان من اذ كياء بني آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء.

(العبر فی خبر من غیر ج ۱ ص ۱۶۴)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

۳۲۔ امام جمال الدین ابن تغری بردی رحمہ اللہ ۸۶۲ھ:

امام ابن تغری بردی رحمہ اللہ بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کا تعارف ”الامام الامام الاعظم“ کے عظمیٰ لقب سے کرایا ہے، اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

برع في الفقه والرأى، وساد اهل زمانه بلامدافعة في علوم شتى. (النجوم الزاهرة في ملوك
والقاهرة: ج ۲ ص ۱۰۷)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا، اور آپ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

۳۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نسائی کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔ یعنی اب آپ کی توثیق ہی رائج ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”توثیق ابی حنیفہ“ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ (میرے استاذ) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف امام نسائی کی جرح کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ:

وفي الجملة ترك الخوض في مثل هذا اولي، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار يؤثر في احدهم قول احد، بل هم في الدرجة التي رفعهم الله اليها من كونهم متبوعين مقتدى بهم، فليعتمد هذا. (الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر: ۱۳۷/۲ للسخاوي، حاشية بغية الراغب المتمنى في ختم النساء: ص ۱۲ للسخاوي)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو نہ کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل عبور کر چکے ہیں، لہذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنادیا ہے، لہذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے

ہیں جو عدالت و ثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت و ثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سابق بن عبد اللہ الرقی کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

لان الرقی احادیثہ مستقیمہ عن مطرف و ابی حنیفہ. (لسان المیزان ۳/۲)
امام رقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مطرف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

ثابت ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ احادیث درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث صحیح نہیں تھیں تو پھر امام سابق بن عبد اللہ الرقی نے آپ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کر لی ہیں؟

اور زبیر علی زئی، عبد المنان نور پوری وغیرہما کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن کہہ دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصاً الحدیث: ۳۲ / ۱۴: نور العینین ص ۵۳: نصر الباری ص ۱۷۲: القول المتین ص ۲۰ تعداد تراویح ص ۴۶)

لہذا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) کہہ کر زبیر علی زئی، عبد المنان وغیرہما کے بقول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ثقہ قرار دے دیا ہے۔

نیز حافظ موصوف نے تہذیب التہذیب میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و توصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

ومناقب الامام ابی حنیفہ کثیرۃ جدا فرضی اللہ تعالیٰ عنہ واسکنہ الفردوس آمین۔

(تہذیب التہذیب برقم: ۸۱۷)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔ آمین

۳۴۔ امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ:

ثقہ بالاجماع محقق و ناقد امام عینی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

الزیادۃ من الثقة مقبولة ولا سيما مثل ابی حنیفہ. (البنایۃ فی شرح الہدایۃ: ج ۱ ص ۱۲۲)

ثقہ کی زیادت مقبول ہے، بالخصوص جب وہ ثقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقاہت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ آپ کی روایت ہر حال میں مقبول ہے۔

۳۵۔ امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمہ اللہ ۷۷۳ھ:

امام صفدی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز: الامام، العلم (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے۔ اور پھر آپ کے حق میں متعدد محدثین کے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کے علمی مقام، اور آپ کے دیگر کمالات کو خوب بیان کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے:

ولم یکن فی ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ ما یعاب بہ غیر اللحن۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو آپ کو عیب دار بنائے، سوائے کلام میں ایک غلطی کے۔

پھر انہوں نے آپ کا وہ کلام ذکر کر کے خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا، اور آپ کے موقف کو درست قرار دیا ہے۔

(الوفائی بالوفیات: ۲۷/۸۹-۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحب رحمہ اللہ میں (روایت حدیث میں ضعف وغیرہ کا) کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۶۔ امام محمد بن عبدالرحمن ابن الغزالی رحمہ اللہ ۵۰۵ھ:

امام محمد بن عبدالرحمن ابن الغزالی شافعی رحمہ اللہ بھی امام صاحب رحمہ اللہ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو ان عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں:

الحبر (بہت بڑے عالم)، البحر (علم کے سمندر)، المجتہد، الامام الاعظم، الورع (پارسا)، الزاہد (پرہیزگار)، العابد (عبادت گزار)، التابعی الجلیل (جلیل القدر تابعی)۔۔۔۔ الخ۔

(دیوان الاسلام: ج ۱ ص ۱۵۲)

۳۷۔ محدث علامہ اسماعیل العجلونی شافعی رحمہ اللہ ۱۱۶۲ھ:

علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”عقد الالی والرجان فی ترجمۃ الامام ابی حنیفۃ النعمان“ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بابت لکھا ہے:

فہو رضی اللہ عنہ حافظ، حجة فقیہ، (مقدمة الاربعون العجلونية: ص ۲۰)

امام ابو حنیفہ حافظ الحدیث، روایت حدیث میں حجت اور فقیہ ہیں۔

اس بیان میں علامہ عجلونی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو حافظ الحدیث قرار دینے کے علاوہ ”حجة الحدیث“ بھی کہا ہے جو کہ ان کی طرف سے آپ کی ایک زبردست توثیق ہے، کیونکہ لفظ ”حجة“ الفاظ توثیق میں سے ہے، اور یہ لفظ ”ثقة“ سے

بھی اعلیٰ ہے، چنانچہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ بحوالہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الحجة فوق الثقة. (طبقات الحفاظ: ص ۲۸۹)

حجت الحدیث ثقہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

قارئین! حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں ائمہ حدیث اور ارباب جرح و تعدیل کے یہ چیدہ چیدہ توثیقی اقوال نقل کیے گئے ہیں، ورنہ اس طرح کے سینکڑوں اقوال کتب میں منقول ہیں، جن کو اختصار کے سبب ذکر نہیں کیا جا رہا، اس لیے کہ ایک انصاف پسند شخص ان مذکورہ اقوال سے ہی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ امام عالی مقام کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام تھا اور آپ کی ثقاہت و تثبت کتنی زیادہ بلند تھی؟ رہا ضدی اور متعصب تو اس کے لیے دلائل کے دفاتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں۔ (تلخیص از امام اعظمؒ کا محدثانہ مقام)

واضح رہے کہ اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی سارے حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ثقہ تسلیم کیا ہے، چند اقوال حاضر ہیں۔

☆ شمس الحق عظیم آبادی کا بیان ہے:

ایک خلق کثیر نے امام صاحب (امام ابو حنیفہ) کے فضائل و کمال اور محامد و محاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ ماصین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام، لاہور ۲۷/ ستمبر ۲۰۰۲ء، ص ۲۹)

☆ عبدالقادر سندھو نے صاف اقرار کیا ہے کہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ، عادل، عظیم امام اور حجت ہیں۔ (مسئلہ رفع الیدین مترجم: ص ۹۲)

☆ محمد جونا گڑھی نے لکھا ہے:

امام صاحب پختہ الحدیث تھے۔ (مشکوٰۃ محمدی: ص ۲۱۷)

☆ محمد گوندلوی نے لکھا ہے:

باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا مروی عنہ کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ کہا روی ابو حنیفہ عن جابر الجعفی۔ (جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جابر جعفی سے روایت کی ہے)۔۔۔۔ الخ۔ (التحقیق الراجح: ص ۱۲۴)

گوندلوی کے اس قول کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ثقہ ہونے کے باوجود جابر جعفی سے روایت لی ہے جو کہ جعفی کی توثیق کو مستلزم نہیں ہے۔

معلوم ہوا گوندلوی کے نزدیک خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

☆ دمشق کے مشہور عالم محمد جمال الدین قاسمی نے لکھا ہے:

وكان عالماً، عاملاً، زاهداً، ورعاً، تقياً، كثير الخشوع، دائم التضرع. (الفضل المبين على عقد

الجوهر الشمين: ص ۲۳۹)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عالم، باعمل، زاہد، صاحب ورع، پرہیزگار، کثیر الخشوع اور ہمیشہ عاجزی کرنے والے تھے۔

☆ عزیز شمس صاحب نے لکھا ہے کہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔ (الملحاحات: ج ۱ ص ۲۸)

مجھے احساس ہے کہ ”کتاب الآثار“ کا مقام و مرتبہ جس بلند معیار کے کام کا تقاضا کرتا تھا، میں اپنی علمی اور عملی کوتاہیوں پر اس سے بہت پیچھے رہ گیا ہوں۔ اب یہ جیسا کیسا بھی ہے، قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں اگر کچھ لغزشیں یا غلطیاں ہیں تو وہ میری علمی تہی دامن یا کم فہمی کا نتیجہ ہیں، اور اگر دیکھنے والوں کو اس میں کوئی خوبی نظر آئی ہے تو وہ محض اللہ رب العزت کا احسان اور اسی کی ذرہ نوازی ہے۔

واضح رہے کہ ترجمہ، تحقیق، تخریج اور فوائد احادیث وغیرہ سب کام اللہ رب العزت کی خصوصی توفیق سے راقم الحروف نے ہی کیا ہے، البتہ احادیث پر اعراب اور عنوانات الاعتدال اکیڈمی کے دیگر رفقاء نے لگائے ہیں۔ کام کرتے وقت کتاب الآثار (بروایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ) کے تین نسخے جن میں دو مطبوعہ ہیں اور ایک قلمی نسخہ کی فوٹو کاپی ہے میرے پیش نظر تھے، مگر میں نے زیادہ تر استفادہ قلمی نسخے سے ہی کیا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ احادیث مبارکہ کا ترجمہ سادہ و سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ متبن احادیث سے قریب تر ہو۔ اور فوائد کے لئے زیادہ تر متن حدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے جو فوائد غور و فکر کے بعد سامنے آئے ان کو درج کیا گیا، البتہ بعض مقامات پر مرقات، عمدۃ الفاری، مظاہر حق، معارف الحدیث، الجوہر النقی، اوجز المسالک اور دیگر شروحات کتب احادیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اس حقیر کی کوشش کو قبول فرما کر عوام الناس کیلئے نافع اور راقم الحروف، اس کے والدین، اساتذہ اور مشائخ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ (آمین)

”وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وعلی من اتبعہم باحسان الی یوم الدین“

نیاز احمد غفرلہ



اصطلاحات محدثین

ناقل: حافظ محمد طیب حفظہ اللہ

حدیث:

حضرت محمد ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو کہتے ہیں تقریر کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کسی نے کوئی بات کی یا کوئی کام کیا آپ ﷺ نے وہ بات سنی اور کام دیکھا اور اس سے منع نہ کیا تو یہ بھی حدیث ہے کیونکہ نبی معصوم ﷺ نے سکوت فرما کر اس کا جواز ثابت کر دیا اور تقریر کا لغوی معنی ثابت کرنا ہے۔

صحیح لذاتہ:

راوی حدیث میں دو صفتیں لازم ہیں۔ ایک علمی جس کو ضبط و اتقان کہتے ہیں ضبط صدر ہو یا ضبط کتاب۔ اور دوسری عملی جس کو عدالت اور تقویٰ کہتے ہیں۔ اگر سند کے جملہ روایات تام الضبط اور اعلیٰ درجہ کے عادل ہوں اور درمیان سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اس میں کوئی اور علت اور شذوذ بھی نہ ہو تو اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں۔

صحیح لغيرہ:

وہ ہے کہ اس کے راوی درجہ اولیٰ کے روایات کے ہم پلہ نہ ہوں مگر ہوں ثقہ اور وہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہو۔

حسن لذاتہ:

اگر راوی میں صحیح کی باقی تمام شرطیں موجود ہوں مگر ضبط میں کچھ کمی ہو تو وہ حسن لذاتہ ہے۔ (شرح منجۃ الفکر: ص ۳۲)

حسن لغيرہ:

وہ ہے جس کے کسی راوی میں حفظ کی کمی ہو اور وہ حدیث کسی دوسری سندس بھی مروی ہو۔ (تدریب: ص ۱۰۳)

مرفوع:

وہ حدیث ہے جو آنحضرت ﷺ سے براہ راست قولاً یا فعلاً یا تقریراً ثابت ہو۔

متصل:

وہ حدیث ہے جس کی سند اول سے آخر تک ملی ہوئی ہو اور درمیان کا کوئی راوی سا قطن نہ ہو۔

مسند:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے سب راویوں کے نام مذکور ہوں۔

متواتر:

وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانہ میں اتنے کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عاۓ محال ہو۔

مشہور:

وہ حدیث ہے جو اگرچہ متواتر نہ ہو مگر ہر دور میں بہت سے راویوں نے اسے وایت کیا ہو اور دو یا دو سے زیادہ طرق سے مروی ہو۔

عزیز:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی مقام میں کم سے کم دو راوی ہوں۔

فرد مطلق:

وہ حدیث ہے جسکی سند میں کوئی تابعی منفرد ہو۔

فرد بسی:

وہ حدیث ہے جسکی سند میں تابعی کے بعد کوئی راوی اکیلا ہو۔

غریب:

وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی جگہ کوئی راوی اکیلا ہو محض غرابت صحت کے منافی نہیں۔ بخاری کی پہلی اور آخری دونوں حدیثیں غریب ہیں۔

موقوف:

موقوف وہ ہے جو کسی صحابی کا قول اور فعل ہو۔

مقطوع:

وہ ہے جو کسی تابعی کا قول اور فعل ہو۔

مرسل:

وہ روایت ہے جس کو کوئی تابعی آنحضرت ﷺ سے روایت کرے اور صحابی کا نام نہ لے۔

منقطع:

وہ روایت ہے جس کی سند میں اول سے یا درمیان سے یا کہیں سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

معضل:

وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا زائد راوی لگا تار چھوٹ گئے ہوں، ورنہ منقطع ہوگی۔

مضطرب:

وہ حدیث ہے جس میں راوی مختلف ہوں کوئی راوی کا نام یا متن حدیث ایک طرح بیان کرتا ہے اور کوئی دوسری طرح اور بظاہر راوی ایک درجہ کے ہوں، اور حدیث کے ورود کا تقدم اور تاخر بھی معلوم نہ ہو۔

معنعن:

وہ حدیث ہے جس کو راوی عن عن کے الفاظ سے نقل کرتے ہوں۔

مسلسل:

وہ حدیث ہے جس کو بیان کرتے وقت ہر راوی اپنے استاد کے حدیث بیان کرتے وقت کی کسی صفت اور حالت کو نقل کرے وہ صفت قولی ہو یا فعلی۔ (تدریب: ص: ۳۸۰)

شاذ:

وہ روایت ہے کہ کوئی ثقہ راوی ثقات کی مخالفت کرے اور جمع و تطبیق کی کوئی معقول صورت نہ ہو۔

منکر:

وہ روایت ہے کہ ضعیف راوی ثقات کی مخالفت کرے۔

مقبول:

وہ حدیث ہے کہ صدق روات کی وجہ سے جمہور کے نزدیک اس کی روایت قابل قبول ہو اور اس پر عمل واجب ہو۔

مردود:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے راویوں کا صدق رائج نہ ہو اور اس پر عمل ردوانہ ہو۔

معلق:

وہ روایت ہے جسکی مصنف سے شروع سند سے ایک یا زیادہ راوی چھوڑ دیئے جائیں۔

مدلس:

مدلس کا لغوی معنی چھپانا ہے اور اصطلاح میں وہ حدیث ہوتی ہے کہ اس کو کوئی ایسا راوی روایت کرتا ہو کہ وہ جس استاد سے روایت کرتا ہو اس سے ملاقات کی ہو یا اس کا ہم عصر مگر اس سے روایت کو نہ سنا ہو اور ایسے الفاظ سے بیان کرتا ہو جن سے شبہ ہوتا ہو کہ اُس سے روایت سنی ہے حالانکہ نہ سنی ہو۔

معلل:

وہ حدیث ہے کہ بظاہر تو وہ عیوب سے پاک ہو مگر اس میں طعن کا کوئی پوشیدہ سبب موجود ہو جس کو اس فن کے حاذق اور ماہر ہی سمجھ سکتے ہیں یہ ہر کہ دمہ کا کام نہیں ہے۔

مدرج:

وہ حدیث ہے جس میں راوی کا اپنا کلام درج ہو جائے اور یہ وہم پیدا ہوتا کہ یہ کلام بھی حدیث ہی ہے یا دو حدیثوں کے الگ الگ متن ہوں جو دو سندوں سے مروی ہوں مگر غلطی سے ان کو ایک ہی اسناد سے روایت کیا جائے۔

متابع:

اگر کسی کی روایت کو بظاہر کوئی راوی اکیلا بیان کرتا ہو مگر کوئی دوسرا راوی بھی اس روایت کے بیان کرنے میں اس کا ساتھ دیتا ہو تو مفرد راوی کو متابع اور اس کی تائید کرنے والے کو متابع کہتے ہیں۔

شاہد:

وہ ہے کہ کسی حدیث کا متن ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور دوسرا صحابی رضی اللہ عنہ بھی لفظاً و معنی یا صرف معنی اس حدیث کا مفہوم بیان کرے تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور کتب حدیث سے متابعات و شواہد کی جستجو کا نام اعتبار ہے۔

محکم:

وہ حدیث ہے جس کے مقابل اور تعارض میں کوئی اور حدیث نہ ہو۔

مقلوب:

وہ سند ہے جس میں راویوں کے ناموں میں تقدیم و تاخیر ہو جائے جیسے مرہ بن کعب اور کعب بن مرہ اور کبھی متن بھی

مقلوب ہو جاتا ہے۔

مصنف:

وہ سند ہوتی ہے جس میں تغیر نقطے کی وجہ سے ہو جیسے جسم اور جسم۔

محرف:

وہ سند ہوتی ہے جس میں تغیر شکل و صورت کی بناء پر ہو جیسے حفص اور جعفر۔

مجہول العین:

وہ راوی ہے جس کا نام مذکور ہو مگر اس سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہو۔ اور اس کی توثیق نہ کی گئی ہو اور اس کو مبہم بھی کہتے ہیں۔

مختلط:

وہ حدیث ہے کہ اس کا راوی ہو تو ثقہ لیکن بڑھاپے یا نابینا ہونے کی وجہ سے یا کتب ضائع ہو جانے کی وجہ سے روایت میں گڑبڑ کر جاتا ہو۔

ضعیف:

وہ حدیث ہے جس میں کوئی راوی اختلاط، کمی حفظ اور فسق وغیرہ کے طعن سے مطعون ہو۔

موضوع:

وہ جعلی اور بناوٹی روایت ہوتی ہے جس کو کوئی کذاب راوی اور دجال راوی خود وضع کرے یا کسی سے روایت کرے اور اس کی نسبت آنحضرت ﷺ یا حضرات صحابہ کرامؓ کی طرف کرے۔ موضوع حدیث کا بغیر تصریح وضع کے بیان کرنا حرام اور سنگین جرم ہے۔

ماخوذ از: خزائن السنن

بسم الله الرحمن الرحيم

۱۔ کتابُ الْإِيمَانِ ۱۔ ایمان کا بیان

{تقدیر لکھی جا چکی ہے، ہر شخص کو اپنی تقدیر کے موافق اعمال میسر کر دیئے جاتے ہیں}

۱۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سُرَاقَةَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَحَدَّثَنَا عَنْ دِينِنَا هَذَا كَأَنَّا خُلِقْنَا لَهُ أَنْعَمِلُ لِشَيْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ أَمْ لِشَيْءٍ نُسْتَقْبَلُ، قَالَ بَلْ لِشَيْءٍ قَدْ جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ وَجَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ، قَالَ فَفِيهِمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ قَالَ اْعْمَلُوا فِكُلُّ مُبَشِّرٍ لِمَا خُلِقَ، قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ {فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے (رسول اللہ ﷺ سے سوال پوچھتے ہوئے) عرض کیا، (یا رسول اللہ!) ہمیں ہمارے دین کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرمائیے (جس پر ہمیں ایسا اطمینان ہو کہ) گویا یہ ہمارا پیدائشی دین ہے، کیا ہم جو عمل کرتے ہیں تقدیر ان پر چل چکی ہے اور قلم انہیں لکھ کر خشک ہو چکے ہیں؟ یا ہمارا عمل پہلے ہوتا ہے؟ (نبی ﷺ نے) فرمایا کہ: ”ہمارے اعمال ان چیزوں میں سے ہیں جن پر تقدیر چل چکی اور قلم انہیں لکھ کر خشک ہو چکے۔“ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر عمل کا کیا فائدہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم عمل کرتے رہو کیونکہ ہر انسان جن کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اس کے لیے وہ کام آسان بھی کر دیئے گئے ہیں۔“ راوی کہتا ہے کہ پھر آپ ﷺ نے قرآن کریم کی آیت ”فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى“، {اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا، اور تقویٰ اختیار کیا، اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا، (تو ہم اُس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کر دیں گے)۔} لیل۔ ۶۵، ۶۶ کو آخر تک پڑھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۶۳۸، سنن ابن ماجہ: ۹۱، صحیح ابن حبان: ۳۹۱۹، معجم الاوسط للطبرانی: ۳۸۲۵، معجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۵۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۳۰، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۱۳، جامع المسانید للنخوازی: ج ۱ ص ۱۳۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔

اس کے پہلے تین راوی امام ابو محمد یوسف بن یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ ۱۹۲ھ، امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمہ اللہ ۱۸۲ھ اور امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ ۱۵۰ھ روایت حدیث میں نہایت ثقہ ہیں، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے ماقبل میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ چوتھے راوی امام ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ ۱۲۶ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۲) اور پانچویں راوی سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اگرچہ ہر شخص کے لئے اُس کا آخری ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں پہلے سے مقرر ہو چکا ہے، لیکن اچھے یا برے اعمال سے وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی پہلے سے مقرر ہے، اور تقدیر الہی میں یہ بھی طے ہو چکا ہے کہ جو جنت میں جائے گا، وہ اپنے فلاں اعمالِ خیر کے راستے جائے گا اور جو جہنم میں جائے گا وہ اپنی فلاں فلاں بد اعمالیوں کی وجہ سے جائے گا، پس جنتیوں کے لئے اعمالِ خیر اور دوزخیوں کے لئے اعمالِ بد بھی مقدور و مقرر ہیں۔

(۲) تقدیر کے متعلق ایک عام دوسوہ جس کو شیطان کبھی کبھی بعض ایمان والوں کے قلوب میں بھی ڈالتا ہے، یہی ہے کہ جب سب کچھ اللہ ہی کی تقدیر سے ہو رہا ہے تو پھر دنیا میں کوئی اچھے حال میں اور کوئی برے حال میں کیوں ہے، اور آخرت میں کیوں کسی کو جنت میں اور کسی کو دوزخ میں ڈالا جائے گا؟۔۔۔۔۔ اگر کسی صاحب ایمان کے دل میں کبھی یہ دوسوہ آئے، تو اسکے دفع کرنے کی آسان اور مختصر تدبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سارے عالم کا خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے تمام بندوں اور ساری مخلوقات پر جو کامل اختیار حاصل ہے اُس کی یاد تازہ کر لی جائے، اور سوچا جائے کہ ایسا لاشریک مالک الملک اور عدم محض سے وجود میں لانے والا خالق و صانع اپنی جس مخلوق کے ساتھ جو معاملہ بھی کرے، بلاشبہ وہ اُس کا حقدار ہے، وہ سب کو عذاب میں مبتلا کرے، تو کسی قانون سے اُس کو ظالم نہیں کہا جاسکتا اور اگر سب کو رحمت سے نوازے، تو یہ رحمت اُسکی محض بخشش ہی ہوگی، کیونکہ جو نیکو کار لوگ نیک اعمال کرتے ہیں انکی توفیق دینے والا، اور اعمال کرانے والا بھی وہی ہے۔ بہر حال مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اس خاص حیثیت کو اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے، تو مؤمن کے دل سے تو یہ

شبہ بالکل جاتا رہے گا، اُس کو اطمینان ہو جائے گا۔

{ اللہ نے جسے پیدا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ پیدا ہو کر ہی رہے گا }

۲. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ أَخَذَ مِيثَاقَ نَسَمَةٍ فِي صَلْبِ رَجُلٍ ثُمَّ صَبَّه عَلَى صَفَاةٍ، لَأَخْرَجَ اللَّهُ مِنْهَا تِلْكَ النَّسَمَةَ الَّتِي أَخَذَ مِنْهَا مِيثَاقَهَا.

(امام) ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”اگر اللہ رب العزت کسی جان کا کسی شخص کی پشت میں عہد لے لیں، پھر وہ اسے (مادیہ منویہ کو) کسی چٹان پر بھی ٹکادے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے بھی اس جان کو پیدا کر دیں گے، (اس وجہ سے کہ) جو اللہ نے اس سے عہد لے رکھا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۵۶۸، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی: ج ۳ ص ۶۰۴، جزء عوالی الامام ابی حنیفہ للحافظ شمس الدین یوسف بن خلیل الدمشقی ثم الحلبي الحسنبی: ۱۸، الاربعون من حدیث ابی حنیفہ لابن ابن البرد الحسنبی: ۲۹۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔

اس روایت کے راوی امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ امام حماد بن ابی سلیمان کوئی رحمہ اللہ ۱۲۰ھ:

امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان مسلم الاشعری الکوفی رحمہ اللہ، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہونے کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام اعظم رحمہ اللہ وغیرہ بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کے استاذ اور مشہور فقیہ اور ثقہ تابعی ہیں، آپ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جو رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے، سے سماعت حدیث اور روایت حدیث کی ہے۔ ائمہ رجال اور محدثین آپ کی توثیق اور جلالت شان کے معترف ہیں۔

محدث و ناقد حافظ ذہبی رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

تابعی کبیر، وثقہ ابن معین وغیرہ۔ (المغلی: ج ۱ ص ۲۸۸)

آپ بڑے تابعی ہیں، امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ ہی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثقة، امام مجتہد، و کریم جواد۔ (الکاشف: ج ۱ ص ۲۰۸)

کہ آپ ثقہ، امام، مجتہد، کریم اور انتہائی سخی تھے۔

امام ابواسحاق شیبانی رحمہ اللہ اور امام معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حماد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حماد مجھے مغیرہ سے بھی (جو بہت بڑے ثقہ امام ہیں۔ ن) زیادہ محبوب ہیں، امام الرجال یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ مغیرہ اور حماد میں کون اہمیت (زیادہ پختہ) ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: حماد: نیز فرمایا کہ حماد ثقہ ہیں۔

امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ آپ کو صدوق اللسان (راست باز) کہتے ہیں۔

(محصلہ تہذیب الکمال: ج ۵ ص ۱۸۸ تا ۱۹۳)

امام ابوالحسن علی رحمہ اللہ ۲۶۱ھ فرماتے ہیں:

کوفی ثقة و کان افقہ اصحاب ابراہیم۔ (تاریخ الشقاق: ۲۲۱)

امام حماد کو فی ثقہ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام شعبہ رحمہ اللہ ۱۶۰ھ فرماتے ہیں:

کان حماد احفظ من الحکم۔ (الجرح والتعديل: ج ۱ ص ۱۴)

امام حماد رحمہ اللہ، امام حکم رحمہ اللہ (جو جلیل القدر فقیہ اور محدث ہیں) سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ اور آپ کو کثیر الحدیث اور امام ابن عدی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ آپ کو کثیر الروایت کہتے

ہیں۔ (تہذیب العہد: ج ۲ ص ۱۳)

اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں کہ:

حماد بن ابی سلیمان بالاتفاق مقبول ہیں۔ (ابکار السنن: ص ۱۹۹)

بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جابجا ان کے آثار کو ذکر فرمایا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: ۱/۳۷)

بقول بعض علماء امام حماد رحمہ اللہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن وہ اس کے باوجود بھی امام نخعی رحمہ اللہ

کی روایتوں میں خطا نہیں کرتے تھے۔ (تہذیب العہد: ج ۲ ص ۱۳)

نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ آپ کے قدیم تلامذہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ امام صاحب کا امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام ثوری

رحمہ اللہ سے بھی زیادہ آپ سے پرانا اور گہرا تعلق رہا ہے۔ لہذا امام صاحب رحمہ اللہ کی آپ سے مروی روایات پر آپ کے

اختلاط (بشرط ثبوت بھی) کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ م ۹۶ھ:

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ: مشہور فقیہ، تابعی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

کہ ان کی توثیق، جلالت شان اور فقہی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۴ ص ۴۰۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العراق، صاحب اخلاص اور بلند مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور وہ حدیث کو جاننے میں صراف اور نقاد تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۵۹)

امام عجل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

انہوں نے اگرچہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان نہیں کی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات ضرور کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی زیارت کی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵، ص ۴۲۹) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم ذکی (ذہبی)، حافظ اور صاحب ستہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۴۲۷)

حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ فرماتے ہیں کہ:

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث بھی کی تھی۔ (ایضاً)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ:

تمام محدثین (خواہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماعت حدیث کا انکار کیا ہو یا اقرار) سب کے سب نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (ایضاً)

علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں کہ:

”و ابراہیم تابع. ادرك اکابر التابعين وصغار الصحابة رضي الله عنهم“

ابراہیم نخعی تابعی ہیں، انہوں نے اکابر تابعین اور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (المحلی: ج ۲ ص ۴۷)

نیز اہلسنت والجماعت (احناف) کے مخالفین میں سے قاضی محمد شوکانی، رئیس ندوی اور محمد گوندلوی نے بھی ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۰-۳۲۳، تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲، التحقیق الراجح ص ۱۵۵)

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ دور حاضر کے بعض جدید محققین کا امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ احادیث و آثار کو مرسل قرار دینا غلط ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ مرسل بھی ہوں تو تب بھی امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳-۱۲۴ مقدمہ نصب الراہ ص ۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۳۸، نصب الراہ ج ۱، ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسل ابی داؤد ص ۴)

مگر صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث حکماً متصل ہیں، کیونکہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح طور پر اعلان کر رکھا ہے کہ اگر میں براہ راست سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے سنی ہوگی، اور جب میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان میں کسی راوی کا ذکر کروں تو وہ حدیث میں نے صرف اور صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱) حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

امام اعش رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان فرمادیا کرو، تو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں براہ راست سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کروں تو جان لو کہ وہ حدیث میں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں سے سنی ہوتی ہے، اور جب میں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے حدیث سنی ہوتی ہے تو میں اس کا نام ذکر کر دیتا ہوں۔ (التمہید لابن عبد البر ج ۱، ص ۳۴)

(۲) امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

اگر فریق مخالف کہے کہ جو کچھ تم نے بواسطہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ غیر متصل ہے، تو ان سے کہا جائے گا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف اسی وقت ارسال کرتے ہیں جب وہ روایت صحیح ہوتی ہے اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہوتی ہے، امام اعش رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا مجھ سے حدیث بیان کرتے وقت اس کی سند بھی بیان کر دیا کرو، اس پر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! جب میں تم سے کہوں کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں یہ بات تب کہتا ہوں جب مجھ سے وہ حدیث سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کئی شاگردوں نے بیان کی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں فلاں نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے تو وہ حدیث میں نے صرف اسی شخص سے ہی سنی ہوتی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۶۴)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ احادیث صحیح

و متصل ہوتی ہیں اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ براہ راست سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف صرف اسی حدیث و اثر کی ہی نسبت کرتے ہیں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے تو اتر کے ساتھ مروی ہوتی ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

{اسلام زمانہ شرک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے}

۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْكَافِرِ إِذَا ضُرِبَ حَدًّا وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ أَسْلَمَ، قَالَ: يَهْدِيهِ الْإِسْلَامُ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الشِّرْكِ وَتَجُوزُ شَهَادَتُهُ.

ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) نے ”اس کافر کے بارے میں (جس نے کسی مسلمان عورت پر تہمت لگائی ہو اور) اسے حد (قذف) لگی ہو، پھر وہ مسلمان ہو گیا ہو۔“ فرمایا: ”اس کی گواہی معتبر ہے کیونکہ اسلام زمانہ شرک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۷۵، رقم الحدیث: ۶۴۰، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۵، رقم الحدیث:

۱۶۱۹۔

تحقیق:

یہ اثر لحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اگر کوئی کافر حد قذف لگنے کے بعد مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی ذمیوں اور مسلمانوں کے بارے میں قبول کی جائے گی کیونکہ اسے یہ حق شہادت اسلام کے بعد حاصل ہوا ہے۔ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا

ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۴۰)

(۲) واضح رہے کہ قبولیت اسلام پر، مغفرت کا تعلق گناہوں کے ساتھ ہے، ان حقوق کے ساتھ نہیں جو قرض، عاریت،

امانت، خرید و فروخت کے سلسلہ میں ابھی اس کے ذمہ باقی ہیں، اسلام ان سے سبکدوش نہیں کرتا بلکہ اس کی ذمہ داری کو

اور بڑھا دیتا ہے۔

{بندہ جس چیز کو چھپاتا ہے اس کو اللہ بھی چادر اوڑھ دیتا ہے}

۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: أَسْرُوا مَا شِئْتُمْ! مَنْ أَسْرَ سَرِيرَةً خَيْرَ الْبَسَةِ اللَّهُ رِذَاءً هَا، وَمَنْ أَسْرَ سَرِيرَةً شَرَّ الْبَسَةِ اللَّهُ رِذَاءً هَا.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”تم جو چاہو چھپاؤ۔ جو کوئی خیر کا کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر پہنا دیتا ہے اور جو کوئی شر کا کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی چادر پہنا دیتا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۶۵۰ رقم الحدیث: ۹۱۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۹۰ رقم الحدیث: ۷۸، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء: ج ۵ ص ۳۶، ترتیب الامالی النخعیۃ للشجرى: ج ۲ ص ۳۰۶، رقم الحدیث: ۱۲۵۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی ۷۹۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۷۰۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ (ولہ طریقى اخرى عند الطبرانی)
ہیثم سے امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم البصری فی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

{مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے}

۵. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْكَلامِ.

ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”کہ مصیبت بات کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔“

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

مسند ابن الجعد : ۱۹۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ : ۲۵۵۴، شعب الایمان : ۴۵۹۷، اور شرح السنۃ للبغوی : ۳۵۶۲ وغیرہ میں اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

انسان کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر ضرورت کے مطابق کلام کرنا چاہیے بسا اوقات ذرا سی بات کی وجہ سے دنیا میں فتنہ کھڑا ہو جاتا ہے اور ذرا سی بات کی وجہ سے آخرت کی سخت گرفت کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ آخرت کے انجام سے غافل و بے پرواہ ہو کر باتیں نہ کرے۔

{ زیادہ آسان بات اللہ کو زیادہ محبوب ہے }

۱. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَخَاجَكَ أَمْرَانِ، فَظَنَنَّ أَنَّ أَحَبَّهُمَا إِلَى اللَّهِ أَيْسَرُهُمَا.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”جب آپ کو دو باتیں خلجان میں ڈال دیں تو ان میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوگی جو ان میں زیادہ آسان ہوگی۔“

تحقیق:

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر دو امروں میں تردد ہو تو ان میں زیادہ محبوب وہی امر ہوگا جو ان میں زیادہ آسان ہوگا، چنانچہ صحیح مسلم (۲۳۲۷) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کام کرنے کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے۔

{ مصیبت کلام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے }

، قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْكَلامِ.

ابراہیم (نخعی تابعی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مصیبت کلام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابن الجعد: ج ۱ ص ۲۹۰، رقم الحدیث: ۱۹۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۵۴، شرح السنۃ للبخاری: ۳۵۶۲،

کنز العمال: ۷۸۶۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

بندے کو چاہیے کہ آخرت کے انجام سے غافل و بے پروا ہو کر باتیں نہ کرے، منہ سے نکلنے والی بات ایسی بھی ہو سکتی ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی خاص رضا و رحمت کا مستحق بنادے، اور (خدا پناہ میں رکھے) ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اس کی رضا و رحمت الہی سے محروم کر کے جہنم میں پہنچادے۔

{ بچہ جب بارہ سال کا ہو جائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں }

۸. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ صَاحِبٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ خَطِيزٌ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّبِيِّ: إِذَا كَانَ ابْنُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً كُتِبَ لَهُ حَسَنَاتُهُ وَلَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ سَيِّئَاتُهُ، حَتَّى إِذَا أَذْرَكَ كُتِبَ لَهُ حَسَنَاتُهُ وَكُتِبَ عَلَيْهِ سَيِّئَاتُهُ.

خطیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بچہ جب بارہ سال کا ہو جاتا ہے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتیں یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، اور جب بالغ ہو جاتا ہے تو پھر اس کی نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں اور اس کی برائیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ مخلصانہ طور پر توحید و رسالت کی گواہی دینے والے کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے }

۹. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ، فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَإِنْ سَرَقَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ! فَقَالَ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. فَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَيَضَعُ أَصْبَعَهُ عَلَى أَنْفِهِ وَيَقُولُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ.

عبداللہ بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن اس دوران کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی سواری کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے ابوالدرداء! جو شخص اخلاص کے ساتھ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔“ میں نے عرض کیا خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہو جائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ خاموش رہے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر وہی بات ارشاد فرمائی، میں نے پھر وہی عرض کیا کہ خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہو جائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ خاموش رہے اور کچھ دیر چلنے کے بعد پھر وہی بات ارشاد فرمائی، میں نے پھر وہی عرض کیا کہ خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہو جائے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں! خواہ اس سے زنا اور چوری کا ارتکاب بھی ہو جائے، اور خواہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہی ہو جائے۔“ عبداللہ بن ابی حبیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ یہ حدیث ہر جمعے کو منبر رسول ﷺ کے پاس بیان کیا کرتے تھے اور اپنی انگلی اپنی ناک پر رکھ کر فرمایا کرتے تھے: ”خواہ ابوالدرداء کی ناک خاک آلود ہو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۸۹۸، التوحید لابن خزیمہ: ج ۲ ص ۸۱۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۰۰۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۱۱۳، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۱ ص ۲۲۶، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۹، جامع المسانید: ج ۱ ص ۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۴۹۱۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

اس کے راوی امام عبد اللہ بن ابی حبیب رحمہ اللہ کو امام ابو اللہ ازیں الدین قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ م ۸۷۹ھ نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الثقات بمن لم يقع فی الکتب الستہ: ۵۷۷)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ رب العزت کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت ادا کر کے اعلان فرمایا ہے کہ جو شخص بھی ان دو شہادتوں کو مخلصانہ طور پر ادا کرے، (اور شک و شبہ کی کوئی بیماری اُسکے دل و دماغ کو نہ ہو، اور اسی ایمانی حالت میں اُس کو موت آئے) تو وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ جو لوگ قرآن و حدیث کے محاورہ اور طرز بیان سے کچھ واقف ہیں وہ جانتے ہیں، کہ ایسے موقعوں پر ”اللہ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت“ ادا کرنے کا مطلب رسول اللہ ﷺ کی دعوت ایمان کو قبول کر لینا، اور آپ کے لائے ہوئے دین اسلام کو اپنا دین بنالینا ہوتا ہے اور اسی لئے ان دو شہادتوں کے ادا کرنے کا مطلب ہمیشہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی ایمانی دعوت کو قبول کر لیا، اور اسلام کو اپنا دین بنالیا۔

پس رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہی ہے کہ جو شخص ”لا الہ الا اللہ“ اور ”محمد رسول اللہ“ کی شہادت ادا کر کے میری ایمانی دعوت کو قبول کر لے، اور اسلام کو اپنا دین بنالے، اور اس بارے میں وہ مخلص اور صاحب یقین ہو (تو اگر اسی حال میں وہ مر جائے گا)، تو جنت میں ضرور جائے گا۔

پس اگر کوئی شخص ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا اقرار کرے لیکن اسلام کو اپنا دین نہ بنائے، بلکہ کسی اور دین و مذہب پر قائم رہے، یا توحید و رسالت کے علاوہ دوسرے ایمانیات کا انکار کرے مثلاً قیامت کو یا قرآن مجید کو نہ مانے تو وہ ہرگز اس بشارت کا مستحق نہ ہوگا۔

(۲) توحید و رسالت کی شہادت ادا کر لینے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ایمانی دعوت کو قبول کر لینے اور اسلام کو اپنا دین بنالینے کے بعد اگر بالفرض کسی شخص نے گناہ بھی کئے ہوں گے، تو اگر کسی وجہ سے وہ معافی کا مستحق ہوگا، تو اللہ رب العزت گناہوں کو معاف فرما کے بغیر کسی عذاب ہی کے اُس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اگر وہ معافی کا مستحق نہ ہوگا تو گناہوں کی سزا پانے کے بعد وہ جنت میں جاسکے گا، بہر حال دین اسلام پر صدق دل سے ایمان رکھنے والا ہر شخص جنت میں ضرور جائے گا، اگرچہ دوزخ میں گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہی جائے۔

(۳) سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جو بار بار اپنا سوال دہرایا، تو اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ چوری اور زنا کو سخت ناپاک گناہ جاننے کی وجہ سے اُن کو اس پر تعجب تھا، کہ ایسے ناپاک گناہ کرنے والے بھی جنت میں جاسکیں گے، گویا اُس وقت تک انہیں یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، آج ہم جیسوں کو سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اس تعجب اور اس سوال کی وجہ سمجھنا اس لئے مشکل ہو گیا ہے کہ ہم

نے اسلام ہی میں آنکھ کھولی ہے، اور یہ موٹی موٹی باتیں ہم کو گھروں ہی میں معلوم ہو جاتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

{ گناہ کبیر کون کون سے ہیں؟ }

۱۰. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: الْكَبَائِرُ مِنْ أَوَّلِ النِّسَاءِ إِلَى رَأْسِ ثَلَاثِينَ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”گناہ کبیرہ سورہ نساء کے آغاز سے لے کر آیت نمبر تیس (۳۰) تک مذکور ہیں۔“

تحقیق:

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{ تبھی کامل موومن بن سکتے ہیں جب دنیا کے تمام آدمیوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ہو }

۱۱. قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَغَنِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ بَارًّا بِوَالِدَيْهِ، فَقَالَ: أَبَايُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنْ أَمَرْتُكَ أَنْ تَقْتُلَ وَالِدَيْكَ، فَعَلْتَ؛ قَالَ: لَا، قَالَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَالَ: نَعَمْ، فَبَايَعَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: فَإِنَّا لَا نَأْمُرُكَ أَنْ تَقْتُلَ وَالِدَيْكَ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے نبی ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں، (یہ سن کر) نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم صادر کروں تو کیا تو اپنے والدین کو قتل کر دے گا؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں، (اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور) پھر دوسری مرتبہ بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وہی سوال کیا جو پہلے کیا تھا تو اس نے کہا نہیں، پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو نبی ﷺ نے وہی سوال کیا کہ اگر میں تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم دوں تو کیا تو اپنے والدین کو قتل کر دے گا؟ تو اس شخص نے عرض کیا کہ جی ہاں! (آپ کے کہنے پر میں اپنے والدین کو بھی قتل کر دوں گا)، (یہ سن کر) نبی ﷺ نے اس شخص کو بیعت فرمایا اور کہا کہ: ”ہم تجھے تیرے والدین کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے آگے اس حدیث کی سند کے روات کے عدم ذکر سے اس حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث قبول کرتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی اور پھر اس حدیث کے مضمون کی تائید تو متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہو رہی ہے۔

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ نے خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:
أخذ بكتاب الله، فماله يجد فبسنة رسول الله ﷺ والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات.... الخ. (مناقب أبي حنيفة وصاحبيه: ص ۲۰)
میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کی ان احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔
امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ فرماتے ہیں:

يأخذ بما صح عنده من الأحاديث التي كالت يحملها الثقات.... الخ.

(الانتقاء: ص ۱۴۲، فضائل أبي حنيفة: ص ۹۹)

کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو۔

فوائد ومسائل:

(۱) ایمان کی تکمیل جب ہی ہو سکتی ہے اور ایک مسلمان پورا مؤمن تب ہی ہو سکتا ہے، کہ دنیا کے تمام دوسرے آدمیوں سے حتیٰ کہ اپنے ماں باپ، اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت ہو۔

(۲) محبت کا معیار زبانی دعویٰ نہیں بلکہ اطاعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني) (آل عمران: ۳۱) ”کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔“

(۳) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دوسروں سے زیادہ ہونے کا پتہ تب چلتا ہے جب اولاد کی محبت، والدین کی محبت یا کسی بزرگ یا دوست کی محبت کسی ایسے کام کا تقاضا کرے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہو، پھر اگر نبی ﷺ کی محبت زیادہ ہوگی تو دوسروں کی ناراضی کی پروا نہیں ہوگی بلکہ انسان دوسروں کو ناراض کر کے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم اور اسوہ پر عمل کرے گا، اگر دوسروں کی محبت زیادہ ہوگی تو شریعت کی مخالفت کا ارتکاب کر کے انہیں خوش کرنے کی کوشش کی جائے گی جو ایمان کے مطلوبہ معیار کے خلاف ہے۔ اسی طرح قوم اور قبیلہ کے رسم و رواج کی بھی یہی حیثیت ہے۔

{اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی}

۱۲۔ قَالَ ثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنْ يَكُنِ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ، فَأَمَّا الدَّارُ فَشُؤْمُهَا ضَيْقُهَا وَخُبْتُ جِذَائِهَا، وَأَمَّا الشُّؤْمُ فِي الْمَرْءَةِ فَشُؤْمُ خُلُقِهَا وَعُقْمُ رَحِمِهَا، وَأَمَّا الْفَرَسُ فَإِنَّهُ يَكُونُ جَمُوحًا.

علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی۔ گھر کی نحوست تو یہ ہے کہ وہ تنگ ہو اور پڑوسی اچھے نہ ہوں، عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بد اخلاق اور بانجھ ہو۔ اور گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش ہو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۵۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۶، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۱ ص ۱۷۸، رقم

الحدیث: ۲۳۵۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم میں اس حدیث کی سند میں علقمہ کے بعد ابن بریدہ رحمہ اللہ اور سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس میں سند یوں ہے:

عن ابی حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن ابن بریدۃ عن ابیہ..... الخ۔

(مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۵۲)

ابوالمحارث علقمہ بن مرثد حضری کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۲، ۲۳۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

نحوست کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں یہ تصور کر لیا جائے کہ اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا، نقصان ہی نقصان کا خطرہ ہے۔ یہ ایک غلط تصور ہے۔ خصوصاً گاؤں اور دیہاتوں میں چھوت چھات اور توہمات کی اتنی صورتیں مروج

ہوتی ہیں کہ انہیں شمار کرنا آسان نہیں، شہروں اور متمدن آبادیوں میں بسنے والے لوگ بھی ان توہمات سے اپنا پیچھا اب تک نہیں چھڑا سکے، کسی یتیم بچے کے گھر میں آنے پر کوئی نقصان ہو جائے تو وہ منحوس، کسی لڑکی کے گھر میں بہو بن کر آنے پر سسرالی رشتہ داروں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو وہ منحوس، ٹریفک حادثے کا شکار ہو جائے تو صبح سب سے پہلا دکھائی دینے والا شخص منحوس، کاروبار میں خسارہ ہو جائے تو وہ پیشہ منحوس، بیٹی کو جنم دے کر ماں فوت ہو جائے تو وہ بیٹی منحوس، اولاد ہو جانے سے ضروریات زندگی میں تنگی پیدا ہو جائے تو وہ منحوس۔

غرضیکہ ہمارے بنائے ہوئے خاکوں کے مطابق ”منحوسوں“ کا ایک طوفان ہے جو کسی کے تھامے نہیں تھمتا اور ایک ایسا سیلاب ہے جسے دنیا کا کوئی بند نہیں روک سکتا، لیکن اگر ہم اسلام کے سائبانِ رحمت تلے آجائیں تو یہاں ہمیں ”نحوست“ نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی، یہاں ہمیں صرف رحمت، ہمدردی، خوش نصیبی اور خوش قسمتی ہی ملے گی جو ہماری زندگی کی تمام نحوستوں کو بھی دھبہ کر صاف کر دے گی۔

پیغمبر اسلام ﷺ کو فاسد اور بے بنیاد خیالات کی اصلاح کرنا تھی اس لیے فرمادیا کہ اسلام کے نظریہ حیات اور اصول زندگی کے مطابق تو کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے منحوس ہوتی ہی نہیں ہے، اگر کسی چیز میں نحوست ہو سکتی تو وہ ان تین چیزوں میں ہوتی، لیکن جب ان تین چیزوں میں ہی نحوست نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں بھی نہیں سکتی۔

۱۔ گھر میں نحوست، اگر تم سمجھتے ہو کہ گھر کی نحوست یہ ہے کہ وہاں کوئی مرجائے، گھر خریدتے ہی کوئی حادثہ ہو جائے، گھر میں رہائش اختیار کرتے ہی کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، ہاں! اگر تم کسی چیز کو گھر کے حوالے سے منحوس سمجھنا ضروری خیال کرتے ہو تو وہ ضروریات کے لیے ناکافی ہوتا ہے، باقی کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جانا سو اس کا تعلق ہرگز ہرگز نحوست کے ساتھ نہیں ہے۔

۲۔ عورت میں نحوست، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ جہیز کم لائے، کھانا زیادہ کھائے، کام کرنے میں سستی کرے، بچے پیدا کرنے میں چستی کرے، ہر سال ایک نئی بچی شوہر کے ہاتھ میں تھما دے، تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، اگر تم کسی چیز کو عورت کے حوالے سے منحوس سمجھنا ہی چاہتے تو وہ عورت کی بدخلقی اور اس کا بانجھ پن ہے، جب تم اسے منحوس نہیں سمجھتے تو پھر کوئی اور چیز بھی منحوس نہیں ہو سکتی۔

۳۔ گھوڑے میں نحوست، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ سواری کی نحوست یہ ہے کہ اسے خریدتے ہی ایکسیڈنٹ ہو جائے، خریدتے ہی وہ چوری ہو جائے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے، اگر تم کسی چیز کو سواری کے حوالے سے منحوس سمجھنا ہی ضروری خیال کرتے ہو تو وہ اس کا تمہارے قابو میں نہ آنا ہے، جب تم اسے منحوس نہیں سمجھتے تو پھر کوئی اور چیز بھی منحوس نہیں ہو سکتی۔

{ قیامت کے دن ایک آدمی کے اعمال میں بادل کی مثل کوئی چیز لا کر رکھ دی جائے گی }

۱۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ : يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ السَّحَابِ إِلَى الرَّجُلِ فَيُقَالُ : هَذَا مَا عَمِلْتَ لِلنَّاسِ مِنَ الْخَيْرِ يُعْمَلُ بِهِ بَعْدَكَ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”قیامت کے دن ایک آدمی (جو کہ اپنے اعمال کو بالکل حقیر گمان کر رہا ہوگا) کے اعمال میں بادل کی مثل کوئی چیز لا کر رکھ دی جائے گی، (جس سے اس کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جائے گا) اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرا وہ خیر کا عمل ہے جو تو نے لوگوں کے لیے (ان کو سکھانے کی غرض سے) کیا تھا جس پر تیرے بعد عمل کیا جاتا رہا۔“

تحقیق:

بمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{ قیامت کے دن لوگوں کو تین ایوانوں کے ساتھ پیش کیا جائے گا }

۱۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : يُقَدَّمُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى ثَلَاثَةِ دَوَائِجٍ : دِيْوَانٍ فِيهِ الْحِسَابُ ، وَدِيْوَانٍ فِيهِ النَّعِيمُ ، وَدِيْوَانٍ فِيهِ الذُّنُوبُ ، فَيُقَابَلُ بِالْحِسَابِ النَّعِيمُ فَيَسْتَغْرِقُهَا ، وَتَبْقَى الذُّنُوبُ فَهِيَ الَّتِي فِيهَا الْمَغْفِرَةُ .

عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں کو تین دیوانوں (نامہ اعمال) کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ ایک دیوان میں نیکیاں ہوں گی، ایک دیوان میں نعمتوں کا ذکر ہوگا، اور ایک دیوان میں گناہوں کا ذکر ہوگا۔ پس نعمتوں کے دیوان کے مقابل نیکیوں کے دیوان کو رکھا جائے گا۔ نتیجتاً نعمتیں نیکیوں کو ختم کر دیں گی اور گناہ باقی رہ جائیں گے جنہیں اللہ (چاہے گا تو اپنی رحمت سے) معاف فرما دے گا، (اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۴۵۴۶، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی : ج ۸ ص ۶۲۰، حلیۃ الاولیاء و طبقات

الاصفياء : ج ۴ ص ۲۵۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم : ج ۱ ص ۲۰۲۔

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

امام ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو فی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۵۵۳)

{ جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے }

۱۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: إِذَا طَلَعَ النُّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب (ثریا) ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۲۸۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۴، العظمت لابن الشیخ الاصبہانی: ج ۴ ص ۱۲۲۰، الطب النبوی لابن نعیم الاصبہانی: ۱۴۰، اثارة الفوائد المجموعة فی الاشارة الی الفرائد المسموعة: ۱۵۹، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور: ج ۸ ص ۶۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

{ جان بوجھ کر حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنے والا شخص جہنمی ہے }

۱۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي رُوْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَبِّدًا، فَلْيَتَّبِعُوهُ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، اسے چاہیے کہ (جہنم کی) آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۰۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۲۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۰۹۲، ۱۱۳۴۴، ۱۱۳۰۳، ۱۱۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۳۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۲۲۹، طرق حدیث من کذب علی محمد اللطبرانی: ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۲۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۹، ۸۔

تحقیق:

بملاحظہ سند صحیح و ثابت ہے۔

ابورؤبہ سے مراد امام ابورؤبہ شداد بن عبدالرحمن قشیری رحمہ اللہ ہیں جو کہ ثقہ ہیں۔ (الثقات من لم یقع فی الکتاب السنۃ: ۵۰۶۰، تعجیل المنفۃ: ۴۴۸، الثقات لابن حبان: ۳۳۳۲)

فوائد و مسائل:

(۱) جھوٹ باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پاس سے کوئی بات بنا کر نبی ﷺ کی طرف منسوب کر دے اور اسے حدیث کے طور پر پیش کرے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

(۲) جہنم کی آگ میں ٹھکانا بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔ اسے یقین کر لینا چاہیے کہ اس کے اس گناہ کی وجہ سے جہنم میں اس کے لیے جگہ متعین ہو چکی ہے، لیکن اگر وہ توبہ کر لے اور سب کو بتا دے کہ اس کی بیان کردہ فلاں فلاں حدیث خود ساختہ ہے تو امید کی جاسکتی ہے کہ اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔

(۳) یہ حدیث متواتر ہے۔ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اسے باسٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

{ جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا }

۱۰. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا سَتَمَ أَبَا بَكْرٍ، فَخَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدُهُ، ثُمَّ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَدَّ عَلَيْهِ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ! فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَتَمَنِي فَلَمْ تَقُمْ وَكُنْتَ حِينَ رَدَدْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ مَلَكًا كَانَ يَرُدُّ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتُ أَنْتَ ذَهَبَ فَقُنْتُ.

ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ صبر و تحمل اور بردباری سے کام لیتے رہے (اور اس شخص کو جواب نہ دیا)، نبی ﷺ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، (مگر جب وہ شخص برا بھلا کہنے میں حد سے گزر گیا

(تو) پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا اس پر نبی ﷺ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے آگئے اور) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ وہاں سے نہیں اٹھے، لیکن میں نے جب اس کی بعض باتوں کا جواب دیا تو آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے (اس میں آپ کے نزدیک کیا حکمت تھی؟) نبی ﷺ نے فرمایا: ”(اصل بات یہ ہے کہ جب تک تم خاموش رہے تو) ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا، مگر جب تم نے خود جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا جس کی وجہ سے میں بھی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۲۴، کتاب ال آداب للبیہقی: ۱۲۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۰۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۳۵۸۶، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۲۹۰۹، مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۱۳۶۹۸، فیض القدر: ۸۰۷۸، جامع المسانید: ۹۰۷۵، کنز العمال: ۸۳۰۵، کتاب ال آداب للبیہقی: ۱۲۹، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۰۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۳۵۸۶، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۲۹۰۹، مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۱۳۶۹۸، فیض القدر: ۸۰۷۸، جامع المسانید: ۹۰۷۵، کنز العمال: ۸۳۰۵۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث دیگر متعدد کتب حدیث جیسے کتاب ال آداب للبیہقی، شرح السنۃ للبغوی، مسند الامام احمد وغیرہ میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

فائدہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، گویا انہوں نے اس موقع پر جواب دے کر رخصت و اجازت پر عمل کیا جو ایک عام آدمی کے لیے موزوں ہے اور اس عزیمت کو ترک کیا جو اس کے مرتبہ و شان کے عین مطابق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجرة على الله

کسی بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہے۔ پھر بھی جو کوئی معاف کر دے، اور اصلاح سے کام لے تو اُس کا ثواب اللہ

نے دے لیا ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس شخص کی بعض باتوں کا بدلہ لے کر اور اور بعض باتوں پر صبر اختیار کر کے گویا دونوں پہلوؤں کی رعایت کی، مگر نگاہ نبوت میں چونکہ ان کے لئے وہ مرتبہ کمال مطلوب تھا جو ان کی شان صدیقیت کے مطابق ہے اس لئے ان کا اس شخص کی بعض باتوں کا جواب دے کر جزوی بدلہ لینا بھی حضور ﷺ کو پسند نہیں آیا چنانچہ آپ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تاکہ ایک طرف تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رویہ پر ناپسندیدگی کا اظہار بھی ہو جائے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی عمل ہو جائے کہ {وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ} (یعنی جب وہ کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔)

{اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس سے آگے بڑھ جاتی}

۱۸. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّ أَسْمَاءَ ابْنَةَ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَلَا أَسْتَرْقِي لِابْنِ أَخِيكَ مِنَ الْعَيْنِ، قَالَ: بَلَى، فَلَوْ أَنَّ شَيْئًا سَبَقَ الْقَدْرَ لَسَبَقْتُهُ الْعَيْنُ.

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ (آپ کے بھتیجوں کو نظر لگ جاتی ہے تو) کیا میں آپ کے بھتیجے (یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) کو دم نہ کروالیا کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۳۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۴۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۰، سنن الترمذی: ۲۰۵۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۷۹، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۵۸۷، جامع المسانید: ج ۲ ص ۳۰۶، کتاب القضاء والقدر للبیہقی: ۲۴۵، شعب الایمان للبیہقی: ۱۰۷۱۲، شرح السنۃ للبغوی: ۳۲۴۳، فیض القدیر: ۹۴۱۷۔

تحقیق:

یہ حدیث لمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

عبید اللہ بن ابی زیاد سے سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ابوالحسن عبید اللہ بن ابی زیاد القداح الکلی رحمہ اللہ اور ابونعیم سے صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ابونعیم یسار ثقفی مکی رحمہ اللہ مراد ہیں اور یہ دونوں

ثقة۔ (تاریخ الثقات: ۱۰۵۵، ۷۰۷۶)

فوائد و مسائل:

(۱) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (بن ابی طالب) کے بیٹے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے اپنے بیٹے ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو اسماء رضی اللہ عنہا سے حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس خاتون سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔

(۲) نظریا بیماری کی وجہ سے دم کرنا اور کروانا جائز ہے بشرطیکہ دم میں شریک الفاظ نہ ہوں۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ یہ دم اللہ رب العزت کے ذکر یا قرآن کریم سے کیا گیا ہو، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۸۸۸)

{ موت اور بڑھاپے کے سوا اللہ نے ہر بیماری کی دواء نازل کی ہے }

۱۹. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: مَا وَضَعَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً إِلَّا السَّامَ وَالْهَرَمَ، فَعَلَيْكُمْ بِالْبَّانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا تَخْلُطُ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ رب العزت نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کی دوا بھی پیدا کی ہے، سوائے موت اور بڑھاپے کے۔ پس تم پر گائے کا دودھ استعمال کرنا لازم ہے کیونکہ گائے کا دودھ ہر درخت سے مل کر حاصل ہوتا ہے (اور اس میں تمام نباتی اجزاء شامل ہوتے ہیں)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الطب النبوی لابی نعیم الاصفہانی: ۱۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۸، کنز العمال: ج ۱۰ ص ۳۱، رقم

الحديث: ۲۸۲۱۷

تحقیق:

بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

ابو عمرو قیس بن مسلم الجذلی العدوانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقة ہیں، اور حضرت ابو عبد اللہ طارق بن شہاب الانسی، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ایک ثقة راوی ہیں بلکہ امام علی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق تو اس

نے نبی ﷺ کی زیارت بھی کی ہے۔ (تاریخ الثقات: ۱۴۰۱، ۷۱۵)

فوائد و مسائل:

- (۱) علاج کرنا کرنا توکل کے خلاف نہیں، رسول اللہ ﷺ نے علاج کرانے کی تلقین فرمائی ہے اور خود بھی علاج کرایا ہے۔
- (۲) بڑھاپا زندگی کا ایک فطری مرحلہ ہے جس میں قوی مضحل ہو جاتے ہیں۔ اگر بڑھاپا طاری ہو جائے تو اس کو واپس نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح موت کو بھی نہیں ٹالا جاسکتا۔ انسان کو بوقت ضرورت ادویات کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ وہ بالکل ہی عاجز نہ ہو جائے۔
- (۳) زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے گائے کا خالص دودھ انتہائی مفید ہے، اس کے نباتاتی اجزاء جو مختلف درختوں اور سرسبز و شاداب گھاس کی وجہ سے اس میں پیدا ہو جاتے ہیں، انسان کو تقویت فراہم کرتے ہیں اور مکمل غرائیت سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔



۱۔ کِتَابُ الْعِلْمِ
۱۔ علم کا بیان

فرشتوں سے لے کر زمین کی چیونٹیوں اور دریا کی مچھلیوں تک تمام مخلوقات ان سے محبت رکھتی اور ان کے لئے دعائے خیر کرتی ہے، یہ چیز اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت میں رکھ دی ہے۔

اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس مقدس میراث کو غلط اغراض کے لئے استعمال کریں، وہ بدترین مجرم اور خداوندی غضب و عذاب کے مستحق ہیں۔۔۔۔۔ نعوذ باللہ من شر و انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

{لوگوں کو ہر ایک مسئلے کا فتویٰ دینے والا پاگل ہے}

۲۰۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَفْتَى النَّاسَ فِي كُلِّ مَا يَسْأَلُونَهُ عَنْهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ فَهُوَ فَجُنُونٌ۔

حضرت امام موسیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو شخص لوگوں کو ہر ایک مسئلے کا جو بھی وہ اس سے دریافت کریں فتویٰ دے دیا کرے (سمجھ لو کہ) وہ پاگل ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۹۲۴، الابانۃ الکبریٰ لابن بطہ: ۳۳۴، المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۹۸، جامع بیان العلم وفضله: ۲۲۰۸، ۲۲۱۳، الفقیہ والمحققہ للبغدادی: ج ۲ ص ۴۱۶، ۴۱۷، آداب الفتی والمستفتی: ج ۱ ص ۷۵، فتاویٰ ابن الصلاح: ج ۱ ص ۹، اعلام الموقعین عن رب العالمین: ج ۲ ص ۱۲، بدائع الفوائد: ج ۳ ص ۶۷، الابانۃ الکبریٰ لابن بطہ: ۳۳۴، المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۹۸۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے۔

المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی (۷۹۸) میں یہ حدیث ایک دوسرے متصل طریق {یعنی: عبدالرحمن بن مہدی ثنا سفیان عن الاعمش عن ابی وائل قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔..... الخ۔} کے ساتھ مروی ہے۔

فائدہ:

- (۱) اہل علم کو نا معقول، غیر ضروری اور فضول سوالات کے جوابات میں نہیں پڑنا چاہیے۔
- (۲) ہمارے معاشرے میں یہ مرض تیزی کے ساتھ ہرایت کرتا جا رہا ہے کہ ہر طرف فارغ لوگ بیٹھے فضول سوالات گھڑتے

رہتے ہیں جن کا نہ تو آخرت کے ساتھ تعلق ہے اور نہ دنیا میں کارآمد ہیں۔

جیسے اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کون سا تھا؟ اجتہادی مسائل اور ناخ منسوخ کے مسائل میں اس طرح سوال کریں گے کہ رفع الیدین کس تاریخ کو منسوخ ہوا تھا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خفی تھے، شافعی تھے، یا مالکی تھے یا حنبلی؟ سبحان اللہ کیسے احمقانہ سوالات ہیں جن پر یہ لوگ ناز کرتے ہیں۔

{اگر کوئی شخص قرآن کریم یاد نہ کر سکتا ہو تو کیا حکم ہے؟}

۲۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الشَّكْسِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَعَلَّمَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَعَلَّمَنِي شَيْئًا يُجْزِعُنِي مِنَ الْقُرْآنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: هَذَا إِلَهُ فَمَالِي؟ قَالَ قُلْ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ.

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں قرآن سے کچھ یاد نہیں کر سکتا، مجھے کچھ سکھا دیجیے جو میرے لیے (قراءت قرآن سے) کفایت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم {سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ} پڑھا کرو۔“ اللہ پاک ہے، اسی کی تعریف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ برائیوں سے بچنا اور نیکی کی توفیق ملنا، اللہ کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ وہ عالی ہے عظمت والا ہے۔“ وہ شخص کہنے لگا: (اے اللہ کے رسول!) یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہا کرو: {اللہم اغفر لی وارحمنی واهدنی وعافنی وارزقنی}“ اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، ہدایت سے سرفراز فرما، راحت و عافیت سے نوازا اور مجھے رزق دے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داؤد الطیالسی: ۸۵۱، مسند الحمیدی: ۷۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۷۹۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۱۰، سنن ابی داؤد: ۸۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۸، سنن النسائی: ۹۲۴، المستمعی لابن الجارود: ۱۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۴، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۳۴، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۷۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۲۵، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

اس کے راوی امام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیدہ الہلالی العامری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۹۰۶)

اور امام ابواسامیل ابراہیم بن عبدالرحمن بن اسماعیل سکسکی کوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود اور سنن نسائی کے (فی نفسہ) راست باز راوی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۱۳۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان: ۱۶۴۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (من کلم فیہ وہو موثق: ۶)

فوائد و مسائل:

(۱) ثابت ہوا کہ جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا ذکر سے اپنی نماز پوری کرنی چاہیے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سائل کا سوال یہ تھا کہ میں فوری طور پر کچھ یاد نہیں کر سکتا جبکہ نماز فرض ہو چکی ہے، تب نبی ﷺ نے اسے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔

(۲) قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ کا اس شخص کو مذکورہ بالا ذکر بتانا دلیل ہے کہ نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مکروہ ہے وگرنہ آپ ﷺ مذکورہ بالا ذکر کی بجائے قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔

{امام شعبی کا محدثانہ مقام}

۲۲۔ قَالَ حَدَّثَنِي يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هِنْدٍ عَنْ بَعْضِ أَشْيَاحِهِمْ أَنَّ عَامِرًا كَانَ يُحَدِّثُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنْ مَغَازِي النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُ لِيُحَدِّثُ حَدِيثًا كَأَنَّهُ شَهِدَ الْقَوْمَ.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں مغازی کے متعلق حدیث بیان کرتے تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما (ان کی احادیث کو سن کر) فرماتے کہ یہ بعینہ اسی طرح بیان کر رہے ہیں جیسے وہاں موجود چشم دید گواہ بیان کرے۔

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کا مختصر سالتعارف:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

”ادركت خمسمائة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم“ (تذكرة الحفاظ ج ۱، ص ۶۴)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔

امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اور ان کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ ”علامة التابعین“ کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۰ھ نے اپنے شاگرد سے فرمایا:

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۶۴)

{ صحابہ کرامؓ آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے }

۲۳. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ تَفَقَّهَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ رَهْطٍ، ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَثَلَاثَةٌ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ وَأَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ.

عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چھ حضرات نے فقہ کا علم حاصل کیا (اور آپس میں اس کا مذاکرہ کیا کرتے تھے) جن میں تین حضرات تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور تین حضرات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں مذاکرہ کیا کرتے تھے۔“

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام بیہم بن حبیب المعروف بہ بیہم بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ ہیں۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۶۱۹، رقم الحدیث: ۸۶۶) جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زبردست فقیہ تھے، استخراج مسائل اور فقہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

{ جنت کے باغات یعنی اہل فقہ اہل فقہ کی مجالس سے گزرتو میوہ خوری کرو }

۲۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ رِيَاضَ الْجَنَّةِ فَارْتَعَوْا أَمَّا تَهَالِيَسْتُ بِمَجَالِسِ الْقُضَاةِ وَلَكِنَّهَا مَجَالِسُ أَهْلِ الْفِقْهِ.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب تم جنت کے باغات میں سے گزرتو میوہ خوری کرو، اور جنت کے باغات قصہ گوا حباب کی مجالس نہیں بلکہ اہل فقہ کی مجالس ہیں“

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرو، جہاں لوگ علم فقہ سیکھنے اور سکھانے میں مشغول ہوں تو تم بھی شریک مجلس بن کر علم فقہ کو سیکھو۔ یہاں اہل فقہ کی مجالس کو جنت کے باغات اس لئے کہا گیا ہے کہ علم فقہ کو سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی انسان جنت کے باغات میں داخل ہونے کی سعادت سے نوازا جاتا ہے۔



بسم الله الرحمن الرحيم

۳۔ کتاب الطہارۃ طہارت کے مسائل

لفظ کتاب کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:

کتاب، کتب سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے اور ملانے کے ہیں اور مصنفین کے نزدیک عموماً کتاب ان مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں جو مستقل حیثیت کے حامل ہوں اور وہ کئی انواع، یعنی مختلف ابواب پر مشتمل ہوں۔ چنانچہ جلیل القدر ثقہ و صدوق سنی امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ ص ۵۵ لکھتے ہیں کہ:

”لفظ الکتاب اور ابواب وہاں بولا جاتا ہے جس کے تحت انواع متعدد ہوں اور جہاں باب ہوگا اس سے مراد نوع واحد ہوگی۔ (عمدة القاری: ج ۱ ص ۱۱۹)

لفظ طہارت کی لغوی تحقیق:

لفظ طہارۃ طہر یتطہر کا مصدر ہے نہرو کرم سے، اس کے لغوی معنی ہیں ”النظافة والتنزه من الاقدار والادناس“ یعنی گندگی اور میل کچیل سے پاک و صاف ہونا۔

لفظ طہارۃ کی اصطلاحی تحقیق:

اور اصطلاح شرع میں طہارۃ کہتے ہیں ”استعمال المطهرين (ای الماء والتراب) على الصفة المشروعة في ازالة النجاسة الحقيقية او المحكية“ یعنی ازالہ حدث یا خبث کیلئے قاعدہ شرعیہ کے مطابق اجد المطهرین (پانی یا مٹی) کو استعمال کرنا۔

اقسام طہارۃ اور کتاب الطہارۃ کو مؤخر کرنے کی وجہ:

طہارۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہری (۲) باطنی۔ طہارۃ باطنی جس کو ایمان سے تعبیر کرتے ہیں، بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں جیسے ہمارے مؤلف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ طہارۃ باطنی مقدم ہے۔

اور بعض نے یہ خیال کیا ہے کہ چونکہ ہماری کتابوں کو پڑھنے والے حضرات مومن ہیں اور بات مومن سے ہو رہی ہے اور ایمان تو اپنی جگہ ایک ثابت شدہ چیز ہے اس لئے انہوں نے اہم العبادات نماز کی شرائط سے کتابوں کو شروع کیا ہے جیسے محمد بن علی نبوی رحمہ اللہ (م ۱۳۲ھ) امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ)، امام ابو داؤد رحمہ اللہ (م ۲۵۵ھ) اور امام نسائی رحمہ اللہ (م ۳۰۳ھ) وغیرہم۔ (ملخصاً: خزائن السنن: ج ۱ ص ۲۱)

طہارت و پاکیزگی کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام:

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور طواف کعبہ جیسی عبادات کیلئے لازمی شرط ہے، بلکہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذات خود بھی مطلوب ہے۔ قرآن مجید کی آیت

”ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين“

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور پاک و صاف رہنے والے اپنے بندوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (بقرہ: ۲: ۲۲) اور قبا کی بستی میں رہنے والے اہل ایمان کی تعریف میں قرآن مجید کا ارشاد ”فيه رجال يحبون ان يتطهروا“ واللہ يحب المطهرين“ (اس میں ہمارے ایسے بندے ہیں جو بڑے پاکیزگی پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک و صاف رہنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ توبہ: ۹: ۱۰۸)۔ صرف ان ہی دو آیتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی بجائے خود کتنی اہمیت ہے۔

صحیح مسلم کی۔۔۔ (ایک حدیث) کے پہلے فقرے ”الطهور شطر الايمان“ کا گویا لفظی ترجمہ ہی یہ ہے کہ طہارت و پاکیزگی اسلام کا ایک حکم ہی نہیں بلکہ وہ دین و ایمان کا ایک اہم جزو ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں اس کو ”نصف ایمان“ فرمایا گیا۔ ہمارے استاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی ایک نفیس تحقیق قابل ذکر ہے، اپنی بے نظیر کتاب ”حجة الله البالغة میں فرماتے ہیں:

”کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ فلاح و سعادت جس شاہراہ کی طرف لہجاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں اور ہر باب کے تحت سینکڑوں احکام ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس اس چار اصولی عنوانوں کے تحت آتے ہیں (۱) طہارت (۲) اخبات (۳) سماعت (۴) عدالت۔“

(حجة الله البالغة: باب الاصول التي يرجع اليها تحصيل الطريقة الثانية. ملخصاً) پھر شاہ صاحب نے ان میں سے ہر ایک کی حقیقت بیان کی ہے جس کے مطالعے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ بلاشبہ ساری شریعت بس ان ہی چار حصوں میں منقسم ہے۔ یہاں ہم شاہ صاحب کے کلام کے صرف اس حصے کا

خلاصہ درج کرتے ہیں جس میں انہوں نے طہارت کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب بہیمیت کے سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو، جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے یا اس کو پیشاب یا پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے یا وہ جماع وغیرہ سے فارغ ہوا ہوتا ہے وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا انقباض و تکدر اور گرانی و بے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے، پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے وہ فارغ ہو جاتا ہے اور اچھی طرح استنجا اور طہارت کر لیتا ہے یا اگر جماع سے وہ فارغ ہوا تھا تو غسل کر لیتا ہے اور اچھے صاف ستھرے کپڑے پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے انقباض و تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کی بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک انشراح و انبساط اور سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

بس دراصل پہلی کیفیت اور حالت کا نام ”حدث“ (ناپاکی) اور دوسری کا نام ”طہارت“ (پالی و پاکیزگی) ہے، اور انسانوں میں جس کی فطرت سلیم اور جن کا وجدان صحیح ہے ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں اور اپنی فطرت اور تقاضے سے ”حدث“ کی حالت کو ناپسند اور دوسری کو (یعنی ”طہارت“ کی حالت کو) پسند کرتے ہیں۔ اور نفس انسانی کی یہ طہارت کی حالت ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ اللہ کی حالت سے بہت مشابہت و مناسبت رکھتی ہے کیونکہ وہ دائمی طور پر بھی آلودگیوں سے پاک و صاف اور نورانی کیفیات سے شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور اسی لئے حسب امکان طہارت و پاکیزگی کا اہتمام و دوام انسانی روح کو ملکوتی کمالات حاصل کرنے اور الہامات و منامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنادیتا ہے۔

اور اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی کی حالت میں ڈوبا رہتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے۔“ (حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱ ص ۵۴)

شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طہارت اور حدث دراصل انسانی روح اور طبیعت کی مذکورہ بالا دو حالتوں کا نام ہے اور ہم جن چیزوں کو حدث یا ناپاکی اور طہارت یا پاکیزگی کہتے ہیں وہ دراصل ان کے اسباب و موجبات ہیں اور شریعت ان ہی اسباب پر احکام جاری کرتی ہے اور انہی سے بحث کرتی ہے۔

امید ہے کہ طہارت کی حقیقت اور روح انسانی کیلئے اسکی ضرورت و اہمیت سمجھنے کیلئے شاہ صاحب کا یہ کلام انشاء اللہ کافی ہوگا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ طہارت و پاکیزگی شریعت کا پورا چوتھائی حصہ ہے۔

(ماخوذ از معارف الحدیث: ص ۲۴-۲۵)

{ چار چیزوں کو کوئی چیز ہمیشہ کے لئے ناپاک نہیں کرتی }

۲۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قَالَ أَرَاهُ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ قَالَ: أَرْبَعٌ لَا يُنَجِّسُهُنَّ شَيْءٌ: الْجَسَدُ وَالْأَرْضُ وَالثُّوبُ وَالْمَاءُ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”چار چیزوں کو کوئی چیز (ہمیشہ کے لئے) ناپاک نہیں کرتی۔ (۱) جسم (۲) زمین (۳) کپڑا (۴) پانی۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۵، رفع الاشتباه من سائل المساء لابن قطلوبغا: ج ۱ ص ۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا چیزوں میں سے کسی پر نجاست لگ جائے اور اسے دھو دیا جائے تو وہ نجاست اس سے دور ہو جاتی ہے اور وہ ناپاک نہیں رہتی۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۵)
- (۲) پانی سے زیادہ پانی یا بہنے والا پانی مراد ہے کہ وہ نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ (ایضاً: ۲۵)

{ ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہے }

۲۶. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: ذَكَاتُ كُلِّ مَسْكٍ دِبَاغُهُ.

ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہر کھال کی پاکی و طہارت اس کو دباغت دینا ہی ہے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔

یہ حدیث امام ابراہیم نخعی کی مرسل روایات میں سے ہے اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی مرسلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳-۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۲۸، نصب الرایہ ج ۱، ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسیل ابی داؤد ص ۴) اور خصوصاً اس حدیث کی تائید تو دیگر متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے بھی ہوتی ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) دباغت کا مطلب ہے چڑے پر لگی ہوئی رطوبات کو کسی مناسب تدبیر سے خشک کرنا جیسے مٹی ملنا یا دھوپ میں ڈالنا یا نمک لگانا یا اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر کرنا۔

(۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کے چڑے کو دباغت دینے کے بعد اس کا چڑا پاک ہو جاتا ہے اور اس کے چڑے سے فائدہ اٹھانا یعنی اس کی خرید و فروخت کرنا اور اس کو دوسری ضرورتوں میں استعمال کرنا بالکل جائز ہے۔ تاہم خنزیر قرآن کی نص کے مطابق نجس العین ہے اس لئے اس کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی۔

(۳) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی حدیث کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۵۵)

{ جو چیز بھی کھال کو خراب ہونے سے روک دے وہ دباغت ہے }

۲۴۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: مَا أَصْلَحَتْ بِهِ الْجِلْدُ مِنْ شَيْءٍ يَمْنَعُهُ مِنَ الْفَسَادِ فَهُوَ لَهُ دَبَاغٌ.

”حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو چیز بھی کھال کو خراب ہونے سے روک دے وہ دباغت ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

{ ہر کھال کی پاکی اس کو دباغت دینا ہی ہے }

۲۸. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ: ذَکَاةُ کُلِّ جُلْدٍ دِبَاغُهُ.

حماد (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہر کھال کی پاکی و طہارت اس کو دباغت دینا ہی ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کا ثبوت احادیث مرفوعہ سے:

دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنے کا ثبوت احادیث مرفوعہ سے بھی ملتا ہے، چند احادیث تحقیق اور تخریج کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

(۱). عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تُصَدِّقُ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِيَّاهَا فَدَبَّغْتُمُوهَا فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْمُونَةُ فَقَالَ إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۲)

☆☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، (ام المؤمنین حضرت) میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی کو ایک بکری بطور صدقہ دی گئی اور وہ مر گئی، پھر رسول اللہ ﷺ کا اس پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم نے اس کا چمڑا کیوں نہ اتار لیا، تم اس کو دباغت دیتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا، یہ بکری تو مردار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اس کا کھانا حرام ہے۔ اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے یحییٰ بن یحییٰ، ابوبکر بن ابی شیبہ، عمرو الناقد اور ابن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور انہوں نے ابن عیینہ سے اس نے اس نے زہری سے اس نے عبید اللہ بن عبد اللہ سے اور اس نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۶۳)

(۲). وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ ظَهَرَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول

اللہ ﷻ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جب کچے چمڑے کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔“ اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۰۵، سنن ابی داود: ۴۱۲۳، سنن الدارقطنی: ۱۱۴، مؤطا مالک: ۱۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۸۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۷، معریۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۳۳، شرح النہ لبغوی: ۳۰۳۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے یحییٰ بن یحییٰ سے اس نے سلیمان بن بلال سے اس نے زید بن مسلم سے اس نے عبدالرحمن بن وعلہ سے اور اس نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۶۶)

یہ حدیث بھی صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

(۲) وَعَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِشَاةٍ يَجْرُؤْنَهَا فَقَالَ لَوْ أَخَذْتُمْ إِيَّاهَا فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ يُطَهَّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرْظُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَآخَرُونَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الشَّكَنِ وَالْحَاكِمُ. (آثار السنن: ۶۴)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کا گزر ایک (مردہ) بکری کے پاس سے ہوا جسے لوگ گھسیٹتے ہوئے لیے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کاش تم اس کی کھال اتار لیتے۔“ انہوں نے کہا: یہ تو مری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے (چمڑے کو) پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دے گی۔“ اسے ابوداؤد، نسائی (رحمہما اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور (امام) ابن سبک (رحمہ اللہ) اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۴۱۲۶، سنن النسائی: ۴۲۴۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۷۰۸۶، شرح معانی الآثار: ۲۷۰۹، صحیح ابن حبان: ۱۲۹۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۶۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۲۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے احمد بن صالح سے اس نے ابن وہب سے اس نے عمرو بن حارث سے اس نے کثیر بن فرقہ سے اس نے عبداللہ بن مالک بن حذافہ سے اس نے اپنی والدہ عالیہ بنت سمیع سے اور اس نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود: ۴۱۲۶)

یہ حدیث بلحاظ سند شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے بھی تحفۃ المحتاج (ج ۱ ص ۲۲۰ ح ۱۳۱) میں اسے حسن کہا ہے۔

(۵) وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُخَبِّبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ مِنْ قَرْبَةٍ عِنْدَ

امْرَأَةً فَقَالَتْ إِنَّهَا مَيِّتَةٌ فَقَالَ الْيُسُّ قَدْ دَبَّغَتْهَا قَالَتْ بَلَى قَالَ دَبَّغَهَا ذَكَائُهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَآخَرُونَ
وَأُسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۵)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) سلمہ بن محب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مشک سے جو کہ ایک عورت کے پاس تھی پانی منگایا، اس نے کہا، یہ مردار (کی کھال سے بنی ہوئی) ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے دباغت نہیں دی تھی؟ اس نے عرض کیا! جی ہاں (دی تھی۔) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو دباغت دینا ہی اس کی پاکی و طہارت ہے۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند احمد بن حنبل: ۲۰۰۷۱، سنن النسائی: ۴۲۴۳، شرح معانی الآثار: ۱۱۷۲، تلخیص الحمیر: ۴۴، المسند الجامع: ۶۹۳۶۔
یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

کتے کی دباغت شدہ کھال کا مسئلہ:

دور حاضر کے بعض جدید محققین نے کتے کی دباغت شدہ کھال کے مسئلے کو لے کر اہلسنت والجماعت احناف کے خلاف طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ہوا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں موضوع کی مناسبت کے پیش نظر طلباء کرام کے لیے چند معروضات حاضر خدمت ہیں۔

(۱) کسی چیز کے حلال و حرام اور پاک و ناپاک ہونے میں انسان کی اپنی مرضی اور اپنی عقل کا دخل نہیں، بلکہ حلال و حرام اور پاک و ناپاک کا مسئلہ شریعت کے حکم کے تابع ہے سو شریعت نے جس چیز کو پاک و حلال قرار دیا ہے وہ حلال و پاک ہے اور جس چیز کو حرام و ناپاک قرار دیا ہے وہ حرام و ناپاک ہے۔

(۲) غلاظت و غلاظت بھرا کپڑا دونوں ناپاک و نجس ہیں لیکن ہم واضح طور پر ان کے درمیان ایک فرق محسوس کرتے ہیں کہ غلاظت خود نجاست ہے، کپڑا خود نجاست نہیں البتہ غلاظت و نجاست لگنے کی وجہ سے نجس ہو گیا ہے، غلاظت جیسی چیز کو نجس العین اور کپڑے جیسی چیز کو نجس الغیر کہا جاتا ہے، پس نجس العین وہ نجس چیز ہے جس کی ذات ہی مجسم نجاست ہو جیسے بول و براز، شراب، دم مسفوح۔

اور نجس الغیر وہ نجس چیز ہے کہ خود اس کی ذات نجس نہیں ہوتی لیکن کسی دوسری نجاست کے لگنے کی وجہ سے اس میں نجاست آ جاتی ہے جیسے ناپاک کپڑا، ناپاک برتن وغیرہ۔ آپ کے تحت الشعور میں نجس العین چیز اور نجس الغیر کے درمیان ایک فرق اور بھی موجود ہے کہ نجس العین چیز کو پاک نہیں کیا جاسکتا۔

کیونکہ جب اس کی ذات ہی مجسم نجاست نجاست ہے تو اس سے نجاست کو دور نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ بول و براز کو پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں البتہ نجس الغیر کو پاک کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ہم نجس کپڑے اور نجس برتن کو دھو کر اس سے نجاست کو دور کر کے پاک کر سکتے ہیں۔

(۳) یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جیسے کسی چیز کے پاک و ناپاک ہونے میں عقل کا کوئی دخل نہیں ایسے ہی نجس العین اور نجس الغیر ہونے میں بھی عقل کا کوئی دخل نہیں، پس ہر وہ چیز جس کو شریعت نے نجس العین قرار دیا ہے وہ نجس العین ہے اور جس چیز کو نجس الغیر قرار دیا ہے وہ نجس الغیر ہے۔

حیوانات میں سے شریعت نے صرف خنزیر کو نجس العین قرار دیا ہے قرآن کریم میں ہے: ”فانہ رجس“ پس تحقیق خنزیر نجاست ہے، لہذا اس کا گوشت، ہڈیاں، کھال، کھر وغیرہ ایک ایک چیز نجاست غلیظہ ہے اگر زندہ خنزیر چھوئے حوض یا تالاب میں صرف پاؤں رکھ دے بلکل بالٹی میں خنزیر کے ایک دو بال بھی گر جائیں تو پانی نجس ہو جاتا ہے، جبکہ دور حاضر کے جدید محققین کے اکابرین کے نزدیک خنزیر اور اس کی ہڈیاں، پٹھے، کھر، سینگ، بلکہ خنزیر کا لعاب اور جوٹھا پاک ہے (نزل الابرار: ج ۱ ص ۳۰-۳۹، عرف الجادی: ص ۱۰، بدور الابلہ: ص ۱۶)۔

اس لئے جدید محققین کا کوئی شخص اگر بالٹی بھر کر خنزیر کے اوپر ڈال دے اور نیچے سے گلاس بھر کر پانی پی لے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ حوض میں خنزیر اور آزاد خیال شخص باری باری غوطہ لگائیں تو خنزیر بھی پاک آزاد خیال شخص بھی پاک اور پانی بھی پاک۔

اہلسنت والجماعت احناف کے نزدیک تو مردار بکری، مردار مرغی، مردار چڑیا بھی ناپاک ہے لیکن جدید محققین کے اکابرین کے نزدیک مردار خنزیر بھی پاک ہے کیونکہ ان اکابر نے بغیر کسی استثناء کے مردار کو پاک کہا ہے۔

(عرف الجادی: ص ۱۰، بدور الابلہ: ص ۱۵)

خنزیر کے علاوہ باقی جتنے بھی حرام جانور ہیں وہ نجس الغیر ہیں یعنی ان کی ذات نجس نہیں البتہ ان میں نجاست آتی ہے ایک تو موت کی وجہ سے یعنی جب جانور مرتا ہے تو موت کی وجہ سے شریعت نے اس کے جسم کو نجس قرار دیا ہے اس لئے اگر انسان یا حلال جانور بھی کنویں میں مرجائے یا مرے ہوئے کو کنویں میں ڈال دیا جائے تو کنواں نجس ہو جاتا ہے۔

دوسرے جب جسم کے اندر والی رطوبات خون، بول و براز وغیرہ جسم سے خارج ہو کر کسی چیز کو لگ جائیں، لیکن اگر ان نجس رطوبات کو زائل کر دیا جائے تو چیز پاک ہو جاتی ہے، کتے اور مردار کا چمڑا بھی نجس العین نہیں بلکہ نجس الغیر ہے کہ نجس رطوبات کی وجہ سے نجس شمار ہوتا ہے، پس جب دباغت سے ان رطوبات کو دور کر دیا جائے تو چمڑا پاک ہو جاتا ہے۔

لیکن قرآن کی صریح نص کے مطابق خنزیر نجس العین ہے اس لئے اس کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہو سکتا پس خنزیر کے چمڑے کا دباغت سے پاک نہ ہونا قرآن کی نص سے ثابت ہوا اور خنزیر کے علاوہ باقی ناپاک جانوروں کے چمڑے کا دباغت

سے پاک ہونا احادیث سے ثابت ہے۔ بعض احادیث گزر چکی ہیں چند مزید حاضر خدمت ہیں:

حدثني ابن وعله السبائي قال سألت ابن عباس قلت انا نكون بالمغرب فيأتينا المجوس بالاسقية فيها الماء والودك فقال اشرب فقلت ارأى تراه فقال ابن عباس سمعت رسول الله ﷺ يقول دباغه طهورة. (صحيح مسلم: ج ۱ ص ۱۵۹)

ابن وعلہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم مغرب میں ہوتے ہیں تو ہمارے پاس مجوسی لوگ مشکیزوں میں پانی اور چربی لاتے ہیں (جب کہ مسلمانوں کے نزدیک مجوسی کا ذبیحہ مردار ہے) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اسے پی لیا کرو، پھر میں نے پوچھا کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے؟ فرمایا (رائے نہیں بلکہ) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا! اس کو دباغت دینا ہی اس کی طہارت و پاکی ہے۔

فقال ابن عباس قد سألنا رسول الله ﷺ عن ذلك فقال دباغه طهورة.

(صحيح مسلم: ج ۱ ص ۱۵۹)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے (مردار چمڑے سے تیار شدہ مشکیزہ میں رکھی ہوئی چربی کے متعلق) پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس چمڑے کو دباغت دینا ہی اس کی پاکی و طہارت ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ایما اهاب دبغ فقد طهر۔“

جس کسی بھی کچے چمڑے کو دباغت دے دی جائے وہ چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔

(سنن الترمذی: ج ۱ ص ۳۰۳)

ان احادیث کے عموم سے ثابت ہوا کہ اگر کتے کے چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ بھی پاک ہو جاتا ہے الا یہ کہ کوئی جدید متحقق قرآن و سنت کی کوئی صریح نص پیش کر دے جس میں خنزیر کی طرح کتے کو نجس العین قرار دیا گیا ہو یا دباغت سے کتے کے چمڑے کے پاک ہونے کی نفی کی گئی ہو یا کتے کے چمڑے کو دباغت دینے اور دباغت دے کر اس کے استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہو۔

اور اگر یہ ثابت نہیں اور ہرگز ثابت نہیں اور نہ ہی ثابت کر سکتے ہیں بلکہ کتے کے نجس العین ہونے کی نفی پر مضبوط دلائل موجود ہیں سورۃ الانعام میں کتے کے ساتھ شکار کی اجازت اور کتب احادیث کے اندر کتاب الصيد کی بیسیوں احادیث سے کتے کے شکار کا جواز اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے تو مردار کی طرح از روئے حدیث اس کا چمڑا بھی دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اور پاک چمڑے کا مصلی، ڈول، مشکیزہ بنانے پر جدید متحققین کو آخر کیا اعتراض ہے؟ اور کیوں ہے؟ آخر

میں اس جدید محققین کے ایک مایہ ناز محدث کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
لکھتا ہے کہ:

”حدیث ”طہور کل ادیم دباغہ“ (ہر چڑے کی طہارت اس کو دباغت دینا ہے) اور ”ایما اہاب دبع فقد طهر“ (جس کسی چڑے کو بھی دباغت دے دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے) یہ دونوں حدیثیں ان جانوروں کو بھی شامل ہیں جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے کتا اور خنزیر اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔“ (نیل الاوطار: ج ۱ ص ۷۵)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ جدید محققین کے نزدیک تو خنزیر کا چڑا بھی دباغت سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو خنزیر کا چڑا کسی صورت میں بھی پاک نہیں ہو سکتا۔



۱۔ باب الوضوء

وضو کے احکام و مسائل

{وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے}

۲۹۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: الْوُضُوءُ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ، وَالتَّكْبِيرُ تَحْرِيمُهَا، وَالتَّسْلِيمُ تَحْلِيلُهَا، وَفِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ فَسَلِّمْ (يَعْنِي التَّشَهُّدَ) وَلَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَيْءٌ. قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي سَفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَرْفَعَهُ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام اسے حلال کرنے والا ہے۔ اور ہر دو رکعتوں میں سلام یعنی التحیات پڑھو اور نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔“

ہم سے ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مذکور سند کے ساتھ پہلی حدیث جیسا بیان کیا ہے، البتہ اسے مرفوع نہیں کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۶، سنن الترمذی: ۲۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۰۷۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۳۲، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۳۶۰، سنن الدارقطنی: ۱۳۵۶، المستدرک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۹۷۱، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۲۷۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

ابوسفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی سعید بن مسروق ثوری رحمہ اللہ اور دیگر روایات نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: المسند رک علی الصحیحین: ۴۵۷، مسند الشامیین: ۱۳۶۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۹۰ وغیرہ)

اور ابونضرہ سے مراد امام منذر بن مالک عبدی بصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۳۳) نیز اس حدیث کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد و مسائل:

- (۱) وضو نماز کیلئے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
- (۲) تکبیر تحریرہ کہنے کے بعد وہ تمام افعال ممنوع ہو جاتے ہیں جو نماز کے منافی ہیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔
- (۳) سلام پھیرنے کے بعد وہ تمام افعال جائز ہو جاتے ہیں جو نماز میں ممنوع تھے۔
- (۴) ہر نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات پڑھا جائے۔
- (۵) انفرادی نماز میں قراءت قرآن ضروری ہے۔

{سیدنا علیؑ نے اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھویا}

۳۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا وَتَمَضَّضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وَضْوءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَامِلًا فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

عبد خیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس طرح وضو کیا کہ (پہلے) اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین ہی مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے چہرے اور بازوؤں کو تین تین مرتبہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا، اور تین مرتبہ اپنے پاؤں کو دھویا اور پھر فرمایا کہ: ”جو شخص رسول اللہ ﷺ کے وضو کا کامل طریقہ دیکھنا پسند کرتا ہے، وہ جان لے کہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا یہی طریقہ کار تھا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۲، ۱۱۷، ۱۳۵، سنن ابی داود: ۱۱۱، مسند البزار: ۵۶۱، ۷۹۳، سنن النسائی: ۱، ۹۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۷۳، سنن الدارقطنی: ۲۹۸، مسند ابی روایہ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۳، ۹۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۴۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی ابو حنیفہ خالد بن علقمہ ہمدانی وادعی کوئی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۶۳)

اور امام ابو عمارہ عبد خیر بن یزید کوئی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۷۳، تاریخ الثقات للعلی: ۹۲۴) لہذا اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے وضو کا جو طریقہ بتلایا ہے بلکہ عملاً کر کے دکھایا ہے، یہی وضو کا افضل اور مسنون طریقہ ہے۔

(۲) اس حدیث میں اعضائے وضو میں سے ہاتھ، منہ اور پاؤں کا تین تین مرتبہ دھونا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایت میں دو مرتبہ اور بعض روایات میں ایک ایک مرتبہ دھونے کا ذکر بھی آیا ہے۔

ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ہر عضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا واجب اور تین تین مرتبہ دھونا مسنون ہے، دو دو مرتبہ دھولیا جائے تو بھی کافی ہے۔ امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ ص ۶۷ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ واجب صرف ایک مرتبہ دھونا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم: ج ۱ ص ۱۱۴)

(۳) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو کرتے ہوئے ترتیب کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

۴۱. وَعَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هِنْدٍ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الضَّحَّاكِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: وَأَخَذَ كَفَّائِمِنْ مَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَى صَلَاتِهِ فَتَحَدَّرَ عَنْهَا.

ضحاک رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلی حدیث جیسا روایت کیا ہے، البتہ انہوں نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی میں پانی لیا اور اسے اپنے سر کے اگلے حصے پر بہا لیا۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{ ایک دفعہ سیدنا عمرؓ نے اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھویا }

۳۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَبْصَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: تَوَضَّأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مِثْنِي مِثْنِي، وَتَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ مِثْنِي مِثْنِي، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ مِثْنِي مِثْنِي، وَمَسَحَ رَأْسَهُ مِثْنِي مِثْنِي، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ مِثْنِي مِثْنِي.

اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (ایک مرتبہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ: ”آپ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنے ہاتھ دھوئے، دو مرتبہ کلی کی اور دو ہی مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، (دو مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا) دو مرتبہ اپنے بازو دھوئے، دو مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا اور دو مرتبہ اپنے پاؤں دھوئے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

اس کے راوی امام اسود بن یزید بن قیس نخعی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ (جلیل القدر) ثقہ تابعی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۰)

فائدہ:

ثابت ہوا کہ اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھولینا بھی کافی ہے۔

{ اعضاء وضو کو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا }

۳۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْغُسْلَةُ الْوَاحِدَةُ مُجْزِئٌ إِذَا كَانَتْ سَابِغَةً.

”ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”اعضائے وضو کو ایک مرتبہ دھونا بھی کافی ہو جائے گا جبکہ انہیں اچھی طرح دھویا ہو۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ مشقت کا خدشہ نہ ہوتا تو ہر نماز کے وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیا جاتا }

۳۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ الزَّرَادِيِّ عَنْ تَمَّامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ أَنْ نَأْسَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ دَخَلُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ قُلْحًا، اسْتَاكُوا، فَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرِهِمْ بِالسَّوَالِثِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ.

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں چند لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”کیا بات ہے تمہارے دانت زرد پیلے دیکھ رہا ہوں؟ مسواک کیا کرو، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت (وضو کے ساتھ) مسواک کرنے کا حکم دیتا۔“

تحقیق:

شواہدات و روایات کی بناء پر حسن ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اور اس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کیلئے حکم جاری کر دوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے۔ لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کیلئے اس کی پابندی مشکل ہوگی، غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی ترغیب و تاکید کا ایک عنوان ہے اور بلاشبہ بڑا مؤثر عنوان ہے۔

(۲) اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مسواک کرنا مسنون ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسواک سنن وضو میں سے ہے یا سنن صلوٰۃ میں سے ہے؟ اہلسنت والجماعت احناف کے نزدیک سنن وضو میں سے ہے اور شوافع کے نزدیک سنن صلوٰۃ میں سے ہے۔ احناف کے مسلک پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ”مع کل وضوء“ ”مع الوضوء عند کل صلوٰۃ“ ”مع کل وضوء“ اور ان کے روایت بالمعنی الفاظ آئے ہیں۔

اور شوافع کے مسلک پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ”عند کل صلوٰۃ“ اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ آئے ہیں۔ مگر شوافع کی مستدل احادیث محتمل ہیں اور احناف کی مستدل احادیث صریح ہیں اور ان میں وضو کی قید موجود ہے جو کہ زیادہ ثقہ ہے اور اصول حدیث میں زیادہ ثقہ مقبول ہے۔ اور حدیث کا معنی زیادہ ثقہ کو ملحوظ رکھ کر کیا جائے گا۔ یعنی ”عند کل صلوٰۃ“ کا معنی ”مع الوضوء عند کل صلوٰۃ“ لیا جائے گا۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان (۱۰۶۹) کی ایک حدیث میں

”لَا مَرَّئُهُمْ مَعَ الْوُضُوءِ بِالتَّيَوَّاتِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ“ کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

مزید برآں سنن نسائی (۵) کی حدیث میں ہے کہ: ”مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔“ اس حدیث میں مسواک کو منہ پاک کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے اور یہ طہارت کے ساتھ ہی مناسب ہے جو وضو ہے۔ علاوہ ازیں اگر نماز کے وقت مسواک کی جائے تو بسا اوقات خون نکلے گا اور تھوکنے کیلئے صفوں کو چیرتا کہاں جائے گا؟

{ وضو کرتے ہوئے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا چھوٹ جائے تو افضل یہی ہے کہ وضو دوبارہ کر لیا جائے }

۳۵. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْمَضْمَضَةَ وَالْإِسْتِنْشَاقَ فِي الْوُضُوءِ أَوْ غَيْرَهُ أَغَادَ الْوُضُوءَ.

جماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جس شخص نے وضو کرتے ہوئے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا کسی اور اعضاء وضو کو چھوڑ دیا ہو وہ شخص وضو دوبارہ کرے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وضو کے چار فرض ہیں (۱) منہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔ (۴) سر کا مسح کرنا۔ ان کے بغیر وضو نہیں ہوتا، ان میں سے اگر کوئی چھوٹ جائے تو وضو دوبارہ کرنا ضروری ہے، البتہ کلی کرنا اور ناک میں پانی وغیرہ ڈالنا مسنون ہیں ان میں سے کوئی اگر چھوٹ جائے اور پانی بھی موجود ہو تو افضل و مستحب یہی ہے کہ وضو دوبارہ کر لیا جائے تاکہ مکمل ثواب حاصل ہو۔

۳۶. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ عَائِشَةَ ابْنَةِ عَجْرَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: إِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَتَمَضَّضْ وَلَمْ يَسْتَنْشِقْ، فَلْيُعِدِ الْوُضُوءَ وَإِنْ تَرَكَ ذَلِكَ فِي الْوُضُوءِ لَمْ يُعِدْ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جب آدمی نے غسل جنابت کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو یا ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو غسل دوبارہ کرے۔ اور اگر وضو کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو یا ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو وضو دوبارہ نہ کرے (یعنی دوبارہ کرنا ضروری نہیں ہے)۔“

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ : ۲۰۷۱)

۲۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَرَكَ الْبَضْبَةَ وَالْإِسْتِنْشَاقَ فِي الْوُضُوءِ وَالْإِغْتِسَالِ فَهُوَ سَوَاءٌ، فَعَلَيْهِ أَنْ يُعِيدَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب آدمی نے وضو کرتے ہوئے یا غسل کرتے ہوئے کلی نہ کی ہو اور ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو دونوں صورتوں میں اس پر لازم ہے کہ اسے لوٹائے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ : ۲۰۷۲)

{وضو کرتے ہوئے داڑھی کے ظاہری حصوں پر بھی ہاتھ پھیرا جائے اور تمام سر کا مسح کیا جائے}

۲۸. حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الْوُضُوءِ: يَمْسَحُ ظَاهِرَ لِحْيَتِهِ مَعَ وَجْهِهِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وضو کرتے ہوئے چہرے کے ساتھ داڑھی کے ظاہری حصوں پر بھی ہاتھ پھیرا جائے گا۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ تَمْسَحُ الرَّأْسَ كَامِلًا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”(وضو کرتے ہوئے) تمام سر کا مسح کیا جائے گا۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا بھی کافی ہے۔

{سرکامسح دومرتبہ بھی کیا جاسکتا ہے}

۴۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَسَحَ رَأْسَهُ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ ابو یوسف رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ حضرت ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: (ایک مرتبہ) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے سر کا دو مرتبہ مسح کیا۔

تحقیق:

مرسل صحیح ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح دو مرتبہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض روایات میں تین مرتبہ کرنے کا ثبوت بھی موجود ہے ملاحظہ ہو مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۵۰

{عورت اپنے سر کا مسح اسی طرح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے}

۴۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْمَرْأَةُ تَمْسَحُ رَأْسَهَا فِي الْوُضُوءِ كَمَا يَمْسَحُ الرَّجُلُ۔

حماد سے رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وضو کرتے ہوئے عورت اپنے سر (کے بالوں) کا مسح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ص ۵۷، رقم الحدیث: ۴۴، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۱، رقم الحدیث: ۲۵۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کان سر میں شامل ہیں}

۴۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ أَبِي الْمُغَارِقِ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”کان سر میں شامل ہیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۴، سنن الدارقطنی: ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۱۱، الثالث من فوائد ابی عثمان الجبیری: ۱۰

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے اور اسے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع رحمہ اللہ، غیلان بن عبداللہ رحمہ اللہ، ہلال بن ابی اسامہ رحمہ اللہ، سعید بن مرجانہ رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی وغیرہ) نیز یہ مرفوعاً بھی ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) کانوں کا مسح بھی سر کے مسح کے ساتھ کرنا چاہیے۔

(۲) سر کے مسح کیلئے جو پانی لیا ہے اسی پانی سے کانوں کا مسح بھی کر لیا جائے کانوں کے مسح کے لئے الگ پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

{کانوں کے اگلے حصے کو اپنے چہرے کے ساتھ دھویا جائے اور پچھلے حصے کا اپنے سر کے ساتھ مسح کیا جائے}

۴۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُمَا قَالَا فِي الْأُذُنَيْنِ اغْسِلْ مُقَدِّمَهُمَا مَعَ وَجْهِكَ، وَامْسَحْ مُؤَخَّرَهُمَا مَعَ رَأْسِكَ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر (تابعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کانوں کے اگلے حصے کو اپنے چہرے کے

ساتھ دھوؤ اور پچھلے حصے کا اپنے سر کے ساتھ مسح کرو۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

سیدنا سعید بن جبیر بن ہشام اسدی والبی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۱۱، ابن خلکان ج ۱، ص ۲۰۴)

{بوسہ لینے اور چھونے پر وضو پر ہے}

۴۴. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: فِي الْقُبْلَةِ وَاللَّيْسِ الْوُضُوءُ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”بوسہ لینے اور چھونے پر وضو ہے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

عورت کو چھونے سے وضو کا بیان:

بعض حضرات نے اس طرح کی روایات کے پیش نظر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ عورت کو چھونے اور چھیڑ چھاڑ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مگر جمہور اہل اسلام کے نزدیک نہیں ٹوٹتا اور مذکورہ بالا حدیث اور اس جیسی دوسری احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی ان روایات میں وضو کا حکم استحباب کے طور پر ہے نہ کہ وجوب کے طور پر۔ محقق نبوی رحمہ اللہ نے آثار السنن (باب الْوُضُوءُ مِنْ مَّيِّسِ الْمَرْأَةِ) میں فریقین کی متدل احادیث کو جمع فرما دیا ہے۔ قارئین کے استفادے کے لیے اس باب کی احادیث کو تحقیق تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

۰۰. عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ وَطَارِقِ بْنِ شَهَابٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (أُولَا مَسْتَمُ

النِّسَاءِ) قَوْلًا مَعْنَاهُ مَا دُونَ الْجَمَاعِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ. (آثار السنن: ۱۶۶)

☆ ☆ ابو عبیدہ اور طارق بن شہاب (رحمہما اللہ) سے روایت ہے کہ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن (مسعود) رضی اللہ

عنہ نے کہا، اللہ رب العزت کے ارشاد ”اولا مستم النساء“ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) کا معنی، جماع سے

علاوہ چھونا ہے۔ اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے معرفۃ (السنن) میں نقل کیا ہے۔

تحقیق:

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو درج ذیل طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ قال اخبرنا ابو الوليد الفقيه قال حدثنا الحسن بن سفيان قال حدثنا ابو بكر هو ابن ابي شيبة قال حدثنا هشيم وحفص عن الاعمش عن ابراهيم عن ابي عبيدة قال قال عبد الله... الخ" (معرفة السنن والآثار: ۹۵۴)

"واخبرنا ابو عبد الله قال حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب قال حدثنا عثمان بن عمر عن شعبة عن معمار عن طارق بن شهاب ان عبد الله... الخ" (ایضاً: ۹۵۵)

یہ روایت معنوی لحاظ سے بہت ساری احادیث صحیحہ مرفوعہ و موقوفہ کے خلاف ہے اس کے متن کو صحیح قرار دینا کل نظر ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قُبْلَةَ الرَّجُلِ أَمْرَاتُهُ وَجَسَّهَا بِيَدِهِ مِنَ الْمَلَامَةِ فَمَنْ قَبَّلَ أَمْرَاتَهُ أَوْ جَسَّهَا بِيَدِهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْظَا.

(آثار السنن: ۱۷۷)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ: آدمی کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اس کو ہاتھ لگانا یہ "لامست" سے ہے لہذا جس شخص نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا اس کو ہاتھ لگایا تو اس پر وضو ہے۔ اسے (امام) مالک (رحمہ اللہ) نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۳۴، مسند الشافعی ۶۱، سنن الدارقطنی: ۵۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۱، معرۃ

السنن والآثار: ۹۴۸، شرح السنۃ للبغوی: ۱۷۷۔

سند کی تحقیق:

یہ اثر امام مالک رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه عبد الله بن عمر انه كان يقول... الخ"

(مؤطا مالک: ۱۳۴)

راقم الحروف کے نزدیک یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے، کیونکہ ابن شہاب زہری رحمہ اللہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں اور انہوں نے اسے "عن" کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور ابن شہاب زہری کی معتبر روایات ضعیف شمار ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام

ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”وهذا الحديث ايضاً لم يسمعه الزهري من عروة انما دلس به“

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۲۹: باب مس الفرج هل يجب فيه الوضوء ام لا؟)

اسی طرح یہ حدیث زہری نے عروہ سے براہ راست نہیں سنی بلکہ انہوں نے تدلیس سے کام لیا ہے (لہذا غیر مقبول ہے)۔ نیز اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی ابن شہاب زہری کی عن والی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ زبیر صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”میری تحقیق میں رائج یہی ہے کہ امام زہری دلس ہیں، لہذا یہ سند ضعیف ہے۔“ (القول المتین: ص ۲۰)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔“ (نور العینین: ۱۱۸)

فائدہ:

بعض حضرات کے نزدیک عورت کو چھونے اور چھیڑ چھاڑ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے ان حضرات کا استدلال اللہ رب العزت کے فرمان ”وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لامستم النساء فلو تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيباً۔ (المائدة: ۶)“ (اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضاے حاجت کر کے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔) سے ہے ان حضرات نے مذکورہ بالا دونوں روایات کے پیش نظر ملاست سے جماع سے علاوہ چھونا مراد لیا ہے۔ مگر صحیح و رائج یہی ہے کہ آیت میں مذکور ملاست سے مراد جماع ہے۔ اور یہ تفسیر کئی وجوہات کی بناء پر صحیح و رائج ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ ”لامستم“ باب مفاعله سے ہے جو جانبین سے فعل کا تقاضا کرتا ہے اور یہ مشارکت جماع یا مباشرت فاحشہ میں ہو سکتی ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔ ننانوے فیصد ائمہ مفسرین نے جماع ہی مراد لیا ہے۔ حتیٰ کہ خبر الامۃ، ترجمان القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی جماع مراد لیا ہے۔ خلیفہ راشد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حسن رحمہ اللہ، قتادہ رحمہ اللہ وغیرہم سے بھی یہی مروی ہے۔ ان حضرات کے اقوال مصنف ابن ابی شیبہ (۱۷۵۶، قولہ اولامستم النساء)، تفسیر ابن جریر طبری (ج ۸ ص ۳۸۹)، اور تفسیر ابن ابی حاتم رازی (ج ۳ ص ۹۶۱) وغیرہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

(۳)۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ لس یا مس عورتوں کی طرف، منسوب ہو کر آیا ہے اس سے جماع ہی مراد ہے، مثلاً۔۔۔۔۔

”لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن“ ”وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن“ وغیرہ۔
(۴)۔۔۔ اس تفسیر کی مؤید بہت ساری احادیث صحیحہ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جن میں سے بعض آگے آرہی ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ذخیرہ احادیث میں کوئی ایک بھی ایسی صحیح حدیث نہیں پائی جاتی جس میں عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کا صراحتاً یا اشارتاً ذکر ہو۔

(۵)۔۔۔ اگر ملاست سے چھونا مراد لیا جائے تو بعد از جنابت تیمم کا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لمس بالید بھی حدیث اصغر ہی ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر ملاست سے مراد جماع ہو تو حدیث اکبر میں بھی تیمم کا مسئلہ قرآن کریم سے ثابت ہو جاتا ہے۔

(۶)۔۔۔ چھونا مراد لینے کی صورت میں بہت ساری احادیث کی دوران کار تاویل میں کرنی پڑیں گی یا انہیں چھوڑنا پڑے گا۔ اور یہ دونوں صورتیں بلا ضرورت اختیار کرنا مناسب نہیں۔

.. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَا مَبْنِيَّ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلًا فِي قَبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ عَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَهُ فَإِذَا قَامَ بَسَطَتْهُمَا وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۱۶۸)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلے میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ فرماتے تو میرے پاؤں دبا دیتے۔ میں انہیں سکیڑ لیتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو پھر بچھا لیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۲، صحیح مسلم: ۵۱۲، سنن ابی داود: ۷۱۴، مؤطا مالک: ۱۱۴، مؤطا محمد: ۲۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۳۸، سنن النسائی: ۱۶۸، مسند ابی یعلیٰ الوصلی: ۳۸۸۸، حدیث السراج: ۹۱۲، مسند السراج: ۴۲۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۴۲۸، شرح معانی الآثار: ۲۶۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۳۴۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۱۱۳۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اسماعیل رحمہ اللہ سے اس نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس نے ابو نضر رحمہ اللہ سے اس

نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۸۲)
یہ حدیث صحیحین کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) حدیث کے آخری جملہ میں حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا عذر بیان کرنا چاہتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے سجدہ کرنے کی جگہ پاؤں اس لئے پھیلائے رکھتی تھی کہ چراغ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔
- (۲) آنحضرت ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے چھو دیے اور نماز پڑھتے رہتے، گویا وضو اور نماز دونوں نہ ٹوٹتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ احناف سمیت اکثر اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔
- (۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔
- (۴) بوقت ضرورت نمازی کے آگے لیٹا ہوا ہونا، خواہ اس کی بیوی ہی ہو کوئی حرج والی بات نہیں، البتہ نمازی کے آگے سے گزرنا ایک علیحدہ چیز ہے، اس سے نماز کے خشوع میں فرق پڑے گا اور گزرنے والا گناہ گار ہوگا۔

وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَدْتُ النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْفَرَاشِ
فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعْتُ يَدَيَّ عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ
كَمَا اَتْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۱۷۹)

☆ ☆ (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر پر نہ پایا، چنانچہ میں نے (اندھیرے میں ٹٹول کر) تلاش کیا تو میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے تلووں پر پڑا جو کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جگہ میں (سر بسجود) تھے اور فرما رہے تھے: (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَتْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ) ”اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں۔ تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری پوری طرح تعریف نہیں کر سکتا۔ تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی تعریف خود فرمائی۔“ اے مسلم نے روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۸۶، سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۱، سنن ابی داود: ۸۷۹، سنن النسائی: ۱۶۹، مؤطا مالک: ۷۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۱۴۰، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۴۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۱۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۶۵، صحیح ابن خزیمہ: ۶۵۴، حدیث السراج: ۱۹۰۲، مسند السراج: ۳۱۵۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

”حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا ابو اسامة حدثني عبید اللہ بن عمر عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن عائشة قالت..... الخ“ (صحیح مسلم: ۴۸۶)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو چھوا اور آپ نماز پڑھتے رہے۔ معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
- (۲) نماز تہجد بڑا افضل عمل ہے کیونکہ اس میں اللہ رب العزت کے سامنے عجز و انکسار کا زیادہ اظہار ہو سکتا ہے۔
- (۳) سجدے میں پاؤں گاڑنے (سیدھے رکھنے) چاہیے۔
- (۴) سجدہ نماز کا اہم ترین رکن ہے، لہذا نفلی نماز میں سجدے کی حالت میں خوب دعا مانگنی چاہیے۔
- (۵) سجدے میں دعائیں جیسے ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخِطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِکَ“ وغیرہ پڑھنا مستحب ہے۔
- (۶) اس طرح کی دعاؤں سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو عالم الغیب ہیں اور نہ ہی مختار کل، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عبد کامل اور عبد مامور (حکم الہی کے پابند) ہیں۔

...وَعَنِ الْقَاسِمِ (رَحِمَهُ اللّٰهُ) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّيْ وَيَاْتِيْ لِمُعْتَرِضَةٍ بَيْنَ يَدَيْهِ اَعْتَرَا ضَ الْجَنَازَةَ حَتّٰی اِذَا ارَادَ اَنْ يُؤْتِيَ مَسْنِيًّا يَرْجُلُوْهُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السلف: ۱۸۰)

☆☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی جیسے جنازہ ہوتا ہے حتیٰ کہ جب آپ ﷺ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے پاؤں لگا کر جگا دیتے۔ اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۶۶، صحیح مسلم: ۷۴۴، سنن ابی داود: ۷۱۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۷۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۸۲۰، حدیث السراج: ۹۰۵، مسند السراج: ۴۲۳، شرح معانی الآثار: ۲۶۶۱، صحیح ابن حبان: ۲۳۴۳، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۱۶۸۶۔

تحقیق:

یہ حدیث امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

”اخبرنا محمد بن عبد الله بن عبد الحکم عن شعيب عن الليث قال اخبرنا ابن الهاد عن

عبد الرحمن بن القاسم عن القاسم عن عائشة... الخ“ (سنن النسائی: ۱۶۶)

یہ حدیث قاسم کے طریق سے صحیح مسلم میں موجود ہے اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُقْبِلُ بَعْضَ نِسَائِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا

يَتَوَضَّأُ. رَوَاهُ الْبُزَّارُ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۸۱)

☆☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی ﷺ اپنی بعض بیویوں کا بوسا لیتے، پھر نماز پڑھتے

اور (نیا) وضو نہ فرماتے تھے۔ اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند البزار: سنن النسائی: ۱۷۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۲۹، سنن ابن ماجہ: ۵۰۳، سنن الدارقطنی: ۴۸۴۔

۴۹۳۔ ۴۹۵۔ ۵۱۰ معرۃ السنن والآثار: ۹۸۴، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۱۶۹، جامع الاصول: ۵۲۲۷۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام بزار رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا اسماعيل بن يعقوب بن صبيح ثنا محمد بن موسى بن اعين ثنا ابی عن عبد الكريم

الجزري عن عطاء عن عائشة... الخ“ (مسند البزار بحوالہ التعليق الحسن: ص ۵۰)

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے طریق کے ساتھ روایت کی ہے، چنانچہ سنن النسائی میں ہے:

”اخبرنا محمد بن المثنی عن یحیی بن سعید عن سفیان قال اخبرنی ابو روق عن ابراهیم التیمی عن عائشة: ان النبی ﷺ کان یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتوضأ“ (سنن النسائی: ۱۶۰۰)
 ابراہیم تیمی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع نہیں مگر سنن الدارقطنی (۵۰۰) کی روایت میں ان دونوں کے درمیان تیمی رحمہ اللہ کے والد کا واسطہ مذکور ہے، چنانچہ سنن الدارقطنی میں ہے:

”عن ابی روق عن ابراهیم التیمی عن ابیہ عن عائشة.... الخ“ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۵۰۰)
 لہذا یہ طریق بھی متصل ہے۔

اس کے علاوہ بھی اس کے متعدد طرق کتب میں موجود ہیں، اور یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ اہل سنت والجماعت کے مخالفین نے بھی اس حدیث کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے۔
 چنانچہ زیر علی زلی لکھتا ہے:

”واسنادہ حسن“ اور اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۷۰)
 محمد امین لکھتا ہے کہ:

”امام نسائی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے، مگر دارقطنی وغیرہ میں یہ روایت متصل سند سے بھی مروی ہے، لہذا حجت ہے۔“ (سنن النسائی: ۷۰ ابفوائد الامین)
 البانی کہتا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق البانی: ۱۷۰)
 شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

”حدیث صحیح“ یہ حدیث صحیح ہے۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۲۹: بتحقیق الشعیب)

فائدہ:

یہ حدیث بھی اس مسئلہ کی زبردست دلیل ہے کہ عورت کو چھونے اور بوسہ وغیرہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

{سیدنا ابن عباسؓ و سیدنا ابن عمرؓ نے فرمایا بوسہ لینے پر وضو کرنا ضروری نہیں ہے}

۴۵. یُوسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ:
 لَيْسَ فِي الْقُبْلَةِ وَضُوءٌ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”بوسہ لینے پر وضو (ضروری) نہیں ہے۔“

تحقیق:

اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۴۶. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِثْلَهُ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے یہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تحقیق:

اس کے راوی ثقہ ہیں۔

{بیوی کا بوسہ لینے سے امام ابراہیمؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے}

۴۷. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَقْدُمُ مِنَ السَّفَرِ فَتُقْبِلُهُ عَمَّتُهُ أَوْ خَالَتُهُ أَوْ امْرَأَتُهُ يَمْنَنُ يَحْرُمُ نِكَاحُهَا، فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَلَكِنْ إِذَا قَبَّلَ مَنْ يَجِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا وَجَبَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْحَدَثِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی سفر سے واپس آئے اور اس کی خالہ، پھوپھی یا کوئی ایسی عورت اس کا بوسہ لے لے جس سے نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہو تو اس سے وضو واجب نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی عورت اس کا بوسہ لے لے جس سے نکاح کرنا اس کیلئے جائز ہو تو ایسی صورت میں وضو کرنا واجب ہوگا اور یہ ایسا ہوگا جیسے وضو ٹوٹ جائے حدیث پیش آجائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا موقف ہے، ہمارا اس پر عمل نہیں ہے ہم بوسہ سے وضو کو اس وقت واجب قرار دیتے ہیں جب اس کی وجہ سے مذی نکل آئے تو وضو مذی کے نکلنے کی بناء پر واجب ہوگا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۲۱)

{حسن بصریؒ کے نزدیک بوسہ لینے پر وضو ضروری نہیں ہے}

۴۸. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَا وَضُوءَ فِي الْقُبْلَةِ.

حسن بھری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”بوسہ لینے پر وضو (ضروری) نہیں ہے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

حضرت امام حسن بھری رحمہ اللہ سے یہ روایت (ثقة وصدق راوی) یونس رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۹۰)

{ابن مسعودؓ نے فرمایا اگر عضو تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا}

۴۹. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سُئِلَ عَنْ مَسِّ الذَّكَرِ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ نَجَسًا فَاقْطَعُهُ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عضو تناسل کے چھونے سے وضو کے ضروری ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”اگر وہ ناپاک (عضو) ہے تو اسے کاٹ ڈالو (یعنی اس کے چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۱۹، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۳، جامع المسانید للنخوازی: ج ۱ ص ۲۴۹، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۶۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ عضو تناسل کو چھونے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور اس کی تائید حدیث مرفوعہ سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ثقہ وصدق محقق علامہ نیوی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِي أَوْ قَالَ رَجُلٌ يَمَسُّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلَاةِ أَعْلَيْهِ وَضُو؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا إِثْمًا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ. أَخْرَجَهُ الْخُمَسَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جَبَّانٍ وَالْطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ حَزِيمٍ وَقَالَ ابْنُ الْمَدِينَةِ هُوَ أَحْسَنُ مِنْ حَدِيثِ بُسْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. (آثار السنن: ۱۶۰)

☆☆ (حضرت سیدنا) طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم ﷺ) کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اپنے عضو تناسل کو چھو لیا ہے، یا (یہ کہا کہ) ایک شخص اپنے عضو تناسل کو نماز میں چھو لے تو کیا اس پر وضو کرنا لازم ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ بھی تیرا ایک حصہ ہے۔ اسے اصحابِ خمسہ نے روایت کیا ہے اور (حافظ) ابن حبان (رحمہ اللہ)، (امام) طبرانی (رحمہ اللہ)، اور ابن حزم (رحمہ اللہ) نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور (امام) ابن مدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے احسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۸۲، سنن الترمذی: ۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۲۹۵، سنن النسائی: ۱۶۵، مسند ابن الجعد: ۳۲۹۹، المستفی لابن الجارود: ۲۱، شرح معانی الآثار: ۴۶۱، صحیح ابن حبان: ۱۱۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۲۳۴، سنن ۵۴۴، حلیۃ الاولیاء: ج ۷ ص ۱۰۳، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۱۸۵۔ سنن ابی داود: ۱۸۲، سنن الترمذی: ۸۵، سنن ابن ماجہ: ۴۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۲۹۵

یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”اخبرنا هناد عن ملازم قال: حدثنا عبدالله بن بدر عن قيس بن طلق بن علي عن ابيه (رضی اللہ عنہ) قال... الخ“ (سنن النسائی: ۱۶۵)

اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے سماع کی تصریحات کے ساتھ نقل کیا ہے، چنانچہ صحیح ابن حبان میں ہے:

”اخبرنا بن قتيبة بعسقلان حدثنا ابن ابی السري اخبرنا ملازم بن عمرو قال حدثني عبدالله بن بدر قال حدثني قيس بن طلق قال حدثني ابي قال... الخ“ (صحیح ابن حبان: ۱۱۲۰)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابوالسری ہناد بن صعب بن ابی بکر تمیمی داری کو فی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۶۰۴)

(۲) امام ابو عمرو ملازم بن عمرو بن عبد اللہ بن بدر خفی تمیمی یامی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۶۳۰، تہذیب الکمال: ۶۳۲۵)

(۳) امام عبد اللہ بن بدر بن عمیرہ بن حارث خفی تمیمی یامی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقة“

راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۳۱۷۵، تہذیب الکمال: ۳۱۷۰۵)

(۴) امام قیس بن طلق بن علی بن منذر خفی یامی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۳۹۶، تہذیب الکمال: ۴۹۱۰)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ فرماتے ہیں کہ:

ملازم کے طریق سے یہ حدیث صحیح، مستقیم الاسناد ہے اور سند اور متن دونوں کے لحاظ سے غیر مضطرب ہے۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۱)

نیز اہلسنت والجماعت کے مخالفین جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی، عطاء اللہ ساجد اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۱۶۵

☆ سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر و بفوائد الساجد: ۴۸۳

☆ مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب وغیرہ: ۱۶۲۹۵

اس مرفوع حدیث سے ثابت ہوا کہ عضو تناسل کو چھونے سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے لہذا جن احادیث میں اس سے وضو کا حکم یاد کر آیا ہے وہ احادیث استجاب پر محمول ہیں۔ احناف سمیت جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔

{ سیدنا علیؑ کے نزدیک بھی عضو تناسل کو چھونے سے وضو لازم نہیں ہوتا }

۵۰. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مِيسِ الذَّكَرِ أَنَّهُ قَالَ فِيهِ: مَا أَبَالِي أَيْتَاهُ مَسَسَتْ أَوْ أُنْفِي.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنے عضو تناسل کو چھوؤں یا اپنے ناک کو۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{ جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے }

۵۱. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الدَّمِ: إِذَا سَالَ مِنْ رَأْسِ الْجُرْحِ أَغَادَ الْوُضُوءَ، وَإِذَا لَهَ يَسِيلُ مِنْ رَأْسِ الْجُرْحِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے خون کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ (کسی شخص کے) زخم کی جگہ سے بہہ پڑے تو وہ وضو دوبارہ کرے اور نہ بہے تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر جسم کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اور یہ مسئلہ متعدد احادیث صحیحہ سے ماخوذ سے ہے، چند احادیث تحقیق و تخریج کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أُسْتَعَاظُ فَلَا أَظْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاعْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِي. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدَرِ الْإِيَّامِ الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ فِيهَا ثُمَّ اغْتَسَلِي وَصَلِي. (آثار السنن)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں مستحاضہ عورت ہوں۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! وہ ایک رگ کا خون ہے جو کہ حیض کا خون نہیں۔ پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے آپ سے خون دھو لے یعنی غسل کر لے اور نماز پڑھ۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: ”اور لیکن تو نماز کو چھوڑ دو ان ایام کی مقدار میں جن میں تمہیں حیض آتا تھا پھر غسل کرو اور نماز پڑھ لو۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داؤد: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴۔

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے اس نے وکیع سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۳۳)

یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

(۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آ رہا ہو تو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت

ہے۔ حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔

(۲) استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے، چونکہ وہ بیماری ہے، لہذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔

(۳) ”عرق“ کے معنی رگ کے ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ خون آتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دینے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلوٰۃ تو نہیں البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑے گا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض خون ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہے پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا، کیونکہ بہنے والا خون بھی رگ ہی کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں تو بطور قاعدہ و کلیہ آیا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ الکامل لابن عدی میں ہے:

حدثنا عبد الله بن ابی سفیان الموصلی حدثنا احمد بن الفرّج حدثنا بقية حدثنا شعبه عن محمد (والصواب: عمر بن) بن سليمان بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن عبد الرحمن بن ابان بن عثمان عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ الوضوء من كل دم سائل. (الكامل لابن عدی: ۲۹)

(حضرت سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔“

یہ حدیث تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اس کے راویوں کا مختصر سماع تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام عبد اللہ بن ابی سفیان موصلی رحمہ اللہ کا ثقہ راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے: الثقات ممن لم يقع فی الکتب الستہ: ۸۷۹)

(۲) امام ابو عتبہ احمد بن فرج بن سلیمان کندزی رحمہ اللہ جمہور ائمہ کرام رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ و صدوق راوی ہیں۔ بعض حضرات کی آراء حاضر ہیں:

☆ امام ابن قطلوبغا رحمہ اللہ ۸۷۹ھ نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: الثقات ممن لم يقع فی الکتب الستہ: ۵۳۴)

☆ امام مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ ۳۵۳ھ ”مشہور ثقہ“ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ۱۱۸)

☆ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے ”ثقہ“ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات: ۱۲۱۷۶)

☆ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ سیر اعلام النبلاء (۲۲۱) میں اسے ”الشیخ المعبر بالحدث“ لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: ”غالب رواياته مستقيمة“ (سیر اعلام النبلاء: ۲۲۱) اور اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں

لکھتے ہیں: ”صحیح“ کہ یہ صحیح ہے۔ (دیکھئے: تعلیق المستدرک: ۲۸۴۳)

☆ امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۲۷ھ لکھتے ہیں: ”محله عندنا محله الصدق“
(الجرح والتعديل للرازی: ۱۲۴)

☆ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:
”هذا حديث صحيح على شرط مسلم“ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: ۱۰۰۸)
☆ ثقہ و صدوق امام زیلعی رحمہ اللہ ۶۱۲ھ لکھتے ہیں: ”محله الصدق“ (نصب الراية: ج ۲ ص ۶۲۸)
☆ امام ابن عساکر رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

”هذا حديث حسن غريب“ کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (البدرا المنیر: ج ۲ ص ۶۲۸)
☆ اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے بھی اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ:
”اسنادہ صحیح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (تعلیق مسند السراج: ۱۰۴۵)
واضح رہے کہ امام ابو عتبہ رحمہ اللہ کے خلاف پیش کی جانے والی اکثر جروحات غیر ثابت اور بعض غیر مفسر ہونے کی وجہ سے باطل و مردود ہیں۔

(۳) امام بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں اور ”معروف راویوں سے روایات نقل کرنے میں ثقہ“ ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۰)
(۴) امام ابوبسطام شعبہ بن حجاج واسطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ تقی“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۶۵)
(۵) امام عمر بن سلیمان بن عاصم بن عمر بن خطاب قرشی عدوی مدنی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۲۴۹)

(۶) امام عبد الرحمن بن ابان بن عثمان بن عفان قرشی مدنی اموی رحمہ اللہ بھی سنن اربعہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۷۶)
... وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَعَفَ رَجَعَ فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ ثُمَّ رَجَعَ وَبَنَى عَلَى مَا قَدْ صَلَّى. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَأَخْبَرُونِ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ: ”جب انہیں (نماز میں) نکیر پھوٹ پڑھتی تو باہر چلے جاتے اور وضو کرتے۔ پھر آ کر پہلی پڑھی ہوئی نماز سے آگے پڑھتے اور کلام نہ کرتے۔“ اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۱۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۳۸۴، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۴۱۶۱، جامع الاصول: ۳۶۰۹، الجوہر

النقی: ج ۱ ص ۱۴۱، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۴۲۔

یہ حدیث امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مؤطا مالک: ۱۱۰)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ أَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْئُ أَوْ وَجَدَ مَذْيَا فَإِنَّهُ يَنْصَرِفُ وَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَتِمُّ مَا بَقِيَ عَلَى مَا مَضَى مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ”جب کسی کی نماز میں نکیر بہہ پڑے یا قے غالب آجائے یا مذی پائے تو وہ جا کر وضو کرے اور واپس آ کر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر (بناء کرتے ہوئے) پوری کر لے، بشرطیکہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔“ اسے (امام) عبد الرزاق (رحمہ اللہ) نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۳۶۰۹، الجوهري للنقي: ج ۱ ص ۱۴۳، كنز العمال: ج ۸ ص ۳۰۶، جامع الاحاديث: ج ۳ ص ۲۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۰۲۔

یہ حدیث امام عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی رحمہ اللہ نے معمر رحمہ اللہ سے اس نے سالم رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: مصنف عبد الرزاق: ۳۶۰۹)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ان احادیث صحیحہ کے مقابلے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ خون نکل کر بہہ پڑے تو بھی اس سے وضو نہیں نوتا۔ اور ان حضرات کی طرف سے اپنے موقف پر بطور دلیل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منسوب وہ روایت پیش کی جاتی ہے جس میں ہے کہ پہرہ دینے والے ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو نماز کی حالت میں تین تیر مارے گئے اور وہ لہو لہان ہو گئے مگر انہوں نے نماز نہیں توڑی۔ (دیکھئے: سنن ابی داود: ۱۹۸) مگر ان حضرات کا اس روایت سے احکام میں استدلال کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس روایت کو نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہیں۔ (فیما علم) اور جب یہ متفرد ہوں تو پھر ان کی حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل اعتماد قرار دینے احباب کے ہی متحقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا کہ: محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں، گویا انہوں نے مغازی

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خود فریق مخالف کے اکابرین کے ہاں بھی محمد بن اسحاق احکام میں حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ لہذا بعض جدید محققین کا محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل حجت قرار دینے کا فیصلہ باطل و مردود ہے۔

{ تری محسوس کرنے والا شخص وضو کے بعد اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے }

۵۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ: يَنْتَضِحُ بِمَاءٍ بَعْدَ الْوُضُوءِ، فَإِذَا وَجَدَ شَيْئًا مِّنْ ذَلِكَ، قَالَ: هُوَ مِنَ الْمَاءِ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے تری محسوس کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا: ”کہ وہ وضو کے بعد (اپنی شرم گاہ پر) پانی چھڑک لے، پس جب وہ تری محسوس کرے تو سوچے کہ یہ پانی کی وجہ سے ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) وضو کے بعد اگر ستر کی جگہ کپڑے کے اوپر تری کا احساس ہو تو تھوڑا سا پانی ستر کی جگہ کپڑے کے اوپر چھڑک لیا جائے تاکہ اگر اس کے بعد تری کا احساس ہوگا بھی تو یہی سمجھا جائے کہ اسی چھڑکے ہوئے پانی کی تری ہے۔ چنانچہ اس سے وسوسہ کی راہ بند ہو جائے گی اور مقصد یہی ہے کہ وسواس و خطرات کی راہ روک دی جائے تاکہ اطمینان قلب کے ساتھ عبادت میں مصروف رہا جاسکے۔

(۲) بعض شارحین نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد شرم گاہ کے اوپر پانی چھڑکنے کی ایک وجہ تو یہی دفع وسواس ہو سکتی ہے، مگر ایک دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے پیشاب وغیرہ کے قطرے رُک جائیں باہر نہ آئیں۔

{ پچھنے لگوانے کے بعد پچھنوں کی جگہ کو دھو کر وضو کر لیا جائے }

۵۳. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحِجَامَةِ: يَغْسِلُهَا وَيَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے پچھنے لگوانے کے بارے میں کہا کہ (پچھنے لگوانے کے بعد) پچھنوں کی جگہ کو دھو دیا جائے اور وضو کر لیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{منہ بھر کر قئے آنے یا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے}

۵۴. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَلَسَ الرَّجُلُ مِلًى فِيهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ مِلًى فِيهِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ الْوُضُوءُ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب آدمی کو منہ بھر کے قئے آئے تو اس پر وضو کرنا لازم ہے، اور منہ بھر کر نہ آئے تو اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۴۱ رقم الحدیث: ۲۰، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۳۳، رقم الحدیث: ۴۳۳، مصنف عبدالرزاق: ج ۱ ص ۱۳۷ رقم الحدیث: ۵۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۳۳، رقم الحدیث: ۴۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس صحیح السند اثر سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کر قئے آنے یا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ مسئلہ متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِيْتُ ثُوبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقٍ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ صَدَقَ أَكَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السالن: ۱۵۶)

☆☆ (حضرت) معدان بن ابی طلحہ، (حضرت سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی تو وضو فرمایا۔ (حضرت معدان بن ابی طلحہ فرماتے ہیں) پھر میری ملاقات دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابودرداء (رضی اللہ عنہ) نے صحیح کہا ہے اور میں نے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے وضو کا پانی انڈیلا تھا۔ ”اے اصحابِ علماء (ترمذی: ۸۷، ابوداؤد: ۲۳۸۱، نسائی: ۳۱۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۸۷، سنن ابی داود: ۲۳۸۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۶۷۴، شرح معانی الآثار: ۳۴۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۰۹۷، سنن الدارقطنی: ۵۹۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۵۵۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۲۱۰، سنن الترمذی: ۸۷، سنن ابی داود: ۲۳۸۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۶۷۴، شرح معانی الآثار: ۳۴۰۳، صحیح ابن حبان: ۱۰۹۷، سنن الدارقطنی: ۵۹۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۵۵۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۲۱۰۔

اسے مشہور ثقہ بالاجماع محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا ابو عبيدة بن ابي السفر واسحاق بن منصور، قال ابو عبيدة: حدثنا وقال اسحاق: اخبرنا عبد الصمد بن عبد الوارث قال: حدثني ابي عن حسين المعلم، عن يحيى بن ابي كثير، قال: حدثني عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعي، عن يعيش بن الوليد المخزومي عن ابيه عن معدان بن ابي طلحة عن ابي الدرداء رضى الله عنه... الخ“ (سنن الترمذی: ۸۷)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو یعقوب اسحاق بن منصور بن بہرام کونج تميمی مروزی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقہ ثبت“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۳)

(۲) امام ابو ہریرہ عبد الصمد بن عبد الوارث بن سعید بن ذکوان تميمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۰۳)

(۳) امام ابو عبیدہ عبد الوارث بن سعید بن ذکوان تميمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۰۳۶)

(۴) حسین بن ذکوان معلم بصری عوزی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۲۹۶)

(۵) امام ابو نصر یحییٰ بن ابی کثیر طائی یمامی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ حسن الحدیث“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۸۲۳)

(۶) امام عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی شامی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۹۷۰)

(۷) امام یعیش بن ولید بن ہشام بن معاویہ معیطی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔

(ایضاً: ۱۸۷۲)

(۸) امام ابو یعیش ولید بن ہشام بن معاویہ معیطی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۷۸۰)

(۹) امام معدان بن ابی طلحہ یحمری کنانی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۶۰۳)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ اہلسنت والجماعت کے محققین میں سے بھی کئی حضرات نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے مثلاً۔۔۔

☆ شعیب ارناؤٹ لکھتا ہے کہ:

”اسنادہ صحیح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد بتحقیق الشعیب: ۲۷۵۰۲)

☆ ناصر الدین لکھتا ہے:

”صحیح“ یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن ابی داؤد بتحقیق الالبانی: ۲۳۸۱)

☆ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

”اسنادہ حسن۔۔۔۔۔ وصحہ الحاکم علی شرط الشیخین ووافقه الذہبی“ اس کی سند حسن ہے۔۔۔ اسے حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی ان کی موافقت کر رکھی ہے۔ (سنن ابی داؤد بتحقیق الزبیر: ۲۳۸۱)

یہ حدیث اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ منہ بھر کر قے آنے یا کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

{ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہوئے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا}

۵۵. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ مُضْطَجِعًا حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ فجر سے پہلے پہلو کے بل ایسا سوئے کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۰۹، ۱۴۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۰۵۲، ۲۵۰۳۶، مسند البزار:

۱۵۸۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۴۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۴۰۹)، مسند الامام احمد بن حنبل (۲۵۰۳۶) اور سنن ابن ماجہ (۴۷۴) وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كان النبي ﷺ..... الخ۔

فوائد و مسائل:

- (۱) اس حدیث میں پہلو کے بل سونے پر بھی وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، مگر شارحین حدیث نے صراحت کی ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (تنام عینی ولا ینام قلبی)، (صحیح البخاری: ۳۵۶۹) ”میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔“
- (۲) امتی کا محض نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، الا یہ کہ لیٹ کر ہو یا کسی ایسے سہارے سے ہو کہ اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وضو ایسی نیند سے ٹوٹتا ہے جس میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہوں۔

{ کھانے پینے کی کوئی بھی چیز استعمال کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا }

۵۱. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ شَرِبَ اللَّبَنَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ مَا أَبَالِيهِ بِاللَّهِ أَسْمَحُ يُسْمَحُ لَكَ.

ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دودھ پیا اور نماز پڑھ لی (اور وضو نہیں کیا) اور پھر فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں، آسانی پیدا کرو تمہارے لئے آسانی پیدا کی جائے گی۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۶۸۶، ۶۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۴۱، ۶۴۲، مسند الامام ابی حنیفہ للحکفی: ج ۱ ص ۷۳ رقم

الحدیث: ۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو محمد ثابت بن اسلم بنانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ صالح راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۸۰، تہذیب الکمال: ۸۱۱)

فائدہ:

اس حدیث سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے یہ ضابطہ مستنبط کیا ہے کہ کھانے پینے کی کسی بھی چیز کو استعمال کرنے سے انسان کا

وہ وضو جو اس نے پہلے سے کر رکھا ہو، نہیں ٹوٹتا۔

{ جس چیز کو آگ نے چھودا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے }

۵۷. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ شَرِّ حَبِیلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ قِيَامُ النَّارِ وَضُوءٌ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جس چیز کو آگ نے چھودا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔“

تحقیق:

حسن ہے، (ولہ طریق اخری فانظر جامع البانی: ۱/۲۴۵)۔

۵۸. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ انْتَهَسَ مِنْ عِرْقٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ہڈی سے گوشت علیحدہ کر کے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

۵۹. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْبَةَ بْنِ الْمُسَاوِرِ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ أَرْطَاةَ سَأَلَ الْحَسَنَ عَنِ الْوُضُوءِ إِذَا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ، فَقَالَ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ نَهَسَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ كَيْفِ بَارِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَلَمْ يَمْسَ مَاءً.

شیبہ بن مساور رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عدی بن ارطاة رحمہ اللہ نے حسن رحمہ اللہ سے ان چیزوں سے وضو کے بارے میں پوچھا جن کو آگ نے چھودا ہو تو انہوں نے فرمایا ان کو استعمال کرنے پر وضو ہے۔ (اس پر) بکر بن عبد اللہ مزنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے سرد شانی سے گوشت علیحدہ کر کے تناول فرمایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا اور نہ ہی پانی کو چھودا۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواہد کثیر)

۶۰. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُمْ أَتَوْا بِجَفْنَةٍ مِنْ لَحْمٍ وَخُبْزٍ، فَأَكَلَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ وَفَاهُ ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا رِيحُهُ مَا بَالَيْتُكَ إِلَّا أَمْسَ مَاءً، ثُمَّ صَلَّى كَمَا هُوَ.

علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا بڑا پیالہ لایا گیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کھایا، پھر آپ نے ہاتھ دھوئے اور کھلی کی اور پھر فرمایا: ”اگر اس کی ریح نہ ہوتی تو مجھے پانی کو ہاتھ بھی لگانے کی پرواہ نہ ہوتی۔“ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے (تازہ وضو کیے بغیر ہی) اسی طرح نماز پڑھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۵۲۴)

۶۱. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: لَوْ أُتَيْتُ بِجَفْنَةٍ مِنْ لَحْمٍ وَخُبْزٍ وَعَيْسٍ مِنْ لَبَنٍ إِبِلٍ فَأَكَلْتُ مِنْهَا حَتَّى أَشْبَعَ وَشَرِبْتُ مِنَ اللَّبَنِ صَلَّيْتُ، وَلَمْ أَتَوَضَّأْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”اگر میرے پاس گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ لایا جائے اور میں اس سے پیٹ بھر کر کھالوں اور اونٹ کے دودھ سے بھرا پیالہ دیا جائے اس سے خوب سیر ہو کر پی لوں تو میں (وضو تازہ کیے بغیر ہی) نماز پڑھ لوں گا اور پاکیزہ چیزیں کھانے کی وجہ سے (تازہ) وضو نہیں کروں گا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۲۵، رقم الحدیث: ۱۶، الادب المفرد للبخاری: ج ۱ ص ۲۷۰، رقم الحدیث:

-۷۷۳-

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

عمر بن مرہ سے مراد امام ابو عبد اللہ عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق المرادی الجعفی الکوفی رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۴۴۸) اور سعید بن جبیر سے امام ابو محمد سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی الوابی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (الثقات للعلی: ۵۳۳)

۶۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا وُضُوءَ بِمَتَامَسَتِ النَّارُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۳. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ شَرَحْبِيلَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ أَكَلَ عَنْدهُمْ لَحْمًا مَشْوِيًّا وَغَسَلَ يَدَيْهِ وَفَاهًا، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”(ایک دفعہ) نبی ﷺ نے ان کے ہاں بھنا ہوا گوشت تناول فرمایا اور پھر ہاتھ دھوئے کلی کی اور پھر وضو (تازہ) کئے بغیر ہی نماز پڑھ لی۔“

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شواہد کثیر)

۶۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي مَاجِدٍ الْحَنْفِيِّ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ قُعُودٌ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذْ أَقْبَلُوا بِحَفْنَةٍ فَوَضِعَتْ فَأَكَلَ عَبْدُ اللَّهِ وَأَصْحَابُهُ وَشَرِبَ، ثُمَّ صَبَّ يَدَيْهِ مِنَ الْمَاءِ فَغَسَلَهُمَا.

۶۵. عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى.

۶۶. قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ وَحَدَّثَنِي الْمَسْعُودِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ مِثْلَهُ بِإِسْنَادِهِ.

ابو ماجد حنفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کھانے سے بھرا ہوا بڑا پیالہ لا کر رکھ دیا گیا تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے کھایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈال کر اپنے ہاتھوں کو دھویا (اور وضو نہیں کیا)۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۵۲۷)

فوائد و مسائل:

- (۱) مذکورہ بالا احادیث اور آثار سے معلوم ہوا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھا کر وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔
- (۲) جن احادیث میں آگ پر پکی ہوئی چیزوں سے وضو کا حکم یا ذکر آیا ہے ان کے بارے میں ائمہ محدثین کی دو آراء پائی جاتی ہیں۔ اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، مگر کچھ لوگوں کو منسوخ ہونے کا علم نہ ہوسکا اور وہ بدستور وضو کرنے کے قائل رہے۔ اور دیگر بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی آگ پر پکی ہوئی چیزوں کے کھانے سے وضو کرنا مستحب ہے۔

{ جو شخص پہلو کے بل سویا اس پر وضو کرنا لازم ہے }

۶۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ نَامَ قَائِمًا أَوْ قَاعِدًا أَوْ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَلَا وُضُوءَ عَلَيْهِ، وَمَنْ نَامَ مُصْطَجِعًا فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو شخص کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا حالت رکوع میں یا حالت سجدہ میں سویا تو اس پر وضو کرنا لازم نہیں ہے (یعنی اس کا وضو نہیں ٹوٹا)۔ اور جو شخص پہلو کے بل سویا اس پر وضو کرنا لازم ہے (یعنی اس کا وضو ٹوٹ گیا)۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نماز کے اندر یا نماز کے باہر قیام و قعود اور رکوع و سجود کی حالت میں جو سنت کے مطابق ہو، سونا ناقض وضو نہیں، باقی حالات میں جیسے چت لیٹنا یا کزوت پر لیٹنا یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا ناقض وضو ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْتَجِّ النَّائِمِ وَلَا عَلَى الْقَائِمِ النَّائِمِ وَلَا عَلَى السَّاجِدِ النَّائِمِ وَضُوءٌ حَتَّى يَضْطَجَعَ فَإِذَا اضْطَجَعَ تَوَضَّأَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِصِ إِسْنَادُهُ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۱۵۲)

کہ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مُحْتَجِّ (جس کے چوڑ زمین پر نکلے ہوئے ہوں) سونے

والے پر وضو نہیں، اور نہ سجدہ کی حالت میں سونے والے پر وضو ہے۔ حتیٰ کہ وہ پہلو کے بل لیٹ جائے جب وہ پہلو کے بل لیٹ جائے تو وضو کرے۔ اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے معرۃ السنن (السنن) میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے تلخیص میں کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۳، نیل الاوطار: ج ۱ ص ۲۴۵، عون المعبود: ج ۱ ص ۲۴۰، تلخیص الحیبر: ۱۶۳۔

اسے مشہور و معروف ثقہ بالاجماع محدث امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی رحمہ اللہ نے ابوالحسین بن فضل قطان رحمہ اللہ سے اس نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ سے اس نے یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ سے اس نے علی بن حسن بن شقیق رحمہ اللہ سے اس نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اس نے حیوہ بن شریح رحمہ اللہ سے اس نے ابو صخر رحمہ اللہ سے اس نے یزید بن قسیط رحمہ اللہ سے اور اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۴۱)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے راویوں کا مختصر سماع و درجہ ذیل ہے۔

(۱) امام ابوالحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل بغدادی قطان رحمہ اللہ ”شیخ عالم ثقہ“ راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۸۲۹)

(۲) ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ بن مرزبان فارسی نحوی رحمہ اللہ مجروح اور متکلم فیہ راوی ہیں۔ (دیکھئے: تاریخ بغداد: ۹/۲۳۵) خصوصاً ائمہ محدثین و فقہاء امت کے خلاف اس کی نقل کردہ جرّوحات اور امام یعقوب رحمہ اللہ سے نقل کردہ اس کی ”کتاب المعرۃ والتاریخ“ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر زیر بحث روایت کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں جن کی بناء پر یہ روایت حسن درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

(۳) امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان فارسی فسوی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی کے (روایت حدیث میں) ”ثقہ حافظ“ راوی ہیں۔ (تقریب: ۳۱۵۶)

(۴) امام ابو عبد الرحمن علی بن حسن بن شقیق بن دینار بن مشعب عبدی مروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ حافظ“ راوی ہیں۔ (تقریب: ۷۸۱۷)

(۵) امام عبد اللہ بن مبارک خراسانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ، ثبت فی الحدیث اور صالح“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۸۷۶)

(۶) امام ابو زرہ حیوہ بن شریح بن صفوان بن مالک تحمیری مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ، صالح“ راوی ہیں۔

(ایضاً: ۳۵۸)

(۷) امام ابو صخر حمید بن زیاد مدنی خراط رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے (فی نفسہ) ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۳۷)

(۸) امام ابو عبد اللہ یزید بن عبد اللہ بن قسیط بن اسامہ بن عمیر لیشی مدنی اعرج رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۵۱)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ بھی استرخاء مفاصل (جوڑ ڈھیلے پڑ جانے) کے ساتھ نیند کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں۔ مگر استرخاء مفاصل کے معیار کے تعین میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ احناف نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا قول اور دیگر دلائل کے پیش نظر یہ معیار مقرر متعین کیا ہے کہ نماز کے اندر یا نماز کے باہر قیام و قعود اور کوع و سجود کی حالت میں جو سنت کے مطابق ہو، سونا ناقض وضو نہیں، باقی حالات میں جیسے چت لیٹنا یا کروٹ پر لیٹنا یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا ناقض وضو ہے۔

{ نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں }

۶۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَهَقَهُ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب آدمی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنے تو نماز اور وضو دونوں کا اعادہ کرے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ حالت نماز میں عمد یا سہواً قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ مسئلہ متعدد احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے، اس سلسلے کی چند احادیث دیگر کتب سے تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

.. عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَتَرَدَّى فِي حُفْرَةٍ كَانَتْ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ فِي بَصَرِهِ ضَرْبُ فَضْحِكَ كَثِيرٍ مِنَ الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ فَأَمَرَ رَسُولُ

اللّٰهُ مِنْ ضَمِكَ أَنْ يُعَيِّدَ الْوُضُوءَ وَيُعَيِّدَ الصَّلَاةَ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۱۵۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اس دوران ایک شخص آیا اور اس گڑھے میں گر گیا جو مسجد میں تھا اور اس کی بینائی میں کچھ نقص تھا (یعنی کم دکھائی دیتا تھا) تو اکثر لوگ حالت نماز میں ہنس پڑے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جو ہنسا ہے وہ وضو اور نماز (دونوں) لوٹائے۔ اسے (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے (معجم) کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

سند کی تحقیق:

اسے مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا احمد بن زهير التستري ثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي ثنا محمد بن ابي نعيم الواسطي ثنا مهدي بن ميسون ثنا هشام بن حسان عن حفصة بنت سيرين عن ابي العالية عن ابي موسى.... الخ" (طبرانی بحوالہ التعليق الحسن: ص ۴۵)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو جعفر احمد بن یحییٰ بن زہیر تستری رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۷ھ نے انہیں تذکرۃ الحفاظ میں "الحافظ الحجة العلامة" اور سیر اعلام النبلاء میں "الامام الحجة المحدث البار، علم الحفاظ اور شیخ الاسلام" جیسے القابات سے نوازا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ تذکرۃ الحفاظ: ۷۵۹

☆ سیر اعلام النبلاء: ۲۷۳۲

(۲) امام ابو جعفر محمد بن عبد الملک بن مروان بن حکم واسطی دیقی رحمہ اللہ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں بغرض اختصار ان کے بارے میں بعض ائمہ محدثین کی آراء حاضر ہیں۔

☆ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (دیکھئے: سؤالات البرقانی: ۴۴۶، تاریخ بغداد: ۱۱۶۵)

☆ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے "ثقة" راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات: ۱۵۵۹۲)

☆ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: "صدوق" (المجرح والتعديل: ۱۹)

☆ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۷ھ لکھتے ہیں: "الامام المحدث الحجة" (سیر اعلام النبلاء: ۲۲۰)

(۳) امام محمد بن موسیٰ بن ابی نعیم واسطی ہذلی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کے بارے میں محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

☆ امام احمد بن سنان قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: ۳۴۹)
 ☆ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۷۷۲ھ فرماتے ہیں: ”صدوق“ (ایضاً)
 ☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”صدوق“ (تقریب: ۶۳۳)
 (۴) امام ابویحییٰ مہدی بن میمون ازدی معولی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقة بالا جماع راوی ہیں، بعض ائمہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

☆ امام ابوالحسن عجل رحمہ اللہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۶۴۶)
 ☆ حافظ ابن سعد رحمہ اللہ ۲۴۰ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (الطبقات الکبری: ۳۲۸۲)
 ☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (الجرح والتعديل: ۱۵۴۷)
 ☆ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً: ۱۵۴۷)
 ☆ حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے ثقة روایات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات: ۱۱۱۷۰)
 ☆ امام ابن شاہین رحمہ اللہ ۳۸۵ھ نے بھی ثقة روایات میں ذکر کیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۱۳۷۶)
 ☆ امام شعبہ رحمہ اللہ نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ (تاریخ الاسلام: ۲۹۵)
 ☆ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الامام المحافظ الثقة... احد الاثبات المعبرین“
 (سیر اعلام النبلاء: ۱۱۷۳)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب: ۶۹۳۲)
 (۵)۔۔۔ امام ابو عبد اللہ ہشام بن حسان ازدی قردوسی بصری رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔
 ☆ چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ ابن معین: ۸۴۷)
 ☆ امام ابوالحسن عجل رحمہ اللہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات: ۱۷۳۰)
 واضح رہے کہ امام ہشام رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے کتب صحاح ستہ کے ثقة، حافظ، ثبت راوی امام مہدی بن میمون رحمہ اللہ کا اس حدیث کی سند میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واسطہ ذکر کرنا اصول حدیث کہ روشنی میں صحیح و قابل قبول ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقة ہے اور اصول حدیث کی روشنی میں ثقة روایات کی زیادتی صحیح شمار کی جاتی ہے۔

(۶) ام ہذیل حفصہ بنت سیرین انصاریہ بصریہ رحمہا اللہ کتب صحاح ستہ کی ”ثقة تابعیہ“ راویہ ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۲۰۸۹)
 (۷) امام ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے کبار تابعین میں سے ”ثقة تابعی“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۹۸۳)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح ثابت و متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقة ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) اگر بننے والا اپنے ہنسنے کی آواز خود بھی سن لے اور اس کے آس پاس والے لوگ بھی سن لیں تو اسے قہقہہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر ہنسنے والے کی ہنسنے کی آواز اتنی ہو کہ خود تو سن لے مگر ساتھ والے لوگ نہ سن سکیں تو اسے ”ضحک“ کہتے ہیں۔ اور اگر بالکل ہی آواز نہ ہو تو اسے تبسم کہا جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں ہنسنے سے قہقہہ لگا کر ہنسا مراد ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ”من ضحك في صلاة قهقهة... إلخ“ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ حالت نماز میں عمدًا یا سہوًا قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت احناف اور دیگر کئی ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۳) قہقہہ کے بغیر محض ہنسنے سے صرف نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ ”جو کوئی نماز میں ہنس پڑے تو نماز لوٹائے گا وضو نہیں۔“ (دیکھئے: صحیح البخاری: ج ۱ ص ۴۶ برقم: ۱۷۵)

(۴) محض تبسم سے نہ تو وضو جاتا ہے اور نہ ہی نماز ٹوٹتی ہے اس پر بھی سب کا اتفاق ہے (فیما علم)۔ اور اس کی تائید میں بعض حضرات نے مسند ابی یعلیٰ الموصلی (۲۰۶۰) اور سنن دارقطنی وغیرہ سے احادیث پیش کی ہیں۔

☆ اس باب کے متعلقہ ایک مرفوع حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو بھی نقل کر کے اس کی سند کی حیثیت واضح کر دی جائے۔

☆ الکامل لابن عدی میں ہے:

”حدثنا ابن جوصاء حدثنا عطية بن بقرية حدثني ابي حدثنا عمرو بن قيس السكوني عن عطاء عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: ”من ضحك في صلاة قهقهة فليعد الوضوء والصلاة.“ (الكامل لابن عدی: ترجمہ رفیع بن مہران: ۶۹)

(حضرت سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسا ہو وہ وضو اور نماز (دونوں) کو لوٹائے۔“

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام احمد بن حمیر بن یوسف بن موسیٰ بن جوصاء دمشقی رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں سیر اعلام النبلاء میں ”الامام الحافظ الاوحد“ اور تذکرۃ الحفاظ میں ”الامام الحافظ“ جیسے القابات سے نوازا ہے۔

(دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۲۸۵۳، تذکرۃ الحفاظ: ۷۸۷)

اور امام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ ۳۶۰ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”کان من ثقات المسلمین“ کہ ابن جوصاء ثقہ مسلمین میں سے تھا۔ (المعجم الصغير للطبرانی: ۲۱)

(۲) امام ابوسعید عطیہ بن بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ چنانچہ امام ابن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ ۸۷۹ھ اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۷۸۲۵، الثقات لابن حبان: ۱۳۸۴۰)

اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۴۲ھ لکھتے ہیں:

”محلہ الصدق“ کہ ان کا مقام، مقام صدق ہے۔ (الجرح والتعديل: ۲۱۲۰)

(۳) امام بقیہ بن ولید حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔ اور معروفین سے روایت کرنے میں ”ثقہ“ ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰)

واضح رہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث پر بقیہ رحمہ اللہ کی تالیس کا اعتراض غلط و مردود ہے کیونکہ بقیہ رحمہ اللہ نے اس میں بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے: الکامل: ۶۷۹)

اور اصول حدیث کی روشنی میں خصوصاً جب (اتفاقی) صدوق مدلس راوی بھی سماع کی تصریح کر دے تو تالیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۱ ص ۱۳۷)

(۴) امام ابو ثور عمرو بن قیس بن ثور بن مازن کندی سکونی شامی حمصی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ”تابعی ثقہ“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۲۸۲)

(۵) امام عطاء بن ابی رباح مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ تابعی“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۱۲۷)

مزید برآں امام عطاء رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے براہ راست احادیث کا سماع کیا ہے، چنانچہ امام ابو نعیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سمع..... ابن عمر“ کہ عطاء نے... ابن عمر رضی اللہ عنہما سے براہ راست احادیث سنی ہیں۔

(التاریخ الكبير للبخاری: ۲۹۹۹)

لہذا بعض احباب کی طرف سے عطاء کے ابن عمر سے عدم سماع کا اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے، نیز ”عن عطاء بن ابی رباح عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما“ کی سند سے مروی احادیث کو اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی وغیرہا نے حسن و صحیح قرار دے رکھا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق علی زئی والالبانی: حدیث نمبر ۴۰۱۹)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بھی بلحاظ سند بالکل صحیح ثابت و متصل ہے۔

فائدہ:

یہ صحیح صریح متصل مرفوع قولی حدیث سے بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ حالت نماز میں عمد ایا سہو اقبہہ مار کر ہنسنے سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس معنی کی ایک مرفوع حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے ہم بطور تائید نقل کر رہے ہیں:

”حدثني ابو عمرو محمد بن عمرو بن شهاب بن طارق الاصبهاني بجران كهل وافانا قديما حدثنا ابو جعفر احمد بن فورك حدثنا عبيد الله بن احمد الاشعري حدثنا عمار بن يزيد البصري حدثنا موسى بن هلال حدثنا انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ: ”من قهقهه في الصلاة قهقهة شديدة فعليه الوضوء والصلاة“ (المعجم في اسامي شيوخ ابى بكر الاسماعيلي ١٩٤، تاريخ جرجان: ٦٩٣، مختصر خلافيات بيهقي: ج ١ ص ٣٢١)

(حضرت سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسا اس پر نماز اور وضو (دونوں) کولوٹانا لازم ہے۔“

نوٹ:

واضح رہے کہ قہقہہ کے ناقض وضو والصلاة ہونے پر مذکورہ احادیث مرفوعہ متصلہ کے علاوہ احادیث مرسلہ معتضدہ کا ایک انبار موجود ہے جنہیں سنن الدارقطنی، سنن الکبریٰ للبیہقی وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر جب یہ مسئلہ احادیث مرفوعہ متصلہ سے ثابت ہو گیا تو ان احادیث کی موجودگی میں مرسل احادیث کو نقل کر کے ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا بغرض اختصار مرسل احادیث کو نقل کرنے سے گریز کیا جا رہا ہے۔

٦٩. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ زَاذَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْبِدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ فِي الصَّلَاةِ إِذْ أَقْبَلَ أَعْمَى يُرِيدُ الصَّلَاةَ، فَوَقَعَ فِي زُبْيَةٍ فَاسْتَضَعَكَ بَعْضُ الْقَوْمِ حَتَّى قَهَقَهُ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ قَهَقَهُ فَلْيُعِدِ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ.

معبد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران ایک نابینا شخص نماز میں شرکت کے ارادہ سے (قبلہ کی جانب سے) آیا اور ایک گڑھے میں گر گیا بعض لوگ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے، نبی ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”تم میں سے جو قہقہہ مار کر ہنسا ہو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کر لے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۶۳، سنن الدارقطنی: ۶۲۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۱۴۰، جامع المسانید:

ج ۱ ص ۲۴۷۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوالمغیرہ منصور بن زاذان الواسطی الشافعی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۹۱)

۲۔ امام ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ، صالح، متبع سنت راوی ہیں۔ (تاریخ

الثقات: ۲۷۵)

۳۔ معبد سے مراد معبد بن ابی معبد الخزاعی ہیں جو کہ صغیر صحابی ہیں۔ چنانچہ امام ابن ہمام رحمہ اللہ ص ۸۶ میں لکھتے ہیں کہ:

”اے معبد بصری جہنی قرار دینا مکمل نظر ہے، (صحیح یہ ہے کہ) یہاں معبد سے مراد معبد الخزاعی ہیں جیسا کہ مسند ابی

حذیفہ میں صراحت موجود ہے اور معبد الخزاعی بلا شک و شبہ صحابی ہیں چنانچہ امام ابن مندہ رحمہ اللہ اور امام ابوالنعم

رحمہ اللہ نے انہیں صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ (فتح القدیر: ج ۱ ص ۳۵ بحوالہ حاشیہ کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۱۴۰)

نیز ثقہ بالاجماع محدث و ناقد امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ ص ۵۰ میں لکھتے ہیں:

کہ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ میں ہے کہ معبد بن ابی معبد نے نبی ﷺ کی زیارت کی ہے اور یہ صغیر صحابی ہیں

اور پھر امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابو حذیفہ نے منصور بن زاذان سے اس نے حسن سے اس نے معبد

بن ابی معبد سے اس نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنا ہو وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ

کر لے۔ (الجوہر النقی بحوالہ حاشیہ کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۱۴۰)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ مذکورہ سند میں معبد سے معبد بن ابی معبد خزاعی صحابی مراد ہیں۔

{امام بے وضو نماز پڑھادے تو امام مقتدی دونوں نماز لوٹائیں}

۴۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي عَلَى غَيْرِ

وُضُوءٍ: أَنَّهُ يُعِيدُ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ.

یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے، وہ ابو حذیفہ رحمہ اللہ سے، وہ حماد رحمہ اللہ سے اور وہ وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”جو آدمی بے وضو ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھادے وہ بھی نماز دہرائے

گا اور اس کے پیچھے والے لوگ بھی دہرائیں گے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں کی نماز صحیح بھی اور فساد ابھی دونوں لحاظ سے امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

{ ابن عمرؓ ایسے جوتوں میں وضو کرتے تھے جن پر اون نہیں ہوتی تھی }

۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ! رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعَ خِصَالٍ. قَالَ: مَا هُنَّ؟ قَالَ: رَأَيْتُكَ حِينَ أَرَدْتَ أَنْ تُحَرِّمَ رَكِبْتَ رَاكِئًا، ثُمَّ اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَأَحْرَمْتَ حِينَ انْبَعَثَ بِكَ بَعِيرُكَ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا طُفْتُ بِالْبَيْتِ لَمْ تَجْزِ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ حَتَّى تَسْتَلِمَهُ، وَرَأَيْتُكَ تُلَوِّنُ لِحْيَتَكَ بِالصُّفْرِ، وَرَأَيْتُكَ تَوْضِئُ فِي النَّعَالِ السَّبْتِيَّةِ؛ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ كُلَّهُ.

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے، ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبید اللہ بن عمر رحمہ اللہ سے، انہوں نے سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ سے، اور انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن! میں نے آپ کو چار کام کرتے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جب احرام کا ارادہ کیا تو آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے، قبلہ کی طرف رخ کیا، پھر جب آپ کا اونٹ آپ کو لے کر کھڑا ہوا تو آپ نے احرام کی نیت کی (یعنی تلبیہ پڑھا) اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے جب بیت اللہ کا طواف کیا تو آپ اس کے استلام سے پہلے اس سے آگے نہیں بڑھے، اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی زرد رنگ سے رنگتے ہیں، اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ایسے جوتوں میں وضو کرتے ہیں جن پر بال نہ ہوں؟ (یہ سن کر) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۶، صحیح مسلم: ۱۱۸۷، مؤطا مالک: ۳۱، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۲۴، مؤطا مالک وروایۃ الامام محمد: ۳۷۸، مسند الحمیدی: ۶۶۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۶۷۲، سنن ابی داود: ۱۷۷۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۹، مستخرج ابی عوانہ: ۳۶۹۰، صحیح ابن حبان: ۳۷۶۳، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۲۷۱۱، مسند ابی حنیفہ لابن نعیم: ج ۱ ص ۱۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۶۲، شعب الایمان: ۵۹۸۴، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۸۲۸، شرح السنۃ للبیہقی: ۱۸۷۰، نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ۱ ص ۱۸۹

تحقیق:

صحیح و ثابت ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

فوائد و مسائل:

- (۱) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا چار کاموں کے متعلق سوال کرنے والے شخص کا نام عبید بن جریج رحمہ اللہ ہے جیسا کہ صحیح البخاری اور دیگر کتب احادیث کی روایات میں صراحت ہے۔
- (۲) بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ نے سواری پر سوار ہو کر تلبیہ پڑھا اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے نماز کے فوراً بعد تلبیہ پڑھا، ہو سکتا ہے جنہوں نے نماز کے فوراً بعد کا تلبیہ نہ سنا ہو انہوں نے ادنیٰ پر سوار ہو کر پڑھا جانو الا تلبیہ پہلی مرتبہ نیت احرام والا تلبیہ سمجھا ہو۔
- (۳) حجر اسود کا بوسہ لیا جائے اور اگر اس کا موقع نہ ملے تو کوئی چیز اس پر لگا کر چوم لے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیا جائے، رکن یمانی پر جب پہنچا جائے تو اس کا بھی استلام کیا جائے، البتہ اس کا استلام بوسہ لینا نہیں بلکہ صرف ہاتھ پھیرنا ہے۔
- (۴) داڑھی میں سیاہ رنگ کے علاوہ ہر طرح کا خضاب لگانا جائز ہے، احادیث صحیحہ میں سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے۔
- (۵) ایسی جوتی پہن کر وضو کرنا جائز ہے جو پاؤں تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ اور ایسی جوتی پہن کر بھی جائز ہے جو دباغت دی گئی کھال یا شرعی قاعدہ کے مطابق ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال سے بنائی گئی ہو۔

{امام مسروقؒ نے وضو کے بعد پٹی پر مسح کیا تھا}

۲۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ: أَنَّهُ كَانَ مَسَحَ بِخُرْقَةٍ بَعْدَ الْوُضُوءِ.

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد سے، انہوں نے، ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابراہیم بن محمد بن منثور رحمہ اللہ سے، انہوں نے اپنے والد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مسروق رحمہ اللہ نے وضو کے بعد پٹی پر مسح کیا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منشر بن اجدع کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۳۵)
- ۲۔ امام محمد بن منشر بن اجدع بن مالک ہمدانی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۵)
- ۳۔ امام ابو عاتشہ مسروق بن اجدع ہمدانی وداعی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۶۱)

فائدہ:

اگر کسی عضو پر زخم ہو اور اس پر پٹی باندھی ہوئی تو اس صورت میں اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو بوقت وضو اس پٹی پر مسح کر لینا بھی درست ہے۔



۲۔ بَابُ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ غسل جنابت کے احکام و مسائل

{ غسل کرنے کا مسنون طریقہ }

۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ أَفْرِغْ عَلَى يَدَيْكَ فَاغْسِلْهُمَا، ثُمَّ أَفْرِغْ بَيْنَيْنِكَ عَلَى شِمَالِكَ فَاغْسِلْ فَرْجَكَ، ثُمَّ تَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ أَلَا مَا كَانَ مِنْ قَدَمَيْكَ، ثُمَّ أَفْرِغْ عَلَى رَأْسِكَ وَسَائِرِ جَسَدِكَ، ثُمَّ تَنَحَّ عِنْدَ فَرَاغِكَ فَاغْسِلْ قَدَمَيْكَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: غسل جنابت کا طریقہ یہ ہے کہ (سب سے پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر انہیں دھوؤ، پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجاء کو دھوؤ اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالو، اسی طرح وضو کرو جس طرح نماز کیلئے وضو کیا جاتا ہے، پھر اپنے سر اور سارے جسم پر پانی ڈالو اور اس سے فارغ ہو کر غسل خانہ سے ہٹ کر اپنے پاؤں کو دھولو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

اس اثر میں غسل جنابت کا جو طریقہ بیان ہوا ہے یہ طریقہ متعدد احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے مثلاً: (ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تھے تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے، پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجاء کو دھوتے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے پھر وضو فرماتے تھے، اسی طرح جس طرح نماز کیلئے وضو فرمایا کرتے تھے، پھر پانی لیتے تھے اور بالوں کی جڑوں میں انگلیاں ڈال کر وہاں پانی پہنچاتے تھے، یہاں تک کہ جب آپ سمجھتے

تھے کہ آپ نے سب میں پوری طرح پانی پہنچالیا، تو دونوں ہاتھ بھر بھر کر تین دفعہ پانی اپنے سر کے اوپر ڈالتے تھے، اس کے بعد باقی سارے جسم پر پانی بہاتے تھے، اس کے بعد دونوں پاؤں دھوتے تھے۔ اسے شیخین (مسلم: ۳۱۶، بخاری: ۲۴۸) نے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن: ۹۴)

نیز (حضرت) میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ میں نے نبی کریم ﷺ کیلئے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کیلئے کپڑے سے پردہ کیا اور آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں پر پانی بہا کر ان کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی بہایا اور استنجا کیا پھر زمین پر ہاتھ رکھ کر رگڑا پھر اس کو دھویا، اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا مبارک چہرہ اور بازو (کہنیوں تک ہاتھ) دھوئے پھر اپنے سر مبارک پر پانی ڈالا اور جسم پر بہا دیا، پھر (اس جگہ سے) ہٹے اور اپنے قدموں کو دھویا تو میں نے آپ کو کپڑا پیش کیا تو آپ نے اس کو نہیں لیا اور ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے چلے گئے۔ اسے شیخین (بخاری: ۲۷۶، مسلم: ۳۳۷) نے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن: ۹۵)

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ احادیث سے رسول اللہ ﷺ کے غسل کے طریقے کی پوری تفصیل معلوم ہو جاتی ہے، یعنی یہ کہ آپ ﷺ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دوا تین دفعہ دھوتے تھے (کیونکہ ان ہاتھوں ہی کے ذریعہ پورے جسم کو غسل دیا جاتا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ مقام استنجا کو بائیں ہاتھ سے دھوتے تھے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔

اس کے بعد بائیں ہاتھ کو مٹی سے مل مل کے اور رگڑ رگڑ کر خوب مانجھتے اور دھوتے تھے، پھر اس کے بعد وضو فرماتے تھے (جس کے ضمن میں تین تین دفعہ کلی کر کے اور ناک میں پانی لے کر اس کی اچھی طرح صفائی کر کے منہ اور ناک کے اندرونی حصہ کو غسل دیتے تھے اور حسب عادت ریش مبارک میں خلال کر کے اس کے ایک ایک بال کو غسل دیتے اور بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچاتے تھے۔)

اس کے بعد اسی طرح سر کے بالوں کو اہتمام سے دھوتے تھے اور ہر بال کی جڑ تک پانی پہنچانے کی کوشش کرتے تھے، اس کے بعد باقی سارے جسم کو غسل دیتے تھے، پھر غسل کی اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے۔ ظاہر ہے کہ غسل کا سب سے زیادہ پاکیزہ اور باسلیقہ طریقہ یہی ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے دور میں فرش کچے ہوتے تھے اور غسل کا پانی پاؤں میں جمع ہو جاتا ہے۔ اسی جگہ پاؤں دھونے میں کوئی خاص فائدہ نہ تھا، لہذا آپ ﷺ ایک طرف ہٹ کر پاؤں دھوتے تھے، تاہم اگر پانی جمع نہ ہوتا تو اسی جگہ پاؤں دھوئے جاسکتے ہیں۔

(۳) جو آدمی شب وغیرہ سے چلو بھر کر پانی لینا چاہے، اسے چاہیے کہ اپنی ہتھیلیاں پہلے دھو لے تاکہ پانی آلودہ نہ ہو۔

(۴) شرم گاہ دھونے کیلئے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا چاہیے۔

(۵) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کے بعد چہرے، ہاتھوں اور باقی بدن پر پانی کے اثرات کو کسی کپڑے جیسے تولیے یا رومال وغیرہ سے صاف کرنا ضروری نہیں، البتہ جائز ہے کیونکہ دوسری بعض احادیث میں کپڑے سے پانی خشک کرنے کا ذکر بھی آیا ہے۔

{ غسل کے وقت عورت نے بال گندھے ہوئے اور پانی بالوں کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے تو بالوں کو گھولنا ضروری ہے }

۴۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ اغْتَسَلْتُ امْرَأَةً حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ لَهَا حَذِيفَةُ: خَلِّلِيهِ بِالنَّارِ قَلِيلٌ بُقْيَاهَا.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے غسل کیا تو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اپنے سر میں پانی کا خلال کر لیا کرو تا کہ آگ خشک حصوں تک نہ پہنچ سکے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۰۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳، سنن الدارمی: ۱۱۸۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۵۵، کتاب الصلاة لابن نعیم الفضل بن دکین: ۹۶، شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی: ج ۱ ص ۷۹۲، اتحاف المہرۃ لابن حجر: ۳۱۵۲، کنز العمال: ۲۷۳۷۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

”حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن همام عن حذيفة..... الخ.“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۳)

فائدہ:

عورت کے غسل کے وقت اگر بال گندھے ہوئے ہوں اور پانی بالوں کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے تو بالوں کو گھولنا ضروری ہے، ہاں اگر سر پر پانی اس طرح ڈالا جائے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور بال اچھی طرح تر ہو جائیں تو پھر انہیں

کھولنے کی ضرورت نہیں ہے۔

{ مرد و عورت کے ختنے باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو }

۵۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة قال حدثني محمد بن عبيد الله العرزمي عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ أن سائلاً سأله، فقال: يوجب الغسل يا رسول الله إلا الماء؟ قال إذا التقى الختانان وتوارت الحشفة، وجب الغسل، أنزل أو لم ينزل.

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک پوچھنے والے نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ (کیا) پانی کے خروج کے بغیر غسل واجب نہیں ہوتا؟ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں اور حشفہ چھپ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۸۶، رقم الحدیث: ۹۵۶، سنن ابن ماجہ: ج ۱ ص ۲۰۰، رقم الحدیث: ۶۱۱، جامع المسانید: ج ۱ ص ۲۵۷۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا عضو مخصوص جب عورت کی شرم گاہ میں داخل ہو جائے خواہ حشفہ ہی غائب ہو تو ایسی صورت میں غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

(۲) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ سمیت اکثر اہل اسلام کا یہی مذہب ہے۔

(۳) پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت عدم انزال کی صورت میں غسل واجب ہونے کی قائل نہیں تھی اس کے پیش نظر وہ

حدیث تھی جس میں ہے کہ ”الماء من الماء“ (پانی پانی سے لازم ہوتا ہے)۔ جب کہ دوسری جماعت انزال و عدم انزال

دونوں صورتوں میں ہی غسل واجب ہونے کی قائل تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اختلاف نمٹانے کیلئے اس مسئلہ پر

امہات المؤمنین بالخصوص حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے زیر بحث مسئلہ کی تحقیق دریافت کی تو

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے تو محض اسی سے ہی

غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیش کردہ حدیث کے پیش نظر انزال و عدم انزال دونوں صورتوں میں غسل واجب ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے بعد انزال و عدم انزال دونوں صورتوں میں غسل کے واجب ہونے پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا تھا۔

۶۱. یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: إِذَا التَّقَى الْحَتَانِ وَجَبَ الْغُسْلُ.

(حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب (مرد اور عورت کے) ختنے (شرم گاہیں) باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۴۹، سنن الترمذی: ۱۰۹، مسند احمد بن حنبل: ۲۵۰۳۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۰، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۰۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۰۷۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۱۷۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۶۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند مسلم واحمد وابن ابی شیبہ)

فائدہ:

ختنہ ملنے سے مراد جنسی اعضاء کا ملنا، یعنی مباشرت کا عمل مراد ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جب جنسی ملاپ کا عمل شروع کر دیا جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے انزال ہو یا نہ ہو۔

۶۲. عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَهْلِمُ الطَّلَاقُ وَيُوجِبُ الصَّدَاقَ وَالْعِدَّةَ وَيُوجِبُ الْحَدَّ وَلَا يُوجِبُ صَاعًا مِنْ مَاءٍ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب (سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا) مہر کو واجب کرتا ہے، طلاق کو ختم کر دیتا ہے، عدت کو واجب کرتا ہے اور حد کو واجب کر دیتا ہے تو ایک صاع پانی (یعنی غسل جنابت) کو کیوں نہ واجب کرے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث: ۴۷، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۵۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبد البر: ج ۱ ص ۲۷۳، التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲ ص ۱۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو فی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۵۵۳)

۲۔ امام ابو عمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

{نیند سے بیدار ہونے کے بعد تری پائی جائے تو غسل واجب ہو جائے گا}

۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قُمْتَ مِنَ النَّوْمِ فَوَجَدْتَ بَلَاءً فَأَغْتَسِلْ۔

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب تو نیند سے بیدار ہو کر تری پائی تو غسل کر۔“

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۸۶۰)

۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي الْمَنَامِ مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: تَغْتَسِلْ۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر عورت خواب میں وہی گل دیکھے جو کچھ مرد دیکھتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”غسل کرے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۸۲، صحیح مسلم: ۳۱۳، سنن ابن ماجہ: ۶۰۰، سنن النسائی: ۱۹۷، مؤطا مالک: ۱۶۱، مصنف عبد الرزاق:

۱۰۹۴، مسند احمد بن حنبل: ۲۶۵۰۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۸۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند البخاری: ۲۸۲، وابن خزيمة: ۲۲۵ وغیرہما)

فائدہ:

صحیح بخاری (۲۸۲)، مسند احمد بن حنبل (۵۶۳۶) اور صحیح ابن خزيمة (۲۳۵) وغیرہ کی روایت میں اس حدیث میں یہ زیادتی بھی موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہما کے جواب میں فرمایا: ”ہاں! وہ عورت غسل کرے گی جب وہ پانی دیکھے۔“

اس زیادتی کے ساتھ آپ ﷺ کے جواب کا مطلب یہ بنا کہ محض جماعت کا خواب دیکھ لینے سے ہی غسل واجب نہیں ہو جاتا جب تک انزال نہ ہو یا صبح اٹھنے کے بعد اس کی کوئی علامت نہ پائے یعنی سوکراٹھنے کے بعد اگر کپڑے یا بدن میں مٹی لگی ہوئی دیکھی جائے تو غسل واجب ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خواب میں جماع والا عمل بھی نظر آ سکتا ہے مگر عالم خواب میں یہ منظر دیکھنے سے غسل تب ہی واجب ہوگا جب مٹی نکلے۔ اگر مٹی نہ نکلے تو خواہ خواب میں اس نے مکمل جماع بھی کیا ہو، غسل واجب نہ ہوگا۔

{حالت جنابت میں آدمی حقیقتاً نجس نہیں ہوتا بلکہ حکماً ہوتا ہے}

۸۰۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن أنس حذيفة رضي الله عنه خرج وهو جنب، فبصر به النبي ﷺ، فمشى إلى جنبه، فذهب النبي ﷺ ليضع يده عليه فباعدها حذيفة، فقال له النبي ﷺ: مالك؟ قال: إني جنب، قال: اذن، إن المسلم ليس بنجس.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) جنبی حالت میں نکلے تو راستے میں نبی ﷺ (سے ان کا ٹکراؤ ہو گیا اور آپ ﷺ نے انہیں دیکھ لیا اور یہ آپ کی پہلو میں چلنے لگے، آپ ﷺ نے ان پر ہاتھ رکھنا چاہا تو یہ قدرے دور ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے؟“ انہوں نے عرض کیا: میں ناپاک کی حالت میں ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قریب ہو جاؤ بلاشبہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۴۵۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۳، سنن ابی داود: ۲۳۰، مسند البزار: ۲۸۹۶، سنن النسائی: ۲۶۸، مسند السراج: ۲۳، مستخرج ابی عوانہ: ۷۷۵، صحیح ابن حبان:

۱۳۶۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۱۸، شعب الایمان للبیہقی: ۸۵۵۰، مسند ابی حنیفہ روایۃ المصنف: ۳۰، جامع المسانید: ج ۱ ص ۱۶۳۔

تحقیق:

صحیح و ثابت ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ مسند البزار (۲۹۵۵) کی روایت میں ابراہیم سے اس حدیث کی سند یوں ہے:

”عن ابراهیم عن ہمام عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال..... الخ۔“

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار: ۲۹۵۵)

فوائد و مسائل:

(۱) ”جنابت“ ایک حکمی نجاست ہے، حسی نہیں، یعنی اس حالت میں انسان پر اگرچہ شرعی طور پر کچھ پابندیاں لگ جاتی ہیں مگر وہ اس طرح ناپاک نہیں ہوتا جس طرح ظاہری نجاست لگ جانے سے لباس وغیرہ کا وہ حصہ ناپاک ہو جاتا ہے جہاں نجاست لگی ہو۔

(۲) جنابت کے نجاست حکمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے اس کا حکم کیا ہے اور اس پر غسل کو واجب قرار دیا ہے لہذا حالت جنابت میں آدمی حقیقتاً نجس نہیں ہوتا، اسلئے جنبی سے مصافحہ کرنا، اس کے پاس بیٹھنا، اس کا کھانا پینا سب جائز ہے، لیکن جنبی کیلئے کھانے پینے کیلئے وضو کر لینا مناسب ہے بلکہ اسی حالت میں سونا چاہیے تب بھی وضو کر لینا مستحب ہے تاکہ مکمل طہارت نہیں تو جزوی طہارت ہی حاصل ہو جائے۔

(۳) استادوں اور بزرگوں کو اپنے چھوٹوں اور شاگردوں کا خیال رکھنا چاہیے، اور ان کے حالات سے ضروری حد تک باخبر رہنا چاہیے تاکہ حسب ضرورت ان کی مدد اور رہنمائی کر سکیں۔

{ ہم بستی کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں ہے }

۸۱. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن ابی اسحاق عن الأسود عن عائشۃ رضی اللہ عنہا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصِيبُ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَنَامُ وَلَا يَمْسُ مَاءً حَتَّى يَسْتَيْقِظَ. فَأَمَّا أَنْ يَعُودَ وَأَمَّا أَنْ يَغْتَسِلَ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (بعض دفعہ) نبی ﷺ اپنی اہلیہ سے صحبت کرتے پھر سو جاتے اور پانی کو ہاتھ بھی نہ لگاتے تھے یہاں تک کہ نیند سے بیدار ہو جاتے۔ پھر اگر چاہت ہوتی تو دوبارہ صحبت کرتے یا پھر غسل کر لیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۶، کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۷۵۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۵۷، البسوط للسرخی: ج ۱ ص ۷۳، المسند الجامع: ۱۰۶۹، جامع المسانید للنخوارری: ج ۱ ص ۲۵۸۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶ھ کتب صحاح ستہ کے راوی ہونے کے علاوہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ:

امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم سے احادیث سنی ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الاسماء: برقم ۷۱۳)

امام عجل رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ:

آپ نے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تاریخ الثقات: برقم ۱۲۷۲) نیز امام ابواسحاق سمیع رحمۃ اللہ کے شیخ امام ابو عمرو واسود بن یزید بن سبیس غنی رحمۃ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۱۰۰، تہذیب الکمال: ۵۰۹)

فوائد و مسائل:

(۱) ہم بستری کے بعد فوراً غسل کرنا ضروری نہیں ہے اگر انسان کچھ کھانا پینا یا سونا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کر لے پھر کھائے پئے یا سوئے ویسے بلا وضو بھی یہ کام جائز ہیں۔ البتہ دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر اولیٰ و افضل یہ ہے کہ بلا وضو کئے نہ کھائے پئے نہ سوئے۔

(۲) ایک مرتبہ ہم بستری کرنے کے بعد دوبارہ ہم بستری کرنا ہو تو بلا غسل کئے بھی ہم بستری کر سکتے ہیں۔ البتہ دونوں جماعوں کے درمیان وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

{ خواب میں بکثرت تری محسوس کی تر پھر اسے تلاش نہ کرو }

۸۲۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْبَلَلِ فِي النَّوْمِ إِذَا كَثُرَ عَلَيْكَ فَلَا تَلْبِسْ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تو نے خواب میں بکثرت تری محسوس کی ہو تو پھر اسے مت تلاش کر (اور غسل کر)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

منصور سے مراد امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبد اللہ بن ربیعہ کو فی رحمہ اللہ ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۳۹)

{ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے }

۸۳۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَغْتَسِلُ هُوَ وَبَعْضُ أَزْوَاجِهِ مِنْ إِيَّائِهِ وَوَاحِدٍ يَتَنَازَعَانِ الْغُسْلَ مِنْهُ بِجَمِيعَةٍ الْجَنَابَةِ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی اہلیہ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے پہلے غسل کرنے میں تنازع کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۸، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، ۱۲۴۸، مسند الحمیدی: ۱۶۸، مسند ابن الجعد: ۱۵۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۰، صحیح البخاری: ۲۶۱، ۲۹۹، سنن ابن ماجہ: ۳۶۸، سنن ابی داؤد: ۷۷، سنن الترمذی: ۱۷۵۵

تحقیق:

صحیح و ثابت ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ کی روایت میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فائدہ:

جس طرح عورت مرد کے استعمال سے بچے ہوئے پانی کو استعمال کر سکتی ہے اسی طرح مرد بھی عورت کے بچے ہوئے پانی کو استعمال کر سکتا ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہمارے یہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ عورت مرد کے ساتھ غسل کرے خواہ عورت پہلے غسل کرے یا مرد عورت سے پہلے غسل کرے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

۸۵. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِالْمَسْحِ بِالْمِنْدِيلِ بَعْدَ الْوُضُوءِ، وَقَالَ حَمَّادٌ: فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بِقِيَاسٍ قَالَ لِي: أَرَأَيْتَ لَوْ كُنْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَأَغْتَسَلْتُ، أَكُنْتُ تَقُومَ حَتَّى تَجْفَ؟

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم (غنی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وضو کے بعد تولیہ سے اعضاء وضو کو پونچھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے قیاس کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ بتلا اگر تو سردی کی رات میں غسل کرے تو کیا تو خشک ہونے تک کھڑا رہے گا؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وضو کے بعد تولیہ یا رومال کا استعمال کرنا جائز ہے۔



۳۔ بابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ موزوں پر مسح کرنے کے احکام و مسائل

۸۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: إِنَّمَا قَالَ جَرِيرٌ فِي السَّنَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

سیدنا جریر بن عبد اللہ بجلي رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (راوی حدیث) ابراہیم رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا یہ عمل اسی سال والا بیان کیا ہے جس سال نبی ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

مخرج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷، سنن ابی داود: ۱۵۴، کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۶۸، مستخرج ابی عوانہ: ۶۹۵۔

تحقیق:

بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:
حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن الأعمش قال سمعت ابراهيم يحدث عن همام بن الحارث قال رأيت جرير بن عبد الله... الخ. (صحیح البخاری: ۳۸۷)

فائدہ:

اگر چڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں تو شرائط کے مطابق مسح کرنا جائز ہے۔ اور موزوں پر مسح کا جواز احادیث

متواترہ قطعیہ سے ثابت ہے۔

☆ چنانچہ ثقہ بالا جماع محدث وناقد امام ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن یوسف بن محمد زبلی رحمہ اللہ م ۱۷۲ھ نے نصب الراية میں ۴۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء ذکر کئے ہیں۔ (نصب الراية: ج ۱ ص ۱۶۲ تا ۱۷۱)

☆ ثقہ بالا جماع محقق، امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ م ۸۵۵ھ نے نخب الافکار میں ۶۶ روایات کے نام ذکر کئے ہیں۔ (نخب الافکار: ج ۱ ص ۵۱۰ تا ۵۱۴)

☆ محمد بن جعفر کتانی م ۳۴۵ھ نے ۶۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ (نظم المتناثر: ج ۱ ص ۶۰، ۶۱)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ نے الدرایہ میں ۴۶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کیے ہیں۔ (الدرایہ: ج ۱ ص ۷۰ تا ۷۶)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ نے تلخیص الحبیر میں اپنی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

له طرق كثيرة عن المغيرة ذكر البزار انه روى عنه من نحو ستين طريقا وذكر ابن مندة منها خمسة واربعين والاحاديث في باب المسح كثيرة وهو كما قال فقد قال الامام احمد فيه اربعون حديثا عن الصحابة مرفوعة وموقوفة وقال ابن ابي حاتم فيه عن احد واربعين وقال ابن عبد البر في الاستذكار عن النبي ﷺ المسح على الخفين نحو اربعين من الصحابة... ذكر ابو القاسم ابن مندة اسماء من رواه في تذكرته فبلغ ثمانين صحابيا. (التلخيص الحبير: ج ۱ ص ۴۱۵)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی مسح علی الخفین کی حدیث کی اسناد بہت ہیں محدث بزار (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ۶۰ شدوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ (حافظ) ابن مندة (رحمہ اللہ) نے ان میں سے ۴۵ کا ذکر کیا ہے اور موزوں پر مسح کے بارے میں احادیث بہت ہیں۔

(امام) احمد (رحمہ اللہ) نے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوع وموقوف ۴۰ حدیثیں ہیں، ابن ابی حاتم (رحمہ اللہ) نے ۴۵ کا ذکر کیا ہے اور (حافظ) ابن عبد البر مالکی (رحمہ اللہ) نے الاستذکار میں کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مسح علی الخفین نقل کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ۴۰ ہیں۔۔۔۔۔ اور (امام) ابو القاسم ابن مندة (رحمہ اللہ) نے ۸۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کیے ہیں۔

☆ امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی رحمہ اللہ م ۴۷۱ھ لکھتے ہیں:

وفيه الحكم الجليل الذي يفرق بين اهل السنة واهل البدع وهو المسح على الخفين لا ينكره الا مخذول او مبتدع خارج عن جماعة المسلمين اهل الفقه والآثر لا خلاف بينهم في ذلك بالجاز والعراق والشام وسائر البلدان الا قوما ابتدعوا فانكروا المسح على الخفين. (فتح

المالك بتبويب التمهيد على المؤطا مالك: ج ۱ ص ۳۸۵)

اس حدیث میں ایک ایسا عظیم حکم ہے جس کے ذریعے اہل سنت اور اہل بدعت کے درمیان فرق کیا جاتا ہے وہ مسح علی الخفین ہے اس کا صرف اور صرف وہی منکر ہے جو مدالہی سے محروم ہے یا وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے اس کے متعلق حجاز، عراق، شام اور تمام دنیا کے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں مگر ایک بدعتی قوم نے مسح علی الخفین کا انکار کیا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وعمل بالمسح علی الخفین ابوبکر وعمر عثمان وعلی (رضی اللہ عنہم) وسائر اہل بدر ووالحدیبیہ وغیرہم من المهاجرین والانصار وسائر الصحابة والتابعین اجمعین وفقہاء المسلمین فی جمیع الامصار وجماعة اهل الفقه والاثر کلہم یجیز المسح علی الخفین فی الحضرة والسفر للرجال والنساء

مسح علی الخفین پر ابوبکر، عمر، عثمان، علی (رضی اللہ عنہم)، اور تمام بدری اور حدیبیہ والے صحابہ اور ان کے علاوہ سب مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ (رضی اللہ عنہم) و تابعین نے اور ہر جگہ کے فقہاء نے عمل کیا ہے اور اہل فقہ اور محدثین حضرات کی سب جماعتوں نے موروث پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔

مذکورہ اقوال نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ موزوں پر مسح کرنے کی احادیث متواتر ہیں ائمہ محدثین اور شارحین اور فقہاء امت میں سے جس کے سامنے مسح علی الخفین کے جس قدر روایات سامنے آئے اس نے اپنے علم کے مطابق ان کی تعداد تحریر فرمائی ہے۔

راقم الحروف کو ۷۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء مل سکے ہیں جن سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء اور کتب حدیث کے حوالہ جات نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعالیٰ کے اسماء ہم پیش کر رہے ہیں ان کی روایات کی فرداً فرداً تحقیق ہم نے نہیں کی، محض ناقلین پر اعتماد کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں اگر ان میں سے چند روایات غیر ثابت بھی ہوں تو اس سے تواتر کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

موزوں پر مسح کی احادیث کے رواۃ صحابہ کے نام

نمبر شمار	نام راوی/صحابی رضی اللہ عنہ	حوالہ
۱	حضرت سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	صحیح البخاری: ج ۱ ص ۳۰

حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۲	ایضاً: ج ۱ ص ۳۳
حضرت سیدنا عمرو بن ابی امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	۳	ایضاً: ج ۱ ص ۳۳
حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۴	ایضاً: ج ۱ ص ۵۶
حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ	۵	صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۳۳
حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ	۶	ایضاً: ج ۱ ص ۱۳۴
حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ	۷	ایضاً: ج ۱ ص ۱۳۵
حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ	۸	ایضاً: ج ۱ ص ۱۳۵
حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	۹	سنن ابن ماجہ: ج ۱ ص ۴۲
حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۱۰	ایضاً: ج ۱ ص ۴۲
حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۱	ایضاً: ج ۱ ص ۴۲
حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۱۲	ایضاً: ج ۱ ص ۴۱
حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۳	ایضاً: ج ۱ ص ۴۱
حضرت سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ	۱۴	ایضاً: ج ۱ ص ۴۱
حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ	۱۵	ج ۱ ص ۴۱
حضرت سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	۱۶	سنن ابی داود: ج ۱ ص ۲۱
حضرت ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ	۱۷	ایضاً: ج ۱ ص ۲۱
حضرت سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ	۱۸	سنن الترمذی: ج ۱ ص ۲۷
حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ	۱۹	مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۱۷۵
حضرت سیدنا ابوالیوب رضی اللہ عنہ	۲۰	ایضاً: ج ۱ ص ۱۷۶
حضرت سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۲۱	صحیح ابن حبان: ج ۲ ص ۱۵۳
حضرت سیدنا ابوطحہ رضی اللہ عنہ	۲۲	المعجم الصغیر للطبرانی: ج ۲ ص ۲۰۴
حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۲۳	المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۱ ص ۳۰۸
حضرت سیدنا معتقل بن یسار رضی اللہ عنہ	۲۴	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۰ ص ۲۱۸

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ	۲۵	ایضاً: ج ۸ ص ۱۲۲
حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۲۶	مسند البزار: ج ۱ ص ۲۶۷
حضرت سیدنا ابوہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ	۲۷	ایضاً: ج ۲ ص ۶۹
حضرت سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ	۲۸	ایضاً: ج ۲ ص ۱۲۱
حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	۲۹	ایضاً: ج ۲ ص ۱۶۳
حضرت سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ	۳۰	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱ ص ۱۷۱
حضرت سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ	۳۱	ایضاً: ج ۱ ص ۱۸۷
حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ	۳۲	ایضاً: ج ۲ ص ۲۵
حضرت سیدنا شریذ بن سويد رضی اللہ عنہ	۳۳	ایضاً: ج ۷ ص ۳۱۸
حضرت سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ	۳۴	معجم ابن عساکر: ج ۱ ص ۲۴۳
حضرت سیدنا بدیل رضی اللہ عنہ	۳۵	معرفۃ الصحابہ: ج ۴ ص ۶۹
حضرت سیدنا ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ	۳۶	ایضاً: ج ۷ ص ۴۸۴
حضرت سیدنا زید بن خرم رضی اللہ عنہ	۳۷	الاصابہ: ج ۲ ص ۶۰۴
حضرت سیدنا ابومریم مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ	۳۸	معرفۃ الصحابہ: ج ۱ ص ۳۱۰
حضرت سیدنا ابو عوجہ مسلم رضی اللہ عنہ	۳۹	ایضاً: ج ۱ ص ۳۱۰
حضرت سیدنا یسار رضی اللہ عنہ	۴۰	الاصابہ: ج ۶ ص ۶۷۹
حضرت سیدنا ام سعد رضی اللہ عنہ	۴۱	معرفۃ الصحابہ: ج ۲ ص ۲۰۹
حضرت سیدنا عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ	۴۲	مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۵۸۱
حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا	۴۳	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۳
حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۴۴	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۲
حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۴۵	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۵
حضرت سیدنا عصمہ رضی اللہ عنہ	۴۶	ایضاً: ج ۱ ص ۵۸۱
حضرت سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ	۴۷	مسند الحارث: ج ۱ ص ۵۱۲۲

۴۸	حضرت سیدنا شبیب بن غالب رضی اللہ عنہ	الاصابة: ج ۳ ص ۳۱۳
۴۹	حضرت سیدنا صفوان بن عبید رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۳ ص ۴۳۵
۵۰	حضرت غنمہ بن عدی رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۵ ص ۳۴۸
۵۱	حضرت سیدنا مہران رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۶ ص ۲۳۲
۵۲	حضرت سیدنا یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ	المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۲۲ ص ۲۶۲
۵۳	حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	لظم المتن اثر: ج ۱ ص ۶۱
۵۴	حضرت سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۵	حضرت سیدنا عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۶	حضرت سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۷	حضرت سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۸	حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۵۹	حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۶۰	حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۶۱
۶۱	حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ	نصب الراية: ج ۱ ص ۱۷۱
۶۲	حضرت سیدنا اوس رضی اللہ عنہ	ایضاً: ج ۱ ص ۱۷۱
۶۳	حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ	المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۶ ص ۲۱۳
۶۴	حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما	ایضاً: ج ۵ ص ۱۱
۶۵	حضرت سیدنا مہاجر رضی اللہ عنہ	الضعفاء للعقيلي: ج ۳ ص ۲۰۸
۶۶	حضرت سیدنا عبد الرحمن بن بلال رضی اللہ عنہ	نصب الراية: ج ۱ ص ۱۷۲
۶۷	حضرت سیدنا مالک بن قسطنطین رضی اللہ عنہ	تاریخ بغداد: ج ۱۱ ص ۳۲۶
۶۸	حضرت سیدنا مالک بن سعد رضی اللہ عنہ	معرفۃ الصحابة: ج ۱ ص ۲۶۸
۶۹	حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا	سنن الدارقطني: ج ۱ ص ۱۹۴
۷۰	حضرت سیدنا خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہا	تاریخ واسط: ج ۱ ص ۵۰

تاریخ دمشق: ج ۵۱ ص ۲۴۱

۷۱ حضرت سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

الاصابہ: ج ۷ ص ۱۶۱

۷۲ حضرت سیدنا ابو یزید انصاری رضی اللہ عنہ

موزوں پر مسح کے منکر کا حکم:

بعض حضرات کا خیال ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث سنہ مشہور اور متواتر کے قریب ہیں ان حضرات کے ہاں موزوں کے مسح کے منکر کا حکم یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے، اہل سنت سے خارج ہے اور اہل بدعت میں سے ہے اور اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ موزوں پر مسح کے متعلقہ احادیث سنہ او معنی دونوں طرح متواتر ہیں اس لحاظ سے موزوں پر مسح کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ التقریر والتحییر (لابن امیر الحاج م ۸۷۹ھ) اور تیسیر التحریر (لامیر بادشاہ م ۹۷۲ھ) دونوں میں نقل کیا گیا ہے کہ:

(حافظ) ابن عبدالبر (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ موزوں پر مسح کی احادیث متواتر ہیں اور (امام) کرنی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ ہم ایسے آدمی پر کفر ثابت کرتے ہیں جو موزوں پر مسح کا قائل نہیں۔ (دیکھئے: التقریر والتحییر: ج ۳ ص ۸۹، تیسیر التحریر: ج ۳ ص ۵۴)

لہذا صحیح یہی ہے کہ موزوں پر مسح کا منکر کافر ہے۔

۸۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَإِنَّمَا أَسْلَمَ جَرِيرٌ بَعْدَ نَزُولِ الْمَائِدَةِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ”میں نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“ اور سیدنا جریر رضی اللہ عنہ سورہ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷، سنن ابی داود: ۱۵۴، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۲، مسند ابی حنیفہ: ۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۰۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۶۸، مستخرج ابی عوانہ: ۶۹۵۔

تحقیق:

بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة عن الاعمش قال سمعت ابراهيم يحدث عن همام بن الحارث قال رأيت جرير بن عبد الله.... الخ. (صحيح البخاری: ۴۸۰)

۸۸. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن الحكم بن عتيبة عن القاسم بن مخيمرة عن شريح هاني أنه قال: سألت عائشة رضي الله عنها عن المسح، فقالت: سل عليًا رضي الله عنه، فإنه كان يسافر مع النبي ﷺ. فسألت عليًا، فقال امسح.

شریح بن ہانی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھو تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم (علی) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ (انہیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے اور) وہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوتے تھے، پس میں نے ان سے (اس مسئلہ کے بارے میں) پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ”موزوں پر مسح کرو (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا کرتے تھے۔ ن۔)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۷۶، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۴۶، مسند ابن الجعد: ۲۵۵۶، مسند احمد بن حنبل: ۷۴۷، سنن الدارمی: ۷۴۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۶۰، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۴۶، مسند ابن الجعد: ۲۵۵۶۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو محمد حکم بن عتیبہ کندی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۳۱۵، تہذیب الکمال: ۱۴۳۸)

۲۔ امام ابو عمرو قاسم بن مخیرہ ہمدانی کوئی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۸۲۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۷۱)

۳۔ امام ابوالمقدام شریح بن ہانی بن یزید بن نہیک کوئی رحمہ اللہ بھی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۷۲۹)

۸۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ.

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح کیا اور آپ ﷺ نے شامی جبہ زیب تن کیا ہوا تھا، اس کی آستینیں تنگ تھیں (جس کی وجہ سے وہ اتر نہ سکا)، چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ جبے کے نیچے سے نکالے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۵۵، صحیح البخاری: ۵۷۹۹، صحیح مسلم: ۲۷۴، سنن النسائی: ۱۲۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۱۷۰، سنن الدارمی: ۷۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۸۹، معجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۹۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ نَبَاتَةَ الْجُعْفِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَ امْسَحْ.

حنظلہ بن نباتہ جعفی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”مسح کرو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۲۶، ۵۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۹۱

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند الطحاوی، والبیہقی، وابن ابی شیبہ)

۹۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي الْجَهْمِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا،

أَنَّهُ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى غَزْوِ الْعِرَاقِ، فَإِذَا سَعْدُ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: إِذَا قَدِمْتُ، عَلَيَّ عَمْرٌ فَسَلُّهُ، قَالَ: فَقَدِمْتُ عَلَى عَمْرٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ عَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: رَأَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ فَمَسَحْنَا.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں ایک غزوہ کے سلسلے میں عراق آیا تو وہاں سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے پایا، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب تم (اپنے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچو تو ان سے اس کے متعلق پوچھنا، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میں واپس (اپنے والد) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”ہم نے نبی ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی کرتے ہیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸ باب المسح علی الخفین، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ التحصیلی: ۶۳، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ التحصیلی: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۳، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۲۶، ۵۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو بکر بن عبداللہ بن ابی الجہم قرشی عدوی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۲۳، الکاشف: ۶۵۲۳)

{موزوں پر مسح کی مدت کا بیان}

۹۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ الْحَارِثِ: أَنَّهُ سَافَرَ مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَكَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَأَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: لِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلِلْيَاثِمِينَ.

حضرت امام محمد بن عمرو بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے، کہ انہوں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر کیا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ موزوں پر مسح کرتے تھے۔ نیز سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: موزوں پر مسح کی مدت مقیم کیلئے ایک دن ایک رات اور مسافر کیلئے تین دن، تین رات مقرر ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۱۳ باب مسح علی اخصین، مصنف عبدالرزاق: ۷۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۲۶، مسند البزار: ۱۵۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام محمد بن عمرو بن حارث بن ابی ضرار رحمہ اللہ ثقہ تابعی ہیں۔ (الایثار بمعرفۃ روادۃ الآثار: ۲۲۲، مغالۃ الاخیار: ۵۲۲، الثقات لابن حبان: ۱۰۳۷۶)

۹۲۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن ابی عبد اللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ ﷺ، اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْحَقَّيْنِ: لِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَلِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ۔

سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”موزوں پر مسح کی مدت مقیم کیلئے ایک دن، ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن تین رات ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۱۵، مسند ابن الجعد: ۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۸۶۸، سنن ابی داود: ۱۵۷، السنن لابن الجارود: ۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۳۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳۵، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۷۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو عبد اللہ الجعدی رحمہ اللہ سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابی داود کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب

الکمال: ۷۴۷۱، الکاشف: ۶۷۱۱، تقریب: ۸۲۰۷)

فوائد و مسائل:

- (۱) اس صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت ہوا کہ مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کیلئے مقیم سے زیادہ ہے۔
- (۲) اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن، تین رات یعنی بہتر ۷۲ گھنٹے تک اور مقیم ایک دن، رات یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے تک وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے صرف مسح پر اکتفاء کر سکتا ہے۔
- (۳) اور یہ مسح کی مدت وضو جاتے رہنے کے بعد پہلے مسح سے شمار کی جائے گی۔
- (۴) ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث جس میں تین دن سے زیادہ مدت کا ذکر ہے، شدید ضعیف ہے۔ اکثر محدثین جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر قوی دلائل پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اسے موضوع تک گردانا ہے۔
- (۵) مسح کا طریقہ اس طرح ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو تر کر کے ان کے پوروں کو موزے کے اوپر والی جانب پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔
- (۶) بے وضو ہونے کی صورت میں اگر موزہ اتار لیا جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے اور اختتام مدت کے بعد بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

۹۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْخُفِّ مَرَّةً وَاحِدَةً مَعَ الْأَصَابِعِ إِلَى السَّاقِ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: موزے پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ (کی پانچوں انگلیوں کو تر کر کے ان کے پوروں کو موزے کی اوپر والی جانب پاؤں کی) انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْجَزْمِ مَوْقَدِينَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۱)

۹۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَتَوَضَّأُ وَيَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثُمَّ يَنْزِعُ أَحَدَهُمَا: إِنَّهُ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ وَيُصَلِّي.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو شخص وضو کرے اور موزوں پر مسح کرنے کے بعد ایک بھی موزہ اتار دے تو وہ صرف پاؤں دھو لے اور نماز پڑھ لے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُجْنِبُ وَعَلَيْهِ الْجَبَائِرُ، قَالَ: يَمْسَحُ عَلَيْهِمَا، وَكَذَلِكَ إِنْ تَوَضَّأَ مَسَحَ عَلَى الْجَبَائِرِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو شخص جنبی ہو جائے اور اس کے زخم پر پٹی بندھی ہوئی تو وہ (بوقت غسل) پٹی پر مسح کرے گا، اسی طرح اگر وہ وضو کرے تو بھی پٹی پر مسح کر لے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۴۔ باب التَّيْمِ تیم کے احکام و مسائل

۹۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ لَفَشَتْ الْجَرَاحَاتُ فِي أَصْحَابِهِ، ثُمَّ ابْتُلُوا بِالْإِحْتِلَامِ، فَشَكُّوا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَنَزَلَتْ: {وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ}، (النساء: ۴۳) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تھے کہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو زخم لگے جو کہ پھیل گئے اور پھر انہیں احتلام ہوا تو ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی خدمت میں شکایت کی تو یہ آیت {وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ} آخر تک نازل ہوئی۔ (اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا (اس مٹی سے) مسح کرلو۔ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے۔)

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن جریر فی التفسیر: ج ۸ ص ۴۰۰)

۹۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الْمَرِيضِ الَّذِي لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَغْتَسِلَ، أَوْ بِهِ جَرَاخَةٌ، أَوْ الْحَائِضُ الَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ الْغُسْلَ بِمَنْزِلَةِ الْمُسَافِرِ الَّذِي لَا يَجِدُ الْمَاءَ: يُجْزئُهُ التَّيْمُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے بیمار شخص کے لئے جو غسل کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا اسے زخم لگا ہو (جسے پانی سے بچانا ضروری ہو) یا حائضہ جو غسل کرنے کی طاقت نہ رکھتی ہو فرمایا: ”وہ اس مسافر کی مانند ہے جسے پانی نہ ملے اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے۔“

ترجما:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۴۳ رقم الحدیث: ۲۸ باب الوضوء لمن بہ قروح، مصنف ابن ابی

شعبہ: ۱۰۷۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

ایسا بیمار شخص جس کو پانی کا استعمال نقصان پہنچاتا ہو، یا غسل جنابت یا غسل حیض سے نقصان پہنچنے کا ڈر ہو یا بیماری بڑھنے یا پھیلنے کا خدشہ ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے خواہ حالت سفر میں یا حالت اقامت میں۔

۹۹. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: يَتَيَّمُ الرَّجُلُ الصَّعِيدَ إِذَا كَانَ بِهِ مَرَضًا وَجُدِرَ لِي لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَغْتَسِلَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص مریض ہونے کی وجہ سے یا جسم پر پھوڑے ہونے کی وجہ سے غسل نہ کر سکتا ہو تو (پاک) مٹی سے تیمم کر لے۔“

خریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۴۳ رقم الحدیث: ۲۸ باب الوضوء لمن بہ قروح، مصنف ابن ابی

شعبہ: ۱۰۷۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۰. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمُسَافِرِ الَّذِي لَيْسَ مَعَهُ مَاءٌ، فَلَهُ أَنْ يُجَامِعَ امْرَأَتَهُ وَيَتَيَّمُ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے مسافر کے بارے میں جس کے پاس پانی نہ ہو یہ فرمایا کہ: ”اس مسافر کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے تیمم کر لے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۱۔ یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّيْمِ: يَضْرِبُ بِيَدَيْهِ الصَّعِيدَ ثُمَّ يَنْفُضُهَا، ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ، ثُمَّ يَضْرِبُ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ يَنْفُضُهَا، ثُمَّ يَمْسَحُ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”(ایک دفعہ) اپنے ہاتھوں کو (پاک) مٹی پر مارو اور پھر انہیں جھاڑ کر اپنے چہرے کا مسح کرو، پھر دوبارہ ہاتھوں کو (پاک مٹی پر) مارو اور جھاڑ کر کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کا مسح کرو۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۱ باب التیمم، مصنف عبدالرزاق: ۸۲۲ باب کم یصلی تیمم واحد، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۱۵۹ فی التیمم کم یصلی بہ من صلاۃ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرہ کیلئے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث تخریج اور تحقیق کے ساتھ حاضر خدمت ہیں:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَلْتَيْمُّمُ ضَرْبَتَيْنِ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةً لِلْيَدَيْنِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالتَّحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ. (آثار السان: ۱۸۷)

(حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیمم دو ضربوں سے ہوتا ہے، ایک ضرب چہرے کیلئے اور ایک ضرب دونوں ہاتھوں کیلئے کہنیوں تک۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) حاکم (رحمہ اللہ) نے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین: ۶۳۸، سنن الدارقطنی: ۶۹۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۹۹، عمدۃ القاری للعلینی: ج ۴ ص ۲۰، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۲۷۸، تنقیح التحقیق لابن عبدالبہادی: ۴۲۷، نصب الراية: ج ۱ ص ۱۵۱، تلخیص الحمیر: ۲۰۸، الدرایۃ: ۵۹، سند کی تحقیق:

امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ روایت کی ہے:

”وحدثنا علي بن حمشاذ وابوبكر بن بالويه قالا: ثنا ابراهيم بن اسحاق، ثنا عثمان بن محمد الانماطي، ثنا حرمي بن عمارة عن عذرة بن ثابت عن ابي الزبير عن جابر عن النبي ﷺ..... الخ (المستدرک علی الصحیحین: ۶۳۸)“

اس کے راویوں کا مختصر سماع درج ذیل ہے۔

(۱) امام علی بن حمشاذ بن سخیو یہ بن نصر العدل رحمہ اللہ ”ثقة حافظ“ راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۰۶۸)

محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی، عبدالباقی بن قانع وغیرہم نے بھی اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۶۹۱)

(۲) امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر حربی رحمہ اللہ رحمہ اللہ بھی ”ثقة“ راوی ہیں۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۶۹۱، الثقات من لم یقع فی الکتب الستہ: ۹۳۷) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۴۸۷ھ نے تو انہیں ”الشیخ

الامام المحافظ العلامة شیخ الاسلام“ جیسے بلند پایا القابات سے نوازا ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۱۷۳)

(۳) امام ابو القاسم عثمان بن محمد بن سعید رازی دشمنی انماطی رحمہ اللہ سنن ابی داود کے راوی ہیں۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ

م ۳۸۵ھ انہیں ”ثقة“ لکھتے ہیں۔ (سنن الدارقطنی: ۶۹۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۴۸۷ھ ”شیخ“ کہتے ہیں۔ (تہذیب

التہذیب: ۳۰۰) اور امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر کسی ایک بھی محدث نے کلام نہیں کیا۔ (تلخیص

الحمیر: ج ۱ ص ۴۰۵)

(۴) امام ابوروح حرمی بن عمارہ بن ابو حفصہ بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقة“

راوی ہیں۔ (الکاشف: ۹۸۰)

(۵) امام عزہ بن ثابت بن ابی زید انصاری بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقة“

راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۹۱۹)

(۶) امام ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة تابعی“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۰۲)

داود ارشد نامی ایک شخص نے اس حدیث پر ابوزبیر رحمہ اللہ کی تالیس کا اعتراض کیا ہے۔ (دیکھئے: حدیث اور اہل تقلید:

ج ۱ ص ۳۱۱-۳۱۲) مگر تالیس کا اعتراض کرنا خود داود صاحب کے ہم مسلک متحققین کی تحریرات کی روشنی میں بھی غلط ہے

کیونکہ اگر ابوزبیر رحمہ اللہ کا معنی مضر ہے بھی تو اس حدیث کے متعدد شواہدات پائے جاتے ہیں جنہیں سنن الدارقطنی اور شرح

معانی الآثار وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے، اور داود صاحب کے ہم مسلک زبیر علی زئی اور دیگر حضرات نے صراحت کر رکھی ہے کہ شواہدات سے تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے۔ مزید برآں راقم الحروف کے پاس دوسو سے زائد ایسی روایات کی فہرست موجود ہے جنہیں ابوزبیر کی رحمۃ اللہ نے عن کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس کے باوجود داود صاحب کے اکابرین نے انہیں صحیح قرار دے رکھا ہے لہذا جرحی نشر چلانے سے پہلے کم از کم داود صاحب کو اپنے اکابرین کی کتابوں کا ہی مطالعہ کر لینا چاہیے۔

(۷) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند و متن بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چنانچہ امام

ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ فرماتے ہیں کہ:

”اس حدیث کی سند صحیح ہے۔“ (دیکھئے: مستدرک حاکم مع التعلیق: ۶۳۶)

اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۰ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ:

”اس حدیث کی سند صحیح ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (الدرایہ: ۵۹)

... وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَإِلَى تَمَعْتُ فِي الثَّرَابِ فَقَالَ

اضْرِبْ هَكَذَا وَضَرْبَ يَدَيْهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرْبَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ بِهَا إِلَى الْإِزْفَقَيْنِ. رَوَاهُ

الْحَاكِمُ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَالطَّلْحَاوِيُّ وَاسْتَأْذَنَهُ صَبِيحٌ. (آثار السنن: ۱۸۸)

☆☆ (حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اس

طرح مارو، اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) مارا اور چہرے کا مسح کیا پھر (دوبارہ) اپنے ہاتھوں

کو (زمین پر) مارا اور دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کیا۔“ اسے (امام) حاکم (رحمہ اللہ)، (امام) دارقطنی (رحمہ

اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مخرج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۳۷، سنن الدارقطنی: ۶۹۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی

۹۹۸، شرح ابن ماجہ لمغلطای: ج ۱ ص ۶۸۹، نصب الراية للوئیلی: ج ۱ ص ۱۵۳۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام حاکم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”وحدثنا علي بن حمشاذ العدل وابوبكر بن بالويه قالا: ثنا ابراهيم بن اسحاق الحاربي، ثنا ابو نعيم، عن عزرة بن ثابت عن ابي الزبير عن جابر قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ..... الخ“
(المستدرک للحاکم: ۶۴۷)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام علی بن حمشاذ بن خثویہ بن نصر العدل رحمہ اللہ ”ثقة حافظ“ راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۰۶۸)

نہد، محمد بن مخلد، اسماعیل بن علی اور عبد الباقی بن قانع وغیرہم نے بھی اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۶۸۲، سنن الدارقطنی: ۶۹۲)

(۲) امام ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر حربی رحمہ اللہ رحمہ اللہ بھی ”ثقة“ راوی ہیں۔ (دیکھئے: سنن

الدارقطنی: ۶۹۱، الثقات من لم یقع فی الکتب الست: ۹۳۷) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ نے تو انہیں ”الشیخ

الامام المحافظ العلامة شیخ الاسلام“ جیسے بلند پایہ القابات سے نوازا ہے۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۱۷۳)

(۳) امام ابو نعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة ثبت فی الحدیث“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۵۱)

(۴) امام عزرة بن ثابت بن ابی زید انصاری بصری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقة“

راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۹۱۹)

(۵) امام ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس قرشی اسدی مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة تابعی“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۵۰۲)

(۶) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح متصل مرفوع و ثابت ہے اس کے تمام

راوی ثقة ہیں اور پھر اس کے سنن الدارقطنی وغیرہ میں متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ اور متعدد دائرہ حدیث نے اسے صحیح بھی کہا

ہے مثلاً۔۔۔۔

امام ابوبکر بن ہشام رحمہ اللہ م ۳۵۸ھ لکھتے ہیں کہ:

”اسنادہ صحیح“ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۹۸)

امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ لکھتے ہیں کہ:

عن جابر بن عبد اللہ عن النبی ﷺ باسناد صحیح. (المستدرک للحاکم: ۶۳۶)

یہ حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ فرماتے ہیں کہ:

”صحیح“ یہ حدیث صحیح ہے۔ (التعلیق من تلخیص الذہبی علی المستدرک: ۶۳۷)

تفسیر:

واضح رہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے جیسا کہ مستدرک حاکم کی روایت میں ”عن جابر قال جاء رجل الى رسول

اللہ ﷺ.... الخ“ کے صریح الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ لہذا بعض حضرات کا اسے موقوف خیال کرنا غلط و مردود ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ التَّيَمُّمِ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَمَسَحَ

بِهِمَا يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرَى فَمَسَحَ بِهِمَا ذِرَاعَيْهِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ

صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۸۹)

نافع (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے تیمم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے

اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان کے ساتھ ہاتھوں اور چہرے کا مسح کیا اور دوسری مرتبہ ہاتھوں کو زمین پر مارا تو ان

کے ساتھ بازوؤں کا مسح کیا۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

یہ اثر امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے متعدد طرق کے ساتھ نقل کیا ہے جنہیں شرح معانی الآثار میں دیکھا جاسکتا ہے اور یہ

اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ إِذَا تَيَمَّمَ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً فَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ

ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ ضَرْبَةً أُخْرَى ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا يَدَيْهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ وَلَا يَنْفُضُ يَدَيْهِ مِنَ التُّرَابِ.

رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۹۱)

(حضرت) سالم (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب (کبھی بھی) تیمم کرتے

تو اپنے ہاتھوں کو ایک دفعہ (زمین پر) مارتے اور ان سے اپنے چہرے کا مسح کرتے پھر دوبارہ اپنے ہاتھوں کو

(زمین پر) مارتے پھر ان سے کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کا مسح کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں کو نہیں

جھاڑتے تھے۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدار قطنی: ۶۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۸۱۷۔

تحقیق:

یہ اثر بھی بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

(۲) مذکورہ بالا احادیث مرفوعہ و موقوفہ سے ثابت ہوا کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرہ کیلئے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔ جمہور کے مقابلے میں بعض حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ تیمم میں صرف ایک ضرب ہے چہرہ اور کلائی تک دونوں ہاتھوں کیلئے۔ اور اس سلسلے میں ان حضرات نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جمہور نے اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بوجہ جنابت کے لاحق ہونے کے اپنے قیاس سے زمین پن لوٹ پوٹ ہوتے رہے، جب حضور مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لوٹ پوٹ ہونے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض“ اس واقعہ سے معلوم پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو تیمم کا پورا طریقہ تعلیم نہیں فرما رہے تھے بلکہ طریقہ تیمم کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا، مسند البزار (۱۳۸۴) میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی ہی ایک حدیث میں دو ضربات کا ذکر ہے جس سے اس توجیہ کی تائید و تصویب ہوتی ہے۔ مزید برآں خصوصاً ائمہ دین کی تقلید سے بیزار حضرات کو تو سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرنے کا سرے سے حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ ہماری متدل احادیث میں تیمم کیلئے دو ضربیں آئی ہیں اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بقول فریق مخالف ایک ضرب کا ذکر ہے اور دوسری کا ضرب کا ذکر نہیں جو کہ عدم ذکر ہے۔ اور متعدد تقلید سے بیزار حضرات نے یہ اصول لکھا ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہوتا۔

چنانچہ داود ارشد لکھتا ہے کہ:

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے، یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی یا نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث میں سے وہ بات ثابت بھی ہو۔ (حدیث اور اہل تقلید: ج ۱ ص ۴۱)

زیر علی زئی غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ ثبوت ذاب کے بعد عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔ (نور العینین: ۱۴۰)

لہذا سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث سے فریق مخالف کے مسلمہ اصول کی روشنی میں دوسری ضرب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الْمَرْأَةِ تَطَهَّرُ فِي الشَّفْرِ وَلَا تَجِدُ مَاءً، قَالَ: تَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو عورت سفر میں پاک ہو جائے (یعنی حیض وغیرہ کا خون آنا بند ہو جائے) اور اسے پانی میسر نہ ہو تو وہ تیمم کر لے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يَدَعِي الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ أَبَدًا مَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ أَوْ يُحْدِثَ حَدَثًا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اس وقت تک تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے جب تک اس کو پانی نہ مل جائے یا حدث (تیمم توڑنے والی چیز) پیش نہ آجائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۴۸، رقم الحدیث: ۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۱۴،

رقم الحدیث: ۱۷۱۰

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جب کوئی شخص تیمم کرے تو اس کا تیمم اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک پانی نہ مل جائے یا حدث (تیمم توڑنے والی چیز) پیش نہ آجائے۔

۱۰۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا مَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ الرِّجَالِ أَوْ مَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ، تَيَمَّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالصَّعِيدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی عورت نہ ہو)، یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے (اور ان کے ساتھ کوئی مرد نہ ہو) تو ان دونوں

میں سے ہر ایک کو مٹی کے ساتھ تیمم کروایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث: ۶۱۳۳ باب الرجل يموت مع النساء، والنساء مع الرجال۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۵. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ يُحْضَرُهَا الرَّجُلُ وَلَيْسَ عَلَى وُضُوءٍ؛ قَالَ: يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي عَلَيْهَا.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص نماز جنازہ کے لئے حاضر ہو مگر اس کا وضو نہ ہو تو وہ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۵ باب الغسل من غسل الميت، مصنف عبدالرزاق: ۶۲۷۷ باب الصلاة على الجنائز علی غیر وضوء، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۰۵ فی الرجل یخاف ان تفوته الصلاة على الجنائز وهو غیر متوضئ۔

۱۰۶. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ إِلَيْهَا رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَتَغْسِلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب حالت اعتکاف میں ہوتے تو (بعض دفعہ) اپنا سر مسجد سے نکالا کرتے تھے اور یہ (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا) آپ ﷺ کے سر مبارک کو دھو دیا کرتی تھیں حالانکہ یہ حالت حیض میں ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ اثر ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶، صحیح البخاری: ۲۰۳۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۸۰، سنن الدارمی: ۱۱۰۶، سنن النسائی: ۲۷۵، مستخرج ابی عوانہ: ۸۹۲، المعجم الاوسط

للطبرانی: ۵۶۹۶، مسند ابی حنیفہ: ۷۴

تحقیق:

صحیح و ثابت ہے۔

صحیح بخاری، سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل اور المعجم الاوسط للطبرانی وغیرہ کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے درمیان اسود رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فائدہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا، یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنا سر مبارک اسی دروازہ سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ کا سر مبارک دھو دیتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۱۰۶۔ یوسف عن ابیہ قال حدثنی ہشام بن عروۃ، عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا مثلاً۔

عروہ رحمہ اللہ نے بھی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی حدیث کے مثل روایت کیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۵۔ بابُ الْحَيْضِ

حیض کے احکام و مسائل

فائدہ:

واضح رہے کہ حیض اور استحاضہ کے بارے میں عورتوں کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ مبتدعہ:

وہ عورت ہے جس کی بلوغت ابتداء حیض سے ہی شروع ہو اور پھر مرض استحاضہ میں مبتلا ہو گئی ہو کہ دم حیض کے بعد خون کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

۲۔ معتادہ:

وہ عورت جس کی حیض کے سلسلہ میں عادت مقرر ہو، پھر استحاضہ شروع ہو گیا، مگر اسے اپنی عادت معلوم ہو، جن عورتوں میں خون زیادہ ہوتا ہے وہ مرطوب مزاج ہوتی ہیں، ان کو عموماً دس دن اور متوسط مزاج کو پانچ چھ دن اور جو قلت دم کا شکار ہوں ان کو تین چار دن تک آتا رہتا ہے۔

۳۔ متحیرہ:

وہ عورت جو حیض اور استحاضہ کے درمیان فرق کرنے میں حیران ہو، کبھی خون آ جاتا ہو اور کبھی رک جاتا ہو، فقہ کی کتابوں میں ”الطہر المختل بن الدین“ کا مسئلہ اسی سے متعلق ہے۔ بحر الرائق، بدائع الصنائع، خلاصۃ الفتاویٰ اور شامی میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ نے ”الاستحاضۃ فی بیان الاستحاضۃ“ کے نام سے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۴۔ متمیزہ:

ہمارے نزدیک اس کا کوئی درجہ نہیں، یہ بات اس پر مبنی ہے کہ دم حیض کی رنگت ہے کہ نہیں، مراد وہ عورت ہے جو دم حیض اور دم استحاضہ میں رنگوں کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے امتیاز کر سکتی ہو۔ (ماخوذ از: توضیح السنن: ج ۱ ص ۳۲۸)

۱۰۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا: نَأْوِلِيْنِي الْخُبْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَتْ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ: إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ بِبَيْدِكَ!!

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ”مجھے مسجد سے چٹائی تھما دو۔“ تو انہوں نے کہا: میں حیض سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۹۸، سنن ابی داود: ۲۶۱، سنن الترمذی: ۱۳۴، مسند ابی حنیفہ روایۃ المحکم: ۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۴۱۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۴۳۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۸۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۴۸۵، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۲۹۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۶۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۸۳، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۱۳۷۱، شرح السنہ: ۳۲۰

تحقیق:

صحیح و ثابت ہے۔ (ولہ طرق اخری عند مسلم و ابی داود و الترمذی)
مسند ابی حنیفہ روایۃ المحکم (۳۲) میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اسوہ رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔
- یہ خون آرہا ہو تو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔
- (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حائضہ مسجد سے باہر کھڑی ہو کر مسجد کے اندر سے کوئی چیز اٹھالے تو جائز ہے کیونکہ ایام والی عورت کو مسجد کے اندر جانا منع ہے نہ کہ مسجد کے اندر ہاتھ داخل کرنا بھی۔

۱۰۹. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، وَتَغْتَسِلُ إِذَا مَضَتْ أَيَّامُهَا، وَتَغْتَسِلُ فِي آخِرِ وَقْتِ الظُّهْرِ فَتُصَلِّيْهَا، ثُمَّ تُصَلِّيْ

الْعَصْرِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي آخِرِ وَقْتِ الْمَغْرِبِ فَتُصَلِّيُهَا وَتُصَلِّيُ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ وَتُصَلِّيُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مستحاضہ کے بارے میں ابراہیم رحمہ اللہ نے یہ فرمایا: ”یہ حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دے گی اور ایام حیض گزرنے کے بعد غسل کرے گی بایں طور پر کہ وہ ظہر کے آخری وقت میں غسل کر کے ظہر کی نماز پڑھے گی، پھر عصر کی نماز اس کے اول (مستحب) وقت میں پڑھے گی، پھر مغرب کے آخری وقت میں غسل کر کے مغرب کی نماز پڑھے گی اور عشاء کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھے گی (اور پھر رکی رہے گی یہاں تک کہ جب فجر کا وقت ہو جائے تو) پھر فجر کے لئے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں یہ اثر معمول بہ نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں معمول بہ وہ احادیث ہیں جن میں ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کے لئے وضو کرے گی اور اخیر وقت میں نماز پڑھے گی، ہمارے یہاں اس پر ایام حیض گزرنے پر صرف ایک مرتبہ غسل واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف بھی یہی ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۹)

اس اقتباس میں امام شیبانی رحمہ اللہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض احادیث آثار السنن سے تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ حاضر خدمت ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِي. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِي رِوَايَةٍ لِبُخَارِيٍّ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَلْدَ الْإِيَّامِ الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ فِيهَا ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِي.

(آثار السنن: ۱۱۴)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں مستحاضہ عورت ہوں۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! وہ ایک رگ کا خون ہے جو کہ حیض کا خون نہیں۔ پس جب حیض

آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے آپ سے خون دھو لے یعنی غسل کر لے اور نماز پڑھ۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: ”اور لیکن تو نماز کو چھوڑ دو ان ایام کی مقدار میں جن میں تمہیں حیض آتا تھا پھر غسل کرو اور نماز پڑھ لو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۲۔

سند کی تحقیق:

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو کریب سے اس نے وکیع سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۳۳)

یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) حیض وہ خون ہے جو ہر جوان عورت کو رحم سے ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ چند دن آتا ہے۔ یہ عورت کی صحت کی نشانی ہے۔ اس خون کی بندش یا بے قاعدگی عورت کے مریض ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ خون آ رہا ہو تو جماع، نماز اور روزے کی ممانعت ہے۔ حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ غسل کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں۔
- (۲) استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو ان معینہ دنوں کے علاوہ رحم سے آئے، چونکہ وہ بیماری ہے، لہذا اس میں مندرجہ بالا کام جائز رہتے ہیں اور اس سے غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔
- (۳) ”عرق“ کے معنی رگ کے ہیں جو رحم کے قریب ہوتی ہے، اس سے یہ خون آتا ہے۔
- (۴) اس حدیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دینے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ خون استحاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلوٰۃ تو نہیں البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑے گا۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض خون ہے تو پھر ہر وہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہے پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا، کیونکہ بہنے والا خون بھی رگ ہی کا ہوتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُسْتَحَاضُ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ لَيْسَ ذَلِكَ بِحَيْضٍ وَلَكِنَّهُ عِرْقٌ فَإِذَا أَقْبَلَ الْحَيْضُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ عَدَا أَيَّامِكَ الَّتِي

كُنْتُ تَحِيضِينَ فَإِذَا أَذْبَرْتُ فَأَغْتَسِلُ وَتَوَضَّأْتُ لِكُلِّ صَلَوةٍ. رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانٍ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۱۵)

☆ ☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی پاس آئی اور کہا: اے اللہ کے رسول! بلاشبہ مجھے مہینہ یا دو مہینے تک استحاضہ آتا ہے، تو آپ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ ہے، پس جب حیض آجائے تو نماز کو چھوڑواتے دن جتنے دن تمہیں حیض آتا تھا اور جب یہ (ایام) گزر جائیں تو غسل کرو اور (پھر) ہر نماز کیلئے وضو کرو۔ اسے (حافظ) ابن حبان رحمہ اللہ (۱۳۵۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۲۰۳، البدرا المنير: ج ۳ ص ۱۱۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۲۰۳، البدرا المنير: ج ۳ ص ۱۱۲۔

سند:

یہ حدیث (حافظ) ابن حبان رحمہ اللہ نے محمد بن احمد بن نصر خلقانی سے اس نے محمد بن علی بن حسن بن شقیق سے اس نے اپنے والد سے اس نے ابو حمزہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۱۳۵۴)

فوائد و مسائل:

- (۱) جن احادیث میں مستحاضہ کو وضو کا حکم دیا گیا ہے ان میں ”تتوضأ لكل صلاة“ اور ان کے ہم معنی الفاظ میں ”لام“ توقيت کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے اور وقت کے اندر اس سے جتنے چاہے فرض و نفل پڑھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سمیت جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے۔ واضح رہے کہ ”لام“ کے توقيت کیلئے استعمال ہونے کی کلام عرب میں کافی مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً ”أتيتك لصلاة الظهر“ ای لوقت صلاة الظهر ”اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”اقم الصلاة لدلوك الشمس“ ”ای وقت دلوك الشمس“
- (۲) اس حدیث میں وضو کرنے کے سلسلے میں امر کا صیغہ وارد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ پر ہر نماز (کے وقت) کیلئے وضو کرنا ضروری ہے۔ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے تاہم امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مستحب ہے مگر از روئے دلائل امام مالک رحمہ اللہ کا موقف کمزور ہے۔

وَعَنْهَا قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ فَقَالَ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ غُسْلًا وَاحِدًا ثُمَّ تَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۱۶)

☆ ☆ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مستحاضہ عورت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے پھر ایک مرتبہ غسل کرے (اور) پھر ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے۔ اسے ابن حبان (۱۳۵۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

یہ حدیث امام ابن حبان رحمہ اللہ نے محمد بن احمد بن نصر سے اس نے محمد بن علی بن حسن بن شقیق سے اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے ابو عوانہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابن حبان: ۱۳۵۵)

۱۱۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ قَالَ: أَوَّلَ مَا جَالَسْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، إِذْ جَاءَهُ كِتَابٌ مِنْ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ إِنِّي قَدْ اسْتَحِضْتُ فَلَا يَنْقَطِعُ عَنِّي الدَّمُ، قَالَ سَعِيدٌ: فَقَرَأْتُهُ، فَقَالَ لِي: هَلْ قَرَأْتَهُ قَبْلَهَا، فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ: لَقَدْ أُعْجِبْتَنِي قِرَاءَتِكَ لَهُ فَشَغَلَنِي ذَلِكَ عَنْ فَهْمِهِ، قَالَ: أَعِدْ عَلَيَّ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: فَكُتِبَ إِلَيْهَا تَدْعُ الصَّلَاةَ فِي أَيَّامِ أَقْرَائِهَا، فَإِذَا مَضَتْ اغْتَسَلَتْ، ثُمَّ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں پہلی مرتبہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تو قریش کی ایک خاتون کا خط سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، (جس میں لکھا تھا) میں استحاضہ کا شکار عورت ہوں مجھ سے خون منقطع نہیں ہوتا (تو میرے لئے کیا حکم ہے؟)۔ سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے یہ خط (تیزی سے) پڑھ کر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنایا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ نے یہ خط اس سے قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: بِذَلِكَ كَانَ حَمَّادٌ يَأْخُذُ، وَأَمَّا أَنَا فَأَرَى أَنَّ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَلَا تَغْتَسِلُ. پہلے پڑھا ہے؟ تو میں نے عرض کیا نہیں۔ انہوں نے فرمایا: آپ کے (رواگی اور تیزی کے ساتھ) خط پڑھنے کی وجہ سے میں تعجب میں پڑ گیا اور سمجھنے سے قاصر رہا لہذا اس خط کو دوبارہ پڑھ کر سنائیے۔ سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے آپ کو دوبارہ پڑھ کر سنایا تو آپ نے جواب میں لکھا کہ اپنے حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے اور جب یہ ایام گزر جائیں تو غسل کرے اور پھر ہر نماز کے لئے غسل کرے۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حماد رحمہ اللہ اسی اثر کو اختیار کرتے تھے مگر میری رائے یہ ہے کہ وہ عورت ہر نماز کے

وقت کے لئے وضو تو کرے گی مگر غسل نہ کرے گی (یعنی ایام حیض گزرنے پر صرف ایک مرتبہ ہی غسل کرنا واجب ہے ہر نماز کے وقت کرنا ضروری نہیں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۳ باب المستحاضۃ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۶۸، ۱۳۷۰ باب المستحاضۃ کیف تصنع؟، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۶۰، ۶۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق)

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ اثر استحباب پر محمول ہے۔

۱۱۱۔ یوسف بن ابی یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ، قال: حدثنی اسماعیل عن عامر، عن قمرۃ امراءۃ مسروقی: انہا ذکرۃ لعائشۃ رضی اللہ عنہا انہا مستحاضۃ، فأمرتہا أن تدع الصلاۃ آیام حیضہا، وتغتسل لظہرہا، وتتوضأ لکل صلاۃ وتحتشی۔

مسروق رحمہ اللہ کی بیوی قمر رحمہا اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ استحاضہ کا شکار ہیں۔ تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے حکم دیا کہ حیض کے ایام میں نماز چھوڑ دیا کرے (اور ایام گزرنے کے بعد) پاک حاصل کرنے کے لیے (ایک بار) غسل کرے اور ہر نماز کے وقت وضو کیا کرے اور کپڑا باندھ لیا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۷۲، رقم الحدیث: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۹، باب المستحاضۃ کیف تصنع؟۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۱۳۵۹)

۱۔ امام ابو عبد اللہ اسماعیل بن ابی خالد بجلی حمسی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے روایت حدیث میں ثقہ تابعی راوی

ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۳۹، تاریخ الثقات: ۸۴)

۲۔ امام عامر شعبی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

۳۔ قمیر بنت عمرو کوفیہ رحمہما اللہ سنن ابی داود اور سنن نسائی وغیرہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۹۱۲، تاریخ الثقات للعلی: ۲۱۱۰)

۱۱۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ، فَإِذَا أَذْبَرَتِ الْحَيْضَةَ فَاغْتَسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِّي، حِينَ شَكَّتِ إِلَيْهِ إِنْ أُسْتَعَاذَ فَلَا أَظْهَرُ.

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے آپ سے خون دھو لے یعنی غسل کر لے اور نماز پڑھ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ میں مستحاضہ عورت ہوں، میں پاک نہیں رہتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۳. یُسُفُّ قَالَ قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَحَدَّثَنِي أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَهُ، غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَيَّامُ حَيْضِكَ فَاغْتَسِلِي وَتَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَبِهِ كَانَ يَأْخُذُ.

ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی مذکور سند کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی حدیث کے مثل بایں الفاظ روایت کیا ہے: ”جب تیرے حیض کے ایام گزر جائیں تو غسل کر اور ہر نماز کے وقت کے لیے وضو کر۔“ اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسی حدیث کو اختیار کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۳۳، صحیح البخاری: ۳۲۵، سنن ابن ماجہ: ۶۲۱، سنن ابی داود: ۲۸۲، سنن الترمذی: ۱۲۵، مؤطا مالک: ۱۹۸، مسند الحمیدی: ۱۶۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمَرْأَةِ تَطْهُرُ قَبْلَ أَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ، قَالَ: تَقْضِي الصَّلَاةَ الَّتِي ظَهَرَتْ فِي وَقْتِهَا وَحَدَّثَهَا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس عورت کے بارے میں جو سورج کے غروب ہونے سے پہلے پاک ہو جائے، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا: ”کہ وہ عورت صرف اسی ایک نماز کی قضاء کرے گی جس نماز کے وقت میں وہ پاک ہوئی۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۵۴، باب الحائض فی صلاتها، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۱۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي النُّفَسَاءِ وَالْحَائِضِ: تَقْتَدِي بِأَيَّامِ نِسَائِهَا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے نفاس والی اور حیض والی عورتوں (جن کا وقت نفاس و حیض متعین نہ ہو) کے بارے میں یہ فرمایا: ”وہ اپنے قبیلے کی عورتوں کے دنوں کا اندازہ کریں گی (یعنی اتنے دن نفاس شمار کریں گی)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۵۴، باب النساء والحملی تری الدم، جامع المسانید للخوازمی:

ج ۱ ص ۲۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آتا ہے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا مذکورہ اثر جمہور کے نزدیک معمول بہ نہیں ہے۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

یہ اثر ہمارے ہاں معمول بہ نہیں ہے، ہمارے نزدیک ایسی عورت چالیس دن تک نفاس والی شمار ہوگی، اگر خون چالیس دن سے زائد آئے تو غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھے گی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۴)

الغرض جمہور کے نزدیک نفاس والی عورت کو چالیس دن کے اندر جو خون آئے گا وہ نفاس کا شمار ہوگا اگر اس سے پہلے بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھے گی ایسی صورت میں نماز چھوڑنا سخت گناہ ہے لیکن اگر خون بند نہیں ہوا تو چالیس دن تک نفاس شمار ہوگا نماز معاف اور روزہ بعد میں قضاء رکھے گی، اگر چالیس دن کے بعد بھی خون آتا رہا تو چالیس دن نفاس کے اور باقی استحاضہ ہوگا چالیس دن گزرنے کے بعد غسل کر کے ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز ادا کرے گی اور رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھے گی۔

۱۱۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمَرْأَةِ تَظْهَرُ فِي وَقْتِ صَلَاةٍ، قَالَ

تَقْضِيهَا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس عورت کے بارے میں جو نماز کے وقت میں پاک ہو جائے یہ فرمایا: ”کہ وہ عورت اس نماز کی قضاء کرے گی۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۵۴، باب الحائض فی صلاتها، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۱۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۱۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِينَ لَا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ إِلَّا آيَةً وَمَحْوَهَا: الرَّجُلُ يُجْنِبُ، وَالرَّجُلُ يُجَامِعُ، وَالرَّجُلُ فِي الْحَمَامِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”وہ لوگ جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کریں گے سوائے ایک آیت یا اس کے قریب قریب۔ (وہ لوگ یہ ہیں ایک تو) وہ شخص جو جنبی ہو جائے (دوسرا) عورت سے ہمبستری میں مشغول شخص۔ (تیسرا) حمام میں موجود شخص۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۲۰۱ رقم الحدیث: ۲۸۱ باب القراءة فی الحمام والجنب، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۱۱۴ باب الرجل یذکر اللہ وعلی الخلاء او ہو یجامع۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قائدہ:

قرآن کریم کو وضو کر کے بادب بیٹھ کر پڑھنا چاہیے کھڑے کھڑے چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتے ہیں، البتہ ناپاک اور گندگی کے مقامات پر تلاوت سے منع کیا گیا ہے، حمام بھی چونکہ طہارت کی جگہ ہوتی ہے وہاں میل کچیل دور کیا جاتا اور جنابت کا غسل ہوتا ہے اس لئے وہاں تلاوت سے منع کیا گیا ہے، بیت الخلاء کی دعا بھی بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے پڑھنی چاہیے نہ در داخل ہو کر زبان سے نہیں پڑھنی چاہیے۔

یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحُبْلَى تَرَى الدَّمَ فِي حَبْلِهَا وَعِنْدَ الطَّلْقِ: إِنَّهَا تَتَوَضَّأُ وَتُصَلِّي حَتَّى تَلِدَ، وَمَا صَنَعَتِ الْحُبْلَى مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسی حاملہ جسے حالت حمل میں اور درِ بڑھ میں (بچے کی

پیدائش سے پہلے) خون آئے کے بارے میں یہ فرمایا کہ: وہ وضو کر کے بچے کے پیدا ہونے تک نماز پڑھتی رہے، اور حاملہ نے جو (دردزہ کی حالت میں) وصیت کی ہوگی (اور پھر اس کا انتقال ہو گیا ہو) تو اس کی وصیت تہائی میں نافذ ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حاملہ کو ایام حمل میں یا ولادت کے وقت بچہ پیدا ہونے سے پہلے جو خون آتا ہے وہ استحاضہ ہوتا ہے حاملہ کو حیض نہیں آیا کرتا کیونکہ حمل کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور حیض و نفاس رحم سے آتا ہے اس کے برخلاف استحاضہ فرج و شرم گاہ سے آتا ہے۔ ایام حمل میں اگر کسی عورت کو خون آنے لگے تو اس سے نماز روزہ ساقط نہ ہوگا نماز بھی پڑھے گی اور روزے بھی رکھے گی ورنہ گناہگار ہوگی، دردزہ نہایت شدید ہوتا ہے وضع حمل کے موقع پر عورت جانکنی کے عالم میں ہوتی ہے ایسے موقع پر اگر عورت کوئی وصیت کرتی ہے اور وضع حمل کے دوران اس کا انتقال ہو جائے تو تہائی مال میں وصیت جاری ہوگی۔

۱۱۹۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يُمْسِكَ الرَّجُلُ الدَّرَاهِمَ الْبَيْضَ مَعَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وُضوءٍ إِذَا كَانَتْ فِي صُرَّةٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی وضو کے بغیر سفید دراہم (چاندی) کو اپنے پاس رکھے جبکہ وہ تھیلی میں بند ہوں (کیونکہ لوگوں کے لیے اپنے خرچ کے لیے انہیں پاس رکھنا مجبوری ہے)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ج ۱ ص ۵۱ رقم الحدیث: ۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۳۱، مصنف

عبدالرزاق: ۱۳۴۱

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۶۔ بابُ الأَنْجَاسِ ناپا کیوں کا بیان

۱۲۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي غَسْلِ الدُّبُرِ وَالذِّكْرِ: بَدْعَةٌ وَلَنْعَمَ الْبَدْعَةُ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شرم گاہ اور آلہ تناسل کو دھونے کے بارے میں فرمایا کہ یہ نوا ایجاد ہے، اور کیا ہی اچھی نوا ایجاد اور بدعت ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت لغوی اور شرعی بدعت۔

لغوی بدعت:

لغوی بدعت ہر اُس نوا ایجاد کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی ہو، عام اس سے کہ وہ عبادت ہو یا عادت۔ اور اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب، مندوب، حرام، مکروہ، مباح۔

شرعی بدعت:

شرعی بدعت وہ ہے جو قرونِ ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً، فعلاً، صراحۃً اور اشارۃً کسی طرح بھی شارع کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو۔ یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعتِ ضلالہ اور بدعتِ قبیحہ اور بدعتِ سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

ان البدعة على قسمين بدعة لغوية وبدعة شرعية فالاول هو المحدث مطلقاً عادة كانت او عبادة وهي التي يقسمونها الى الاقسام الخمسة والثاني وهو ما زيد على ما شرع من حيث الطاعة بعد انقراض الازمنة الثلاثة بغير اذن من الشارع لا قولاً ولا فعلاً ولا صريحاً ولا

اشارۃ وہی المراد بالبدعة المحکوم علیہا بالضلالة. (ترویج الجنان، والجنہ ص ۱۶۱)

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لغوی بدعت، اور دوسری شرعی بدعت۔ لغوی بدعت ہر نوا ایجاد کا نام ہے جو عبادت یا عادت، اور اسی بدعت کی پانچ قسمیں کی جاتی ہیں اور دوسری وہ بدعت ہے جو طاعت کی مد میں کسی مشروع امر پر زیادت (یا کمی) کی جائے، مگر ہو قرون ثلاثہ کے ختم ہونے کے بعد اور یہ زیادتی شارع کے اذن سے نہ ہو، نہ اس پر شارع کا قول موجود ہو اور نہ فعل نہ صراحت اور نہ اشارہ، اور بدعت ضلالہ سے یہی مراد ہے۔

بدعت حسنہ و قبیحہ کی مزید بحث کے لئے ارشاد الساری (ج ۳ ص ۳۲۲)، عمدۃ القاری (ج ۵ ص ۳۵۶)، نووی: شرح مسلم (ج ۱ ص ۲۸۵) اور مدخل (ج ۲ ص ۲۵۷) وغیرہ کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والتحقیق انہا ان كانت مما تدرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة وان كانت مما تدرج تحت مستقبح والا فهي من قسم المباح وقد تنقسم الى الاحكام الخمسة.

(فتح الباری: ج ۲ ص ۲۱۹)

تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت، شریعت کی کسی پسندیدہ دلیل کے تحت داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی اور اگر وہ شریعت کی کسی غیر پسندیدہ دلیل کے تحت داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی، ورنہ مباح ہوگی اور بدعت پانچ احکام کی طرف منقسم ہے۔

اسی کے قریب قریب عبارت علامہ عینی رحمہ اللہ کی ہے۔ ملاحظہ ہو عمدۃ القاری (ج ۵ ص ۳۵۶)

اب اس بات پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ مستحسن فی الشرع کیا ہے اور مستقبح فی الشرع کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ص ۲۰۴ فرماتے ہیں کہ:

البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا او سنة او اجماعا او اثرا عن بعض اصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعة ضلالة وبدعة لم تخالف شيئا من ذلك فهذه قد تكون حسنة لقول عمر رضي الله عنه نعت البدعة هذه.

(موافقة صريح المعقول الصحيح المنقول لابن تيمية على منهاج السنة: ج ۲ ص ۱۲۸)

بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بدعت ہے جو کتاب یا سنت یا اجماع یا کسی صحابی کے اثر کے مخالف ہو ایسی بدعت گمراہی ہے اور دوسری بدعت وہ ہے جو ان میں سے کسی ایک کے مخالف نہ ہو۔ تو ایسی بدعت کبھی اچھی ہوتی ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہی اچھی نوا ایجاد اور بدعت ہے۔

(اور یہ تو واضح ہے کہ) مخالفت جیسے قول میں ہوتی ہے، اسی طرح فعل میں بھی مخالفت ہوتی ہے۔ جو کام آنحضرت

مسئلہ پہلے نے باوجود دوائی و اسباب کے ترک کیا اور خیر القرون نے بھی اُسے ترک کیا تو وہ یقیناً بدعت اور ضلالت ہوگا۔ کیونکہ وہ کتاب و سنت اور اجماع خیر القرون اور قیاس صحیح کے مخالف ہے، اور جو ان میں سے کسی دلیل میں داخل ہو تو وہ کبھی اچھا ہوگا، جس پر ثواب ملے گا اور کبھی صرف مباح ہوگا جس پر نہ ثواب ہوگا نہ عقاب۔

علامہ قاضی ابراہیم الحنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”اور اگر آپ کے زمانہ میں سبب موجود ہو لیکن کسی عارضی وجہ سے متروک ہو اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا ہو تو ایسے امر کا احداث بھی جائز ہے جیسے قرآن کا جمع کرنا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کی حیات میں یہ مانع تھا کہ وحی برابر آتی رہتی تھی، اللہ تعالیٰ جو چاہتا تھا بدل دیتا تھا، حضور ﷺ کی وفات کے بعد وہ مانع جاتا رہا اور جس فعل کا سبب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو اور باوجود اس کے حضور ﷺ نے نہ کیا ہو، تو ایسا کام کرنا اللہ تعالیٰ کے دین کو بدلنا ہے؟ کیونکہ اگر اس کام میں کوئی مصلحت ہوتی، تو سرور کائنات ﷺ اس فعل کو خود ضرور کرتے یا ترغیب فرماتے اور جب آپ نے نہ خود کیا نہ کسی کو ترغیب دی، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں، بلکہ وہ بدعت قبیحہ سینہ ہے۔“ (نفائس الابرار ترجمہ مجالس الابرار: ص ۱۲)

مجالس الابرار کے اس حوالے اور مذکورہ بالا عبارتیں پیش نظر رکھ کر بدعت حسنہ اور بدعت سینہ کی تعریف یوں ہوگی:

بدعت حسنہ وہ دینی کام جس کا مانع آنحضرت ﷺ کے بعد زائل ہو گیا ہو، یا اس کا داعیہ، محرک اور سبب بعد کو پیش آیا ہو اور کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے اس پر روشنی پڑتی ہو اور ان میں سے کسی دلیل سے اس کا ثبوت ملتا ہو وہ بدعت حسنہ اور بالفاظ دیگر لغوی بدعت ہوگی جو مذموم نہیں ہے۔ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ وغیرہ کی عبارتیں اس پر صراحت سے دلالت کرتی ہیں (جنہیں راست میں تفصیل کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے) اور جس چیز کا محرک اور داعیہ اور سبب آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں موجود تھا مگر آپ نے وہ دینی کام نہیں کیا اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ نے بھی باوجود کمال عشق و محبت اور محرکات و اسباب کے نہیں کیا تو وہ کام بدعت قبیحہ اور بدعت سینہ اور بدعت شرعیہ کہلائے گا جو ہر حالت میں مذموم اور ضلالت و گمراہی ہوگا۔ باقی غیر مجتہد کا اجتہاد خصوصاً اس زمانہ میں ہرگز کسی بدعت کو حسنہ نہیں قرار دے سکتا۔ چنانچہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے:

”در نصاب الفقہ فی آراء ہر آنچہ بدعت حسنہ مجتہد ان قرار دادہ ہماں صحیح است و اگر کسے دریں زمانہ چیزے بدعت حسنہ قرار دہد خلاف است زیرا کہ در مصنفی میگوید کہ کل بدعت ضلالتہ فی زماننا“

(انہی)، (فتاوی جامع الروایات والجنزہ ص ۶۰)

یعنی نصاب الفقہ میں ہے کہ بدعت حسنہ وہ ہے جس کو حضرات مجتہدین نے بدعت حسنہ قرار دیا ہو۔ اور اگر کوئی شخص اس زمانہ میں کسی چیز کو بدعت حسنہ قرار دے گا تو وہ حق کے خلاف ہے کیونکہ مصنفی میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں ہر

بدعت گمراہی ہے۔

اس عبارت سے صراحت کے ساتھ یہ بات واضح ہو گئی کہ بدعت حسنہ صرف وہی ہوگی۔ جس میں حضرات مجتہدین کا اجتہاد کارفرما ہوگا، اور اجتہاد و قیاس صرف اُن احکام اور مسائل میں ہی ہو سکتا ہے جو غیر منصوص ہوں اور ان کے دوائی اور اسباب آنحضرت ﷺ اور خیر القرون میں موجود نہ ہوں بلکہ بعد کو ظہور پذیر ہوئے ہوں۔ اس نئی تہذیب کے زمانہ میں جو شخص بدعت کو حسنہ قرار دیتا ہے، اس کا قول سراسر باطل و مردود ہے۔ اور ایسی چیز کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

اور یہی وہ بدعت ہے جس کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (وغیرہ) فرماتے ہیں کہ:

”چیزے کہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند۔“ (مکتوبات حصہ سوم ص ۷۲)

یعنی جو چیز مردود ہے وہ حسن اور خوبی کہاں سے پیدا کرے گی؟ (تلخیص از راہ سنت)

۱۲۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ ثَقِيفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَتَمَسَّحَ بِغُودٍ مِّنْ أَرَاكٍ إِذَا بَالَ.

قبیلہ ثقیف کے ایک شخص سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرنے کے بعد عضو کو لکڑی سے صاف کرنے کے سوا کچھ بھی نہ کرتے تھے (یعنی عضو کو لکڑی سے مسح کر کے صاف کرتے اور پھر دھوتے نہ تھے)۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شواہد عند ابن ابی شیبہ: ۵۹۰، والبیہقی: ۵۴۰)

۱۲۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ (والصواب: ابی وقاص. ن) رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ، فَقَالَ: وَيْلَكَ، مَا تَصْنَعُ؟ إِنَّ هَذَا لَكُم يُكْتَبُ عَلَيْكَ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ایک صاحب کے پاس سے گزر رہا جو اپنے آلہ تناسل کو دھو رہا تھا، انہوں نے فرمایا: ”افسوس ہے تجھ پر! تو کیا کر رہا ہے؟ یہ تجھ پر فرض نہیں کیا گیا ہے۔“

تحقیق:

مرسل صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے بعد آلہ تناسل کا دھونا فرض نہیں ہے، البتہ زیادہ پسندیدہ بات یہی کہ دھویا جائے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۶۰۰) میں مروی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ”احمد الیکم غسل الاحلیل“ تمہارے لئے آلہ تناسل کے سوراخ کو پانی سے دھونا بہت اچھا ہے۔

۱۲۳. وَحَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ عَلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَتَنَعَا الْقَوْمُ عَنْهُ وَقَامَ فَتَفَاجَّ حَتَّى رَقَّ لَهُ الْقَوْمُ خَوْفًا أَنْ يُصِيبَهُ الْبَوْلُ، ثُمَّ بَالَ قَائِمًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ کا کچھ لوگوں کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ سے گزر ہوا (آپ کے ساتھ صحابہؓ بھی تھے، اور جب آپ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا تو) لوگ آپ سے دور ہو گئے، چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر اس قدر رائیں کشادہ کیں کہ آپ کو پیشاب لگ جانے کے خوف سے لوگوں پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے کھڑے کھڑے ہی پیشاب کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۲۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۴، کتاب الآثار وروایۃ ابی نعیم: ۳ ص ۳۷، مسند ابی حنیفہ: ۲۲۴، صحیح مسلم: ۲۷۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۵، سنن ابی داؤد: ۲۳، سنن النسائی: ۱۸، المستدرک لابن الجارود: ۳۶ ص ۳۶، ابن خزیمہ: ۵۲، مستخرج ابی عوانہ: ۴۹۹، شرح معانی الآثار: ۶۸۰ ص ۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

مسند ابی حنیفہ میں یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ منقول ہے:

عن ابی حنیفۃ عن حماد (عن ابراہیم بن) عن ابی وائل عن المغیرۃ..... الخ.

(مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۴)

فوائد و مسائل:

۱۔ پیشاب کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس حاجت سے بیٹھ کر فراغت حاصل کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ بیٹھ

کر پیشاب کرنے کی تھی جیسا کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو شخص تم سے بیان کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (بغیر کسی عذر کے) کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو، آپ (ہمیشہ) بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۷۹۷ و سندہ حسن)

- ۲۔ اس مقام پر آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیوں کیا؟ اس کی متعدد وجوہات مصنفین حضرات نے ذکر کی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔
- امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ اور امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کو مابضہ کی تکلیف تھی۔ (المستدرک للحاکم: ۶۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۹) لغت میں مابضہ کے معنی گھٹنا کے درد کے ہیں۔ اور امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ نے ایک وجہ یہ بھی نقل کی ہے کہ نیچے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ اگر بیٹھتے تو کپڑے پلید ہو جاتے۔ بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی عذر کی بناء پر کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔
- ۳۔ نبی کریم ﷺ کی اگرچہ عمومی عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ بول و براز کے سلسلے میں کافی دور تشریف لے جاتے تھے۔ مگر یہاں قریب ہی سباطہ قوم پر آپ کے پیشاب کرنے کی وجہ امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمائی ہے:
- کہ آپ ﷺ چونکہ امور المسلمین میں مصروف تھے کافی دیر گزر چکی تھی بول نے تنگ کیا ہوا تھا دور تشریف لے جاتے تو تکلیف کا خطرہ تھا اس لئے قریب ہی پیشاب کیا۔ (شرح صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۳۳)
- اس سے معلوم ہوا کہ بعض حالات میں لوگوں کے قریب بھی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْمَشْرِكِينَ قَالُوا لِأَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ: إِنَّا لَنَرِي صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كَيْفَ تَأْتُونَ الْخَلَاءَ، قَالُوا: أَجَلْ، قَالُوا: فَكَيْفَ يَأْمُرُكُمْ؟ قَالُوا: يَا أَمْرُنَا أَلَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِفُرُوجِنَا، وَلَا نَسْتَنْجِي بِأَيْمَانِنَا، وَلَا بِرَجِيعٍ، وَلَا بِعَظْمٍ، وَأَلَّا نَسْتَنْجِي بِدُونِ ثَلَاثَةِ أَجْحَارٍ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھی (یعنی نبی ﷺ) تمہیں یہ بھی بتلاتے ہیں کہ تم بیت الخلاء کس طرح جایا کرو، ان کا مقصد مذاق اڑانا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، جی ہاں! انہوں نے ان سے تفصیل دریافت کی تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف شرم گاہ کر کے نہ بیٹھیں اور دائیں ہاتھ سے استنجانہ کریں، گو براور ہڈی سے استنجا نہ کریں اور یہ کہ ہم تین سے کم پتھروں سے استنجانہ کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۶۲، سنن ابن ماجہ: ۳۱۶، سنن ابی داود: ۷، سنن الترمذی: ۱۶، سنن النسائی: ۴۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۶۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۰۳، ۲۳، المستفی لابن الجارود: ۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۴، مستخرج ابی عوانہ: ۵۷۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۰۸۰، سنن الدارقطنی: ۱۴۴، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۰، معرۃ السنن: ۸۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند مسلم و ابی داود وغیرہا)
امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ابراہیم سے آگے اس کی سند یوں مروی ہے:

.... عن ابراهیم عن عبد الرحمن بن یزید عن سلمان رضی اللہ عنہ... الخ۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲)

فوائد و مسائل:

جس طرح کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اسی طرح پاخانہ پیشاب بھی ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ نبی برحق حضرت محمد ﷺ نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دی ہیں اسی طرح پاخانہ و پیشاب اور طہارت و استنجاء کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ یہ مناسب ہے اور یہ نامناسب، یہ درست ہے اور یہ نادرست۔۔۔ مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جو ہدایات اس باب میں دی ہیں وہ چار ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ قضائے حاجت کیلئے اس طرح نہ بیٹھا جائے کہ قبلے کی طرف منہ ہو۔ دیگر متعدد احادیث صحیحہ کے مطابق قبلے کی طرف پشت کرنا بھی منع و ناجائز ہے۔ اور یہ ممانعت عام ہے۔ لہذا شہر ہو یا جنگل یا کھلا میدان یا چار دیواری ہر صورت میں قبلے کی طرف منہ یا پشت کرنا منع ہے جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔ اور یہ ممانعت قبلے کے ادب و احترام کے پیش نظر ہے۔ ہر مہذب آدمی جس کو لطیف اور روحانی حقیقتوں کا کچھ شعور و احساس ہو۔ پیشاب یا پاخانے کے وقت کسی مقدس اور محترم چیز کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے بیٹھنا بے ادبی اور گنوارہ پن سمجھتا ہے۔

۲۔ دوسری ہدایت آپ ﷺ نے یہ دی کہ داہنا ہاتھ جو عام طور پر کھانے پینے، لکھنے پڑھنے، لینے دینے وغیرہ سارے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اور جس کو ہمارے پیدا کرنے والے نے پیدا کئی طور پر بائیں ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور خاص فوقیت بخشی ہے اس کو استنجے کی گندگی کی صفائی کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔ یہ بات بھی ایسی ہے کہ ہر مہذب آدمی جس کو انسانی شرف کا کچھ شعور و احساس ہے، اپنے بچوں کو یہ بات سکھانی ضروری سمجھتا ہے۔

۳۔ تیسری ہدایت آپ ﷺ نے یہ دی کہ استنجے میں صفائی کیلئے کم از کم تین پتھر استعمال کرنے چاہئیں، اور یہ تین پتھر

استعمال کرنے کا حکم دیگر احادیث کے پیش نظر مستحب ہے۔ اگر دو پتھروں سے صفائی حاصل ہو جائے تو دو پر بھی اکتفاء جائز ہے۔ مگر عام حال یہی ہے کہ تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ اسکو صفائی کیلئے تین سے بھی زیادہ پتھروں کی ضرورت ہے تو اپنی ضرورت کے مطابق زیادہ استعمال کرے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ حدیثوں میں استنجہ کیلئے خاص پتھر کا ذکر اسلئے ملتا ہے کہ عرب میں پتھر کے ٹکڑے ہی اس مقصد کیلئے استعمال ہوتے تھے، ورنہ پتھر کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ مٹی کے ڈھیلے اور اسی طرح ہر ایسی پاک چیز سے یہ کام لیا جاسکتا ہے جس سے صفائی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو اس کا استعمال اس کام کیلئے نامناسب نہ ہو۔

۴۔ چوتھی ہدایت آپ ﷺ نے اس سلسلے میں یہ دی کہ کسی جانور کی گری پڑی ہڈی سے اور اسی طرح کسی جانور کے خشک فضلے سے یعنی لید وغیرہ سے استنجا نہ کیا جائے۔ کیونکہ لید بذات خود نجس ہے اور ہڈی جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔ مزید برآں زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگ ان چیزوں سے بھی استنجا کر لیا کرتے تھے اسلئے رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً اس سے منع فرمادیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا سلیم الفطرت اور صاحب تمیز آدمی کے نزدیک بڑے گنوار پن کی بات ہے۔

۱۲۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّكُمْ تَخْلُطُونَ ثَلْطًا. وَكَانُوا يَبْعُرُونَ بَعْرًا.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”کہ تم نرم پاخانہ کرتے ہو جب کہ تم سے پہلے لوگ اونٹ کی مینگیوں جیسا سخت پاخانہ کیا کرتے تھے (لہذا تم پتھر سے صاف کرنے کے بعد پانی کا بھی استعمال کر (کر)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مصنف ابن ابی شیبہ: ۱، ۱۶۳۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۱۷، ۵۱۸ باب الجمع فی الاستنجا بین السح بالاجار، نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ: ج ۱ ص ۲۱۹، البدیع المیر: ج ۲ ص ۷۵، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۷۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔
ہیثم سے امام ہیثم بن حبیب المعروف بہ ہیثم بن ابی الہیثم العیر فی الکوفی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۳۲)

نیز پیشم کی امام عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۴)

فائدہ:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۱۶۳۴) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے: ”فاتبعوا الحجارة بالماء“ کہ پتھر سے صفائی کے بعد پانی کا بھی استعمال کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں پتھر وغیرہ کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کرنا چاہیے۔

۱۲۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمَنِيُّ وَالْدَّمُ وَالْبَوْلُ إِذَا كَانَ مِقْدَارَ الدِّرْهِمِ أَعَادَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا كَانَ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يُعَدَّ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”منی، خون یا بول (وغیرہ) ایک درہم کی مقدار ہو تو نماز کا اعادہ کرو، اور اگر ایک درہم سے کم ہو تو اعادہ نہ کرو۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَانَ الدَّمُ أَقَلَّ مِنَ الدِّرْهِمِ فَصَلَّى فِيهِ الرَّجُلُ لَمْ يُعَدَّ، وَإِذَا كَانَ مِثْلَ الدِّرْهِمِ أَعَادَ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ایک درہم سے کم خون کپڑے پر لگا ہو اور آدمی اس میں نماز پڑھ لے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر بقدر درہم لگا ہو تو نماز کا اعادہ کر لے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نماز کے لئے ایک درہم سے کم پر معافی فقہاء کرام رحمہم اللہ نے پتھروں سے استنجاء والی احادیث سے اخذ کی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ پتھر اور ڈھیلے مزیل نجاست نہیں ہیں بلکہ مجفف اور منشف ہیں تو موضع نجاست کا نجس ہونا شریعت نے نماز کے لیے معاف کیا ہے اور وہ قدر درہم ہوتا ہے اس لئے متعدد فقہاء ایک درہم سے کم پر معافی لکھی ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ حدیث اذا استيقظ احدكم من منامه کے فوائد میں لکھتے ہیں کہ:

منها ان موضع الاستنجاء لا يطهر بالاحجار بل يبقى نجسا معفوا عنه في حق الصلاة.

اس کے فوائد میں سے یہ ہے کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے۔ (شرح مسلم: ص ۱۳۶)

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فی شرح المنیة ان القلیل عفو اجماعا اذا الاستنجاء بالحجر کان بالاجماع وهو لا یستأمل النجاسة والتقدیر بالدرهم مروی عن عمر وعلی وابن مسعود وهو مما لا یعرف بالراء فیحمل علی السماع. وفي الحلیة القدیر بالدرهم وقع علی سبیل الکناية عن موضع خروج الحدث من الدبر كما افاده ابراهيم النخعي بقوله انهم استنكروا ذکر البقاع في مجالسهم فكنوا بالدرهم. (شامی ج ۱ ص ۲۴۱)

شرح منیہ میں ہے کہ نجاست قلیل اجماعاً معاف ہے کیوں کہ پتھروں سے استنجاء کرنا بالاجماع کافی ہے اور وہ نجاست کو بالکل ختم نہیں کرتا اور درہم کا اندازہ حضرت عمر وعلی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے چونکہ اس میں رائے کا دخل نہیں اس لئے سماع پر محمول ہوگا اور حلیہ میں ہے کہ درہم کا اندازہ بطور کنایہ ہے دبر سے جیسا کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مجالس میں مقاعد کا ذکر برا سمجھا تو کنایاً درہم سے تعبیر کیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ بہ نسبت گناہ کے۔ یعنی اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسا کرنے والے کو گناہ بھی نہیں، خود فقہاء نے صراحت کی ہے کہ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

عفا الشارع عن قدر درهم وان کره تحريما فيجب غسله.

(در مختار بحوالہ آفتاب محمدی: ص ۲۵۹)

شارع نے بقدر درہم معاف کیا ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے پس اس کا دھونا واجب ہے۔

شیخ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اشار الى العفو بالنسبة الى صحة الصلاة فلا ينال الاثم.

(عمدة الرعاية: ج ۱ ص ۱۵۰ بحوالہ آفتاب محمدی: ص ۲۵۹)

کہ یہ معافی بہ نسبت صحت نماز ہے نہ یہ کہ اس کو گناہ نہیں۔

اور یہ اجازت بھی اس صورت میں ہے کہ جب کپڑا دھونے کے لئے پانی یا دوسرا کپڑا نہ ملے۔ اگر پانی میسر ہے اور وقت

بھی ہے تو اسے دھولینا چاہیے۔ چنانچہ فتاویٰ غیاثیہ (ص ۱۳) میں ہے:

نماز شروع کی اور دیکھا کہ کپڑے میں قدرے درہم سے کم نجاست ہے اور وقت میں فراخی ہے تو افضل یہ ہے کہ نماز قطع

کر کے کپڑا دھو ڈالے اور دوسری جماعت میں نئے سرے سے شروع کرے اگرچہ یہ جماعت اس کی فوت بھی کیوں نہ ہو جائے تاکہ اس کے فرض یقیناً ادا ہو جائیں۔

۱۲۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا ذَبَحَ الرَّجُلُ الشَّاةَ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ فَأَصَابَهُ الدَّمُ، فَلْيَغْسِلْ مَا أَصَابَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب آدمی با وضو ہو اور بکری ذبح کرے اور اس کو خون لگ جائے تو جہاں خون لگا ہوا سے دھو لے۔ (وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواة الامام محمد: ۱۵۷، باب ما یعاد من الصلاة وما یکرہ منها، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۲ فی الرجل یدنح ایوضا۔۔ الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِتَوَلِّي كُلِّ ذِي كَرَشٍ.

حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جگالی کرنے والے جانور کے پیشاب میں کوئی حرج نہیں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواة الامام محمد: ۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۳۵، ۱۲۳۸۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق وغیرہما)

۱۳۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَبْوَالَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، وَيَشْتَدُّ فِيهِ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ إِنْسَانٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اونٹ اور گائے کے بول کو مکروہ سمجھتے تھے اور کسی انسان کے

کپڑے کو لگنے کی صورت میں کافی سخت کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ بَوْلَ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ.

”حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ان جانوروں کے پیشاب کو مکروہ سمجھتے تھے جن کا گوشت کھایا

جاتا ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

حلال جانوروں کے پیشاب کا حکم اور اختلاف مذاہب:

حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ اس سلسلے میں دو مذاہب مشہور ہیں۔

فریق اول کا موقف:

ایک فریق کا کہنا ہے کہ حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

فریق ثانی کا موقف:

جب کہ اس کے مقابلے میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سمیت جمہور اہل اسلام کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔

فریق اول کے موقف پر دلائل اور ان کے جوابات:

فریق اول کے موقف پر حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے مگر ان دونوں روایات سے استدلال باطل و مردود ہے کیونکہ یہ دونوں روایات شدید ضعیف ہیں۔ ان کی تحقیق درج ذیل ہے:

...عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَأْسُ بِبَوْلِ مَا أُكِلَ لَحْمُهُ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ

وَضَعَفَهُ (أثار السنن: ۵۲)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان

جانوروں کے پیشاب میں کوئی مضائقہ نہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔“ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے

روایت کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۴۶۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۴، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۹۶۶، تحقیق فی مسائل الخلاف: ۸۴، تنقیح التحقيق لابن عبدالبہادی: ۱۱۲، البدر المنیر: ج ۱ ص ۵۷۲، اتحاف المہر ہلابن حجر: ۳۱۰۱، کنز العمال: ۲۶۵۰۳۔
اسے ابو بکر احمد بن محمد بن اسماعیل آدی نے عبد اللہ بن ایوب مخزومی سے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن ایوب مخزومی نے یحییٰ بن بکیر سے اس نے سوار بن مصعب سے اس نے مطرف بن طریف سے اس نے ابوالجہم سے اور اس نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۴۶۰)

یہ حدیث جمہور ائمہ محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بلحاظ سند شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے جو کہ شدید مجروح ہے۔ (دیکھئے: تاریخ اسلام للذہبی: ۱۲۴ وغیرہ) ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ ص ۵۶ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ یہ حدیث باطل و موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب ہے جو کہ تمام اہل نقل کے نزدیک متروک ہے اور اس کی روایت کے ترک پر سب کا اتفاق ہے۔ اور یہ موضوع روایات بیان کرتا ہے۔

(المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۱ ص ۱۸۰)

اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۴۶۱، فوائد تمام للرازی: ۱۰۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۴۸، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۹۶۶، تحقیق فی مسائل الخلاف: ۸۵، تنقیح التحقيق لابن عبدالبہادی: ۱۱۲، الدرایہ: ۸۵۔

اسے ابوہل بن زیاد نے سعید بن عثمان ابوہازی سے اس نے عمرو بن حصین سے اس نے یحییٰ بن العلاء سے اس نے مطرف سے اس نے محارب بن دثار سے اور اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن الدارقطنی: ۴۶۱)
یہ حدیث بھی بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں پائے جانے والے دوراوی سخت مجروح ہیں۔

۱۔ ابو عثمان عمرو بن حصین عقیلی۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۴۳۴۸، میزان الاعتدال: ۶۳۵۱)

۲۔ یحییٰ بن العلاء رازی بکلی۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۶۸۹۵، میزان الاعتدال: ۹۵۹۱)

مزید برآں اس فریق کے موقف پر حدیث عربین کو بھی بطور دلیل ذکر کیا جاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ عربینہ اور عکل کے چند افراد جو عرفات میں رہتے تھے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا صحرائی اور بدوی ہونے کی وجہ سے مدینہ کی شہری ہوا ان پر راست نہ آئی اور بیمار ہو گئے ان کو پیٹ کے ایک باطنی مرض نے آگھیرا جسے استقاء کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں زکوٰۃ کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا:

”اشرہوا من البانہا و اہوالہا۔“

ان کا دودھ اور پیشاب ہو۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۷۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۸۸)

مگر اس حدیث سے بھی مطلقاً پیشاب کی پاکی پر استدلال غلط و مردود ہے۔ کیونکہ امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ کے تحقیق کے مطابق اس حدیث میں بول پینے کا حکم علاج کی ضرورت کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے عمدۃ القاری: ج ۱ ص ۹۲۰، تلخیص الحیر: ۳۷) اور وحی کے ذریعے اس کے ساتھ شفاء ہونے کا علم آپ ﷺ کو ہو گیا تھا۔ ضرورت اور غیر ضرورت کی حالت جدا ہوتی ہے جیسے حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اجازت ہے ویسے نہیں۔

فریق ثانی کے موقف پر دلائل:

فریق ثانی کی طرف سے حلال جانوروں کے پیشاب کی ناپاکی پر ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں مطلقاً پیشاب کو ناپاک کہا گیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، مثلاً۔۔۔۔۔

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”أَكْثَرُ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنَ الْبَوْلِ“

(عذاب قبر زیادہ تر پیشاب (سے احتیاط نہ کرنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔) (دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۳۲۸)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”عامۃ عذاب القبر من البول۔“

(پیشاب کے چھینٹوں سے بچو) کیونکہ عمومی عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(دیکھئے: المستدرک للحاکم: ۶۵۳، سنن دارقطنی: ۴۶۶)

احناف کے مخالفین میں سے شوکانی نے بھی ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

”یہ حدیث بغیر کسی قید کے مطلقاً پیشاب (کے چھینٹوں وغیرہ) سے بچنے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (امام ابو حنیفہ

(رحمہ اللہ) کا بھی یہی مسلک ہے اور یہی حق ہے۔“ (ملخصاً: نیل الاوطار: ج ۱ ص ۱۰۷)

حرام اور ناپاک اشیاء سے علاج کا حکم:

اس مقام پر ایک یہ مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے کہ آیا حرام اشیاء سے علاج کا کیا حکم ہے؟ حرام اور ناپاک چیزوں سے علاج کے بارے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

حنابلہ کا موقف:

اہلسنت والجماعت حنابلہ حرام چیزوں سے علاج کرنے کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ثقہ و صدوق امام ابو محمد ابن

قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

ولا يجوز التداوى بمحرم ولا بشيء فيه محرم مثل البان الأتن ولحم شيء من المحرمات ولا شرب الخمر للتداوى به لما ذكرنا من الخبر.

(المغنی، کتاب الاطعمة ج ۱۱ ص ۸۴) (والشرح الكبير ج ۱۱ ص ۱۰۸)

حرام چیزوں سے علاج جائز نہیں، اور نہ ہی ایسی چیز سے جس میں حرام چیز شامل ہو جیسے گدھیوں کے دودھ سے اور حرام جانوروں کے گوشت سے علاج کرنا، اور علاج کیلئے شراب پینا بھی جائز نہیں جیسا کہ ہم نے حدیث سے بیان کیا۔

شوافع کا موقف اور ان کی دلیل:

الہنسۃ والجماعت شوافع کے نزدیک ایسے محرمات سے علاج کرنا درست ہے جس میں نشہ نہ ہو، بشرطیکہ وہی چیز اس بیماری کے علاج کیلئے متعین ہو، لہذا نشہ آور چیز سے علاج کرنا ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابو زکریا محی الدین نووی رحمہ اللہ ص ۶۷۶ لکھتے ہیں:

مذهبنا جواز التداوى بجميع النجاسات سوى المسكر.... دليلنا حديث العرنين وهو في الصحيحين كما سبق وهو محمول على شربهم الا بوال للتداوى كما هو ظاهر الحديث. وحديث "لم يجعل شفاءكم" محمول على عدم الحاجة اليه بان يكون هناك ما يغني عنه ويقوم مقامه من الاودية الطاهرة وقال البيهقي، هذا الحديثان ان صحا حملا على النهي عن التداوى بالمسكر وعلى التداوى بالحرام من غير ضرورة للجمع بينها وبين حديث العرنين.

(المجموع شرح المذهب ج ۹ ص ۵۲)

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ سوائے نشہ آور چیز کے تمام ناپاک چیزوں سے علاج جائز ہے۔ ہماری دلیل "حدیث العرنین" ہے جو صحیحین میں مذکور ہے، یہ حدیث ان لوگوں کے علاج کے طور پر پیشاب پینے پر محمول ہے جیسا کہ ظاہر حدیث یہی ہے اور حدیث شریف میں یہ جو الفاظ آئے ہیں کہ "لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم" یعنی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں شفاء نہیں رکھی جو تم پر حرام کی گئی ہیں، یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب علاج کیلئے اس کے متبادل کوئی دوسری پاک چیز بھی موجود ہے جو اس حرام چیز سے مستغنی کرنے والی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر (ممانعت والی) یہ دونوں حدیثیں صحیح ہوں تو ان ممانعت والی حدیثوں کو "تداوى بالمسكر" سے نہیں پر محمول کیا جائے گا اور بلا ضرورت تداوى بالحرام والی صورت پر محمول کیا جائے گا تاکہ احادیث کے درمیان اور حدیث عرنین کے درمیان تطبیق ہو سکے۔

حدیث عربین درج ذیل ہے:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان ناساً من عرینۃ قدموا علی رسول اللہ ﷺ المدینۃ فاجتووها فقال لهم رسول اللہ ﷺ: ان شئتم ان تخرجوا الی ابل الصدقة فتشربوا من البانہا وابوالہا۔ (مسلم، کتاب القسامۃ، باب حکم المحاربین والمرتدین)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، وہ لوگ سوزش کی بیماری میں مبتلا ہو گئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مدینہ سے باہر صدقہ کے اونٹوں کے پاس چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

مالکیہ کا مؤقف:

اہل سنت والجماعت مالکیہ کا مؤقف اس مسئلہ میں تقریباً حنا بلہ کی طرح ہے، لہذا ان کے نزدیک تداوی بالحریم کسی حال میں جائز نہیں۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ قرطبی رحمہ اللہ ص ۱۷۶ لکھتے ہیں:

وان كانت المیتة قائمة بعینہا فقد قال سحنون لا يتداوی بها بحال ولا بخنزیر لان منها عوضاً حلالاً بخلاف المجاعة وكذلك الخمر لا يتداوی بها۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ بقرہ: ۲۱۳)

اگر مردہ جانور بعینہ موجود ہو تو اس کے بارے میں امام سحنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے ذریعہ کسی حال میں علاج نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی خنزیر سے علاج کیا جائے گا۔

امام مواق رحمہ اللہ اپنی کتاب ”التاج والاکلیل“ میں کہتے ہیں:

واما التداوی بها (ای بالخمر) فمشہور المذہب انه لا یحل، واذا قلنا: انه لا یجوز التداوی بها لا یجوز استعمالها للضرورة فالفرق ان التداوی لا یتیقن البرء بها۔

(التاج والاکلیل للمواق: ج ۲ ص ۲۴۲)

شراب سے علاج کے بارے میں مشہور مذہب یہ ہے کہ حلال نہیں، اور جب ہم نے یہ کہا کہ اس سے علاج کرنا جائز نہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ضرورت کیلئے استعمال کرنا جائز نہیں، فرق یہ ہے کہ اس سے علاج کے نتیجے میں صحت حاصل ہو جانا یقینی نہیں ہے۔

احناف کا مؤقف:

اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت علماء احناف کے اقوال مختلف ہیں۔ تاہم اکثر علماء احناف نے (بامر مجبوری) حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ ماہر معالج یہ بتائے کہ اس مریض کیلئے اس کے علاوہ کوئی اور دوا نہیں ہے، چنانچہ

مشہور ثقہ بالاجماع امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم مصری رحمہ اللہ ۹۷۰ھ فرماتے ہیں:

وقد وقع الاختلاف بين مشايخنا في التداوى بالمحرم، ففي النهاية عن الذخيرة: الا سشفاء بالمحرام يجوز اذا علم ان فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر. (البحر الرائق: ج ۱ ص ۱۱۵)

یعنی ہمارے مشائخ کے درمیان ”تداوی بالمحرم“ کے مسئلے میں اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ ”نہایہ“ میں ”ذخیرہ“ سے یہ منقول ہے کہ حرام سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے اندر شفاء ہے اور کسی دوسری دواء کے بارے میں علم نہ ہو۔

واضح رہے کہ جو فقہاء کرام رحمہم اللہ حرام اور ناپاک چیزوں سے علاج کو جائز قرار دیتے ہیں وہ حدیث عربین سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ماقبل میں گزر چکی ہے۔

حرام اشیاء سے علاج ناجائز ہونے پر دلائل:

جو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ ”تداوی بالمحرم“ کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں، وہ درج ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

۰۰ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان الله انزل الداء والدواء وجعل لكل داء دواء فتداووا ولا تتداووا بالمحرام. (ابو داود، کتاب الطب، باب الادویۃ المکروہۃ)

☆☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دواء دونوں نازل فرمائی ہیں اور ہر بیماری کیلئے دوا ہے، لہذا علاج کرو اور حرام سے علاج مت کرو۔

۰۰ عن عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہ ان طیباً سئل النبی ﷺ عن ضفدع يجعلها في دواء فنهاه النبی ﷺ عن قتلها. (ایضاً)

☆☆ حضرت عبدالرحمن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے حضور اقدس ﷺ سے مینڈک کے بارے میں سوال کیا کہ کیا میں اس کو دواء میں شامل کر سکتا ہوں؟ تو حضور اقدس ﷺ نے اس کے قتل سے منع فرمایا۔

۰۰ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ ﷺ عن الدواء الخبیث. (ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ناپاک دواء کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

۰۰ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ذکر طارق بن سوید او سوید بن طارق، سأل النبی ﷺ عن الخمر فنهاه ثم سأله فنهاه فقال له: یا نبی اللہ! انہا دواء، قال النبی ﷺ لا ولكنها داء.

(ایضاً: وابن ماجہ فی الطب، رقم: ۲۵۰۰، والدارمی فی الاشریۃ، ۲: ۲۸، رقم: ۲۱۰۲)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے حضور اقدس ﷺ سے شراب کے استعمال کے بارے میں سوال کیا، آپ نے منع فرمادیا، دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر منع فرمادیا، انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ تو ایک دواء ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! نہیں بلکہ یہ بیماری ہے۔

۱۰۰۔ اخبرنا احمد بن علی بن المثنی حدثنا ابو خيثمة حدثنا جرير عن الشيباني عن حسان بن محارق قال: قالت ام سلمة اشتكت ابنة لي فنبذت لها في كوز فدخل رسول الله ﷺ وهو يغلي فقال: ما هذا؟ فقلت: ان ابنتي اشتكت فنبذت لها هذا، فقال رسول الله ﷺ ان الله لم يجعل شفاءكم في حرام۔ (اخرج ابن حبان في صحيحه، وراجع: موارد الظمان للهيثم ص ۲۲۹، رقم: ۳۹۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بیٹی بیمار ہو گئی تو میں نے ایک کوزہ میں اس کیلئے نبیذ بنائی، اتنے میں حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور اس نبیذ میں ابال آ رہا تھا، حضور اقدس ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میری بیٹی بیمار ہو گئی ہے، اس لئے میں نے اس کیلئے نبیذ بنائی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کے اندر تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی ہے۔

حرام اشیاء سے علاج کے جواز کے قائلین کی طرف سے جواب:

جواہل علم حضرات حرام اشیاء سے (بامر مجبوری) علاج کے جواز کے قائل ہیں، وہ مندرجہ بالا احادیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ احادیث اور آثار ”حالت اختیار“ پر محمول ہیں۔ حالت اختیار کا مطلب یہ ہے کہ اس مرض کی دوسری دواء کے بارے میں علم ہو۔ ثقہ بالاجماع امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ نے ”عمدة القاری“ (ج ۱ ص ۲۹۰) میں، ثقہ بالاجماع شارح حدیث مولانا غلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے ”بذل الجہود“ (ج ۱ ص ۱۹۹) میں اور ثقہ و صدوق محقق علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ”معارف السنن“ (ج ۱ ص ۲۷۸) میں اسی جواب کو اختیار کیا ہے۔

اور ثقہ و صدوق محقق شیخ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ”امانی الاخبار“ میں بھی ان احادیث کا یہی جواب دیا ہے۔ امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی قرطبی ظاہری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ اضافہ بھی فرمایا ہے کہ:

جاء اليقين بأباحة الميتة والخنزير عند خوف الهلاك من الجوع، فقد جعل تعالى شفاءنا من الجوع المهلك فيما حرم علينا في تلك الحال ونقول: نعم ان الشئىء ما دام حراما علينا فلا شفاء لنا فيه فاذا اضطررنا اليه فلم يحرم علينا حينئذ بل هو حلال فهو لنا حينئذ شفاء، وهذا ظاهر الخبر.

یعنی اگر بھوک سے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت مردار اور خنزیر کا مباح ہونا یقینی ہے، اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنے والی بھوک کے وقت ایسی چیز کے اندر ہمارے لئے شفاء رکھی ہے جو اس حالت میں ہمارے اوپر حرام تھی، اور ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے جب تک کوئی چیز ہم پر حرام ہوگی، اس وقت تک اس کے اندر ہمارے لئے شفاء نہیں ہوگی، لیکن جب ہم اس کے استعمال کی طرف مجبور ہو جائیں گے تو اس وقت وہ چیز ہم پر حرام نہیں رہے گی بلکہ وہ حلال ہو جائے گی، لہذا اس وقت وہ چیز ہمارے لئے شفاء بن جائے گی، یہ بات بالکل واضح ہے۔

اختصار کے پیش نظر صرف انہی معروضات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ تفصیل کیلئے راقم الحروف کی کتاب تنقیح السنن (اردو شرح آثار السنن) ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِسُورِ السَّنُورِ، إِنَّمَا هِيَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بلی کے جھوٹے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ بلی گھر میں رہنے والا جانور ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بلی کا جھوٹا پاک ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، چند احادیث ترجمہ، تخریج اور فوائد کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عَنْ كُبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ عِنْدَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا قَالَتْ: فَسَكَبْتُ لَهُ وُضُوًّا، قَالَتْ: فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كُبْشَةُ: فَرَأَيْتِ أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: تَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي، فَقُلْتُ نَعَمْ! فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَافِقِ أَوْ الطَّوَافَاتِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

(آثار السنن: ۱۲)

☆ ☆ کبشہ بنت کعب بن مالک (رحمہا اللہ) سے روایت ہے اور وہ (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے کے نکاح میں تھیں کہ (سیدنا) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس تشریف لائے، وہ کہتی ہیں: پس

میں ان کیلئے پانی کا برتن انڈیلنے لگی۔ کہتی ہیں اتنے میں ایک بلی آئی تو انہوں نے اس بلی کیلئے برتن کو جھکا دیا یہاں تک کہ بلی نے (پانی) پی لیا۔ کبشہ (رحمہا اللہ) کہتی ہیں: ابوقنادہ (رضی اللہ عنہ) نے مجھے دیکھا کہ میں انہیں (تعجب سے) دیکھ رہی ہوں تو کہا اے بھتیجی! کیا تجھے تعجب ہو رہا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! (سیدنا) ابوقنادہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلی ناپاک نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے پاس آنے جانے والوں میں سے ہیں، یا یہ فرمایا کہ آنے جانے والیوں میں سے ہیں۔ اسے اصحاب خمسہ اور ترمذی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۷۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۷، سنن الترمذی: ۹۲، سنن النسائی: ۶۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۴، صحیح ابن حبان: ۱۲۹۹، مؤطا مالک: ۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۳، مسند الحمیدی: ۴۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۵، مسند احمد بن حنبل: ۲۲۵۸۰، سنن الدارمی: ۷۶۳، المستقی لابن الجارود: ۶۰، مستدرک حاکم: ۵۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۵۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۷۷۰۔

اور بلحاظ متن شواہدات کی بناء پر کم از کم حسن درجہ کی ہے اسے متعدد حضرات جیسے امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ م ۴۰۵ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ اور امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) خسر، محرم رشتوں میں سے ہے اس سے پردہ نہیں اور خدمت اس کا حق ہے۔
- (۲) جانوروں سے حسن معاملہ حسن اخلاق کا حصہ اور اجر کا باعث ہے۔
- (۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے مگر دیگر احادیث سے بلی کے جوٹھے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا اس باب کی تمام احادیث کے پیش نظر بلی کا جوٹھا مع الکراہت پاک ہے۔ یعنی اگر دوسرا پانی میسر نہ آئے تو اس کا استعمال بالکل درست ہے۔

- (۴) اسلام سہولت اور آسانی والا دین ہے۔ بلی کے گھروں میں بکثرت داخل ہونے کی وجہ سے ہر گھڑی اس سے برتنوں کی حفاظت مشکل ہے اس لئے اس کے بارے میں حکم قدرے نرم دیا گیا ہے۔

۲. وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحٍ بْنِ دِينَارٍ التَّمَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَوْلَاهُ إِذَا أُرْسِلَتْهَا بِهَرِيرَةٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَوَجَدَهَا تُصَلِّي، فَأَشَارَتْ إِلَى أَنْ ضَعِبَهَا فَنَجَّاهُ هِرَّةً فَأَكَلَتْ مِنْهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتْ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّهَا لَيَسْتُ بِنَجَسٍ رَأَيْتُ مِنْ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ، وَقَدَرْتُ أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. (آثار السلف: ۱۳)

☆ ☆ داود بن صالح بن دینار التمار اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کی مالکہ نے اسے (یعنی ام داود کو) حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ہریسہ (ایک قسم کا کھانا) دے کر بھیجا تو اس نے انہیں نماز پڑھتے پایا۔ انہوں نے اشارہ کیا کہ رکھ دے۔ چنانچہ (اسی دوران میں) ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ کھا گئی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو انہوں نے وہیں سے کھانا شروع کر دیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا اور بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ نجس نہیں ہے، یہ تو گھومنے پھرنے والے جانوروں میں سے ہے۔“ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے جھوٹے پانی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ اسے (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۷۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۰۰۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۶۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۷۸۱، شرح السنن للبیہقی: ج ۲ ص ۷۰۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی راویہ ام داود بن صالح مجہول ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ج ۱ ص ۲۴۸) مزید برآں اس کا راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔۔۔

- ۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بشیء“ کہ یہ کچھ نہیں ہے۔
- ۲۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ سن ۳۷۲ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بالقوی“ یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔
- ۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

- ۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطا کار بتلاتے ہیں۔
- ۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ”لا یحتج بہ“ کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: ۵۲۸، ۵۲۷/۱۱؛ تہذیب التہذیب: ۳/۴۷۱، ۴۷۲، الجرح والتعديل: ۵/۳۹۵)
- ۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/۲۰۷)

- ۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بشیء“ یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ:

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہم کر جاتا ہے اور باطل روایات نقل کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کر جاتا ہے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۴۷۲)

۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/ ۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/ ۱۹۵، تہذیب: ۳/ ۴۷۲)

اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۷۹)

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)

۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابو زرعہ جن کی تعریف میں نذیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: وہ ابو زرعہ جن کی خصوصیات

اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ”تہذیب التہذیب“ میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے ”ابو زرعہ

الرازی احد الائمة الحفاظ۔“ الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)

زبیر علی زئی لکھتے ہیں: امام ابو زرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (نور العینین:

ص ۱۲۸)

یہ ابو زرعہ غیر مقلدین کے انتہائی مدوح امام فرماتے ہیں کہ:

عبد العزیز در اوردی سی الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو غلطی

کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۴۷۲)

سلطان محمود ضیاء لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سی الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات الحدیث: ص ۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراجح: ص ۱۱۳)

ارشاد الحق اثری اور عبد الرحمن مہار کپوری صاحب بھی سی الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ۲/ ۶۳۰،

ابکار الہسن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض (باقرار مخالفین احناف) عبد العزیز در اوردی پر جرح مفسر ہے لہذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے در اوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ نذیر حسین دہلوی اس کی ایک

روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۳/۳۹۸)
عبدالرؤف کے نزدیک بھی دروردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:
اور دروردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہذا ان کا اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دروردی ضعیف ہیں۔ (ایضاً: ۳۸۲)

الغرض اس روایت کی مذکورہ بالا سند ضعیف ہے۔

۲. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُغَسَّلُ الْإِنَاءُ إِذَا وَلَّغَ فِيهِ الْكَلْبُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَوْ لَاهُنَ أَوْ أَخْرَاهُنَ بِالْتُّرَابِ، وَإِذَا وَلَّغْتَ فِيهِ الْهَرَّةَ غُسِلَ مَرَّةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

(آثار السنن: ۱۴)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: برتن کو سات مرتبہ دھویا جائے جب کہ اس میں کتا منہ مار جائے (اور) پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے، اور جب اس (برتن) میں بلی منہ مار دے تو ایک مرتبہ دھویا جائے۔ (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۹۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۰، التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی: ۶۳، الامام باحادیث الاحکام: ۹، تحفہ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۱۳۴۲۶، تنقیح التحقیق لابن عبدالبہادی: ۷۶، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۱۳۵۔

اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابو بکر ایوب بن ابی حمیمہ سختیانی رحمہ اللہ نے اس سے امام ابو محمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تمیمی بصری رحمہ اللہ نے اور اس سے امام ابو عبد اللہ سوار بن عبد اللہ بن سوار بن عبد اللہ بصری قاضی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (المجرح والتعديل للرازی: ۶۵۱۸)

(۲) امام ابو بکر ایوب بن ابی حمیمہ سختیانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال للزمزلی: ۲۶۳۸)

(۳) امام ابو محمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تمیمی بصری رحمہ اللہ بخاری و مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقة صدوق“ راوی تھے۔

(المجرح والتعديل للرازی: ۱۸۳۵)

(۴) امام ابو عبد اللہ سوار بن عبد اللہ بن سوار بن عبد اللہ بصری قاضی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال للزمی: ۲۶۳۸)

۴. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: طَهُورُ الْإِنَاءِ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْهَرُّ أَنْ يُغَسَّلَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَآخَرُونَ. وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: هَذَا صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب برتن میں مٹی منہ ڈال جائے تو برتن کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک یا دو مرتبہ دھویا جائے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۱، سنن الدارقطنی: ۱۸۶، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۵۷۱، فوائد تمام للرازی: ۱۳۶۷، الاستدکار لابن عبد البر: ج ۱ ص ۱۶۶، التمهید لمافی المؤطا من المعانی والمسانید: ج ۱ ص ۳۲۴۔

اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابو خالد قرہ بن خالد سدوسی رحمہ اللہ نے اس سے امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک النبیل رحمہ اللہ نے اور اس سے امام ابو بکرہ بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبید اللہ بکراوی قاضی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۵۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔ اس کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ درج ذیل ہے۔

- (۱) امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (کما مر) (الجرح والتعديل للرازی: ۱۵۱۸)
- (۲) امام ابو خالد قرہ بن خالد سدوسی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (الجرح والتعديل للرازی: ۷۴۷)
- (۳) امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک النبیل رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة کثیر الحدیث“ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال للزمی: ۲۹۲۷)

(۴) امام ابو بکرہ بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبید اللہ بکراوی قاضی رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی تھے۔

(الثقات لابن حبان: ۱۲۷۰۳، الثقات من لم یقع فی الکتب المست لا بن قطلوبغا: ۲۰۵۵)

۵. وَعَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْهَرُّ فِي الْإِنَاءِ فَأَهْرِقْهُ وَاغْسِلْهُ مَرَّةً. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. قَالَ النَّيْمَوِيُّ: وَالْمَوْقُوفُ أَصَحُّ فِي الْبَابِ. (آثار السنن: ۱۶)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ: جب مٹی برتن میں منہ ڈال جائے تو اس پانی کو پینک دو

اور اس برتن کو ایک مرتبہ دھولو۔ (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (حافظ) نیموی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس سلسلہ میں موقوف روایت صحیح تر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۴۴، تنقیح التحقيق لابن عبدالبہادی: ۸۰، کنز العمال: ۲۷۵۲۶۔

اسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ اور امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ سے امام ابو بکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ نے اور اس سے امام معمر بن راشد ازدی حدانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ (دیکھئے مصنف عبدالرزاق: ۳۴۴، سنن الدارقطنی: ۲۰۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام محمد بن سیرین انصاری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (کما مر) (الجرح والتعديل للرازی: ۱۵۱۸)

(۲) امام ابو بکر ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (کما مر)

(تہذیب الکمال للزمی: ۲۶۳۸)

(۳) امام معمر بن راشد ازدی حدانی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال للزمی: ۶۱۰۴)

فائدہ:

حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہوا کہ بلی کا جوٹھا پاک ہے مگر حدیث نمبر ۳، ۴، ۵ سے بلی کے جوٹھے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا اس باب کی تمام احادیث کے پیش نظر صحیح یہی ہے کہ بلی کا جوٹھا مع الکراہت پاک ہے۔ یعنی اگر دوسرا پانی میسر نہ آئے تو اس کا استعمال بالکل درست ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ مع الکراہت پاک ہے اور رائج قول کے مطابق کراہت تنزیہی ہے۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کے نزدیک بلا کراہت پاک ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے بطور دلیل حدیث نمبر ۳، ۴، (اور) ۵ پیش کی جاتی ہیں جن میں بلی کے جھوٹے کو پاک کرنے کا کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب بلی کا گوشت نجس ہے تو لعاب بھی نجس ہوگا لہذا جوٹھا بھی نجس ہونا چاہئے کیونکہ لعاب گوشت سے ہی پیدا ہوتا ہے مگر علت طواف کی طرف سے اس کے حکم میں تخفیف ہوگئی اور حکم عین نجاست سے کراہت کی طرف منتقل ہو گیا۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی طرف سے حدیث نمبر ۱-۲ کے الفاظ ”انہالیست نجس“ سے استدلال کیا جاتا ہے مگر عرض ہے کہ یہ احادیث بیان جواز پر محمول ہیں اس طرح بظاہر متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔



۴۔ کِتَابُ الصَّلَاةِ نماز سے متعلق احکام و مسائل

لفظ کتاب کی لغوی و اصطلاحی تحقیق:

کتاب، کتب سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے اور ملانے کے ہیں اور مصنفین کے نزدیک عموماً کتاب ان مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں جو مستقل حیثیت کے حامل ہوں اور وہ کئی انواع، یعنی مختلف ابواب پر مشتمل ہوں۔ چنانچہ جلیل القدر ثقہ و صدوق سنی امام علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ ص ۸۵۵ لکھتے ہیں کہ:

”لفظ الکتاب اور ابواب وہاں بولا جاتا ہے جس کے تحت انواع متعدد ہوں اور جہاں باب ہوگا اس سے مراد نوع واحد ہوگی۔“ (عمدة القاری شرح بخاری: ج ۱ ص ۱۱۹)

لفظ صلوة کے لغوی معانی:

- لفظ صلوة لغوی اعتبار سے کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً۔۔۔
- ☆ صلوة بمعنی دعا سے مشتق ہے۔
- ☆ صلوة بمعنی صلہ سے مشتق ہے اور صلہ تعلق کو کہا جاتا ہے کیونکہ صلوة عابد اور معبود کے درمیان ایک تعلق اور رابطہ ہے۔
- ☆ صلوة بمعنی رحمت سے مشتق ہے۔
- ☆ صلوة بمعنی ”تحریک الصلوین“ سے باخوذ ہے۔
- ☆ صلوة بمعنی ”قوام“ سے مشتق ہے۔
- ان کے علاوہ اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

لفظ صلوة کا اصطلاحی معنی:

اصطلاح شریعت میں ”صلوة“ اس مخصوص عبادت کو کہا جاتا ہے جسے مخصوص وقت میں مخصوص آداب و شرائط کیساتھ ادا کیا جائے۔

نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کا امتیاز:

سفرات انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، کمالات و احسانات اور اس کی تقدیس و توحید کے بارے میں بڑے بڑے بتلاتے ہیں اور اس کو مان لینے اور اس پر ایمان لے آنے کا پہلا قدرتی اور بالکل فطری تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے حضور میں اپنی فدویت و بندگی، محبت و شیفگی اور محتاجی و در یوزہ گری کا اظہار کر کے اس کا قرب اور اس کی رحمت و رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کی یاد سے اپنے قلب و روح کیلئے نور اور سرور کا سرمایہ حاصل کرے۔ نماز کا اصل موضوع دراصل یہی ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نماز اس مقصد کے حصول کا بہترین وسیلہ ہے۔ اسی لیے ہر نبی کی تعلیم میں اور ہر آسمانی شریعت میں ایمان کے بعد پالا حکم نماز ہی کارہا ہے۔ اور اسی لئے اللہ کی نازل کی ہوئی آخری شریعت (شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز کے شرائط و ارکان اور سنن و آداب اور اسی طرح کے مفادات و مکروہات وغیرہ کے بیان کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے جو اس کے علاوہ کسی دوسری طاعت و عبادت کو بھی نہیں دی گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں نماز کا بیان شروع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اعلم ان الصلوة اعظم العبادات شأنًا و اوضحها برہانًا و اشهرها في الناس و انفعها في النفس و لذلك اعتنى الشارع ببيان فضلها و تعيين اوقاتها و شروطها و اركانها و آدابها و رخصتها و نوافلها اعتناء عظيمًا لم يفعل في سائر انواع الطاعات و جعلها من شعائر الدين.“ (ص ۱۸۶)

یعنی۔۔۔۔۔ نماز اپنی عظمت شان اور مقتضائے عقل و فطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خدا شناس و خدا پرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کیلئے سب سے زیادہ نفع مند ہے اور اسی لئے شریعت نے اس کی فضیلت اس کے اوقات کی تعیین و تحدید اور اس کے شرائط و ارکان اور آداب و نوافل اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے جو عبادات و طاعات کی کسی دوسری قسم کے لیے نہیں کیا اور انہی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے۔

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر نماز کے اجزاء اصلہ اور اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”و اصل الصلوة ثلاثة اشياء ان يخضع القلب عند ملاحظة جلال الله و عظمته و يعبر اللسان عن تلك العظمة و ذلك الخضوع بافصح عبارة و ان يؤدب الجوارح حسب ذلك الخضوع“

یعنی نماز کے اصل عناصر تین ہیں۔ ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی لا انتہا عظمت و جلال کے دھیان سے سراقندہ ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و سراقندگی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے

ادا کرے۔ اور تیسرے یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کیلئے استعمال کرے۔

پھر اسی سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد فرماتے ہیں:

”اما الصلوة فهي المعجون المركب من الفكر المصروف تلقاء عظمة الله... ومن الادعية المبينة اخلاص عمله لله توجيهه وجهه تلقاء الله وقصر الاستعانة في الله ومن افعال تعظيية كالسجود والركوع يصير كل واحد عضداً الآخر ومكمله والمنبئ عليه.“

یعنی نماز کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا تفکر و استحضار۔ دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے اعمال خالص اللہ کیلئے ہیں اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کر چکا ہے اور اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد چاہتا ہے اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کی طرف دعوت و ترغیب کا ذریعہ بننا رہتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

”والصلوة معراج المؤمنین معدة للتجليات الاخرية... وسبب عظيم لمحبة الله ورحمته... واذا تمكنت من العبد اضمحل في نور الله وكفرت عنه خطايا... ولا شيء انفع من سوء المعرفة منها اذا فعلت افعالها واقوالها على حضور القلب والنية الصالحة... واذا جعلت رسماً مشهوراً نفعت من غوائل الرسوم نفعاً بيناً وصارت شعاراً للمسلم بتميز به من الكافر... ولا شيء في تمرين النفس على انقياد الطبيعة للعقل وجريانها في حكمه مثل الصلوة.“ (ج ۱ ص ۴۲، ۴۳)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب نے نماز کی مندرجہ ذیل چند خصوصیات اور تاثیرات بیان کی ہیں:

☆ اول یہ کہ وہ اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں، ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔

☆ دوم یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کے حصول کا وسیلہ ہے۔

☆ سوم یہ کہ نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ نور الہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے (جیسے کہ کوئی میلی کچلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے)۔

☆ چہارم یہ کہ نماز جب حضور قلب اور صادق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات و وساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثل دوا ہے۔ پنجم یہ کہ نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لیے ایک معروف و مقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنا دیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر و شرک اور فسق و ضلال کی بہت سی تباہ کن رسوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا، جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔

☆ ششم یہ کہ طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کی یہ تمام خصوصیات و تاثیرات رسول اللہ ﷺ کے مختلف ارشادات سے اخذ کی ہیں اور ہر ایک کا حوالہ بھی دیا ہے۔۔۔ نماز کی عظمت و اہمیت اور اس کے امتیاز کے بارے میں جو کچھ مذکورہ بالا اقتباسات میں شاہ صاحب نے فرمایا ہے ہم اس کو بالکل کافی سمجھتے ہوئے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(ماخوذ از معارف الحدیث: ج ۳ ص ۷۷)

{ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے }

۱۳۱. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا، تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے، ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

{ اگر مشرق تمہارے بائیں طرف اور مغرب دائیں طرف ہو تو ان کے درمیان کا سارا حصہ قبلہ ہے }

۱۳۲. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا جَعَلْتَ الْمَشْرِقَ عَنْ يَسَارِكَ وَالْمَغْرِبَ عَنْ يَمِينِكَ فَمَا بَيْنَهُمَا قِبْلَةٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اگر مشرق تمہارے بائیں طرف اور مغرب

تمہارے دائیں طرف ہو تو ان کے درمیان کا سارا حصہ قبلہ ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کا تعلق مدینہ منورہ کے باشندوں سے ہے، کیونکہ مدینہ منورہ سے قبلہ جنوب کی طرف واقع ہے جب آدمی وہاں قبلہ رخ کھڑا ہو، مغرب دائیں ہاتھ ہو اور مشرق بائیں ہاتھ تو رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ البقرة: ۱۵۰، (اور تم جہاں کہیں ہو اپنے چہرے اُسی کی طرف رکھو۔) پس دنیا بھر کے لوگوں کو قبلہ کی جہت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کافی ہے، عین کعبہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔

{ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں }

۱۳۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ (عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ)، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَرِّيْ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَرْسَلْتُ، فَقَالَ: قُولِي إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ رَقِيقٌ، مَتَى أَقُومَ مَقَامَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَشُقُّ عَلَيَّ، فَقُولِي لَهُ يَا أُمُّ عُمَرَ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مَرِّيْ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ أَغْنُونِي أَنْتِ وَحَفْصَةُ وَقُولَا لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَقِيقٌ، فَمَرَّ عُمَرُ فَقَالَ: إِنَّكَ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ، مَرِّيْ أَبَا بَكْرٍ!! قَالَ: وَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَوْ تَشُقُّ عَلَى نَفْسِكَ، قَالَ: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ، حَتَّى دَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَ أَبَا بَكْرٍ جَسَّ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ: إِنْ مَكَانَكَ، فَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَكَبَّرَ النَّاسُ بِتَكْبِيرِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَيُصَلِّيُ النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ.

اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب نبی ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک دن) نبی ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھیج دیا (کہ نبی ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)، انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ میرے والد بہت بوڑھے اور نرم دل

ہیں، جب میں رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوں گا (اور آپ ﷺ کو ان کی جگہ پر نہ پاؤں گا) تو مجھ پر رقت طاری ہو جائے گی۔ اس لئے تم نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو نبی ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا (کہ آپ ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ تم اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کٹھے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں لہذا آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم (عورتیں) تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ راوی کا بیان ہے کہ جب نماز کھڑی ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس فرمائی تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر (مسجد میں) تشریف لے جانے لگے تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے یا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو تکلیف ہوگی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، آپ ﷺ جب دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اشارہ کے ذریعے پیچھے ہٹنے سے منع فرما دیا اور (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں) بیٹھ گئے، اب نبی ﷺ تکبیر کہتے اور (نبی ﷺ کی تکبیر پر) سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر پر اوگ تکبیر کہتے، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے اور لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۱۲۹، صحیح البخاری: ۶۸۷، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن النسائی: ۸۳۴، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۲۰۷۹، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۰۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۱۳، سنن الدارمی: ۱۲۹۲، المستدرک لابن الجارود: ۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۱۱۶

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرقی اخری عدد البخاری ومسلم والنسائی وغیرہم)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ یہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی ﷺ نے صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا۔
- ۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کبریٰ (خلافت) کے منصب پر فائز کیا۔
- ۳۔ امہات المؤمنین کے اصرار کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں فرمایا، اس لیے قائد کو چاہیے کہ جو فیصلہ اسے دلائل کی روشنی میں بہتر اور صحیح محسوس ہو، اس پر پختگی سے قائم رہے، اپنے ساتھیوں کے اصرار سے فیصلہ تبدیل نہ کرے۔
- ۴۔ نبی مکرم ﷺ کو سہارا دے کر مسجد لانے والوں کی بابت مختلف روایتوں میں مختلف نام مذکور ہیں سنن ابن ماجہ (۱۲۳۴) وغیرہ کی ایک روایت میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک آدمی کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری (۶۸۷) کی روایت میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔
- ان دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ ان کے درمیان اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور نامعلوم آدمی آپ ﷺ کو گھر سے مسجد تک اور اس سے آگے نماز کی جگہ تک حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے یا پھر دو الگ الگ واقعات پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے (فتح الباری: ۲/۲۰۱، حدیث: ۶۶۵)۔
- ۵۔ ”لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے“ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں کھڑے تھے، اس لیے حضور اکرم ﷺ جو فعل کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے دوسری مقتدی بھی اسی طرح کرتے تھے۔
- ۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ لہذا جن احادیث میں آیا ہے کہ ”جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۴۲) وہ احادیث منسوخ ہیں اور مذکورہ حدیث ان کے لیے ناسخ ہے۔



، بابُ الْاَذَانِ اذان کے احکام و مسائل

{ اذان کے متعلقہ سیدنا بریدہؓ کی مفصل حدیث }

۱۳۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مَرَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَرَأَاهُ حَزِينًا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ ذَا طَعَامٍ يُجْتَمِعُ إِلَيْهِ، قَالَ: فَأَنْطَلَقَ حَزِينًا لِمَا رَأَى مِنْ حُزْنِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَتَرَكَ طَعَامَهُ وَمَا كَانَ يُجْتَمِعُ إِلَيْهِ، وَدَخَلَ مَسْجِدَهُ يُصَلِّي، فَبَيَّنَّا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ نَعَسَ فَأَتَاهُ ابْنُ النَّوْمِ، فَقَالَ: هَلْ عَلِمْتَ مَا جَدَّ نَفْسَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ لَا، قَالَ: فَهُوَ لِهَذَا النَّاقُوسِ، قَالَ: فَأَتَيْهِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْمُرَ بِلَا أَنْ يُؤَذِّنَ، قَالَ: فَعَلَّمَهُ الْاَذَانَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ مَرَّتَيْنِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَعَلَّمَهُ الْإِقَامَةَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ فِي آخِرِ ذَلِكَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، كَأَذَانِ النَّاسِ وَاقَامَتِهِمْ. قَالَ: فَذَهَبَ الْأَنْصَارِيُّ وَقَعَدَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ ﷺ، فَمَرَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: اسْتَأْذِنْ لِي. فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَقَدْ رَأَى مِثْلَ ذَلِكَ، فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ، ثُمَّ اسْتَأْذَنَ لِلْأَنْصَارِيِّ، فَدَخَلَ فَأَخْبَرَهُ بِالنَّبِيِّ رَأَى، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: قَدْ أَخْبَرْنَا أَبُو بَكْرٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ، فَأَمَرَ بِلَا أَنْ يُؤَذِّنَ بِذَلِكَ.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری کا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو غمگین دیکھا، اس انصاری کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھتا تو اس کے پاس ایک مجمع لگ جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کو غمگین دیکھ کر وہ بھی غمگین ہو کر چلا گیا، اور کھانا بھی چھوڑ دیا اور وہ مجمع بھی جو اس کے پاس لگا کرتا تھا، اور مسجد جا کر نماز پڑھنے لگے۔ وہ اسی حال میں تھا کہ اسے اونٹن آگئی، خواب میں اس کے پاس

ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے عملین ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! اس نے کہا دراصل وہ اس اذان کے معاملے میں متفکر ہیں اس لیے ان کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیں، پھر اس نے خواب ہی میں اذان کے یہ کلمات سکھا دیے۔ (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔“ دو مرتبہ۔ (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ دو مرتبہ۔ (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔“ دو مرتبہ۔ (حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ) ”نماز کیلئے آؤ۔“ دو مرتبہ۔ (حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ) ”کامیابی کے لیے آؤ۔“ دو مرتبہ۔ (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔“ اس کے بعد اسے اقامت کے کلمات بھی اسی طرح سکھائے اور کہا کہ البتہ اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد یوں کہنا: (قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ) یہ اذان اور اقامت کے وہی کلمات ہیں جو لوگوں میں آج تک رائج ہیں، بہر حال جب وہ انصاری اپنے خواب سے بیدار ہو تو نبی ﷺ کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اتفاقاً وہاں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر رہا تو انصاریؓ نے کہا کہ میرے لیے بھی اجازت لیجیے گا، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے مطلع کر کے انصاریؓ کے لیے اجازت مانگی، چنانچہ انصاریؓ نے اندر آ کر خواب کا سارا واقعہ سنایا، نبی ﷺ نے فرمایا: ”کہ ابوبکر نے بھی ہمیں ایسا ہی خواب سنایا ہے۔“ پھر نبی ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی طرح اذان دینے کا حکم دیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور خواب دیکھنے والے یہ انصاری صحابی سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

۱۔ امام ابوالحارث علقمہ بن مرثد حضری کوئی رحمہ اللہ کتب صحیح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۲، تہذیب الکمال: ۴۰۱۸)

۲۔ امام سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۶۰۴، تہذیب الکمال: ۲۴۹۵)

فائدہ:

اذان کی ابتداء، ترجیع اور غیر ترجیع، اذان و اقامت کے کلمات دوہرے ہیں یہ اکہرے؟ اس سلسلے میں متعدد احادیث مروی ہیں، ہم اس سلسلے کی جملہ احادیث تخریج، تحقیق اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَعَيَّنُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يُنَادِي لَهَا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قُرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوَّلًا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا بِلَالُ قُمْ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۲۳)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو وہ اکٹھے ہوتے اور نماز کے وقت کا اندازہ لگاتے تھے۔ نماز کیلئے بلایا نہیں جاتا تھا۔ تو ایک دن انہوں نے اس مسئلے کے بارے میں بات چیت کی۔ چنانچہ کسی نے کہا: عیسائیوں جیسا ناقوس (گھنٹہ) بنالو۔ کسی نے کہا: بلکہ یہودیوں جیسا زنگا بنالو۔ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم (نماز کے وقت) کوئی آدمی (گلیوں میں) کیوں نہیں بھیج دیتے جو نماز کا اعلان کرے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بلال! اٹھو اور نماز کا اعلان کرو۔“ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۴، صحیح مسلم: ۳۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۶۳۵۷، سنن الترمذی: ۱۹۰، سنن النسائی: ۶۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۱، مسند السراج: ۳۵، مستخرج ابی عوانہ: ۹۲۶، سنن الدارقطنی: ۹۱۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۳۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۰۰، مشکاة المصابیح: ۶۳۹۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

”حدثنا محمود بن غیلان، قال: حدثنا عبدالرزاق، قال: اخبرنا ابن جریج، قال: اخبرني نافع، ان ابن عمر.... الخ“ (صحیح البخاری: ۶۰۴)

فوائد ومسائل:

- (۱) جس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی اس میں آپ ﷺ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے تھے۔
- (۲) پہلی دو تجویزوں کو قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس میں غیر مسلموں سے مشابہت تھی جبکہ دینی امور میں غیر مسلموں سے مشابہت درست نہیں۔

(۳) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کا حکم دینا اذان کی مشروعیت سے پہلے کی بات ہے۔ وہ گلیوں میں (الصلاة جامعة) ”نماز تیار ہے۔“ کی آواز دیتے تھے۔ بعد میں سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خواب میں اذان دکھائی گئی تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے پر مقرر کیا گیا۔ یہ بعد کی بات ہے۔ اگر اس اعلان سے اذان مراد ہو تو یہ روایت مختصر ہوگی جس میں اس سے قبل کافی عبارت مخدوف ہے مگر یہ بظاہر بعید تو جیہ ہے، پہلی بات درست ہے۔

(۴) دیگر بعض احادیث میں آگ کی تجویز کا بھی ذکر ہے مگر اسے بھی رد کر دیا گیا کیونکہ یہ مجوس کا مذہبی نشان ہے، اور پھر آگ

ہر وقت نظر بھی نہیں آتی اور بارش وغیرہ میں اسے جلانا بھی انتہائی مشکل کام ہے۔
(۵) اذان کھڑے ہو کر دینا شروع ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَمَرَ بِلَالٌ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۲۴)
☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آگ (جلانے) اور گھنٹی کا ذکر کیا تو
یہود و نصاریٰ (کے طریقوں) کا (بھی) ذکر کیا۔ پس (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات
دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۳، صحیح مسلم: ۸۷۸، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۲۰۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵، مصنف ابی شیبہ
۲۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۰۱، سنن الدارمی: ۱۲۳۰، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۸، سنن
الترمذی: ۱۹۳، سنن النسائی: ۶۲۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۷۹۲، المستقی لابن الجارود: ۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۶، مختصر
الاحکام للطوسی: ۴۴، مسند السراج: ۳۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عمران بن ميسرة، حدثنا عبد الوارث، حدثنا خالد الحذاء، عن أبي قلابه، عن أنس بن
مالك... الخ“ (صحیح البخاری: ۶۰۳)

فوائد ومسائل:

جن احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علماء احناف کی تین آراء پائی جاتی ہیں:
(۱) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا
تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے، نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی
دو، دو دفعہ کہا کرتے تھے جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت کے کلمات دو دفعہ کہا
لرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ لکھتے ہیں کہ:

ثم ثبت هو من بعد على التثنية في الإقامة بتواتر الآثار في ذلك فعلم ان ذلك هو
ما امر به. (شرح معانی الآثار: ۸۴۵)

پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مستقل عمل اقامت کے کلمات دو دفعہ کہنے کا رہا جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

اہلسنت والجماعت احناف کے مخالفین میں سے شوکانی نے سیدنا ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۴۔ باب صفۃ الاذان۔۔۔) جبکہ نواب صدیق حسن خان اور ان کے صاحبزادے نور الحسن نے تسلیم کیا ہے کہ اصولی طور پر اقامت کے الفاظ دوہرے کہنا رائج ہے۔ (ملخصاً: الروضة الندیۃ ۱/ ۷۹، عرف الجادی: ص ۲۵)

(۲) اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اقامت ایک، ایک بار کہنے والی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اقامت ایک، ایک بار کہنا بھی جائز ہے تاہم دوسری متواتر حدیث کے پیش نظر مسنون و افضل یہی ہے کہ اقامت کے کلمات دو، دو دفعہ کہے جائیں۔

(۳) اور ایک گروہ نے تطبیق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن احادیث میں اقامت میں ایتار کا بیان ہے ان میں ایتار اقامت سے ایتار الکلمات نہیں بلکہ ایتار الصوت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اقامت میں ایک قسم کے دو کلموں کو ملا کر ایک ہی سانس میں ادا کرنا اور اس کو حد زاپڑھنا مراد ہے بخلاف اذان کے کہ اس میں ترسیل ہے یعنی ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو علیحدہ سانس لیکر ادا کرنا۔ اس توجیہ سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ الْجَمْعُ الصَّلَاةَ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوساً فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ فَقَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ فَقُلْتُ نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ فَقُلْتُ لَهُ بَلَى قَالَ فَقَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ قَالَ فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَقُمْنَا مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أَلْقِيهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهِ قَالَ فَسَمِعَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُوزُ رِذَائَهُ يَقُولُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا أَرَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَنْتَوِ الْحَمْدُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاحْمَدُ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۲۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تا کہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس سے ایک آدمی گزر رہا ہے، ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے ہے۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تو ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا: تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا: ہم اس سے لوگوں کو نماز کیلئے بلائیں گے۔ وہ کہنے لگا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتا دوں جو اس سے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں۔ اس نے کہا: تم یوں کہا کرو: اللہ اکبر، اللہ اکبر، پھر اس نے اذان و اقامت کو ذکر کیا۔ (سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا آپ کو بتلایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ان

اَرَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ يَعُوْذُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى عَلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى عَلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى عَلَى الْفَلَاحِ حَتّٰى عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيْحٌ وَآخِرُ جَهْ مُسْلِمٍ بِعُثْنَيْنَةِ التَّكْبِيْرِ. (آثار السنن: ۲۲۶)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو محمد و رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے اذان سکھائی اور فرمایا: (اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔“ (اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ (اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔“ پھر دوبارہ کہے: (اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔“ (حَتّٰى عَلَى الصَّلٰوةِ حَتّٰى عَلَى الصَّلٰوةِ) ”نماز کیلئے آؤ، نماز کیلئے آؤ۔“ (حَتّٰى عَلَى الْفَلَاحِ حَتّٰى عَلَى الْفَلَاحِ) ”کامیابی کے لیے آؤ، کامیابی کے لیے آؤ۔“ (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔“ (امام) نسائی (رحمہ اللہ)، (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ) نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے اسے ”اللہ اکبر“ دو دفعہ کہنے کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۶۳۱، سنن ابن ماجہ: ۷۰۸، سنن ابی داود: ۵۰۲، صحیح مسلم: ۷۹، سنن الترمذی: ۱۹۱، ال آحاد والثانی لابن ابی عاصم: ۷۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳، سنن الدارمی: ۱۲۳۲، صحیح ابن خزیمرہ: ۳۷۷، مسند السراج: ۳۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابرہۃ قال: انبأنا معاذ بن هشام قال: حدثني ابي عن عامر الاحول عن

مكحول عن عبد الله بن محرز عن ابي محذورة... الخ (سنن النسائی: ۶۳۱)

فوائد و مسائل:

(۱) اس مقام پر اس حدیث کو مختصر نقل کیا گیا ہے تاہم دیگر روایات و کتب احادیث میں اسے قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جن میں یہ وضاحت بھی آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے، سیدنا ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل دیئے تھے) خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ہی ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہو گئی، نماز کا وقت ہو جانے پر حضور مکرم ﷺ کے مؤذن نے اذان دی، ہم سب اس اذان سے منکر اور متفرق تھے، اس لئے ہم سب ساتھی مذاق اور تمسخر کے طور پر اذان کی نقل کرنے لگے اور میں نے بالکل مؤذن ہی کی طرح خوب بلند آواز سے نقل کرنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو آواز پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ہم سب کو بلوا بھیجا، ہمیں لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ تم میں وہ کون ہے جس کی آواز بلند تھی؟ (سیدنا ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میرے سب ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور بات سچی بھی تھی، حضور ﷺ نے میرے باقی ساتھیوں کو تو چھوڑنے کا حکم دے دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر پھر اذان کہو، ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ نے جس اذان دینے کا حکم دیا تھا، اس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض میرے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی، یعنی میرا دل معاذ اللہ آپ ﷺ کی نفرت اور بغض سے بھرا ہوا تھا، لیکن میں اپنے گمان کے مطابق مجبور اور بے بس تھا، اس لئے ناچار حکم کی تعمیل کیلئے کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود اذان سکھلائی شروع کی، جب میں اذان ختم کر چکا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں چاندی تھی اور میرے سر کے اگلے حصے پر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا اور پھر آپ ﷺ نے دست مبارک میرے چہرہ پر اور پھر میرے سامنے کے حصہ پر پھیرا اور یوں دعادی: ”بارک اللہ فیک وبارک اللہ علیک۔“ حضور ﷺ کی اس دعا اور دست مبارک کی برکت سے میرے دل سے کفر اور نفرت کی وہ لعنت دور ہو گئی اور ایمان اور محبت کی دولت مجھے نصیب ہو گئی، اور میں نے عرض کیا کہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام کا مؤذن بنادیتے، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ! اب ہم تمہیں حکم دیتے ہیں، اب مسجد حرام میں تم اذان دیا کرو۔

(۲) اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ صراحت بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ کے سر کے اگلے حصے (ناصیہ) پر جہاں دست مبارک رکھا تھا، وہ وہاں کے اپنے بالوں کو کبھی کٹواتے نہیں تھے، بعض شارحین کا کہنا ہے کہ جیسے بال نہ کٹوانا ان کی عاشقانہ اداسی، اسی طرح ترجیع (یعنی شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا اور پھر ان دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا) بھی ان کی عاشقانہ اداسی۔ مگر ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کو اس کا علم تھا لیکن آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے اذان میں ترجیع بھی جائز ہے۔ مگر ترجیع سنت جاریہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں اذان عموماً ترجیع کے بغیر ہی ہوتی تھی اور اکثر احادیث اذان ترجیع کے بغیر مروی ہیں جن میں سے بعض

آگے آرہی ہیں، خود سیدنا ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث میں بغیر ترجیع جفت اذان و اقامت مروی ہے۔ (دیکھئے: المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ج ۵ ص ۸۳)

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْآذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۲۷)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے انہیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔ اسے (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۹۲، صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۲، سنن النسائی: ۶۳۰، شرح معانی الآثار: ۸۰۶، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۸۱، المستدرک لابن الجارود: ۱۶۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۷۲۸۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو موسى محمد بن المثنى قال: حدثنا همام، عن عامر الاحول، عن مكحول، عن عبد الله بن محيريز، عن ابى مخذورة..... الخ (سنن الترمذی: ۱۹۲)

فوائد ومسائل:

(۱) اذان میں ترجیع ہو تو اس کے کلمات انیس بنتے ہیں اور ترجیع نہ ہو تو پندرہ بنتے ہیں، اس حدیث کی بناء پر اذان کو انیس کلمات یعنی ترجیع کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر سنت جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر یعنی پندرہ کلمات کے ساتھ کہی جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چار مؤذن تھے:

(۱) مکہ مکرمہ میں سیدنا ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ۔

(۲، ۳) مدینہ منورہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔

(۴) قباء میں سیدنا سعد قرظی رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابو مخذورہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب حضرات اذان کے کلمات پندرہ کہا کرتے تھے اور سیدنا ابو مخذورہ رضی

اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث پندرہ کلمات کے ساتھ مروی ہے۔ (دیکھئے: المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ج ۵ ص ۸۳)

(۲) ”قد قامت الصلوة، قد قامت الصلوة“ کے اضافے سے اقامت کے کلمات سترہ بن جاتے ہیں اور اقامت کے

کلمات کو بھی دو دفعہ کہنا ہی سنت جاریہ ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَدِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ: حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۲۸)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مؤذن نے (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ) کہہ تم میں سے بھی جس کسی نے (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ) کہا، پھر مؤذن نے (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کہا: اس نے بھی (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کہا، پھر مؤذن نے (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) کہا، اس نے بھی (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) کہا، پھر مؤذن نے (حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ) کہا اور اس نے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) کہا، اور اس نے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ) کہا، پھر مؤذن نے (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ) کہا، اور اس نے بھی (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) اور اس نے بھی (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) (صدق) دل سے کہا تو جنت میں داخل ہو گیا۔ اسے (امام) مسلم (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۸۵، سنن ابی داود: ۵۲۷، مسند البزار: ۲۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۴۱۷، مستخرج ابی عوانہ: ۹۹۳، شرح معانی الآثار: ۸۸۳، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۸۴۳، الدعوات الکبیر للسیہقی: ۴۷، السنن الکبری للسیہقی: ۱۹۲۶، السنن الصغیر للسیہقی: ۲۹۳۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثني اسحاق بن منصور، اخبرنا ابو جعفر محمد بن جهمم الثقفي، حدثنا اسماعيل بن جعفر، عن عمارة بن غزية، عن خبيب بن عبد الرحمن بن اساف، عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب، عن ابيه، عن جدنا عمر بن الخطاب..... الخ“ (صحیح مسلم: ۲۸۵)

فوائد و مسائل:

(۱) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس حدیث کے کسی طریق کے متن میں بھی ترجیع (یعنی شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنے اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنے) کا ذکر نہیں ہے اور دیگر متعدد احادیث میں یہ مضمون سراحت

کے ساتھ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں اذان ”مثنیٰ مثنیٰ“ یعنی دوہرے کلمات کے ساتھ ہوتی تھی۔ اذان مثنیٰ مثنیٰ تب ہی بنتی ہے جب ترجیع نہ ہو ترجیع کی صورت میں اذان کا بڑا حصہ یعنی شہادتین مثنیٰ مثنیٰ نہیں رہتا بلکہ ”اربع مرات“ بن جاتا ہے۔ لہذا سنت جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر ہو۔

(۲) مؤذن کے کلمات کو اسی طرح دہرا کر جواب دینا مستحب ہے، تاہم جمیع علمین کے جواب میں (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) پڑھا جائے گا۔

(۳) اذان دو حیثیتوں کی جامع ہے، ایک یہ کہ وہ نماز باجماعت کا اعلان اور بلاوا ہے دوسرے یہ کہ وہ ایمان کی دعوت و پکار اور دین حق کا منشور ہے۔ پہلی حیثیت سے اذان سننے والے اور ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز میں شرکت کیلئے تیار ہو جائے اور ایسے وقت مسجد میں پہنچ جائے کہ جماعت میں شریک ہو سکے۔ اور دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سننے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جز و اور ہر کلمے کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اور اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمان عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اذان کا جواب دینے کی اور اس کے بعد دعا میں پھر کلمہ شہادت پڑھنے کی اپنے ارشادات میں جو تعلیم و ترغیب دی ہے اس کی خاص حکمت یہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَدْ هَمَّ بِالْبُوقِ وَأَمَرَ بِالنَّاقُوسِ فَنُجِثَ فَأَرَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ فِي الْمَنَامِ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فَقُلْتُ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ تَبِيعُ النَّاقُوسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهِ قُلْتُ أُنَادِي بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ مِنْ ذَلِكَ قُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ قَالَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ بِمَا رَأَى قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ رَجُلًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فَقَضَّ عَلَيْهِ الْخَبْرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ رَأَى رُؤْيَا فَخَرُجْ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَلْقِهَا عَلَيْهِ وَلِيُنَادِ بِلَالٌ فَإِنَّهُ أُنْدَى صَوْتًا مِنْكَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ بِلَالٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَجَعَلْتُ أَلْقِيهَا عَلَيْهِ وَهُوَ يُنَادِي بِهَا قَالَ فَسَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالصَّوْتِ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَأَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالبُخَارِيُّ قِيَمًا حَكَاهُ عَنْهُ التِّرْمِذِيُّ فِي الْعِلَلِ. (آثار السنن: ۲۲۹)

☆☆ حضرت سیدنا (عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے

نرسنگا بجوانے کا ارادہ فرمایا، اور ناقوس (کی تیاری) کا حکم دیا تو وہ تراش لیا گیا۔ (اس کے بعد) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب آیا۔ وہ فرماتے ہیں: مجھے (خواب میں) دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ایک مرد نظر آیا، وہ ناقوس اٹھائے ہوا تھا۔ میں نے اسے (خواب میں) کہا: اللہ کے بندے! ناقوس بچو گے؟ اس نے کہا: آپ اس کا کیا کریں گے؟ میں نے کہا: میں اس کے ساتھ نماز کا اعلان کروں گا۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ یوں کہیں: (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔“ (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ (أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) ”میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔“ (حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ) ”نماز کیلئے آؤ، نماز کیلئے آؤ۔“ (حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ) ”کامیابی کے لیے آؤ، کامیابی کے لیے آؤ۔“ (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) ”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں۔“ (حضرت) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (بیدار ہوئے تو گھر سے) نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نظر آیا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کے پاس ناقوس تھا۔ (اس طرح) پوری بات بتائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے ساتھی نے ایک خواب دیکھا ہے۔“ (پھر عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں جاؤ اور انہیں یہ الفاظ بتاؤ۔ اور بلال (رضی اللہ عنہ) ان الفاظ کے ساتھ بلند آواز سے اعلان کر دیں کیونکہ تمہاری نسبت ان کی آواز بلند ہے۔“ میں (حضرت) بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مسجد میں گیا۔ میں انہیں (اذان کے الفاظ) بتاتا گیا اور وہ (اس کے مطابق) اذان کہتے گئے۔ (حضرت) عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (حضرت) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اذان کی) آواز سنی تو وہ بھی گھر سے باہر تشریف لے آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! قسم ہے اس اللہ کی مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا ہے جیسا انہیں (عبداللہ رضی اللہ عنہ کو) آیا ہے۔ اسے (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ)، (امام) ابوداؤد (رحمہ اللہ) اور (امام) احمد (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔ اور (امام) ترمذی (رحمہ اللہ)، ابن خزیمہ (رحمہ اللہ) اور بخاری (رحمہ اللہ) نے ”جیسا کہ (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے کتاب العلل میں بخاری سے نقل کیا ہے۔“ اسے صحیح قرار دیا ہے

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۷۰۶، سنن ابی داؤد: ۴۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷/۱۶۳، سنن ابی داؤد: ۴۹۹، المستدرک لابن

الجارود: ۱۵۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۳۵، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۲۳، الاحادیث المختارة: ۳۴۴۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو عبید، محمد بن عبید بن میمون: حدثنا محمد بن سلمة الحرانی: حدثنا محمد بن

اسحاق: حدثنا محمد بن ابراهيم التیمی، عن محمد بن عبد الله بن زید، عن ابيه..... الخ

(سنن ابن ماجہ: ۷۶)

اس روایت کا ابتدائی متن (کہ نبی کریم ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے) اور اقامت ایک، ایک بار کہنے والا متن بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اسے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہے جو کہ حالت انفراد میں قابل اعتماد نہیں۔ اور پھر اس کا ابتدائی بیان اور اقامت والا بیان بظاہر احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنانے کا حکم دیا تھا جبکہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ نصاریٰ کی چیز ہے"۔ اسی طرح اس میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث صحیحہ میں اقامت دو، دو دفعہ کہنے کا ذکر ہے، تاہم اس میں نقل کردہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

فائدہ:

اگرچہ اس حدیث کا ابتدائی متن بلحاظ سند ضعیف ہے۔ مگر اس میں بیان شدہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی احادیث اس باب میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہیں ان کی احادیث میں اذان ترجیع کے بغیر پندرہ کلمات کے ساتھ ہی منقول ہے ان کی احادیث کے کسی طریق کے متن میں بھی ترجیع نہیں ہے۔ (فیما علم)۔ لہذا سنت جاریہ عدم ترجیع ہی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُؤَيِّرَ الْإِقَامَةَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ بَعْضُهُمْ إِلَّا الْإِقَامَةَ. (آثار السنن: ۲۳۰)

☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور اقامت کے کلمات اکہرے کہیں۔ اسے جماعت نے روایت کیا ہے اور بعض نے "الا اقامة" کے الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۰۳، صحیح مسلم: ۸۷۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۲۲۰۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۵، مصنف ابی ثیبہ: ۲۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۰۱، سنن الدارمی: ۱۲۳۰، سنن ابن ماجہ: ۷۲۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۸، سنن الترمذی: ۱۹۳، سنن النسائی: ۶۲۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۷۹۲، المثنیٰ لابن الجارود: ۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۳۶۶، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۴، مسند السراج: ۳۶۔

تحقیق:

یہ حدیث لمحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عمران بن ميسرة. حدثنا عبد الوارث. حدثنا خالد الحذاء. عن ابی قلابه. عن انس بن مالك... الخ“ (صحیح البخاری: ۶۰۳)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِذَا كَانَ الْإِذَاانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۴۱)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان دو، دو بار ہوتی اور اقامت ایک ایک بار ہوتی تھی سوائے اس کے کہ وہ کہتے ”قد قامت الصلوة، قد قامت الصلوة۔“ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ)، (امام) ابو داؤد (رحمہ اللہ) اور (امام) نسائی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۵۶۹، سنن ابی داؤد: ۵۱۰، سنن النسائی: ۶۲۸-۶۲۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۷۴، شرح معانی الآثار: ۸۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۴، سنن الدارقطنی: ۹۱۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۰۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۶۰، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۰۵۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا محمد بن بشار. حدثنا محمد بن جعفر. حدثنا شعبة. سمعت ابا جعفر. يحدث عن مسلم ابی المثنی. عن ابن عمر... الخ“ (سنن ابی داؤد: ۵۱۰)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ فَقَالَ تَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَذَكَرَ الْإِذَاانَ بِتَرْيِيعِ التَّكْبِيرِ بِغَيْرِ تَرْجِيحٍ وَالْإِقَامَةُ فَرَادَى إِلَّا قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ

وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۴۲)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عالم خواب میں ایک شخص نے میرے پاس چکر لگایا اور اس نے کہا تم اس طرح کہو: اللہ اکبر پھر اس نے اذان کا ذکر کیا۔ چار بار تکبیر کے ساتھ بغیر ترجیع کے اور اقامت ایک ایک بار سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور (امام) ابو داود (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۴۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۷۷، سنن ابن ماجہ: ۷۰۶، سنن ابی داود: ۴۹۹، السنن لابن الجارود: ۱۵۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۷۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۳۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۶۲۳، الاحادیث المختارۃ: ۳۴۴۔

اسے امام ابو داود و رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن منصور الطوسي، حدثنا يعقوب، حدثنا أبي، عن محمد بن اسحاق، حدثني محمد بن ابراهيم بن الحارث التميمي، عن محمد بن عبد الله بن زيد بن عبد ربّه، قال: حدثني أبي عبد الله بن زيد.... الخ (سنن ابی داود: ۴۹۹)

اس روایت کا ابتدائی متن (کہ نبی کریم ﷺ نے ناقوس بنانے کا حکم دیا تاکہ اسے بجا کر لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے) اور اقامت ایک، ایک بار کہنے والا متن بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اسے نقل کرنے میں محمد بن اسحاق بن یسار متفرد ہے جو کہ حالت انفراد میں قابل اعتماد نہیں۔ اور پھر اس کا ابتدائی بیان اور اقامت والا بیان بظاہر احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے اعلان کے واسطے ناقوس بنانے کا حکم دیا تھا جبکہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے جب ناقوس کی تجویز پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے نامنظور کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ نصاریٰ کی چیز ہے"۔ اسی طرح اس میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری احادیث صحیحہ میں اقامت دو، دو دفعہ کہنے کا ذکر ہے، تاہم اس میں نقل کردہ سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب صحیح ہے کیونکہ یہ دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

فائدہ:

جن احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے ان کے بارے میں علماء احناف کی تین آراء پائی جاتی ہیں:

(۱)۔۔۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ابتدائی ایام میں اقامت کے کلمات ایک ایک دفعہ کہے جاتے تھے، لیکن بعد میں

یہ عمل منسوخ ہو گیا تو پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ آخری عمر تک اقامت کے کلمات دو دفعہ کہا کرتے تھے، نبی ﷺ کی وفات

کے بعد بھی دو، دو دفعہ کہا کرتے تھے جیسا کہ آگے احادیث آرہی ہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہا کرتے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ص ۳۲ لکھتے ہیں کہ:

ثم ثبت هو من بعد على التثنية في الإقامة بتواتر الآثار في ذلك فعلم ان ذلك هو ما امر به. (شرح معانی الآثار: ۸۴۵)

پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا مستقل عمل اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہنے کا رہا جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسی کا حکم دیا گیا تھا۔

شوکانی غیر مقلد نے بھی سیدنا ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۴۔ باب صفۃ الاذان۔۔۔۔۔) جبکہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد اور ان کے صاحبزادے نور الحسن غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ اصولی طور پر اقامت کے الفاظ دو ہرے کہنا رائج ہے۔ (ملخصاً: الروضة الندية ۱/ ۷۹، عرف الجادی: ص ۲۵)

(۲)۔۔۔۔۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اقامت ایک، ایک بار کہنے والی احادیث بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اقامت ایک، ایک بار کہنا بھی جائز ہے تاہم دوسری متواتر حدیث کے پیش نظر مسنون و افضل یہی ہے کہ اقامت کے کلمات دو، دو دفعہ کہے جائیں۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ رائے زیادہ مناسب ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔ اور ایک گروہ نے تطبیق کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جن احادیث میں اقامت میں ایثار کا بیان ہے ان میں ایثار اقامت سے ایثار الکلمات نہیں بلکہ ایثار الصوت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اقامت میں ایک قسم کے دو کلموں کو ملا کر ایک ہی سانس میں ادا کرنا اور اس کو حد زاپڑھنا مراد ہے بخلاف اذان کے کہ اس میں ترسیل ہے یعنی ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو علیحدہ سانس لیکر ادا کرنا۔ اس توجیہ سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ رَجُلًا قَامَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ فَقَامَ عَلَى جَذْمَةٍ حَائِطٍ فَأَذَّنَ مَشْنًى وَأَقَامَ مَشْنًى. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۲۲۲)

☆☆ (تابعی کبیر) عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ہم سے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ: عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص ہے جو سبز رنگ کی دو چادریں اوڑھے ہوئے ہے۔ وہ دیوار پر کھڑا ہو گیا اور اس نے دو، دو مرتبہ اذان کے کلمات کہے اور دو، دو مرتبہ اقامت کے کلمات کہے۔ اے

(امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸، ال آحاد والمثنائی لابن ابی عاصم: ۱۹۳۹، شرح معانی الآثار: ۸۲۳-۸۲۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱/۱۷۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۷۵، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۳۶۹، الاوسط لابن المنذر: ۱۱۷۹، المحلی بالآثار: ج ۲ ص ۱۹۱۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"ناوکیع، قال: ناالاعمش، عن عمرو بن مرة، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی، قال: حدثنا اصحاب

رسول اللہ ﷺ، ان عبد اللہ بن زید.... الخ" (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، چنانچہ امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ ص ۷۷ اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ص ۸۵ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا رجال الصحيحين ومتصل على مذهب الجماعة في عدالة الصحابة، وان جهالة اسماءهم

لتضر." (نصب الراية: ۱/۲۶۷، فتح الباری لابن رجب: ۲/۴۰۷)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی ہیں اور اس کی سند محدثین کی جماعت کے نزدیک متصل ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں اور ان کا نام معلوم نہ ہونا مضرت نہیں۔

حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ ص ۳۵۶ اور ناصر الدین البانی غیر مقلد ص ۱۳۲۰ نے بھی صراحت کی ہے کہ:

"اس حدیث کی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔" (دیکھئے: مجلی ۳/۹۸، احکام الاذان والاقامة: ص ۸۵)

اس حدیث میں امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ نے امام اعظم رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ ۱/۱۷۰، شرح

معانی الآثار: ۱/۹۳، احکام الاذان والاقامة للالبانی: ۵۱) اور پھر اس حدیث کے متعدد صحیح شواہدات بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد ومسائل:

(۱) مذکورہ بالا حدیث اور اس طرح کی دیگر کئی احادیث صحیحہ میں جفت اذان اور جفت اقامت کا ذکر ہے لیکن ان احادیث میں یہ مذکور نہیں کہ اذان میں ترجیع (شہادت کے کلمات کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا اور پھر ان کو دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا) بھی ہے۔ ویسے بھی اذان جفت تب ہی بنتی ہیں جب ترجیع نہ ہو ترجیع کی صورت میں اذان کا بڑا حصہ یعنی شہادتین مثنیٰ مثنیٰ نہیں رہتا بلکہ "اربع مرات" بن جاتا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کا یہ نظریہ باطل ہو جاتا ہے کہ جفت اقامت تب ہی مسنون ہے جب اذان میں ترجیع بھی ہو۔ اہلسنت والجماعت کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی ص ۱۳۲۰ نے بھی

بڑی سختی سے اس نظریہ کا رد کیا ہے، اور یہ وضاحت کی ہے کہ حدیث کی رد سے بغیر ترجیع اذان اور جفت اقامت بھی ثابت ہے۔ (احکام الاذان والاقامة: ص ۸۷-۸۸)

مزید برآں ناصر الدین البانی نے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے اس نظریہ کا بھی بڑی سختی سے رد کیا ہے کہ جفت اقامت منسوخ ہے۔ (ایضاً)

(۲) جفت اذان و اقامت مسنون و افضل ہے۔ جن بعض احادیث میں اقامت ایک، ایک بار کہنے کا ذکر ہے وہ احادیث جواز پر محمول ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى فِي الْمَنَامِ الْإِذَانَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ عَلَيْهِ بِلَالٌ فَأَذَّنَ مَثْنَى مَثْنَى وَأَقَامَ مَثْنَى مَثْنَى وَقَعَدَ قَعْدَةً. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۳۳)

☆ ☆ (تابعی کبیر) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) ہی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی پس وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ (کلمات اذان) بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دو، وہ انہوں نے اذان دی اور جفت کلمات کہے، اور اقامت کہی تو بھی جفت کلمات کہے۔ اور (دونوں کے درمیان) تھوڑی دیر بیٹھے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

”حدثنا علي بن شيبه قال: ثنا يحيى بن يحيى النيسابوري قال: ثنا الاعمش، عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال: اخبرني اصحاب محمد ﷺ، ان عبد الله بن زيد.... الخ“

(شرح معالی الآثار: ۸۴۴)

یہ حدیث بھی بلحاظ سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کے شیخ امام ابو الحسن علی بن شیبہ بن صلت بن عصفور سدوسی بصری رحمہ اللہ کو حافظ ابن قطلوبغا رحمہ اللہ نے ثقہ روایات میں ذکر کر کے امام مسلمہ بن قاسم رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ صدوق راوی ہیں۔ (الثقات ممن لم يقع فی الکتب السہ: ۸۰۲)، اور امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ نے ان کی احادیث کو مستقیمہ یعنی درست قرار دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۶۲۸)

اور یحییٰ بن یحییٰ نیسابوری سے مراد امام ابو زکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر تمیمی حنفی رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۹۳۳)

اور اس حدیث کی سند کے باقی روایات بھی بالاتفاق صحیحین کے ثقہ راوی ہیں۔ لہذا یہ حدیث بھی بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ أَبِي الْعُمَيْسِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ أَرَى الْأَذَانَ مَثْنِي مَثْنِي وَالْإِقَامَةَ مَثْنِي مَثْنِي قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ عَلَيْهِمْ بَلَاءٌ قَالَ فَتَقَدَّمْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ أُقِيمَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافِيَّاتِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الدِّرَايَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۳۵)

☆ ☆ عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں اذان دو، دو مرتبہ کلمات کہنے کے ساتھ اور اقامت بھی دو، دو مرتبہ کلمات کہنے کے ساتھ دکھائی گئی، عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس کی اطلاع دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر (اقامت کے وقت) میں آگے بڑھ گیا تو آپ ﷺ نے مجھے اقامت کہنے کا حکم دیا۔ اسے (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے خلائیات میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مختصر خلائیات بیہقی: ج ۱ ص ۵۰۵، نصب الراية: ج ۱ ص ۲۷۰، الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ۱ ص ۱۱۵، معرۃ الصحابة لابن نعیم: ۴۱۵۔

وَعَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ أَذَانَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ أَذَانُهُ وَإِقَامَتُهُ مَثْنِي مَثْنِي. رَوَاهُ أَبُو عَوَانَةَ فِي صَحِيحِهِ وَهُوَ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۲۳۶)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اذان سنی، آپ ﷺ کی اذان اور اقامت جفت، جفت کلمات تھی۔ اسے (امام) ابوعوانہ (رحمہ اللہ) نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل قوی ہے۔

اسے امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عمر بن شبة قال: ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث قال: ثنا شعبة، عن المغيرة، عن الشعبي، عن عبد الله بن زيد الانصاري.... الخ“ (مستخرج ابی عوانہ: ۹۶۵)

اس کے راویوں کا مختصر سماعی درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو یزید عمر بن شہبہ بن عبیدہ بن زید بن رائطہ نسیری رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۲۵۵)

(۲) امام ابوہل عبد الصمد بن عبد الوارث بن سعید بن ذکوان تسمی عنبری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۰۰۳)

(۳) امام ابو بسطام شعبہ بن حجاج واسطی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة تقی“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۶۵)

(۴) امام ابو ہشام مغیرہ بن مقسم ضعی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۶۲۲)

(۵) امام ابو عمر و عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

(۶) سیدنا ابو محمد عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ بن ثعلبہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ (تقریب: ۳۳۳۲)

امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور انہوں نے ایک بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے، خود فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی ﷺ کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ حضرت سیدنا عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا لقاء اور سماع ممکن ہے اور ان کا سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع اور لقاء کا ممکن ہونا ہی اتصال سند کیلئے کافی ہے کیونکہ اصول حدیث کی روشنی میں راوی اور مروی عنہ کے درمیان امکان لقاء اور امکان سماع ہی ضروری ہے ثبوت لقاء یا ثبوت سماع ضروری نہیں۔ لہذا اصول حدیث کی روشنی میں یہ حدیث صحیح ثابت و متصل ہے علامہ نیوی رحمہ اللہ کا اسے مرسل کہنا صحیح نہیں۔ اگر بفرض محال امام موصوف نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہ کیا ہو اور مرسل بھی ہو تو یہ حدیث مرسل معتقد شمار ہوگی کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ متصلہ سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور مرسل معتقد سب کے نزدیک حجت ہے۔ اور امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح عجل رحمہ اللہ م ۲۶۱ھ کے نزدیک تو امام شعبی رحمہ اللہ کی مراسیل مطلقاً صحیح ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

مرسل الشعبی صحیح، لا یرسل الا صحیحاً صحیحاً۔ (تاریخ الثقات للعجلی: ۵۱)

(امام شعبی رحمہ اللہ) کی مرسل صحیح ہے کیونکہ وہ صرف صحیح حدیث کا ہی ارسال کرتے ہیں۔

وَعَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے انہیں اذان کے انیس اور

اقامت کے سترہ کلمات سکھائے تھے۔ اسے (امام) ترمذی (رحمہ اللہ)، (امام) نسائی (رحمہ اللہ) اور (امام) دارمی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۹۲، صحیح مسلم: ۳۷۹، سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داود: ۵۰۲، سنن النسائی: ۶۳۰، شرح معانی

الآثار: ۸۰۶، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۸۱، المستدرک لابن الجارود:

اور بلحاظ سند صحیح ہے اور متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو موسى محمد بن المثنى قال: حدثنا همام، عن عامر الاحول، عن مكحول، عن عبد الله

بن محیریز، عن ابی محذورۃ..... الخ (سنن الترمذی: ۱۹۲)

فوائد ومسائل:

(۱) اذان میں ترجیع ہو تو اس کے کلمات انیس بنتے ہیں اور ترجیع نہ ہو تو پندرہ بنتے ہیں، اس حدیث کی بناء پر اذان کو انیس کلمات یعنی

ترجیع کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر سنتِ جاریہ یہی ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر یعنی پندرہ

کلمات کے ساتھ کہی جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چار مؤذن تھے:

(۱) مکہ مکرمہ میں سیدنا ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ۔

(۲، ۳)۔ مدینہ منورہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ۔

(۴)۔ قباء میں سیدنا سعد قرظی رضی اللہ عنہ۔

سیدنا ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی سب حضرات اذان کے کلمات پندرہ کہا کرتے تھے اور سیدنا ابو محمد ورہ رضی

اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث پندرہ کلمات کے ساتھ مروی ہے۔ (دیکھئے: السند المستخرج علی صحیح مسلم: ۸۳۵)

(۲) ”قد قامت الصلوة، قد قامت الصلوة“ کے اضافے سے اقامت کے کلمات سترہ بن جاتے ہیں اور اقامت کے

کلمات کو بھی دو دفعہ کہنا ہی سنت جا رہے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْآذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً الْآذَانُ اللَّهُ

أَكْبَرُ اللَّهِ أَكْبَرُ فَذَكَرَهُ بِالْأَرْجَائِعِ مُفْشَرًا قَالَ وَالْإِقَامَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

أَكْبَرُ اللَّهِ أَكْبَرُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ أَشْهَدُ أَنَّ

مُحَمَّدٌ أَرْسُولُ اللَّهِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ. رواه ابْنُ مَاجَةَ وَابُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ٢٢٢٨)

☆☆ (سیدنا) ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اذان انیس کلمے اور

اقامت سترہ کلمہ سکھائی۔ اذان یہی ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ پھر انہوں نے ترجیع کے ساتھ اذان مفصل ذکر کی اور فرمایا

اقامت سترہ کلمات۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ

إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ

حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اسے (امام) ابن ماجہ (رحمہ اللہ) اور (امام) ابوداؤد (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۷۰۹، سنن ابی داؤد: ۵۰۲، سنن الترمذی: ۱۹۲، سنن النسائی: ۶۳۰، المستفی لابن الجارود: ۱۶۲، شرح معانی الآثار: ۸۳۱، صحیح ابن حبان: ۱۶۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۷۲۸، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۱۶۲، سنن الدارقطنی: ۹۰۹۔

اور صحیح و ثابت اور مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے ہے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

"حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال حدثنا عفان قال: حدثنا همام بن يحيى، عن عامر الاحول، ان مكحولاً، حدثه ان عبد الله بن محرز، حدثه ان ابا محذورة، حدثه قال..... الخ"

(سنن ابن ماجہ: ۷۰۹)

فوائد و مسائل:

(۱) اس مقام پر اس حدیث کو مختصر نقل کیا گیا ہے تاہم دیگر روایات و کتب احادیث میں اسے قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جن میں یہ وضاحت بھی آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے، سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ حنین کی طرف چل دیئے تھے) خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں ہی ہماری حضور ﷺ سے ملاقات ہو گئی، نماز کا وقت ہو جانے پر حضور مکرم ﷺ کے مؤذن نے اذان دی، ہم سب اس اذان سے منکر اور متنفر تھے، اس لئے ہم سب ساتھی مذاق اور تمسخر کے طور پر اذان کی نقل کرنے لگے اور میں نے بالکل مؤذن ہی کی طرح خوب بلند آواز سے نقل کرنی شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کو آواز پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے ہم سب کو بلوا بھیجا، ہمیں لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ تم میں وہ کون ہے جس کی آواز بلند تھی؟ (سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) میرے سب ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور بات سچی بھی تھی، حضور ﷺ نے میرے باقی ساتھیوں کو تو چھوڑنے کا حکم دے دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا کھڑے ہو کر پھر اذان کہو، ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرا حال یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ نے جس اذان دینے کا حکم دیا تھا، اس سے زیادہ مکروہ اور مبغوض میرے لئے کوئی چیز بھی نہ تھی، یعنی میرا دل معاذ اللہ آپ ﷺ کی نفرت اور بغض سے بھرا ہوا تھا، لیکن میں اپنے گمان کے مطابق مجبور اور بے بس تھا، اس لئے ناچار حکم کی تعمیل کیلئے کھڑا ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے خود اذان سکھانی شروع کی، جب میں اذان ختم کر چکا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی عنایت کی جس میں چاندی تھی اور میرے سر کے اگلے حصے پر آپ

رضی اللہ عنہ ترجیع کے بغیر بھی اذان دیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۱۹ ص ۵۱)

وَعَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ بِلَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُثْنِي الْأَذَانَ وَيُثْنِي الْإِقَامَةَ وَكَانَ يَبْدُو بِالتَّكْبِيرِ وَيُخْتِمُ بِالتَّكْبِيرِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۴۰)

☆☆ اسود بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ دہری اذان اور دہری اقامت کہتے تھے اور وہ تکبیر کے ساتھ شروع کرتے، تکبیر کے ساتھ ختم کرتے تھے۔ اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ)، (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) اور (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۸۲۶، سنن الدارقطنی: ۹۴۰، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۲۶۹، اتحاف المهرقة لابن حجر: ۲۴۲۶۔

اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

”اخبرنا عبد الرزاق قال: اخبرنا معمر، عن حماد، عن ابراهيم، عن الاسود بن يزيد ان
 بلالا..... الخ“ (مصنف عبدالرزاق: ۱۷۹۰)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی رحمہ اللہ تعالیٰ کتب صحاح ستہ کے (روایت حدیث میں فی نفسہ) ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۴۱۵)

(۲) امام ابو عروہ معمر بن راشد ازدی حدانی بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۱۰۴)

(۳) امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان مسلم اشعری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۳۳۱) بقول بعض امام حماد رحمہ اللہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن وہ اس کے باوجود بھی امام غنی رحمہ اللہ کی روایتوں میں خطا نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے: تہذیب التہذیب: ۱۷/۳) یہی وجہ ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ ان کی ایک روایت جو حماد سے عبدالاعلیٰ بن ابی الشمارہ نے روایت کی ہے، کو صحیح حسن کہا ہے۔ (سنن دارقطنی مع التعلیق المغنی: ۱۹۸/۲) اسی طرح امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۲ھ نے ”حماد عن ابراهيم عن الاسود... الخ“ کے طریق سے مروی ایک حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المصدر رک مع التعلیق: ج ۲۱۲۳) معلوم ہوا کہ امام حماد رحمہ اللہ کی امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے تمام احادیث صحیح ہیں۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین نے بھی ”حماد عن ابراهيم“ کے طریق سے مروی احادیث کو صحیح و حسن قرار دے رکھا ہے۔ مثلاً ”حماد عن ابراهيم“ کے طریق سے مروی ایک حدیث کی سند کے بارے میں ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

یہ سند عمدہ ہے اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور حماد بن ابی سلیمان فقیہ پر کلام مضر نہیں ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۱۹۱)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱)

حسین سلیم اسد لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (تعلیق مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۴۶۶)

(۴) امام ابو عمر ان ابراہیم بن یزید نخعی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۴۵)

(۵) امام ابو عمر واسود بن یزید بن قیس نخعی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۰۰)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیبا بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقة

ہیں، نیز اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ فانظر الطحاوی: ۸۲۴۔

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ بِلَالَ بْنَ رَاضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ يُؤْخِذُ مَشْنِي وَيُقِيمُهُ مَشْنِي. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ

وَأَسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۴۱)

☆☆ سويد بن غفله (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ کو دوہری اذان اور دوہری

اقامت کہتے ہوئے سنا ہے۔ اسے طحاوی (۸۲۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔

وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا لَمْ يُدْرِكِ الصَّلَاةَ مَعَ

الْقَوْمِ أَذَّنَ وَأَقَامَ وَيُثَلِّثُ الْإِقَامَةَ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆☆ یزید بن ابی عبید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جب جماعت کے ساتھ

نماز نہ پاتے تو اذان اور اقامت کہتے اور دوہری اقامت کہتے تھے۔ اسے (امام) دارقطنی (رحمہ اللہ) نے روایت

کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدار قطنی: ۹۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸، شرح معانی الآثار: ۸۳۶۔

تحقیق:

اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

”حدثنا ابو عمر القاضی، ثنا ابن الجنید، نا ابو عاصم، عن یزید بن ابی عبید، عن سلمة بن

الاکوع... الخ“ (سنن الدار قطنی: ۹۳۲)

اس۔۔۔ راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ امام ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد بن زید ازدی بغدادی قاضی رحمہ اللہ ”ثقة فاضل“ راوی ہیں۔
(تاریخ بغداد: ۱۷۹۸، تاریخ اسلام: ۳۸۷)

(۲)۔۔۔ امام ابو جعفر محمد بن احمد بن جنید دقاق بغدادی رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔

(الثقات لابن حبان: ۱۵۶۳۹، الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة لابن قطلوبغا: ۹۲۸۹)

(۳)۔۔۔ امام ابو عامر ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم بن ضحاک بنیل شیبانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۷۱۰)

(۴)۔۔۔ امام ابو خالد یزید بن ابی عبید اسلمی حجازی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۸۴۹)
مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقة ہیں۔

اعتراض:

تقلید ائمہ سے بیزار ایک صاحب نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے، اس میں ایک راوی محمد بن سعدان ہے جسے صرف ابن حبان نے ثقة قرار دیا ہے اور ابو حاتم الرازی نے کہا: ”شیخ“۔ (دیکھئے: میزان الاعتدال: ۳۸۵/۲)
لہذا یہ مجہول الحال ہے۔ (بلفظ ماہنامہ الحدیث: شمارہ نمبر ۱۲۰، ص ۵۶)

الجواب:

اس حدیث کی سند میں محمد بن سعدان نام کا کوئی راوی نہیں ہے، مذکور صاحب نے حسب عادت دھولہ دیا ہے۔
وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ كَانَ ثُوْبَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُؤْذِنُ مَعْنَى وَيُقِيمُ مَعْنَى. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَهُوَ مُرْسَلٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆☆ (ثقة و صدوق تابعی) ابراہیم (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ (سیدنا) ثوبان (رضی اللہ عنہ دہری اذان اور دہری اقامت کہتے تھے۔ اسے طحاوی (۸۳۷) نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل ہے۔

وَعَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ ذَكَرَ لَهُ الْاِقَامَةُ مَرَّةً مَرَّةً فَقَالَ هَذَا شَيْءٌ اسْتَخَفَّهُ الْاُمَرَاءُ الْاِقَامَةُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۲۴۵)

☆☆ فطر بن خلیفہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مجاہد (بن جبر تابعی رحمہ اللہ) کے سامنے ایک دفعہ اقامت کا ذکر

کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک ایسی چیز ہے جسے حکمرانوں نے کم کر دیا ہے۔ اقامت تو دو، دودفعہ ہے۔ اسے عبد الرزاق، ابوبکر بن ابی شیبہ اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ۱۷۹۳، شرح معانی الآثار: ۸۳۹۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يزيد بن سنان قال: ثنا يحيى بن سعيد القطان قال: ثنا فطر بن خليفة، عن مجاهد..... الخ“ (شرح معانی الآثار: ۸۳۹)

یہ اثر بلحاظ سند تغلیباً بخاری کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو خالد یزید بن سنان بن یزید بن ذمال قرشی اموی بصری رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔ (مغنی الاخیار: ۲۶۸۵)

(۲) امام ابو سعید یحییٰ بن سعید قطان بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۸۰۷)

(۳) امام ابوبکر فطر بن خلیفہ قرشی مخزومی کو فی حناط رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ”ثقة صالح الحديث“ راوی ہیں۔

(المجرح والتعديل: ۵۱۲)

(۴) امام ابوالحجاج مجاہد بن جبر کی مخزومی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۳۸)

{سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پر ختم ہوتی تھی}

۱۳۵. يَوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ آخِرَ أَذَانَ بِلَالٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) پر ختم ہوتی تھی۔“

تخریج:

یہ روایت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۵، سنن النسائی: ۶۵۰، سنن الدارقطنی: ۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث شواہد)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ سنن النسائی میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن بلال قال كان آخر الاذان..... الخ. (سنن النسائي: ٦٥٠)

فائدہ:

آخری کلمات ضبط کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص ابتداء پر قیاس کرتے ہوئے اللہ اکبر چار دفعہ اور لا الہ الا اللہ کو دیگر کلمات پر قیاس کرتے ہوئے دو دفعہ نہ کہہ دے یا شروع میں اٹھ کا اضافہ نہ کرے۔ چونکہ یہ آخری کلمات باقی اذان کے انداز سے مختلف ہیں، اس لیے انہیں خصوصاً ضبط کیا۔

{ عورتوں پر اذان و اقامت نہیں ہے }

۱۳۶۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال: ليس على النساء أذان ولا إقامة.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”عورتوں پر اذان و اقامت نہیں ہے۔“

تحقیق:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۴ باب الاذان، مصنف عبدالرزاق: ۵۰۲۱ باب بل علی المرأة اذان، مصنف ابن ابی

شعبہ: ۲۳۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اذان و اقامت زور سے کہی جاتی ہے اس کے ذریعے دوسروں کو نماز کی دعوت دی جاتی ہے اور عورتوں کو آواز پست رکھنے کا حکم ہے، ان کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے عورت نہ اذان دے گی اور نہ ہی اقامت کہے گی۔

{ اذان کے دوران بات کرنا مکروہ ہے }

۱۳۷۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال في المؤذنين: يُدْخِلُ أَصْبَعَهُ فِي أُذُنِهِ وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَيَدُورُ إِذَا فَرَغَ مِنَ الشَّهَادَةِ. قَالَ حَمَّادُ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ: أَيَتَكَلَّمُ الْمُؤَذِّنُ فِي أَذَانِهِ وَإِقَامَتِهِ، فَلَمْ يَقُلْ يَتَكَلَّمُ، وَلَمْ يَقُلْ لَا يَتَكَلَّمُ، وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ يَتَكَلَّمَ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مؤذن اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالے اور قبلہ کی طرف منہ کرے اور کلمات شہادت سے فارغ ہو کر (حی علی الصلوة، اور علی الفلاح پر) اپنا منہ اس طرف اور اس طرف لے جائے۔“ حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مؤذن اذان کے دوران بات کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے نہ تو یہ کہا کہ کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ کہا کہ نہیں کر سکتا، البتہ میں اذان کے دوران بات کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) اذان قبلہ رخ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ اسی طرح ”حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح“ کہتے وقت دائیں بائیں چہرے کو پھیرنا بھی سنت ہے۔
- (۲) اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں داخل کرنا بھی مشروع ہے اور کانوں میں انگلیاں داخل کرنے کے کئی قاصدے ہیں مثلاً۔
☆ کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے آواز بلند ہو جاتی ہے۔
☆ کوئی بہرہ آدمی مؤذن کو ایسی حالت میں دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ نماز کیلئے اذان دی جا رہی ہے۔
☆ دوسروں کے اختلاط سے مؤذن محفوظ رہتا ہے۔
- (۳) اذان کے دوران بات نہیں کرنی چاہیے۔

{لوگ صفوں میں کب کھڑے ہوں}

۱۳۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَامَ الْقَوْمُ فِي الصَّفُوفِ.

طلحہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مؤذن کے حی علی الفلاح کہنے پر لوگ صفوں میں کھڑے ہو جائیں۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۷۲۶)

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص پہلے کھڑا نہیں ہو سکا ہے تو کم از کم حی علی الفلاح پر تو اسے لازمی کھڑا ہو جانا چاہیے، عام حالات میں افضل یہی ہے کہ شروع سے ہی کھڑے ہو کر صفیں درست کر لینی چاہیے۔

{ ایک سفر کے دوران حضور ﷺ اور صحابہ کی نماز قضا ہونے کا واقعہ }

۱۳۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَرَسَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَلَمْ يُوقِضْهُمَا إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ، فَقَامُوا فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، فَصَلُّوا رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَصَلَّى بِالنَّاسِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک سفر کے دوران) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رات کے آخری حصے میں آرام کیلئے اترے (اور ان پر نیند غالب آ گئی) اور انہیں سورج کی گرمی کے سوا کوئی چیز بیدار نہ کر سکی، چنانچہ سب حضرات کھڑے ہوئے (وضو کیا) اور آنحضرت ﷺ کے حکم پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور سب نے دو رکعت (سنت) ادا کیں اور پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۵۳۳، سنن النسائی: ۶۲۳، ح: ابن خزیمہ: ۹۸۸، حدیث السراج: ۱۵۶۸، مستخرج ابی عوانہ: ۲۰۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۸۹، صحیح ابن حبان: ۲۶۵۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۵۳۲، شرح السنہ: ج ۲ ص ۳۱۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهيم النخعي عن علقمة عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه..... الخ. (جامع المسانيد: ج ۱ ص ۹۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ یہ حدیث یہاں پر اختصار کے ساتھ نقل کی گئی ہے، صحیح مسلم (۶۸۱) کی مفصل روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ

آپ ﷺ نے قضاء نماز اس جگہ نہیں پڑھی بلکہ آپ نے وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا جب آگے پہنچ کر سورج بلند ہو گیا تو آپ نے نماز قضاء کی۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے جو آنکھ کھلتے ہی قضاء نماز نہیں پڑھی بلکہ اس کو کچھ مؤخر کر کے اس جگہ سے روانہ ہو گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کسی ایسی جگہ پہنچ کر نماز پڑھنا چاہتے تھے، جہاں پانی دستیاب ہو، یا یہ وجہ تھی کہ جس وقت آپ ﷺ کی آنکھ کھلی وہ نماز کیلئے وقت کراہت تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس وقت کراہت کو نکالنے کے لئے نماز کو کچھ اور مؤخر کیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جگہ سے فوراً منتقل ہو جانا چاہیے جہاں حکم خداوندی کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو یا کسی ممنوع بات کا ارتکاب ہو گیا ہو اگرچہ وہ ارتکاب قصداً نہ ہوا ہو۔

۴۔ آپ ﷺ نے فجر کی قضاء نماز ادا کرنے سے پہلے جو دور کعتیں پڑھیں وہ سنتیں تھیں اور مسئلہ یہی ہے کہ اگر آنکھ نہ کھلے یا کسی اور سبب سے فجر کی نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے اور پھر اس کی قضاء زوال آفتاب سے پہلے ادا کی کی جائے تو اس کے ساتھ سنت کی دور کعتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔



۸۔ باب مَوَاقِیْتُ الصَّلَاةِ

اوقات نماز کا بیان

۱۴۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي حِينَ اخْتَرَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنْ صَلَاتَهُ لِي بِفُلْسَيْنِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سورج میں سرخی آنے کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”میرے نزدیک اس شخص کی اس (نفل) نماز سے دو سکے بہتر ہیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۵۴ باب ما یعاد من الصلاة وما یکرہ منها، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۵۴ باب الساعة التي یکرہ فیہا الصلاة، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶۶، من کان ینہی عن الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها.

تحقیق:

صحیح ہے اور حکماً متصل ہے۔

۱۴۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَرَ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِي مَحْرَمٍ. قَالَ: وَنَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِيَامِ الْأُخْصَى وَالْفِطْرِ، وَقَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے۔ اور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے

بعد سے لے کر غروب شمس تک (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمر عبد الملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۳۵)

۲۔ امام ابوالغادیہ قزعة بن یحییٰ البصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۸۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ شوہر یا محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے حتیٰ کہ بغیر محرم کے عورت پر حج بھی فرض نہیں ہوتا۔

۲۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔

۳۔ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا بے سود ہے مسجد حرام (بیت اللہ) کہ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور مسجد نبوی کہ وہاں ایک نماز کا ثواب بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار اور بعض کے مطابق دس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ کہ وہاں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے ان کے علاوہ ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری کی طرف سفر کرنا بے سود ہے، جو ثواب ایک مسجد میں ملتا ہے وہ دوسری میں بھی ملے گا پھر سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ ہاں طلب علم، دعوت و تبلیغ، زیارت قبر نبوی ﷺ، وغیرہ کے لیے سفر کر سکتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا تو افضل و مستحب ہے جیسا کہ ایک حسن حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔“ (سنن الدارقطنی: ۲۶۹۵)

۴۔ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم اس سلسلے کی دیگر احادیث بھی تحقیق، تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

چند مزید احادیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَدِّينُ إِذَا أَكَّنَ قَامَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَنْتَبِذُونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّونَ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ

الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ حَتَّى أَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لِيَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صَلَّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِمَا. (آثار السنن: ۶۸۹)

☆ ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن جب اذان دیتا تو نبی ﷺ کے صحابہؓ میں میں چند لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے ہوئے اٹھ جاتے یہاں تک کہ نبی ﷺ تشریف لاتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۵، مسلم:) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں تک کہ نو وارد شخص مسجد میں داخل ہوتا تو ان دو رکعت کے پڑھنے والوں کی کثرت کو دیکھنے سے یہ گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۵، مسلم: ۸۳۷، سنن النسائی: ۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۹۸۳، سنن الدارمی: ۱۴۸۱، مسند البزار: ۶۸۱۹، صحیح ابن خزيمة: ۱۲۸۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۹۹، صحیح ابن حبان: ۲۴۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۸۱، معرۃ السنن والآثار: ۵۲۹۵

اور لحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت عمرو بن عامر الانصاري عن انس بن مالك.... الخ. (صحیح البخاری: ۶۲۵)

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۹۰)

☆ ☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہم (ابتداء میں) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کے راوی مختار بن قفل کہتے ہیں کہ) میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے، نہ تو ہمیں پڑھنے کا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے۔ اسے مسلم (۸۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۶، سنن ابی داود: ۱۲۸۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۹۵۶، مسند السراج: ۶۱۲، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۵۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۹۶، سنن الدارقطنی: ۱۰۵۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۷۵، معرۃ السنن والآثار: ۵۲۹۶

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ وابو کریب جمیعاً عن ابن فضیل قال ابوبکر حدثنا محمد بن فضیل عن مختار بن فلفل قال سألت انس بن مالک.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۴۶)

وَعَنْ مَرْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَزُكُّ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۹۱)

☆ ☆ مرثد بن عبد اللہ یزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابو تمیم کے بارے میں آپ کو عجیب بات نہ بتاؤں، وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے (ابتدائی) زمانہ میں ہم بھی اسی طرح کرتے تھے، (مرثد کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: اب آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصروفیت نے۔ اسے بخاری (۱۱۸۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۷۴، شرح السنن للبغوی: ۸۹۵، شرح صحیح البخاری لابن بطلال: ۱۴۴، فتح الباری: ج ۲ ص ۲۰۸، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۸۶، جامع الاصول: ۴۱۱۳، خلاصۃ الاحکام: ۱۸۳۲، نصب الراية: ج ۲ ص ۱۴۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن يزيد هو البقر قال حدثنا سعيد بن ابی ايوب قال حدثني يزيد بن ابی حبيب قال سمعت مرثد بن عبد الله اليزني.... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۸۴)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۶۹۲)

☆ ☆ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر آپ نے تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔“ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۷، مسلم: ۸۳۸، ابن ماجہ: ۱۱۶۲، ابوداؤد: ۱۲۸۳، ترمذی: ۱۸۵، نسائی: ۶۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۷، صحیح مسلم: ۸۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲، سنن ابی داود: ۱۲۸۳، سنن الترمذی: ۱۸۵، سنن النسائی: ۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۹۰، سنن الدارمی: ۱۲۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۷، مسند السراج: ۱۵۴۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۵۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن يزيد قال حدثنا كهيس بن الحسن عن عبدالله بن بريدة عن عبدالله بن مغفل..... الخ. (صحیح البخاری: ۶۲۷)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلَا يَدَاوُدُ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

(آثار السنن: ۶۹۳)

☆ ☆ انہی (یعنی سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے اس بات کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں لوگ اس ک سنت نہ بنالیں۔“ اسے بخاری (۱۱۸۳) نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد (۱۲۸۱) کی روایت میں ہے کہ: ”مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۳، سنن ابی داود: ۱۲۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۲، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۷۱، مسند الرویانی: ۸۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، حدیث السراج: ۵۰۳، مسند السراج: ۶۱۱، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۸، سنن الدارقطنی: ۱۰۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبدالوارث عن الحسين عن عبدالله بن بريدة قال حدثني عبدالله المزني عن النبي ﷺ..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۸۳)

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمُرُوزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ خَافَ أَنْ يُخَسِبَهَا النَّاسُ سُنَّةً وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۹۳)

☆ ☆ انہی (عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح (۱۵۸۸) میں اور محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل (ج ۱ ص ۷۱) میں

روایت کیا ہے اور مروزی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: پھر آپ نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا جس کا جی چاہے اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا پہلے مباح تھا بعض صحابہؓ ابتداء میں پڑھا کرتے تھے مگر یہ اباحت باقی نہیں رہی بعد میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا جیسا کہ اس سلسلے کی احادیث آگے ہم نقل کرنے والے ہیں اور مذکورہ منقولہ احادیث میں سے پہلی حدیث اور دیگر احادیث اس دور پر محمول ہے جب مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مباح تھا، اور یہ بھی کبھی کبھار ہوا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب جلدی پڑھتے تھے اور یہ کبھی کبھار پڑھنا بھی اُس وقت تھا جب اباحت تھی پھر جب اباحت باقی نہ رہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان نوافل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ سنن ابی داود میں بسند صحیح مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو بھی یہ دو رکعات پڑھتے نہیں دیکھا۔ (سنن ابی داود: ۱۲۸۴) یہ عہد نبوت کے آخری دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

نیز کشف الاستار میں ہے:

حدثنا عبد الواحد بن غياث ثنا حيان بن عبيد الله عن عبد الله بن بريدة عن ابيه ان النبي ﷺ قال بين كل اذانين صلاة الا المغرب. قال البزار لا نعلم احدا يرويه الا بريدة ولا رواه الا حيان وهو بصري مشهور ليس بأس. (كشف الاستار عن زوائد البزار: ح ۶۹۳)

یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔ یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس صحیح سند حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دو رکعتوں کی اباحت باقی نہ رہی۔

عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُصَلِّيَهُمَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْكُشَيْبِيُّ فِي مُسْنَدِهِ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السان: ۶۹۵)

☆☆ جناب طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے کی دو رکعتوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے پڑھتا ہو۔ اسے عبد بن حمید الکشی (۸۰۴) اور ابوداؤد (۱۲۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا سليمان بن داود عن شعبة عن ابي شعيب قال سمعت طاوسا يقول سئل ابن عمر الخ.

(المنتخب من مسند عبد بن حميد: ٨٠٢)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۸۴)

فائدہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث عہد نبوت کے آخری دور پر محمول ہے۔ یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے آخری دور میں کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ رکعات پڑھتے نہیں دیکھا ہے کیونکہ صحابہؓ انہیں ترک کر چکے تھے۔

وَعَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَتَنَاهَانِي عَنْهَا وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَاَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يُصَلُّوْهَا. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ فِي الْاَثَارِ وَاسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۶۹۶)

☆ ☆ حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ: ”نبی ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے محمد بن حسن نے کتاب الآثار (۱۴۵) میں روایت کیا ہے اس کی سند منقطع ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام حمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو حنيفة عن حماد قال سألت ابراهيم الخ. (كتاب الآثار: ۱۴۵)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَعَتْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطُّ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۶۹۷)

☆ ☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی نہیں چھوڑیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۹۱، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۴، مسند الحمیدی: ۱۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۵،

السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۶۵، حدیث السراج: ۲۳۲۸، مسند السراج: ۱۵۳۳، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۱۳، شرح السنۃ للبخاری:

۷۸۲، مشکاة المصابیح: ۱۱۷۸

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابي جميعا عن هشام بن عروة عن

ابيه عن عائشة..... الخ. (صحيح مسلم: ۸۴۵)

وَعَنْهَا قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُهُمَا يَزُورُ وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ

وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۹۸)

☆ ☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ دو نمازیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا

کرتے تھے خفیہ، نہ اعلانیہ۔ فجر سے قبل دو رکعتیں اور عصر کے بعد دو رکعتیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۹۲، مسلم:

۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۲، صحیح مسلم: ۸۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۲۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۷۲، المسند المستخرج

علی صحیح مسلم لابن نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق: ۱۸۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۹۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

۴۹۳۰، سنن النسائی: ۵۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الشيباني قال حدثنا

عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه عن عائشة..... الخ. (صحيح البخاري: ۵۹۲)

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَنَّهُ شَغَلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا

بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۹۹)

☆ ☆ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے ان دو رکعات کے بارے میں پوچھا جو اللہ کے رسول ﷺ عصر

کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

پھر ایک دن کسی مصروفیت میں آپ سے یہ دو رکعت رہ گئیں یا آپ بھول بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد انہیں

پڑھا۔ اور آپ جب کوئی نماز ایک دفعہ پڑھ لیتے تو اس پر پابندی فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۸۳۵) نے روایت

کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۸۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۶۸، صحیح ابن خزيمة:

۱۲۷۸، مسند السراج: ۱۵۵۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۳۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۱، السنن الکبری للبیہقی: ۳۳۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيى بن ايوب وقتيبة وعلی بن حجر قال ابن ايوب حدثنا اسماعيل وهو ابن جعفر اخبرني محمد وهو ابن ابی حرملة قال اخبرني ابو سلمة انه سأل عائشة..... الخ. (صحیح مسلم: ۱۳۵)

فائدہ:

عصر کے بعد یہ دو رکعات آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی اور صرف آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھی۔ دوسرے لوگوں کو عصر کے بعد نفل پڑھنا درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے امتیوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمادیا تھا اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۰)

☆☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کئی ایک صحابہ سے جن میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے ان سب سے زیادہ محبوب تھے، یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسے شیخین (مسلم: ۸۲۶، بخاری: ۵۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۶، صحیح البخاری: ۵۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، سنن الترمذی: ۱۸۳، سنن النسائی: ۵۶۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۳۷، صحیح ابن خزيمة: ۱۲۷۲، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۶۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۲۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۱۰، السنن الکبری للبیہقی: ۳۳۷۰

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا داود بن رشيد واسماعيل بن سالم جميعا عن هشيم قال داود حدثنا هشيم اخبرنا منصور عن قتادة قال اخبرنا ابو العالية عن ابن عباس رضي الله عنهما... (صحیح مسلم: ۸۲۶) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۱)

☆ ☆ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عصر کے بعد کوئی نماز نہیں
حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔“ اسے شیخین (بخاری:
۵۸۶، مسلم: ۸۲۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۷، صحیح البخاری: ۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۹، سنن النسائی: ۵۶۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی:
۳۹۵۸، مسند الحمیدی: ۷۳۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۳۸، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۹۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی:
۴۶۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۹۷۷

اور لمحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني حرملة بن يحيى اخبرنا ابن وهب اخبرني يونس ان ابن شهاب اخبره قال اخبرني عطاء
بن يزيد الليثي انه سمع ابا سعيد الخدري.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۲۷)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ
وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۲)

☆ ☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک
اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۸۸، مسلم:
۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۸، صحیح مسلم: ۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۸، سنن النسائی: ۵۶۱، مؤطا مالک: ۲۵۰، مؤطا محمد: ۹۲۲،
مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۵۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۹۷۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۲۲، شرح
معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳۔

اور لمحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سلام قال حدثنا عبدة عن عبيد الله عن خبيب عن حفص بن عاصم عن ابي
هريرة.... الخ. (صحیح البخاری: ۵۸۸)

وَعَنْ عُمَرَو بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ
أَخْبَرَنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ
فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يُسْجَدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ

مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِيلَ الظِّلُّ بِالرُّمُحِ ثُمَّ اقْضُ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنْ جِئْتُمْ تُسَجِّرُ جَهَنَّمَ فَإِذَا أَقْبَلَ
الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْضُ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ
الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَجِئْتُمْ تُسَجِّدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ.

(آثار السنن: ۷۰۳)

☆ ☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک واجب تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑھے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ ابے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۳، سنن ابی داؤد: ۱۲۷۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاة المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني احمد بن جعفر البعقري حدثنا النضر بن محمد حدثنا عكرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبد الله ابو عمار ويحيى بن ابي كثير عن ابي امامة قال عكرمة ولقي شداد ابا امامة ووائلة وصب انسا الى الشام واثنى عليه فضلا وخيرا عن ابي امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمي.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۳۲)

فوائد و مسائل:

(۱) حدیث کے الفاظ ”جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے“ کا تعلق مکہ مدینہ اور ان کے گرد و نواح سے ہے، کیونکہ

ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔

(۲) ”سورج کے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلنے“ کا مطلب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان آفتاب کے

سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا سر آفتاب کے نزدیک کر لیتا ہے، اسی طرح غروب آفتاب کے وقت کرتا ہے، اس کے

اس طرز عمل کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کفار کے اس طرز عمل کے

ذریعہ وہ اپنا گمان یہ رکھتا ہے کہ لوگ میری عبادت کر رہے ہیں، اسی طرح وہ اپنے تابعداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا

ہے کہ یہ لوگ آفتاب کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت میری عبادت کر رہے ہیں اور میرے سامنے ماتھے ٹپکتے

ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں تاکہ

مسلمانوں کی عبادت شیطان کو پوجنے والوں کی عبادت کے اوقات میں نہ ہو۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْمِسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ أَزْهَرَ أَرْسَلُوهُ إِلَى

عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلِّمْ عَلَيْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ

الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا أَتَا أَخْبَرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيْنَهُمَا وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَكُنْتُ أَضْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا

فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ أُمُّ

سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْنَهُمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ

عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنِّبِهِ قُولِي لَهُ

تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَارَاكَ تُصَلِّيْنَهُمَا فَإِنْ

أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرْنِي عَنْهُ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرْتُ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا

ابْنَتِ ابْنِ أُمِّيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَأَنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ

الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۴)

☆ ☆ کریب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن ازہر نے

انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا، ہم سب کی طرف سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا

اور نماز عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں اُن سے پوچھنا اور ان سے کہنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور تحقیق ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یہ دو رکعتیں پڑھنے والوں کی پٹائی کرتا تھا، کریم نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو وہ پیغام پہنچا دیا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا۔ ام المؤمنین نے کہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں نے ان کے پاس جا کر انہیں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول بتا دیا، انہوں نے مجھے واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی ﷺ کو ان سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب عصر پڑھتے تو یہ دو رکعتیں بھی پڑھتے، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار میں سے قبیلہ بنی حرام کی عورتیں تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک بچی بھیجی، میں نے بچی سے کہا، آپ کے ایک جانب کھڑی ہو کر آپ سے کہنا، آپ سے ام سلمہ کہتی ہے کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو آپ سے (تھوڑی دیر) پیچھے ہٹ کر (کھڑی ہو) جانا، اس بچی نے ایسا ہی کیا، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا، وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، فرمایا: ”اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا ہے، میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول رکھا تو یہ وہ دو رکعتیں تھیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۲۳۳، مسلم: ۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۸۳۴، سنن ابی داؤد: ۱۲۷۳، سنن الدارمی: ۱۴۷۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۳۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۰۸، صحیح ابن حبان: ۱۵۷۶، السند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۹۳، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۵۱۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني ابن وهب قال اخبرني عمرو عن بكير عن كريب ان ابن عباس..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۲۴۲)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَحَّبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَارَ أَيْتَاهُ يُصَلِّيْنَهَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهَا يَعْنِي الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۵۰۰)

☆ ☆ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ: ”تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم سرور کونین ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ ﷺ کو (اپنے گھر کے باہر لوگوں کے سامنے) یہ دور کعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ نے تو ان کو یعنی عصر کے بعد دور کعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے بخاری (۵۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۷، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۰۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۲۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۹۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۶، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۰۳، نصب الراية: ۲۵۰/۱

اور بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن ابان قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان يحدث عن معاوية قال..... الخ. (صحیح البخاری: ۵۸۷)

فوائد و مسائل:

- (۱) اس حدیث کے الفاظ ”ہم نے آپ ﷺ کو یہ دور کعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا“ کا دیگر احادیث کے پیش نظر مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو اپنے گھر سے باہر لوگوں کے سامنے یہ در کعتیں کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔
- (۲) اس باب کی مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ امتیوں کے لیے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔

۱۳۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخْرَوْا الظُّهْرَ يَوْمَ الْغَيْمِ، وَقَدِّمُوا الْعَصْرَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جس دن ابر چھایا ہوا ہو اس دن ظہر کی نماز کو مؤخر کر کے اور عصر کی نماز کو مقدم کر کے پڑھو۔“

تحقیق:

صحیح مرسل معتضد ہے۔

۱۳۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ إِلَى مَكَّةَ أَتَاخَ وَلَوْ عَلَى تَحِيٍّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام اسود رحمہ اللہ مکہ کی طرف عازم سفر ہوتے اور جب بھی نماز کا وقت ہو جاتا تو وہیں پڑاؤ ڈالتے خواہ پتھر پر نماز کیوں نہ پڑھنی پڑتی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۱۱ رقم الحدیث: ۸۲۵۰، ۸۲۵۱ من کرہ الجمع بین الصلاتین من غیر عذر، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء: ج ۲ ص ۱۰۴، الاسود بن یزید النخعی۔۔۔۔۔ الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۳۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَصْحَابُهُ كَانُوا يُؤَخِّرُونَ الْعَصْرَ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کا یہ عمل دراصل احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے سے چند احادیث مع التحقیق حاضر ہیں:

چند احادیث مرفوعہ:

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَشَدَّ تَعْجِيلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ أَشَدُّ تَعْجِيلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السلف: ۲۰۴)

☆ ☆ (ام المؤمنین) سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز تمہاری نسبت زیادہ جلدی پڑھتے تھے، اور تم عصر کی نماز آپ ﷺ کی نسبت زیادہ جلدی پڑھتے ہو۔ اسے (امام) احمد (رحمہ اللہ) اور (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۱۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۳ ۷۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۹۹۲، مسند السراج: ۹۸۱، جامع الاصول: ۳۲۸۶، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۱۸۱۸۴، جمع الفوائد من جامع الاصول: ۱۰۱۵۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل بن علیہ عن ایوب عن ابن ابی ملیکۃ عن ام

سلمۃ.... الخ“ (سنن الترمذی: ۱۶۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوالحسن علی بن حجر بن ایاس بن مقاتل سعدی مروزی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”حافظ ثقہ

مامون“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۳۶)

(۲) امام ابوبشیر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی المعروف بابن علیہ رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۴۱۷)

(۳) امام ابوبکر ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۰۷)

ابن جریج رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۳ ۷۸)

(۴) امام عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقہ“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۲۶۳ ۷۸)

ثابت ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد

حضرات جیسے ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: ۱۶۱)

فوائد و مسائل:

(۱) واضح ہے کہ بعض حضرات وقت ہو جانے پر جلد ہی عصر کی نماز پڑھ لیتے تھے اسی لئے حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا

نے فرمایا کہ تم عصر کی نماز آپ ﷺ کی نسبت زیادہ جلدی پڑھ لیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ وقت ہو جانے

کے بعد عصر کی نماز میں تاخیر فرماتے تھے۔ لہذا عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے، امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ

م ۲۷۹ھ نے اس حدیث کو ”باب ما جاء فی تأخیر صلاۃ العصر“ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ترمذی: ۱۶۱)

(۲) واضح رہے کہ اس میں اتنی زیادہ تاخیر بھی نہیں کرنی چاہیے کہ آفتاب زرد ہو جائے کیونکہ آفتاب زرد ہو جائے تو پھر عصر کا مکروہ

وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اہلسنت والجماعت احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ نماز عصر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے

اور اس موقف کی تائید میں کئی اور احادیث و آثار بھی کتب میں پائے جاتے ہیں بعض مع التحقیق حاضر ہیں:

حدثنا محمد بن عبدالرحمن العنبری، حدثنا ابراہیم بن ابی الوزير، حدثنا محمد بن یزید

الہمامی، حدثنی یزید بن عبدالرحمن بن علی بن شیبان، عن ابیہ، عن جدہ علی بن شیبان قال:

قدمنا علی رسول اللہ ﷺ المدینۃ لکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیة۔

(سنن ابی داود: ۴۰۸)

☆ (حضرت سیدنا) علی بن شبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے جب تک کہ سورج سفید اور شفاف ہوتا۔

بطور الزام کے عرض ہے کہ تقلید سے بیزار حضرات کو اس حدیث کے راوی ”محمد بن یزید یمامی“ اور اس کے شیخ ”یزید بن عبد الرحمن بن علی بن شبان“ کو مجہول قرار دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ امام ابو داود رحمہ اللہ ۵۷۵ھ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کر کے سکوت کیا ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی اور تقلید سے بیزار حضرات کے نزدیک امام ابو داود رحمہ اللہ جس حدیث کو اپنی سنن میں نقل کر کے سکوت کریں اور اس پر کسی قسم کی جرح نہ کریں تو وہ حدیث امام ابو داود رحمہ اللہ کے نزدیک حسن یا صحیح ہوتی ہے۔

چنانچہ شوکانی م ۱۲۵۵ھ لکھتا ہے کہ:

”ان جماعة من ائمة الحديث صرحوا بصلاحيه ما سكت عنه ابو داود لاحتجاج“

(نبیل الاوطار: ۱/۴۹۱)

ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث پر امام ابو داود سکوت کرتے ہیں وہ حجت پکڑنے کے قابل ہوتی ہے۔

بدیع الدین راشدی ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ابو داود نے اس پر سکوت کیا ہے۔ امام صاحب سکوت اس حدیث پر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک قابل احتجاج ہوتی ہے۔ (مقالات راشدیہ: ج ۳ ص ۳۹۲)

ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

امام ابو داود رحمہ اللہ کا حدیث پر سکوت اختیار کرنا امام ابو داود کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تنقیح الکلام: ص ۳۳۵)

احمد شاہ نے بھی امام ابو داود رحمہ اللہ کے سکوت کے سلسلے میں مذکورہ اصول کو تسلیم کیا ہے۔

(الباعث الحثیف: ص ۵۱)

لہذا ثابت ہوا کہ زیر بحث حدیث مخالفین کے بقول امام ابو داود رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔ مخالفین کے ہی متفق زبیر علی زکی نے یہ قاعدہ وضابطہ کئی جگہوں پر تسلیم کیا ہے کہ:

اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، اور اس کے بعد اس سند کے کسی راوی کو مجہول کہنا غلط ہوتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے: الحدیث ۳۲/۱۴، نور العینین، ص ۵۳، نصر الباری: ص ۱۷۲، القول المتین: ص ۲۰)

لہذا ثابت ہوا کہ باصول فریق مخالف اس حدیث کے راوی ”محمد بن یزید یمامی“ اور اس کے شیخ ”یزید بن عبدالرحمن بن علی بن شیبان“ ثقہ ہیں اور مخالفین کو انہیں مجہول قرار دینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث کتب ستہ میں سے سنن ابی داؤد میں موجود ہے اور مخالفین کے امام عبدالستار دہلوی نے لکھا ہے کہ:

الحدیث کے نزدیک تو صحاح ستہ کی کل احادیث اپنے اپنے محل وقوع پر قابل عمل اور دلائق تسلیم ہیں۔
(فتاویٰ ستاریہ: ۲/۵۷)

نیز یہ حدیث کتب خمسہ میں سے سنن ابی داؤد میں موجود ہے اور زبیر علی زئی غیر نے لکھا ہے کہ:
حافظ ابو طاهر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا مشرق و مغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔
(بلفظ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلٍ مَنْ خَلَا مِنْ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عَمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيَرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيَرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيَرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنَ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيَرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيَرَاطَيْنِ قِيَرَاطَيْنِ إِلَّا فَأَنْتُمْ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ مِنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ إِلَّا لَكُمْ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقْلُ عَطَاءً قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوا لَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ فَضِيلُ أُعْطِيَهِ مَنْ شِئْتُ. (صحيح البخاري: ۳۵۹)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے (ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا درمیانی وقت۔ علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود و نصاریٰ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کیلئے کچھ مزدوروں کو کو طلب کرے اور ان

سے کہے کہ کوئی ہے جو دوپہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر) ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، (چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے) یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دوپہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا، چنانچہ یہود کے بعد نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کے وقت تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، اور پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو! (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو تمہارا اجر دو گنا ہے، (اور اسی وجہ سے کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے، لیکن مستحق دو گنے اجر کے قرار پائے ہو) یہود و نصاریٰ بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں لیکن اجر و ثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا، کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے۔ (یعنی میں نے جو تمہاری اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا کیا اس میں کچھ کمی کی ہے؟) یہود و نصاریٰ نے کہا: نہیں، (ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے۔ لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟) پروردگار نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل و احسان ہے جس کو چاہوں زیادہ دوں۔ (میں فاعل ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں)۔

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔ امام الحدیث محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو مؤطا میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

”هذا الحديث يدل على ان تأخير العصر افضل من تعجيلها، الا ترى انه جعل ما بين الظهر الى العصر اكثر مما بين العصر الى المغرب في هذا الحديث، ومن تعجل العصر كان ما بين الظهر الى العصر اقل مما بين العصر الى المغرب، فهذا يدل على تأخير العصر، وتأخير العصر افضل من تعجيلها، مادامت الشمس بيضاء نقية لم تخالطها صفرة. وهو قول ابي حنيفة رحمه الله، والامة من فقهاءنا رحمهم الله تعالى.“ (مؤطا مالك برواية محمد: ۱۰۰۸)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عصر کا تاخیر سے پڑھنا جلد پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس حدیث میں ظہر و عصر کے درمیان جو وقت ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو عصر اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور جس نے عصر میں جلدی کی تو ظہر و عصر کے درمیان کا وقت اس وقت سے کم ہو جائے گا، جو عصر و مغرب کے درمیان ہے۔ اس لئے یہ حدیث عصر کی تاخیر پر دلالت کرتی ہے اور عصر کی تاخیر اس کے جلد پڑھ لینے سے افضل ہے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف ہے اور ابھی زرد نہ ہوا ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کا یہی

قول ہے۔

حدثنا ابوبکر محمد بن احمد بن بالويه الجلاب، ثنا محمد بن شاذان الجوهري. ثنا المعلى بن منصور، ثنا عبد الرحيم بن سليمان، ثنا ابو اسحاق الشيباني، عن العباس بن ذريح، عن زياد بن عبد الرحمن النخعي قال كنا جلوسا مع علي رضي الله عنه في المسجد الاعظم والكوفة يومئذ اخصاص، فجاءه المؤذن، فقال: اجلس فجلس، ثم عاد فقال ذلك، فقال علي: هذا الكلب يعلمنا بالسنة. فقام على فصل بنا العصر، ثم انصرفنا فرجعنا الى المكان الذي كنا فيه جلوسا، فجلسنا للركب فتزور الشمس للغيب نترأها. (المستدرک علی الصحيحین: ۶۹۰)

☆☆☆ زیاد بن عبد الرحمن نخعی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ (کوفہ کی) سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور کوفہ ان دنوں میں دار الخلافہ تھا، اس دوران مؤذن آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بیٹھ جا۔“ پس وہ بیٹھ گیا، پھر اس نے دوبارہ یہی بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت کی تعلیم دینے آیا ہے (حالانکہ ہم تو اس سے سنت کو زیادہ جانتے ہیں۔) اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر ہم اس جگہ کی طرف لوٹ گئے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنوں کے بل بیٹھے اور سورج اس وقت غائب ہونے کیلئے تبدیل ہو رہا تھا جبکہ ہم اسے (تبدیل ہوتے ہوئے) دیکھ رہے تھے۔

یہ اثر بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۷ھ دونوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوا کہ خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز اتنی مؤخر کر کے پڑھی کہ نہایت تھوڑے ہی وقت کے بعد سورج زرد پڑ گیا اور لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی عصر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے اور اگر عصر کی نماز جلدی پڑھنا سنت و افضل ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مؤذن سے ایسے سخت کلمات نہ فرماتے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (ج: ۸، ص: ۳۳۰) کی ایک روایت میں بھی یہی آیا ہے کہ ”ان علیا کان یؤخر العصر۔۔۔ الخ“ حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کو تاخیر سے پڑھتے تھے۔

حدثنا وکیع عن علی بن صالح، واسرائیل، عن ابی اسحاق، عن عبد الرحمن بن یزید، عن عبد اللہ انہ کان یؤخر العصر. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۲۱۰)

عبد الرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ: (سیدنا) عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔

اس اثر کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

- (۱) امام ابوسفیان و کعب بن جراح بن ملیح روای رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة عابد“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات مع علی: ۷۷)
- (۲) امام اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۷۷)
- (۳) امام ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ سمعی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۲۷۲)
- (۴) امام ابو بکر عبد الرحمن بن یزید بن قیس نخعی کوئی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۹۹۳)
- مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، مصنف عبد الرزاق (ج: ۲۰۸۹) میں یہ اثر ایک دوسرے طریق کے ساتھ بھی مروی ہے اور اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی عصر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے۔ البتہ بعض احادیث و آثار میں نماز عصر تعجیل سے اور اول وقت میں پڑھنے کا ذکر آتا ہے مگر وہ احادیث و آثار مذکورہ بالا احادیث و آثار کی روشنی میں بیان جواز اور بعض اوقات پر محمول ہیں۔

حدثنا وکیع عن الاعمش، عن ابراهيم قال: كان من قبلکم اشد تأخیر العصر منکم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۲)

☆ (جلیل القدر ثقة و صدوق تابعی) ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: تم سے پہلے لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ) عصر کی نماز تم سے دیر سے پڑھتے تھے۔

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ اور مصنف عبد الرزاق اور شرح معانی الآثار وغیرہ میں ایک دوسرے طریق کے ساتھ بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: مصنف عبد الرزاق ج: ۲۰۴۲، شرح معانی الآثار ج: ۱۱۵۴)

اس باب میں اور بھی احادیث و آثار پائے جاتے ہیں مگر بغرض اختصار انہیں پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور نماز عصر کو اول وقت کی بجائے تاخیر سے پڑھنے کی تائید اجماع امت سے بھی ہوتی ہے، اس لیے کہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز عصر کو تاخیر سے یعنی مثل ثانی کے بعد پڑھا جائے جیسا کہ جلیل القدر ثقة و صدوق امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ص ۴۷۳ نے تصریح کی ہے کہ:

”وقد اجمع العلماء علی ان من صلی العصر والشمس بیضاء نقیة لم تدخلها صفرقة فقد صلاھا فی وقتھا المختار، وفی ذلک دلیل علی ان مراعاة المثلین عندهم استحباب۔“

(التبہید شرح المؤطا: ۲/۴۸۴)

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس شخص نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جس وقت سورج سفید اور شفاف تھا، اور اس پر زردی نہیں آئی تھی، تو اس شخص نے عصر کی نماز کو اس کے مختار (پسندیدہ) وقت میں پڑھا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ تمام علماء کے نزدیک (عصر کی نماز پڑھتے وقت) مثلین (کہ آدمی کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے اس کے دو گنا

ہو جائے) کی رعایت رکھنا مستحب ہے۔

۱۳۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: أَخِرُّوا الظُّهْرَ فِي يَوْمِ النَّعْبِ وَتَجَلُّوا الْعَصْرَ وَأَخِرُّوا الْمَغْرِبَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جن دن ابر چھایا ہوا ہو اس دن ظہر کی نماز تاخیر سے اور عصر کی نماز جلدی سے پڑھو اور مغرب کی نماز کو بھی قدرے تاخیر سے پڑھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۳۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي غَادِيَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ نَظَرَ إِلَيْهِ يَضْرِبُ النَّاسَ عَلَى الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

ابو غادیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے دیکھا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد (نفل) نماز پڑھنے پر لوگوں کو مارا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۳۶، حدیث السراج: ۵۰۵، مسند السراج: ۱۱۵۸، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۵۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۸۸۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق آخری عند ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق و السراج، و ابی نعیم و غیرہم) ۱۔ امام ابو عمر عبد الملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۳۵) اور انہوں نے امام ابو الغادیہ رحمہ اللہ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، چنانچہ مصنف عبد الرزاق کی روایت میں ہے:

عن ابن التیمی قال سمعت عبد الملك بن عمير يقول حدثني ابو غادية قال رأيت عمر بن الخطاب يضرب الناس على الركعتين بعد العصر. (مصنف عبدالرزاق: ۳۹۶۶)

۲۔ امام ابو الغادیہ قزعمہ بن یحییٰ الہمیری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۸۶)

۱۴۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ (يَعْنِي الظُّهْرَ) فِي الْحَرِّ عَنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جہنم کی لپٹ (یعنی سخت گرمی) میں نماز (ظہر) کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۴، ۲۰۶۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۳۱۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق والطحاوی)

فائدہ:

اس اثر میں جو مضمون وارد ہوا ہے یہ مضمون احادیث مرفوعہ میں بھی موجود ہے، چند احادیث مع تحقیق حاضر ہیں:

چند احادیث مرفوعہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۱۹۶)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب گرمی کی شدت ہو تو ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“ اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۶، صحیح مسلم: ۶۱۵، سنن ابن ماجہ: ۶۷۷، سنن ابی داود: ۴۰۲، سنن الترمذی: ۱۵۷، سنن النسائی: ۵۰۰، مؤطا مالک: ۲۸، مؤطا محمد: ۱۸۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۳۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۳۹، مسند الحمیدی: ۹۷۱، مسند ابن الجعد: ۳۳۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۲۴۶، سنن الدارمی: ۱۲۴۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۸۷۱، المنہلی لابن الجارود: ۱۵۶، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۹۔

اور باجماع امت صحیح و ثابت ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا علي بن عبد الله المديني قال حدثنا سفيان قال حفظناه من الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة عن النبي ﷺ..... الخ“ (صحيح البخاري: ۵۳۶)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے۔ احناف سمیت جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے اور جن احادیث میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنے کا ذکر ہے وہ احادیث سردی کے موسم پر محمول ہیں۔

(۲) گرمی میں نماز کو تاخیر سے ادا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ گرمی کی شدت نماز میں توجہ اور خشوع سے رکاوٹ بنتی ہے، اس لئے گرمی کی تخفیف کے وقت نماز زیادہ توجہ سے ادا کی جاسکے گی۔

(۳) دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں اس کے کچھ تو ظاہری اسباب ہوتے ہیں جنہیں ہم خود بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور کچھ باطنی اسباب ہوتے ہیں جو ہمارے احساس و ادراک کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کبھی کبھی بذریعہ وحی ان کی طرف اشارے فرماتے ہیں، اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ: ”گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔“ یہ اسی قبیل کی چیز ہے۔

گرمی کی شدت کا ظاہری سبب تو آفتاب ہے اور اس بات کو ہر شخص جانتا ہے اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا، لیکن عالم باطن اور عالم غیب میں اس کا تعلق جہنم کی آگ سے بھی ہے، اور یہ ان حقائق میں سے ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی معلوم ہوتے ہیں۔

دراصل ہر راحت اور لذت کا مرکز اور سرچشمہ جنت ہے، اور ہر تکلیف و مصیبت کا اصل خزانہ اور سرچشمہ جہنم ہے، اس دنیا میں جو کچھ راحت و لذت یا تکلیف و مصیبت ہے وہ وہیں کے لامحدود خزانہ کا کوئی ذرہ اور اسی اتہاہ سمندر کا کوئی قطرہ اور وہیں کی ہواؤں کا کوئی جھونکا ہے، اور اس کو اس مرکز و مخزن سے خاص نسبت ہے۔

اسی بنیاد پر اس حدیث میں گرمی کی شدت کو جہنم کی تیزی اور اس کے جوش و خروش سے منسوب کیا گیا ہے، اور اصل مقصد بس اتنا ہے کہ گرمی کی شدت کو جہنم سے ایک خاص نسبت ہے اور وہ غضب خداوندی کا ایک مظہر ہے اور خنکی و ٹھنڈک رحمت خداوندی کی لہر ہے اس لیے جس موسم میں نصف النہار کے وقت سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز تاخیر کر کے ایسے وقت میں پڑھی جائے جب گرمی کی شدت ٹوٹ جائے وقت کچھ ٹھنڈا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ الْخَفَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرِهِ فَأَرَادَ الْمُؤَدِّنُ أَنْ يُؤَدِّنَ لِلظَّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَدِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرِدْ حَتَّى رَأَيْنَا فَيْمِ الثَّلُؤِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ

إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرَدُوا بِالصَّلَاةِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۱۹۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے پس مؤذن نے ظہر کیلئے اذان دینی چاہی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈا کر، پھر اس نے اذان دینا چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ (جب) ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے، پس جب گرمی کی شدت ہو تو ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھو۔“ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۹، صحیح مسلم: ۶۱۶، سنن ابی داود: ۴۰۱، سنن الترمذی: ۱۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۴۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۷۶، حدیث السراج: ۱۵۵۵، مسند السراج: ۱۰۳۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۱۷، صحیح ابن حبان: ۱۵۰۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۶۰، شرح السنۃ للبیہقی: ۳۶۳۔

یہ حدیث بھی باجماع امت صحیح و ثابت ہے اور متعدد طرق سے مروی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا آدم بن أبي اياس قال حدثنا شعبة قال حدثنا مهاجر ابو الحسن مولى لبني تيم الله قال سمعت زيدا بن وهب عن ابي ذر الغفاري قال كنا مع النبي في سفر..... الخ“

(صحیح البخاری: ۵۳۹)

فوائد ومسائل:

- (۱) یہ حدیث بھی اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر کو تاخیر سے پڑھنا مسنون و افضل ہے۔
- (۲) بعض حضرات کا کہنا ہے کہ گرمی میں ظہر کو تاخیر سے ادا کرنے کا حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو دور سے آتے ہوں منفرد اور محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کیلئے یہ حکم نہیں ہے۔ مگر یہ توجیہ بالکل غلط و مردود ہے کیونکہ احادیث میں نماز ظہر کو موسم گرما میں تاخیر سے ادا کرنے کی علت دور سے آنا نہیں بلکہ گرمی کی شدت بتلائی گئی ہے۔

۱۳۶. وَحَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَجْتَمِعْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ كَمَا اجْتَمَعُوا عَلَى التَّنْوِيلِ بِالْفَجْرِ، وَالتَّكْبِيرِ بِالْمَغْرِبِ، وَلَمْ يُفَابِرُوا عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّطَوُّعِ كَمَا فَابَرُوا عَلَى أَرْبَعِ قَبْلِ الظُّهْرِ، وَرُكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ اس انداز میں کبھی کسی مسئلے پر

متفق نہیں ہوئے جتنا اتفاق ان کا فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنے پر تھا اور مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے پر تھا۔ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اس طرح ہیشگی کسی بھی نفلی عبادت پر اختیار نہیں کی جس طرح انہوں نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت (سنت) اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھنے پر اختیار کی تھی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے، واضح رہے کہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ماخوذ ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ فجر کو اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے مگر یہ موقف کمزور ہے، ہم فریقین کے دلائل کو آثار السنن سے مع تحقیق پیش کرتے ہیں، تاکہ دونوں رخ قارئین کے سامنے آسکیں۔

چند مزید احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِيْنَ الصَّلَوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغُلَسِ۔
رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ (آثار السنن: ۲۱۱)

☆ ☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ”مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادریں اوڑھ کر آتی تھیں۔ پھر (بعض دفعہ) نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸، صحیح مسلم: ۶۳۵، سنن ابی داود: ۴۲۳، سنن الترمذی: ۱۵۳، سنن النسائی: ۵۳۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۴۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۳۸، مسند السراج: ۶۱۶، مؤطا مالک: ۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۶۲، مسند الحمیدی: ۱۷۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۹۱، شرح معانی الآثار: ۱۰۴، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۵۱۴، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۷۱۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن بكير، قال: اخبرنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، قال: اخبرني عروة بن الزبير، ان عائشة... الخ“ (صحیح البخاری: ۵۷۸)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِأَلْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبُ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءُ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا آخَرًا وَالصُّبْحُ بِغَلَسٍ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۲۱۲)

☆ ☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی مکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو، عصر کی نماز جبکہ سورج روشن ہوتا، مغرب کی نماز جبکہ سورج غروب ہوتا اور عشاء کی نماز اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھاتے اور اگر لوگ کم ہوتے تو مؤخر فرماتے اور (بعض دفعہ) صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھاتے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۵، صحیح مسلم: ۶۴۶، سنن النسائی: ۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۶۹، مسند ابی یعلی الموصلی: ۲۱۰۳، مسند السراج: ۱۱۷۲، شرح معانی الآثار: ۹۲۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۴۳۴، السنن الکبری للبیہقی: ۲۰۴۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا مسلم بن ابراهيم، قال: حدثنا شعبة، عن سعد بن ابراهيم، عن محمد بن عمرو هو ابن الحسن بن علي، قال: سألتنا جابر بن عبد الله... الخ“ (صحیح البخاری: ۵۶۵)

فوائد و مسائل:

(۱) مذکورہ بالا دونوں احادیث اور دیگر احادیث و آثار جن میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا ذکر ہے کے پیش نظر بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل و مستحب ہے، مگر یہ موقف غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث و آثار بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اندھیرے میں نماز فجر پڑھنا جائز ہے، آپ ﷺ کبھی کبھی بیان جواز کیلئے اسے اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان احادیث و آثار کی اس کے علاوہ اور بھی توجیہات کی گئی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

☆ بلاشبہ آپ ﷺ کبھی کبھی اسے اندھیرے میں پڑھا دیا کرتے تھے لیکن عوام کی سہولت کیلئے آپ ﷺ نے ہی بذات خود اپنی امت کو اسے خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے لہذا امت کیلئے اسے خوب روشنی میں ہی پڑھنا افضل و بہتر ہے۔

☆ فعلی احادیث اندھیرے میں یا روشنی میں پڑھنے کے بارے میں بظاہر متعارض ہیں جبکہ قولی احادیث میں خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور ان میں کوئی ظاہری تعارض نہیں ہے لہذا روشنی میں پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

(۲) احناف سمیت جمہور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک امت کیلئے افضل و مسنون یہی ہے کہ جب اندھیرا ختم ہو جائے اور

نوروا بصلاة الفجر، فإنه اعظم للاجر. (سنن الدارمي: ١٢١٨)

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ وَرُبَّمَا آخَرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيضًا قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الضَّفَرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنِّي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأَفُقُ وَرُبَّمَا آخَرَهَا حَتَّى يَجْتَمَعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً يَغْلَسُ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى يُسْفِر، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ جَبَانَ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَالزِّيَادَةُ غَيْرُ مُحْفُوظَةٍ. (آثار السان: ٢١٣)

☆☆ (سیدنا) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے نماز کے اوقات کی اطلاع دی اور میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی۔ آپ یہ بیان کرتے ہوئے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو شمار کر رہے تھے۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز ظہر پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا اور سخت گرمی کے وقت اکثر اوقات مؤخر بھی کر لیتے تھے۔ اور میں نے آپ کو دیکھا آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ سورج اونچا اور سفید ہوتا تھا، زردی آنے سے پہلے پہلے۔ آدمی نماز پڑھ کے نکلتا اور غروب سے پہلے پہلے ذوالحلیفہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔ اور مغرب کی نماز پڑھتے جس وقت کہ سورج غروب ہو جاتا اور عشاء پڑھتے جبکہ افق مغرب سیاہ ہو جاتا اور کبھی مؤخر بھی کر دیتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور فجر کی نماز آپ نے ایک بار اندھیرے میں پڑھی اور ایک دفعہ خوب روشنی میں پڑھی۔ اور پھر اس کے بعد آپ کی نماز اندھیرے میں ہی ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور اور کبھی خوب روشن نہ کی۔“ اسے (امام) ابوداؤد (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے اور اس میں (ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ لَهُ يَحْدُ إِلَى بَيْتِهِ ”کے“) الفاظ کی زیادتی محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۳۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۱۴۴۹، سنن الدارقطنی: ۹۸۶، التمهید لابن عبد البر: ج ۸ ص ۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۴ ص ۱۶۵، شرح ابن ماجہ لمغلطای: ج ۱ ص ۹۴۔

امام ابو داود ورحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا محمد بن سلمة المرادي، حدثنا ابن وهب، عن اسامة بن زيد الليثي، ان ابن شهاب، اخبره، ان عمر..... الخ“ (سنن ابی داود: ۳۹۳)

یہ حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی اسامہ بن زید لیثی پر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مفسر جروحات کی ہیں، مگر افسوس ہے کہ بعض جدید محققین نے اپنے مسلک کو سہارا دینے کیلئے اس حدیث کو حسن قرار دے رکھا ہے، حالانکہ اسامہ بن زید لیثی کو خود فریق مخالف کے اکابرین بھی خصوصاً حالت افراد میں قابل اعتبار نہیں سمجھتے، چنانچہ ناصر الدین البانی (جو کہ زبیر علی زئی کے نزدیک محدث العصر، اور امام الحدیث تھے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ۱۲۸) نے اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، چنانچہ وہ اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد في حفظه ضعف. (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج ۱ ص ۱۲، ح ۴۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

نتوقف عن الاحتجاج بما تفرد به. (سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۴۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ مفرد ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی رحمہ اللہ ۵۶۱ھ (جن کو فریق مخالف اپنا پیشوا کہا کرتے ہیں۔) اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد هذا ضعيف لا يحتج بحديثه، متفق على انه كذلك.

(الاحكام في اصول الاحكام: ۵/۱۲۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اور دوسری کتاب میں رقمطراز ہیں:

وهو ضعيف جدا. (المحل بالآثار: ۸/۱۳)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ (جن کو فریق مخالف حافظ الدنیا کہا کرتے ہیں۔) نے بھی اس کو ”سیء

الحفظ“ برے حافظے والا قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۴۹۲)

حافظ بوسری رحمہ اللہ بھی حفظ اور ضبط کے لحاظ سے کمزور کہتے ہیں۔ (زوائد ابن ماجہ: ص ۱۶۶)

اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ۷۹۵ھ (جن کے حوالے فریق مخالف بڑے شوق سے پیش کیا کرتا ہے۔) اس کو غیر حافظ کہتے ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۵۹۹)

زبیر علی زئی نے بعض حضرات سے اس کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر بعض حضرات کا اسے ثقہ قرار دینا فریق مخالف کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل و توثیق قبول نہیں ہوتی۔ ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کی ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے حافظ اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

سیء الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۵۹)

کیا یہاں اسامہ کے بارے میں بھی فریق مخالف کے محققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جاسکتی؟ جسے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے برے حافظ والا کہا ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث اسامہ کے علاوہ دیگر متعدد راویوں نے بھی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے ان راویوں میں اکثر اسامہ کی نسبت بہت زیادہ ثقہ اور انتہائی پختہ ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں ”ثُمَّ كَانَتْ صَلَواتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى يُسْفِر“ کے زائد الفاظ نقل نہیں کیے ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۷۵ھ فرماتے ہیں کہ:

”اس حدیث کو زہری سے معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں انہوں نے اسامہ کے نقل کردہ زائد الفاظ نقل نہیں کیے۔“ (سنن ابی داؤد، ملخصاً: ۳۹۴)

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

هذه الزيادة لم يقلها غير اسامة بن زيد... الخ. (صحيح ابن خزيمة: ۲۵۲)

یہ زیادتی اسامہ بن زید کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کی۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں زائد الفاظ نقل کرنے میں اسامہ بن زید لیثی متفرد ہے، اسے ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے محققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کسی

صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ و ضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت و تفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ و اتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ و اتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

نیز واضح رہے کہ متعدد محدثین جیسے امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ اور امام ابو الحسن دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ وغیرہ نے بھی اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۹۴، فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۱۰)

اور پھر اسامہ کی یہ حدیث خود فریق مخالف کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ جبکہ فریق مخالف سرخی کو شفق کہتا ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

فی هذا الخبر دلالة على ان الشفق البياض لا الحمرة، لان في الخبر: ويصلي العشاء حين يسود الافق، وانما يكون اسوداد الافق بعد ذهاب البياض الذي يكون بعد سقوط الحمرة.

(صحيح ابن خزيمة: ۲۵۲)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَوةً لَغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَوةً تَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ: وَلِمُسْلِمٍ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسِ

(آثار السنن: ۲۱۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے علاوہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو کوئی نماز وقت کے خلاف پڑھتے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے (مزدلفہ میں، کافی روایۃ الحمیدی: ج ۱۱۴) مغرب اور عشاء کی نماز کو (حقیقتاً) جمع کیا (یعنی ایک ساتھ پڑھیں) اور فجر کی نماز (عام معمول کے) وقت سے پہلے پڑھی۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے اور مسلم کی (ایک) روایت میں ہے کہ اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے یعنی اندھیرے میں پڑھی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری:، صحیح مسلم: ۱۲۸۹، مسند الحمیدی: ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۳۷،

سنن ابی داود: ۱۹۳۴، مسند البزار: ۱۹۰۶، سنن النسائی: ۳۰۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۵۴، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۰۶، شرح معانی الآثار: ۹۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۵۱۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عمر بن حفص بن غياث، حدثنا أبي، حدثنا الاعمش قال: حدثني عمارة، عن عبد الرحمن، عن عبد الله رضى الله عنه... الخ" (صحيح البخاری: ۱۶۸۲)

فوائد و مسائل:

- (۱) دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں، تاہم عرفات اور مزدلفہ میں بالاتفاق جائز ہے۔
- (۲) صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں۔ (دیکھئے: شرح المسلم: ج ۱ ص ۴۱۷)، لہذا فجر کی نماز وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ معمول کے وقت سے قبل اندھیرے میں پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی عمومی عادت مبارکہ نماز فجر اندھیرے میں پڑھنے کی نہ تھی بلکہ روشنی میں پڑھنے کی تھی۔ چنانچہ امام سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يعني في غير وقتها الذي كان يصلحها فيه قبل ذلك. (مسند الحميدي: ۱۱۴)

مطلب یہ ہے کہ پہلے جس وقت میں پڑھا کرتے تھے اُس معمول کے وقت سے پہلے پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَوَتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعِشَاءُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلُ يَقُولُ لَهُ يَطْلُعُ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَوَتَيْنِ حَوْلَتَا عَنْ وَقْعِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءُ فَلَا يُقَدِّمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتَمُوا وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ هُمَا صَلَوَتَانِ مُحَوَّلَتَانِ عَنْ وَقْعِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرَ حِينَ يَنْزِعُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. (آثار السنين: ۲۱۵)

☆ ☆ عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گئے، پھر جب مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہم نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان تناول فرمایا، پھر صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی آپ نے فجر کی نماز پڑھی، کیفیت یہ تھی کہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ صبح صادق طلوع ہو گئی ہے اور بعض کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ طلوع نہیں

ہوئی۔ اس کے بعد (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تھا) یہ دونوں نمازیں اس مقام پر اپنے وقت سے ہٹادی گئیں یعنی مغرب اور عشاء، پس لوگ مزدلفہ عشاء سے پہلے نہ آئیں اور فجر کی نماز اس وقت (کردی گئی)۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: جب صبح صادق طلوع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، (سیدنا) عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ: یہ دو نمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹادی جاتی ہیں، جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے وقت پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۳-۱۶۷۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۳۹۹، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۳۹، نصب الراية للزیلعی: ج ۳ ص ۷۱، المسند الجامع: ۹۰۹۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبد الله بن رجاء، حدثنا اسماعيل، عن أبي اسحاق، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال خرجنا مع عبد الله رضي الله عنه... الخ“ (صحیح البخاری: ۱۶۸۳)

اور محقق نیوی رحمہ اللہ نے بخاری کی دوسری جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

”حدثنا عمرو بن خالد، حدثنا زهير، حدثنا ابو اسحاق قال سمعت عبد الرحمن بن يزيد يقول: حج عبد الله رضي الله عنه... الخ“ (صحیح البخاری: ۱۶۷۵)

فوائد و مسائل:

(۱) دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں بلکہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیے، تاہم مزدلفہ میں (اور دیگر دلائل کی روشنی میں) عرفات میں (بھی) جمع کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھا جائے گا۔

(۲) عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے مگر حج کے دنوں میں مزدلفہ کے مقام پر اسے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَسْفِرُوا لِمَا فِي بَطْنِكُمُ الْفَجْرَ فَإِنَّ ذَلِكَ أَكْبَرُ لِلْأَجْرِ أَوْ قَالَ لِأَجْوَرِكُمْ. رَوَاهُ الْحَمِيدِيُّ وَأَصْحَابُ السُّنَنِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۱۶)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اسے (امام) حمیدی (رحمہ اللہ) اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۴۱۳، سنن الترمذی: ۱۵۴، سنن النسائی: ۵۴۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۱، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ص ۴۱، مسند الشافعی: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹، مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۲۷۹، المستحب من مسند عبد بن حمید: ۴۲۲، سنن الدارمی: ۱۲۵۴، ال آحاد والمثنائی لابن عاصم: ۲۰۹۰، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۱۲۹۰۔

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور کئی طرق کے ساتھ مروی ہے، امام حمیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا الحميدي قال: ثنا محمد بن عجلان، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن محمود بن لبيد، عن

رافع بن خديج ان رسول الله ﷺ.... الخ“ (مسند الحمیدی: ۴۱۳)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو بکر عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی حمیدی مکی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۲۷۰)

ان کی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام محمد بن یوسف رحمہ اللہ وغیرہم نے متابعت کر رکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند الشافعی: ۱۵۱

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن الدارمی: ۴۱۳ وغیرہ

(۲) امام سفیان بن عیینہ بلالی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۷۷)

ان کی بھی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام یحییٰ رحمہ اللہ وغیرہ نے متابعت کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن النسائی: ۵۴۸ وغیرہ

(۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۴۸۴)

انہوں نے عاصم بن عمر سے بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کی ہے (دیکھئے: سنن النسائی: ۵۴۸) اور پھر ایک جماعت جیسے یزید بن عیاض اور ابو خالد الاسمر رحمہما اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷

☆ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۲ وغیرہ

(۴) امام ابو عمر عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان ظفیری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۲۰)

(۵) امام ابو نعیم محمود بن لبید بن عقبہ بن رافع انصاری اشہلی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۵۴۲)

واضح رہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور یہ مضمون کئی صحابہ سے کئی سندوں سے مروی ہے، لہذا عام حالات میں امت کیلئے مسنون اور افضل یہی ہے کہ اسے روشنی میں پڑھے۔ البتہ رمضان میں فجر جلدی پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز اختتام سحری کے بعد جلدی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھاتے اور پھر نماز فجر پڑھ لیتے تھے، راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقت ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: قدر خمسین اوستین آیۃ۔ یعنی جتنی دیر میں پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری: ج ۵ ص ۵۷۵)

(۲) بعض حضرات نے اپنے مسلک کو بچانے کیلئے غلط اقوال کا سہارا لیتے ہوئے اسفار کا مفہوم یہ بنا ڈالا ہے کہ فجر واضح ہو جائے۔ (دیکھئے: مترجم بلوغ المرام مع شرح البارکفوری: ج ۱ ص ۱۳، ط۔ دار السلام) مگر یہ مفہوم بالکل غلط ہے اور سرے سے سننے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ اسفار کا مطلب دیگر روایات کی روشنی میں بالکل واضح ہے، چنانچہ سنن الدارمی میں یہ حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ نور وابدی صلاۃ الفجر فانہ اعظم للاجر۔

(سنن الدارمی: ۱۲۱۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز فجر کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

نور بصلاۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلہم من الاسفار۔

فجر کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔

اتنی صریح اور واضح روایات کے ہوتے ہوئے اسفار کا مفہوم فجر واضح ہو جائے بناؤ الناسوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَجَالٍ مِنْ قَوْمِهِ الْأَنْصَارِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا أَصْفَرْتُكُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ

أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ۔ (آثار السنن: ۲۱۴)

☆ ☆ محمد بن لبید (رحمہ اللہ) نے اپنی انصار قوم کے کئی حضرات (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ حضور

اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔“ اسے (امام) نسائی

(رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور حافظ زیلعی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

صحیح ہے اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے متحققین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے اسے صحیح

الاستاد کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقيق الزبير والالباني: ج ۵۵۰)

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”اخبرني ابراهيم بن يعقوب قال: حدثنا ابن ابي مریم قال: اخبرنا ابو غسان قال: حدثني زيد

بن اسلم، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن محمود بن لبید، عن رجال من قومه الانصار.... الخ“

(سنن النسائی: ۵۴۹)

قائدہ:

”عن رجال من قومه الانصار“ میں انصار سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ

(ج ۱ ص ۲۱) میں ”عن رجال من قومه من اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا.... الخ“ کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْ هُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِبَلَالٍ تَوَزَّ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يَبْصُرَ الْقَوْمَ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنْ

الرَّسْفَارِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَابْنُ عَدِي وَالتَّيَالِسِيُّ وَاسْحَاقُ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالتَّطَبَّرَانِيُّ
وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۱۸)

☆ ☆ (سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ”صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔ اسے (امام) ابن ابی حاتم، (امام) ابن عدی (رحمہ اللہ)، (امام) طیلانی (رحمہ اللہ)، (امام) اسحاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ: ۸۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۰۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۴۱۴، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۳۸۵، کتاب الحجۃ للشیبانی: ج ۱ ص ۲۱، معجم الصحابہ للبغوی: ج ۲ ص ۲۵۵، معرفۃ الصحابہ لابن مندہ: ج ۱ ص ۵۹۰، انساب الاشراف للبلذری: ۳۹۲۔

محقق نیوی رحمہ اللہ نے جن کتب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ان میں اگرچہ یہ حسن لغیرہ درجہ کی سند کے ساتھ منقول ہے مگر امام الحدیثین احفظ و اتقن فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ نے کتاب الحجۃ میں اسے انتہائی ایک مضبوط، مختصر اور پختہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

”اخبرنا سلام بن سليم. قال حدثني هرير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج قال سمعت جدي رافع بن خديج الانصاري يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: يا بلال! نور بالفجر ما يرى القوم مواقع نبلهم.“ (كتاب الحجة على اهل المدينة: ج ۱ ص ۲۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

- (۱) امام ابوالاحوص سلام بن سلیم حنفی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ، متبع سنت“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۶۳۵)
- (۲) امام ہریر بن عبد الرحمن بن رافع بن خدیج انصاری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد وغیرہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۶۵۶۱، الکاشف: ۵۹۳۹، میزان الاعتدال: ۱۰۹۲۱۶، التکمیل فی الجرح والتعديل: ۸۰۲)

- (۳) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ بَيَّانٍ قَالَ قُلْتُ لِرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَوَيْتَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوكِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلَوتَيْكُمُ الْأُولَى وَالْعَصْرَ وَكَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ عِنْدَ

غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ وَيُصَلِّي الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ حَتَّى يَفْتَحَ
الْبَصَرَ كُلَّ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَقْتُ أَوْ قَالَ صَلَوةً. رَوَاهُ أَبُو يَعْنَى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۲۱۹)

☆ ☆ بیان (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے اوقات سے مطلع کیجئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ظہر اور تمہاری عصر کی نمازوں کے اوقات کے درمیان پڑھتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اس وقت پڑھتے تھے جب ہر چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب خوب روشنی ہو جاتی)، پھر فرمایا کہ ان کے درمیان میں نمازوں کے اوقات ہیں۔ اسے (امام) ابویعلیٰ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) بیہقی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۰۴، الاحادیث المختارة: ۱۵۷۷، مجمع الزوائد: ۱۶۸۴، التاريخ الكبير للبخاری: ۱۹۴۸،
اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة: ۷۹۳، المقصد العلیٰ فی زوائد ابی یعلیٰ: ۱۸۵۔
امام ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا احمد بن حاتم، حدثنا معتبر بن سليمان، قال: حدثني رجل يقال له: بيان قال: قلت
لانس..... الخ“ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۰۴)

اس کے راویوں کا مختصر سائعارف درج ذیل ہے۔

- (۱) امام ابو جعفر احمد بن حاتم بن یزید طویل حناط بغدادی رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۲۰۴۳، تعجیل المنفعة: ۲۶)
- (۲) امام ابو محمد معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰۲)
- (۳) امام ابوسعید بیان بن جندب رقاشی بصری رحمہ اللہ کو ”ثقة“ راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۲۱۳۵)

معلوم ہوا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مقدسی رحمہ اللہ ۶۴۳ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ بلحاظ سند صحیح ہے۔

(دیکھئے: الاحادیث المختارة: ۱۵۷۷)

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الصُّبْحَ بَعْلَسَ، فَقَالَ أَبُو الدُّدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ أَلْفَهُ لَكُمْ إِنَّمَا تُرِيدُونَ أَنْ تَخْلُوا بِمَوَائِجِكُمْ. رَوَاهُ الطَّلَعَاوِيُّ

وَأَسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۲۰)

☆☆ جابر بن نفیر (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہمیں (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز (ایک دفعہ) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نماز کو خوب روشنی میں پڑھا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے لئے زیادہ سمجھ کی بات، تم تو (بس) یہ چاہتے ہو کہ اپنی ضروریات کیلئے (جلد) فارغ ہو جاؤ۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے یہ اثر درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا أحمد بن داود، قال: ثنا محمد بن المثنى، قال: ثنا عبد الرحمن بن مهدى، قال: ثنا

معاوية بن صالح، عن أبي الزاهرية، عن جابر بن نفير.... الخ“ (شرح معالی الآثار: ۱۰۹۵)

اس کے راویوں کا مختصر سماعی درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو عبد اللہ احمد بن داود بن موسیٰ سدوسی بصری رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ ابن یونس المصری: ۵۱، مغانی الاختیار: ۴۵)

(۲) امام ابو موسیٰ محمد بن ثنی بن عبید عزیزی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۷۹)

(۳) امام ابو سعید عبد الرحمن بن مہدی بن حسان عنبری بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة ثبت“ راوی ہیں۔

(تقریب: ۴۰۱۸)

(۴) امام ابو عمرو معاویہ بن صالح بن حدیر حضرمی حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۵۹۴)

(۵) امام ابو الزاہریہ حدیر بن کریم حضرمی حمصی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”تابعی ثقة“

راوی ہیں۔ (ایضاً: ۲۶۲)

(۶) امام ابو عبد الرحمن جابر بن نفیر بن مالک حضرمی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۲۰۱)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لِمُؤَدِّيهِ أَسْفِرْ بِالْفَجْرِ. رَوَاهُ

عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۲۱)

☆☆ علی بن ربیعہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مؤذن (ابن التیاح) سے یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز کو خوب روشنی میں پڑھ۔ اسے (امام) عبد الرزاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن ابی

شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۴۱۶۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۷۴، کتاب الصلاة لابن نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۲ ص ۴۳۳۔
اور بلحاظ سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور امام ابو نعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل کے ساتھ منقول ہے:

”اخبرنا سعيد بن عبيد الطائي عن علي بن ربيعة الوالبي عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه.... الخ“ (کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ واللفظ لہ، کتاب الصلاة لابن نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو اہدیل سعید بن عبید طائی کوئی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۵۷)

(۲) امام ابوالمغیرہ علی بن ربیعہ بن نضلہ اسدی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۸۵)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۲۲)
☆ عبد الرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ)، (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار: ۱۰۹۲-۱۰۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۸۱، کتاب الصلاة لابن نعیم: ۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۹۔
یہ اثر مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے اور صحیح و ثابت ہے، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا وكيع عن سفيان عن ابي اسحاق عن عبد الرحمن بن يزيد قال..... الخ“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۹)

فائدہ:

واضح رہے کہ مذکورہ احادیث و آثار کے علاوہ اس باب میں اور بھی بے زیادہ احادیث و آثار پائے جاتے ہیں اور احادیث اسفار متواترات میں شمار کی جاتی ہیں۔

۹۔ بابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ نماز شروع کرنے کا بیان

{وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے}

۱۳۷۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: :: الْوُضُوءُ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ، وَالتَّكْبِيرُ تَحْرِيمُهَا، وَالتَّسْلِيمُ تَحْلِيلُهَا، وَفِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ فَسْلِمٌ (يَعْنِي التَّشَهُّدَ) وَلَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَيْءٌ؟

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”وضو نماز کی چابی ہے اور تکبیر اس کی تحریم ہے اور سلام اسے حلال کرنے والا ہے۔ اور ہر دو رکعتوں میں سلام یعنی التحیات پڑھو اور نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔“

۱۳۸۔ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ مِثْلَهُ شَرَّ أَنَّهُ لَمْ يَرْفَعْهُ.

ہم سے ابو یوسف رحمہ اللہ نے اسے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مذکور سند کے ساتھ پہلی حدیث جیسا بیان کیا ہے، البتہ اسے مرفوع نہیں کیا۔

مخرج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۶، سنن الترمذی: ۲۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۰۷۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۳۲، ۱۱۲۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۳۶۰، سنن الدارقطنی: ۱۳۵۶، ۱۳۷۷، المسند رک علی الصغیین: ۳۵۷، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۹۷۱، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

ابوسفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی سعید بن مسروق ثوری رحمہ اللہ اور دیگر روایات نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: المستدرک علی الصحیحین: ۳۵۷، مسند الشامیین: ۱۳۶۰، معجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۹۰ وغیرہ)

اور ابو نضرہ سے مراد امام منذر بن مالک عبدی بصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۳۳) نیز اس حدیث کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

فوائد و مسائل:

- (۱) وضو نماز کیلئے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔
- (۲) تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد وہ تمام افعال ممنوع ہو جاتے ہیں جو نماز کے منافی ہیں، مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔
- (۳) سلام پھیرنے کے بعد وہ تمام افعال جائز ہو جاتے ہیں جو نماز میں ممنوع تھے۔
- (۴) ہر نماز میں دو رکعت کے بعد التحیات پڑھا جائے۔
- (۵) انفرادی نماز میں قراءت قرآن ضروری ہے۔

{ابتدائے نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کیا جائے}

۱۳۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: ارْفَعْ يَدَيْكَ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَلَا تَرْفَعْ يَدَيْكَ قِيَمًا سِوَاهَا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تم ابتدائے نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۱/۲۶۷)

{صرف سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے}

۱۵۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: تَرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَافْتِتَاحِ الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى

الضَّفَا وَالْمَرْوَةَ، وَعَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے، نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت)، وتروں میں قنوت کے شروع میں، عیدین کی نماز میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۳۵۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۷۵۱، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۳۰۰ باب العیدین۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۷۲۶)

مسئلہ ترک رفع الیدین:

واضح رہے کہ مسئلہ رفع الیدین میں کئی طرح کا اختلاف پایا جاتا ہے ایک اختلاف متنازعہ رفع یدین کے دوام کا ہے۔ خصوصاً دور حاضر کے اسلاف بیزار حضرات کا دعویٰ ہے کہ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کی ابتداء میں رفع یدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور آپ ﷺ اسے موت تک کرتے رہے حتیٰ کہ پوری زندگی میں کسی نماز کی کسی ایک رکعت میں بھی اس رفع یدین کو ترک نہیں فرمایا۔

اسلاف بیزار حضرات نے بہت سی کتابوں میں یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے رہے مثلاً دیکھئے:

۱۔ صلوٰۃ الرسول: ص ۲۳۲

۲۔ القول المقبول: ص ۴۱۴

۳۔ نور العینین: ص ۳۲۸

۴۔ فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۶۳۸ وغیرہ۔

اس کے بالقابل علمائے احناف و مالکیہ سمیت جمہور اہل اسلام کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تو ہے مگر

اسے وفات تک کرتے رہنا ہرگز ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

لہذا فریق مخالف کو چاہیے کہ وہ ایسی احادیث پیش کریں جن میں یہ مضمون ہو کہ رکوع کا رفع یدین رسول اللہ ﷺ موت تک کرتے رہے ہیں۔ ایسی احادیث ان کے دعویٰ کے موافق ہو سکتی ہیں مگر ہماری معلومات کے مطابق صحیح یا حسن احادیث کے ذخیرہ میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس میں یہ مضمون ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رکوع والا رفع یدین کیا ہے۔

جمہور کے دلائل:

ہم پہلے جمہور کے دلائل مع التحقیق پیش کرتے ہیں اور اس کے بعد فریق مخالف کے شبہات پر بحث کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

{احادیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ}

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۲ھ فرماتے ہیں کہ:

حدثنا هنادنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله (بن مسعود) الا اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلي فلم يرفع يديه الا في اول مرة. وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح. وبه يقول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان واهل الكوفة.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ پس سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر دکھائی، اور شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۷۲ھ) کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین کے باب میں حضرت سیدنا براءؓ بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، اور (مذکورہ) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اور اس رفع یدین کے چھوڑنے کے قائل بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ اور (جلیل القدر ثقہ محدث) امام سفيان ثوري رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اہل کوفہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (سنن ترمذی قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ) حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱) مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۰۳

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۴۱

- (۳) سنن النسائی: ۱۰۲۶، ۱۰۵۸
 (۴) سنن الترمذی: ۲۵۷
 (۵) سنن ابی داود: ۷۴۸
 (۶) مسند احمد بن حنبل: ۳۶۸۱، ۴۲۱۱
 (۷) شرح معانی الآثار: ۱۳۴۹
 (۸) المحلی بالآثار: ۲۴۲
 (۹) سنن الکبریٰ للنسائی: ۶۴۹
 (۱۰) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۳۱
 (۱۱) مختصر الاحکام للطوسی: ج ۲ ص ۱۰۳
 (۱۲) تاریخ بغداد: ۶۱۲۸
 (۱۳) المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۶۰
 (۱۴) جامع المسانید لابن کثیر: ج ۲ ص ۲۶۱
 (۱۵) اتحاف الخیرۃ لکھڑ: ج ۱۰ ص ۳۹۲
 (۱۶) التنبیہ لابن عبدالبر: ج ۹ ص ۲۱۵
 (۱۷) تیسیر الوصول: ج ۱ ص ۳۲۶
 (۱۸) نصب الراية: ج ۱ ص ۳۹۴
 (۱۹) التحقیق فی مسائل الخلاف: ج ۱ ص ۳۳۲
 (۲۰) معرفۃ السنن والآثار: ج ۲ ص ۴۹۷

فوائد:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کی مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل باتیں ثابت اور واضح ہوئیں۔
 (۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ حسن صحیح ہے۔

تعمیہ:

سنن الترمذی میں ”حسن“ کے ساتھ ”صحیح“ کا لفظ ”سنن الترمذی“ کے قلمی نسخہ دار الکتاب المصریہ میں موجود ہے۔ اس نسخہ کے متعلق احمد شاہ لکھتا ہے کہ:

”وہی نسخہ جیدۃ یغلب علیہا الصحۃ وخطوہا قلیل“ کہ یہ نسخہ عمدہ ہے جس میں صحت غالب اور خطاء کم ہے، اس نسخہ کی کتابت ”۳ رجب ۲۶۱ھ“ کو مکمل ہوئی ہے۔ (مقدمہ شرح ترمذی ج ۱ ص ۱۲۔ دارالحدیث القاہرہ) اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں احادیث کے اختتام پر دائروں میں نقطے لگے ہوئے ہیں، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۷۱ھ اور حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ کے بقول دائروں میں نقطے اصل نسخے سے مراجعت کے بعد لگائے جاتے ہیں۔ (ملخصاً: اختصار فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، الجامع فی اخلاق الراوی ج ۱ ص ۳۷۳) اس سے معلوم ہوا کہ دارالکتب المصریہ کی لائبریری کا قلمی سنن الترمذی کا یہ عمدہ اور نفیس نسخہ سنن ترمذی کے اصل نسخے سے مراجعت شدہ ہے۔

احمد محمد شا کر نے بھی اس نسخے میں ”حسن“ کے بعد ”صحیح“ کے لفظ کا موجود ہونا ذکر کیا ہے۔ نیز ثقہ بالاجماع محدث ابو محمد بدرالدین محمود بن احمد اللعینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ اور محمد صدیق نجیب آبادی نے بھی صراحت کر رکھی ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ (ملخصاً شرح ہدایہ للعینی ج ۱ ص ۳۶۶ و شرح سنن ابی داؤد للعینی ج ۳ ص ۱۳۳ رقم: ۷۲۹، انوار المحمود شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۲۵۸ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۱۰۵) اسی طرح سنن ترمذی کے متعدد نسخوں مثلاً۔۔۔۔۔

(۱) نسخہ علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ: (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ: ج ۱ ص ۲۵۷-۲۶۳)

(۲) نسخہ عبد اللہ بن سالم البصری رحمۃ اللہ علیہ: (حاشیہ نصب الراية: ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۵)

(۳) نسخہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: (شرح سفر السعاده)

(۴) نسخہ شیخ محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ: (شرح ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

(۵) نسخہ ابن عسا کر الشافعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاح ج ۲ ص ۴۰)

وغیرہ میں ترک رفع یدین کا باب بھی موجود ہے۔ فریق مخالف کے احباب میں سے احمد محمد شا کر، شعیب الارناؤط اور زہیر الشادیش نے بھی سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے۔ (شرح ترمذی ج ۱ ص ۴۰، حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴) مگر صد افسوس! محمد جونا گڑھی نے سنن ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب اور عطاء اللہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کا انکار کر رکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو دلائل محمدی ص ۳۹ حصہ دوم مطبوعہ ۱۳۵۲ھ و تعلیقات سلفیہ ج ۱ ص ۱۰۳)

(۲)۔۔۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع یدین کی روایت مروی ہے۔

(۳)۔۔۔ ترک رفع یدین بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک ہے۔

(۴)۔۔۔ اہل کوفہ جن میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم بھی شامل ہیں ترک رفع یدین پر متفق ہیں۔

سند کی تحقیق:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ھ کی واضح شہادت کے بعد اب حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ھ

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ہے، کنیت ابو عیسیٰ اور وطن کی نسبت ”بوغی“ اور ”ترمذی“ ہے، علامہ بقاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے آباؤ و اجداد شہر ”مرد“ کے باشندے تھے پھر خراسان کے شہر ”ترمذ“ میں منتقل ہو گئے، جو دریائے جیحون کے کنارے ایک مشہور شہر تھا اس شہر سے بڑے بڑے علماء و محدثین پیدا ہوئے، اس لئے اس کو ”مدینۃ الرجال“ کہا جاتا تھا، اس شہر سے چند فرسخ کے فاصلہ پر ”بوغ“ نامی قصبہ آباد تھا امام ترمذی ۲۷۹ھ میں اسی قصبہ میں پیدا ہوئے، اسی لئے ان کو ”بوغی“ بھی کہتے ہیں۔ اور ترمذی بھی لیکن چونکہ بوغ، ترمذ کے مضافات میں واقع تھا اس لئے ترمذی کی نسبت زیادہ مشہور ہوئی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم کے لئے ”حجاز، مصر، شام، کوفہ، خراسان، اور بغداد“ وغیرہ کے سفر کئے اور اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ حدیث سے علم حاصل کیا۔ جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بوداد و جستانی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن منیع رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ، ہناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ، قتیبہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ، محمود بن غیلان رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے جس دور میں عقل و خرد کی آنکھیں کھولی تھیں اس وقت ہر طرف حدیث کا ذوق و شوق عام تھا، قدرتی طور پر ان کی بھی توجہ اسی فن کی طرف مبذول ہوئی، لیکن اس کے ساتھ ان کو علم تفسیر سے بھی فطری لگاؤ تھا، فقہ سے بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی علم تفسیر میں ان کی سمجھ بوجھ کا اندازہ ان احادیث اور آثار سے ہوتا ہے جو انہوں نے ابواب تفسیر میں قرآنی آیات کے سلسلے میں جمع کی ہیں ان کے فقہی ذہن اور استنباط مسائل کے سلسلے میں لوگ ان کی جامع کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں جسے صرف احادیث ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فقہی کتاب بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں مختلف ائمہ کے مذاہب و دلائل پر بھی بحث کی گئی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے متفق علیہ، ثقہ ہیں (تہذیب العہد ج ۵ ص ۲۸۷) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثقاہت و عدالت پر پوری امت کا اجماع ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی، اور اپنے وطن ترمذ ہی میں ۲۷۹ھ میں انتقال فرما گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

(۲) امام ہناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ

امام ہناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ صحیح مسلم و سنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو

متعدد ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً:

- (۱) امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ صدوق (سچا) قرار دیتے ہیں۔ (تہذیب الکمال للزمزى ج ۳۰ ص ۳۱۲)
- (۲) امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۰ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۶۶۹)
- (۳) امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ امام ہناد بن السری رحمۃ اللہ علیہ کو "الکوفی الحافظ احمد العباد، الحافظ القدوة الزاهد شیخ الکوفة، الامام الحجة القدوة" وغیرہ لکھتے ہیں۔
(تاریخ اسلام ج ۵ ص ۵۷۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۳۶۵)
- (۴) امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔
(ملاحظہ ہو معانی الاختیار ج ۳ ص ۱۸۶)
- (۵) امام احمد بن عبد اللہ النخزرجی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۳ھ ان کو "الحافظ الصالح" لکھتے ہیں۔
(خلاصۃ تہذیب التہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۳)
- (۶) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۲۵ھ بھی ثقہ قرار دیتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۵۷۴)

(۳) امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷ھ

حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تیسرے راوی امام ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔
متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح و ثناء اور تعدیل و توثیق فرمائی ہے مثلاً.....

- (۱) امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں "الامام الحافظ الثبت محدث العراق" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۳ رقم ۲۸۴)
- (۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں "ثقة حافظ عابد" (تقریب التہذیب ج ۲ ص ۲۸۴)
- (۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ لکھتے ہیں "وكان ثقة مامون عالماً رفيعاً كثير الحديث حجة" (الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۶۵)
- (۴) امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۶ھ لکھتے ہیں "ثقة امام متفق عليه"

- (۵) حافظ ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۴۴ رقم ۶۶۸)
- (۶) حافظ ابوالحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح الجلی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں "ثقة عابد صالح اديب من"

حفاظ الحديث “ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۶۳ رقم: ۱۷۶۹)

(۷) امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں ”مارایت افضل من و کعب... ویفتی بقول ابی حنیفہ“ کہ میں نے امام و کعب بن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی افضل شخص نہیں دیکھا ہے، اور امام و کعب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳ رقم: ۸۶۹۹، مغنی الاخیار ج ۳ ص ۱۳۶ رقم: ۲۵۰۶)

(۸) حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ فرماتے ہیں ”کان یفتی برای ابی حنیفہ و کان یحفظ حدیثہ کلہ و کان قد سمع من ابی حنیفہ حدیثاً کثیراً“ کہ امام و کعب بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی سب حدیثیں ان کو یاد تھیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت زیادہ حدیثیں امام و کعب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی تھیں۔ (جامع بیان العلم و فضلہ ج ۲ ص ۱۴۹ طبع مصر و فی طبعہ ج ۲ ص ۱۰۸۲ رقم: ۲۱۰۹ باب ماجاء فی ذم القول فی دین..... الخ)

فائدہ:

یاد رہے عبد الرحمن مبارکپوری نے ازراہ تعصب بغیر کسی دلیل کے امام و کعب بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، اور ٹھوس حوالوں کو منہ رخ کرتے ہوئے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کا اجتہاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہو جایا کرتا تھا، نہ یہ کہ وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول اور رائے پر فتویٰ دیتے تھے (محصلہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۷) لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے اس لیے کہ اگر انکار اجتہاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے مطابق ہوتا تو عبارت یوں ہوتی ”یفتی کرائی ابی حنیفہ و بقول ابی حنیفہ“ لیکن الفاظ ”برائی ابی حنیفہ و بقول ابی حنیفہ“ ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور ان کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ الغرض امام و کعب بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور قول پر فتویٰ دیتے تھے (یعنی ان کے مقلد تھے) مذکورہ بالا ٹھوس حوالوں کے مقابلے میں منکرین تقلید (محمود) لاکھ جتن کریں وہ امام و کعب بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کی صف سے ہرگز نہیں نکال سکتے۔

(۴) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ

امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم و سنن اربعہ وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ ایک جلیل القدر امام اور ناقد ہیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح تو ثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً.....

(۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۸ھ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں ”الامام شیخ الاسلام سید الحفاظ، شیخ الاسلام، امام الحفاظ سید العلماء العاملين في زمانه“

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۰، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۲۸۲)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں ”ثقة حافظ فقيه عابد امام حجة“
(تقریب الجہدیب ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۲۴۲۵)

(۳) امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں امیر المومنین تھے۔ (ملخصاً تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۱ رقم ۱۹۸)

(۴) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ فرماتے ہیں ”وكان ثقة مأموناً ثبتاً كثير الحديث حجة“
(الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۷۱)

(۵) امام ابوالحسن علی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں ”ثقة كوفي رجل صالح زاهد عابد ثبت في الحديث“
(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۹۰ رقم ۵۷۱)

(۶) حافظ ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ لکھتے ہیں ”وكان اماماً من ائمة المسلمين وعلماً من اعلام الدين مجبوعاً على امامته بحيث يستغنى عن تزكيتة مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع والزهد“ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۵۳ رقم ۴۷۳)

(۷) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸ھ فرماتے ہیں کہ حلال و حرام کا علم رکھنے والا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (طبقات الفقہاء للشیرازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۸۴)

(۸) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں کہ آپ کی جلالت قدر پر علماء کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۲۲ رقم ۲۲۲)

(۹) علامہ ابوالعباس ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۱ھ لکھتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علم حدیث و دیگر علوم میں امام تھے آپ کی ثقاہت اور جلالت قدر پر اتفاق ہے۔ (وفیات الاعیان ج ۶ ص ۸۶ رقم ۲۶۶)

(۱۰) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۴ھ لکھتے ہیں کہ ”شیخ الاسلام ابو عبد اللہ الثوری الفقیہ الکوفی سید اہل زمانہ علماً و عملاً“ (الوفای بالوفیات ج ۱۵ ص ۷۴ رقم ۳)

(۱۱) العلامة اللھامۃ الشیخ الحدیث عبدالقادر بن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۵ھ لکھتے ہیں ”وہو احد الائمة المجتہدین ومن اقطاب الاسلام و ارکان الدین ومن اکابر التابعین جمع بین الفقه والحديث والزهد والورع والعبادة“ (الجواهر المفضیۃ ج ۱ ص ۵۴۶)

(۱۲) حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی اٹکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ فرماتے ہیں ”وكان سفيان اماماً من ائمة المسلمين وعلماء من اعلام الدين مجبوعاً على امامته مع الاتقان والحفظ والمعرفة والضبط والورع“
(مغنی الاخیار ج ۱ ص ۱۷۴ رقم ۷۷۸)

(۵) امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ

حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پانچویں راوی امام عاصم بن کلیب بن شہاب الجری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۱ھ صحیح مسلم، سنن اربعہ، سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی ہیں۔ (ملخصاً صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸) ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

(۱) امام ابوالحسن العلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے فرمایا ”ثقة“ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۷۴۳)
(۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی صحیح میں تعلیقاً روایت لی ہے (ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸) اور بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں تعلیقاً جس راوی سے روایت لیں وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقة وصدوق) ہوتا ہے (مقالات ج ۱ ص ۴۲۱) فلہذا بقول علی زئی امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح الحدیث (ثقة وصدوق) راوی ہے۔
(۳) امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ لکھتے ہیں ”وكان ثقة محتج به“ کہ ثقة ہے اس سے دلیل پکڑی جائے گی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۳۴۱)
(۴) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی صحیح میں ان سے روایات لی ہیں (ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴-۱۹۷-۳۵۰) جو کہ بقول آل غیر مقلد زبیر علی زئی صاحب کے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے ثقة وصدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۳۲)

(۵) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ میں سب سے افضل ہے۔ (تہذیب الکمال للمزی رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ و تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۶ رقم ۸۹)

(۶) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں ”لاہاس بحديثه“ کہ اس کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الجرح والتعديل للرازی رحمۃ اللہ علیہ ج ۶ ص ۳۵۰ رقم ۱۹۲۹)

(۷) امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ کہتے ہیں ”صالح“ (الجرح والتعديل للرازی ج ۶ ص ۳۵۱)

(۸) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ لکھتے ہیں ”من متقلى الكوفيين“ کہ عاصم بن کلیب معتن (ثقة) کو فیوں میں سے ہے۔ (مشاہیر علماء الامصار ج ۱ ص ۲۶۰ رقم ۱۳۰۵)

(۹) امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ لکھتے ہیں ”ثقة مامون“ (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۵۰ رقم ۸۳۳)

(۱۰) امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (تہذیب الکمال للمزی: ج ۳۱ ص ۵۳۸ رقم ۳۰۲۴ و تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۱) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (ایضاً)

(۱۲) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں ”ثقة. وكان فاضلاً عابداً. صدوق“ (المغنی ج ۱ ص ۳۲۱ رقم ۲۹۹۲، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۶۶۷ رقم ۱۲۶، دیوان الضعفاء ج ۱ ص ۲۰۴ رقم ۲۰۳۹، ذکر اسماء من تكلم فيه وهو موثق ج ۱ ص ۱۰۴ رقم ۱۷۰) نیز حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مروی احادیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے (مثلاً ملاحظہ ہو تلخیص مستدرک ج ۴ ص ۲۴۵)

(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں ”صدوق... الخ“ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۶)

(۱۴) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۳ھ لکھتے ہیں ”فاضل عابد“ (ملخصاً الوافی بالوفیات ج ۱۶ ص ۳۲۶)

(۱۵) امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۸ھ کہتے ہیں ”ثقة مامون“ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۳۰)

(۱۶) امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۱ھ نے امام عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں بہت سی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: صحیح ابن خزیمہ رقم: ۲۲۷۴ - ۲۱۷۳ - ۲۱۷۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۶۹۸ - ۶۹۷ - ۶۹۰ - ۶۴۲ - ۶۴۱ -

۶۲۹ - ۴۲۶ - ۵۹۵ - ۵۹۴ - ۴۸۰ - ۴۵۷ - وغیرہم۔ اور عاصم پر کوئی جرح نہیں کی ہے اور فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں امام ابن خزیمہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۱ھ) اپنی کتاب صحیح ابن خزیمہ میں جس راوی سے روایت بیان کریں اور جرح نہ کریں وہ راوی ان کے نزدیک ثقة و صدوق ہوتا ہے اور وہ روایت بھی ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے (ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر ۷ ص ۱۸، مقالات ج ۱ ص ۵۲۸) لہذا بقول علی زئی امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقة و صدوق راوی ہے۔

(۱۷) امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ نے عاصم بن کلیب سے اپنی کتاب الممنون (صحیح ابن الجارود) میں روایتیں لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: الممنون رقم: ۱۹۶ - ۲۰۲ - ۲۰۸ وغیرہم۔

اور ازبیر علی زئی صاحب کے نزدیک امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کا الممنون میں عاصم سے روایت لینا ہی امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے ثقة ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۷۰)

(۱۸) حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۳ھ اس کی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں ”اسنادہ جید“ کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۲۲) جو کہ بقول زبیر علی زئی صاحب حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم بن کلیب کے جید الحدیث (یعنی ثقة و صدوق) ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۲۲۳)

(۱۹) حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۴ھ سے ثقہ اور صدوق لکھتے ہیں۔ (البدرا المنیر ج ۳ ص ۶۰۱، ج ۵ ص ۲۹۶)
 (۲۰، ۲۱) حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب الاحادیث المختارہ میں اور حافظ ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۶ھ نے مستخرج ابی عوانہ میں عاصم کی روایات لی ہیں مثلاً ملاحظہ ہو: الاحادیث المختارہ رقم: ۱۶۷-۲۷۰-۷۴۰-۸۵-۸۶-۸۷۔ وغیرہم، مستخرج ابی عوانہ رقم: ۱۴۱۹-۱۴۹۲-۸۶۴۷-۸۶۴۸ وغیرہم
 جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول حافظ ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۰۷)

(۲۲) امام احمد بن ابی بکر البوصیری رحمۃ اللہ علیہ ۸۴۰ھ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں ”هذا اسناد صحیح رجاله ثقات“ کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں (مصابح الزجاج فی زوائد ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۳۳۶ باب الاشارة فی التشہد)

(۲۳) حافظ ابوالحسن نور الدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۷ھ ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں ”ورجاله ثقات“ کہ اس کے راوی عاصم بن کلیب وغیرہ ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۸ رقم ۱۰۷۷۸، باب الدیات فی الاعضاء وغیرہا)
 (۲۴) امام احمد بن عبد اللہ الخرزجی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۳ھ نے ”خلاصۃ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال“ میں عاصم بن کلیب کو ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو ج ۱ ص ۱۸۳) امام بیہقی بن معین رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی توثیق نقل کی ہے اور کوئی جرح نقل نہیں کی جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول خزرجی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۵۹)

(۲۵) امام شعبہ بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۰ھ نے عاصم بن کلیب سے احادیث روایت کی ہیں۔ (کافی تہذیب الکمال للزمزلی: ج ۱۳ ص ۵۳۹ رقم ۳۰۲۴ ج ۲۱ ص ۴۸۲ رقم ۲۷۳۹) اور زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ (عام طور پر اپنے نزدیک) صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں (مقالات ج ۱ ص ۴۳۲) لہذا بقول علی زئی امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عاصم مذکور ثقہ ہے۔

(۵۰۵۲۵) درج ذیل ائمہ محدثین نے عاصم بن کلیب کی بیان کردہ احادیث کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے۔

(۱) امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ: قال هذا اسناد ثابت صحیح۔ واسنادہ صحیح۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۷۱۳ رقم ۱۲۸۲، والعلل الواردة ج ۵ ص ۲۷۲)

(۲) امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۹ھ: قال هذا حدیث حسن صحیح (سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۹۳ رقم ۲۹۲ باب کیف الجلس فی التشہد ورقم ۱۷۸۶)

- (۳) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۵ھ: قال هذا حديث صحيح على شرط مسلم (متدرک حاکم رقم ۸۱۳-۸۱۵-۸۲۶ وغیرہم)
- (۴) امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۶ھ: قال هذا حديث صحيح (شرح السنہ للبغوی: ج ۱۲ ص ۷۰ باب موضع الخاتم)
- (۵) امام ابوعلی حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۲ھ: قال حسن (مختصر الاحکام للطوسی: ج ۱ ص ۳۰۱)
- (۶) امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۶ھ: قال هذا الخبر صحيح۔ (المحلی لابن حزم: ج ۳ ص ۵۷ مسئلہ ۴۴۲)
- (۷) حافظ ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲۸ھ: قال اقرب الى الصحة لعدالة روايته۔ (بیان الوهم والایهام ج ۳ ص ۳۶۷)
- (۸) حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۰ھ: قال ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم (الجوهر النقی ج ۲ ص ۷۸)
- (۹) حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ: عنده حديث صحيح۔ (ملخصاً شرح سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶)
- (۱۰) امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ: عنده حديث صحيح وقال فلا يزال عنه للاتفاق على الاحتجاج به۔ (ملخصاً شرح سنن ابی داود ج ۳ ص ۳۴۱)
- (۱۱) حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ: عنده حديث صحيح (ملخصاً التعريف الاخبار رقم ۱۶۷)
- (۱۲) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۱ھ: قال ان يكون صحيحاً (تهذيب السنن ج ۱ ص ۳۶۸)
- (۱۳) علامہ عابد سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۵۷ھ: عنده حديث صحيح (مواهب اللطيف: ص ۹۵۲)
- (۱۴) امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۳ھ: قال باسناد جيد على شرط مسلم (ارشاد الساری باب التسمية على الذبيحة)
- (۱۵) حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱ھ: قال لحديث على رضي الله عنه اذا صح۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۵)
- (۱۶) محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ: عنده حديث صحيح۔ (كشف الرين ص ۵۶)
- (۱۷) حافظ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ: عنده حديث صحيح۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۲)
- (۱۸) حافظ ابوعلی نیساپوری رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۹ھ: صحيح سنن النسائي۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام از علی زئی ص ۵۲)
- (۱۹) حافظ ابواحمد ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۵ھ: صحيح احاديث سنن النسائي۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲: از علی زئی)
- (۲۰) حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۵ھ: (ايضاً)
- (۲۱) امام عبد الغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۹ھ: (ايضاً)
- (۲۲) امام ابوعلی الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۶ھ: (ايضاً)
- (۲۳) امام ابوعلی ابن اسکن رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۳ھ: (ايضاً)
- (۲۴) امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ: (ايضاً)

(۲۵) امام محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ: صحیح حدیث (عقود الجواهر الملیۃ ج ۱ ص ۱۰۲)

اور زبیری علی زئی صاحب نے یہ بات کئی جگہوں پر لکھی ہے کہ:

اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ملخصاً نور العینین ص ۵۳، نصر الباری ص ۱۷۲، القول المتین ص ۲۰، ماہنامہ الحدیث ۳۲/۱۳، جزء رفع الدین بخریفات علی زئی ص ۱۳)

چونکہ مذکورہ بالا پچیس محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے عاصم بن کلیب سے مروی روایتوں کو صحیح وغیرہ قرار دیا ہے لہذا زبیری علی زئی صاحب کے بقول عاصم مذکور ان کے نزدیک ثقہ و صدوق (صحیح الحدیث) راوی ہے۔

نوٹ:

فریق مخالف کے درج ذیل علماء نے بھی عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ یا اس کی احادیث سے استدلال کیا ہے یا صراحتاً اس کو ثقہ وغیرہ لکھا ہے۔

- (۱) داود ارشد (تحفہ حنفیہ ص ۱۲۲ ناشر دارالکتب السلفیہ لاہور)
- (۲) ابو حمزہ عبدالحق صدیقی (نماز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷۳، انصار السنہ پبلیکیشنز)
- (۳) (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۰۹ تقسیم کار فاروقی کتب خانہ)
- (۴) خالد گر جاکھی (صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۵۶ ناشر ادارہ احیاء السنہ)
- (۵) فاروق الرحمن یزدانی (۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ص ۲۷۹ ناشر ادارہ تحفظ اسلام)
- (۶) ثناء اللہ امرتسری (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۷-۷۸، ناشر مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)
- (۷) عبد اللہ روپڑی (فتاویٰ الحدیث ج ۱ ص ۳۶۱ شائع کردہ ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)
- (۸) صادق سیالکوٹی (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸ نعمانی کتب خانہ لاہور)
- (۹) ابوالحسن مبشر احمد ربانی (آپ کے مسائل اور انکاح ج ۱ ص ۱۲۵ مکتبہ قدوسیہ لاہور)
- (۱۰) عبد الرحمن عزیز (صحیح نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت کی روشنی میں ص ۱۳۸ b۱ - دارالاندلس لاہور)
- (۱۱) عبد المتین میمن (حدیث نماز ص ۵۸)
- (۱۲) شفیق الرحمن (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ص ۱۳۴ b۱ - دارالسلام)
- (۱۳) زبیری علی زئی (مقالات ج ۱ ص ۳۲۶-۳۲۵، ماہنامہ الحدیث ص ۲۴ ش نمبر ۲۱)
- (۱۴) ثناء اللہ ضیاء (نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں ص ۱۲، ۱۳ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)
- (۱۵) ارشاد الحق اثری (تعلیق مسند السراج ص ۲۴ رقم ۹۷)

(۱۶) قاضی شوکانی (نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۶۰، ج ۱ ص ۱۵۸)

(۱۷) شعیب الارناؤط (حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

(۱۸) زہیر الشاوش (ایضاً)

(۱۹) ناصر الدین البانی (تعلیقات مشکوٰۃ رقم ۸۰۹)

(۲۰) رئیس ندوی (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز ص ۳۹۴)

(۲۱) ابوالحسن سیالکوٹی (الظفر البین ص ۳۳۳ - مکتبہ محمدیہ)

(۲۲) ندیم ظہیر (ماہنامہ الحدیث ص ۸ ش نمبر ۱۱۹)

(۶) عبدالرحمن بن الاسود رحمۃ اللہ علیہ ۹۹ھ

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چھٹے راوی ”ابو حفص عبدالرحمن بن الاسود بن یزید بن قیس النخعی الفقیہ رحمۃ اللہ علیہ“ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ و سنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔ ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) حافظ ابوالحسن احمد بن عبداللہ العلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ عبدالرحمن بن الاسود کو ”ثقة في الحديث“ لکھتے ہیں۔ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۸۸ رقم ۹۳۲)

(۲) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں ”ثقة“ (الجرح والتعديل للرازي: ج ۵ ص ۲۰۹)

(۳) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ عبدالرحمن کے متعلق لکھتے ہیں ”من العلماء العاملين، وكان فقيهاً عابداً ثقة فاضلاً، كان من المتجهدين العباد“

(الکاشف ص ۶۲۱ رقم ۳۱۴۱، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۱۱۳۰، سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۱۱)

(۴) امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں ”ثقة“ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱)

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ بھی عبدالرحمن کو ”ثقة“ لکھتے ہیں۔

(تقریب التہذیب ج ۱ ص ۳۳۶ رقم ۳۸۰۳)

(۷) علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ۶۲ھ

ساتویں راوی امام علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ و سنن طحاوی وغیرہ کے ثقہ بالا جماع تابعی راوی ہیں متعدد ائمہ حضرات نے ان کی مدح و ثناء اور تعدیل و توثیق فرمائی ہے مثلاً.....

(۱) امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ نے علقمہ بن قیس کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

(ملخصاً تاریخ الثقات ج ۱ ص ۳۳۹ رقم ۱۱۶۱)

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں ”ثقة من اهل الخير“

(الجرح والتعديل للرازي: ج ۶ ص ۴۰۴ رقم ۲۲۵۸)

(۳) امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (ایضاً)

(۴) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں ”الفقيه المشهور..... وكان فقيهاً اماماً مقرئاً طيب

الصوت بالقرآن ثبناً حجة، كان فقيهاً اماماً بارعاً طيب الصوت بالقرآن ثبناً فيما ينقل صاحب خير

وورع، فقيه الكوفة وعالمها ومقرئها الامام الحافظ المجتهد الكبير ابو شبل“ (تاريخ اسلام

ج ۲ ص ۶۸۳ رقم ۷۵، تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۳۹ رقم ۲۴، سير اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۱۶ رقم ۳۸۲)

(۵) علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۳ھ لکھتے ہیں ”وكان فقيهاً مقرئاً طيب الصوت

ثبناً حجة“ (الوفاء بالوفيات ج ۲۰ ص ۴۸)

(۸) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ

آٹھویں راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں آپ کا شجرہ نسب ”عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمع بن فار بن مخزوم بن صابلہ بن کاهل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر“ ہے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چھٹا نمبر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ اور مدینہ منورہ دونوں طرف ہجرت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

اور یہ بات تو شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرنے کے بعد تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت تھے بعض کو ایسے جزوی فضائل حاصل تھے کہ دوسرا کوئی ان میں ان کا ہم پایہ نہ تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی انہی حضرات میں سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمین قرآن میں سب سے پہلا نمبر ان کا بیان فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) اور فرمایا جس چیز کو تمہارے لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں میں اس پر راضی ہوں۔ (مسندک ج ۳ ص ۳۱۹) اور فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹) سیدنا عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے ما انزل اللہ (یعنی جو کچھ خدا تعالیٰ نے نازل کیا ہے) کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہ ہو وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کسی وقت حجاب نہیں کرتے تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) مشہور تابعی شفیق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو ترجیح نہیں دیتا۔ (مسندک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹) یہی وجہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ علی رؤس الاشہاد فرمایا کرتے تھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی دوسرا اللہ نہیں قرآن کریم کی کوئی سورت اور کوئی آیت ایسی نہیں جس کا شان

نزول مجھے معلوم نہ ہو کہ کس موقع اور کس حالت میں نازل ہوئی ہے۔ اور میں کتاب اللہ کا اپنے سے بڑا عالم کسی کو نہیں پاتا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۴۸، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بھی کتاب اللہ کے بڑے عالم ہیں۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہل کوفہ کی طرف تعلیم قرآن کیلئے ارسال کیا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۳۷) آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں آکر بیمار ہوئے اور ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بقیع کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (الاصابہ رقم ۵۹۴۵ وحلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۴)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

شواہد و مؤیدات:

اب اتمام حجت کے طور پر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے چند شواہد حاضر خدمت ہیں۔

شاہد نمبر ۱:

حدثنا احمد بن داؤد قال حدثنا مسدد قال حدثنا خالد بن عبد الله قال حدثنا حصين عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع قبل الركوع وبعده فذكرت ذلك لابراهيم فغضب وقال راه هو لم يره ابن مسعود رضي الله عنه ولا اصحابه۔

حضرت عمرو بن مرہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الركوع و بعد الركوع رفع یدین کی مرفوع حدیث بیان فرما رہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے عرض کر دی تو وہ غصہ ہو گئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے۔ تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے چھوڑتے بھی دیکھا ہے)۔

(شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۲، مکتبہ حقانیہ ملتان)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر سی توثیق حاضر ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام احمد بن داؤد رحمۃ اللہ ۲۸۲ھ

امام ابو عبد اللہ احمد بن داؤد بن موسیٰ البصری السدوسی الکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، دولابی رحمۃ اللہ علیہ، امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے استاذ ہیں آپ کو متعدد ائمہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔ امام جمال الدین المعروف ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: ”وكان ثقة اقام بمصر وتوفي بها“
(المنتظم فی تاریخ الملوک: ج ۱۲ ص ۳۴۶)

(۲)۔۔۔۔ امام عبد الرحمن بن احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة توفي في صفر“
(تاریخ ابن یونس: ج ۲ ص ۲۳)

(۳)۔۔۔۔ حافظ ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ ابن یونس کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ”ثقة“
(مغانی الاخیار: ج ۱ ص ۲۹ رقم ۴۵)

(۴)۔۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“
(الثقات من لم يقع فی الکتب الستہ: ج ۱ ص ۳۳۳)

(۲) امام مسدد بن مسرہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۸ھ

امام مسدد بن مسرہ بن مسری البصری الاسدی رحمۃ اللہ علیہ بخاری، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن النسائی و سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ العللی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“
(تاریخ الثقات للعللی: ج ۱ ص ۴۲۵ رقم ۱۵۶۰)

(۲)۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: ”صدوق“ (الجرح والتعدیل للرازی: ج ۴ ص ۴۳۸)

(۳)۔۔۔۔ امام حافظ ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة ثقة“
(تاریخ اسلام: ج ۵ ص ۷۰۰ رقم ۴۲۳)

(۴)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعدیل: ج ۸ ص ۴۳۸ رقم ۱۹۹۸)

(۵)۔۔۔۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ، الحافظ الحجة.... احدا اعلام الحديث“ (المعین

(۶)۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة حافظ“ (تقریب ج ۱ ص ۵۲۸)

- (۵)۔۔۔۔۔ امام ابو زرعة رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۴ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۶)۔۔۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”الثقة“ (تاریخ اسماء الثقات: ج ۱ ص ۶۵)
- (۷)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں: ”ثقة حجة. وكان ثقة حافظاً عالي السند. ثقة حجة حافظاً عالي السند. الحافظ الحجة المعبر“ (الکاشف ج ۱ ص ۳۳۸ رقم ۱۱۲۸، تاریخ اسلام ج ۳ ص ۶۳۳ رقم ۵۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۱۰۸، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۲۲۲)
- (۸)۔۔۔۔۔ حافظ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۴ھ لکھتے ہیں: ”وكان ثقة حافظاً عالي السند“ (الوفاء بالوفیات ج ۱۳ ص ۵۹ رقم ۲)

(۵) امام عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶ھ

امام عمرو بن مرہ بن عبد اللہ بن طارق الجملی المرادی ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

- (۱)۔۔۔۔۔ ان کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“
- (تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۲)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”صدوق ثقة“ (تہذیب الکمال: ج ۲۲ ص ۲۳۲)
- (۳)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ تحریر فرماتے ہیں: ”احد الاعلام الحفاظ. وكان ثقة ثبتاً اماماً. الامام القدوة الحافظ. احد الائمة الاعلام“ (تاریخ اسلام: ج ۳ ص ۲۹۰ رقم ۲۱۱، تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۹۱ رقم ۱۰۵، سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۵۰۲ رقم ۶۸۹)
- (۴)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة عابد“ (تقریب التہذیب: ج ۱ ص ۲۲۶)

(۶) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۹ھ

امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن الاسود بن عمرو بن ربیع النخعی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ بالا جماع تابعی ہیں ان کی ثناء مدح اور توثیق و تعدیل کے حوالے تابعین کے آثار میں آرہے ہیں۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔ نیز امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ تمام احادیث محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک حکماً متصل ہیں جیسا کہ اس پر مفصل بحث آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحت آرہی ہے۔ لہذا اباصول محدثین اس کی سند بالکل صحیح اور متصل ہے۔

شاہد نمبر ۲:

حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرقة قال دخلت مسجد حضر موت فاذا علقمة بن وائل يحدث عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه قبل الركوع وبعده فذكرت ذلك لابراهيم فغضب وقال رآه ولم يره ابن مسعود واصحابه. (المعجم الكبير لطبرانی: ج ۵ ص ۲۸۷ رقم ۱۶۴۷۸)

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حضر موت میں پہنچا تو حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد محترم سے قبل الركوع و بعد الركوع رفع یدین کی مرفوع فعلی حدیث بیان فرما رہے تھے تو میں نے یہ بات امام ابراہیم نخعی (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کر دی تو وہ غصہ ہوئے اور فرمایا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟ (یعنی اگر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے چھوڑتے دیکھا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راوی ابوالمثنیٰ معاذ بن مثنیٰ بن معاذ العبیری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۸۸ھ کو امام ابو یعلیٰ النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ، امام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج ۲ ص ۵۳۰، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۸۳۷ رقم ۵۳۹) اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ اس کے متعلق لکھتے ہیں: ”ثقة جلیل، ثقة متقن“ (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۸۳۷ رقم ۵۳۹، سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰ ص ۵۱۵ رقم ۲۳۷۵) اور اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ لہذا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور حکماً متصل ہے۔

شاہد نمبر ۳:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاویہ بن عمرو ثنا زائدة عن حصین قال ذکر عمرو بن مرقة عن علقمة بن وائل عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم في رفع يديه للصلاة قال حصین فقال ابراهيم: ما أدري لعل وائلاً لم ير النبي صلى الله عليه وسلم غير ذلك اليوم فكيف حفظه، ولم يحفظه عبدالله واصحابه، هو أعلم برسول الله صلى الله عليه وسلم امر عبدالله فانما كان يرفع يديه افتتاحاً. (المعجم الكبير لطبرانی: ج ۵ ص ۲۸۷ رقم ۱۶۴۷۷)

امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن وائل عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے نماز میں رفع یدین کرنا نقل کیا۔ امام حصین بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے اس دن کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کو محفوظ کر لیا اور کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے محفوظ نہ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہیں کہ رفع یدین صرف شروع نماز میں ہی ہے (یعنی اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ایک دن دیکھ کر محفوظ فرما سکتے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلسل رہنے والے ہیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین چھوڑنے والے عمل کو بطریق اولیٰ محفوظ فرمایا ہے)۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کے راویوں میں سے امام حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا اور بقیہ روایت کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ م ۲۹۱ھ

امام محمد بن احمد بن النضر بن عبد اللہ بن مصعب الازدی رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر محدث ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ اسے ثقہ کہتے ہیں۔ (کتاب الثقات ج ۶ ص ۱۵۳ رقم ۱۵۷۲۹)

(۲)۔۔۔۔۔ امام عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ثقہ کہتے ہیں۔ (تاریخ اسلام ج ۶ ص ۱۰۰۹ رقم ۳۶۹)

(۳)۔۔۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ ثقہ کہتے ہیں۔ (الثقات ج ۱ ص ۱۹۳ رقم ۹۳۳۰۴)

(۴)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں۔ ”وكان ثقة“ (العبر: ج ۱ ص ۴۲۱)

(۵)۔۔۔۔۔ حافظ ابن العماد حسنی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۹ھ فرماتے ہیں: ”وكان اماماً حافظاً ثقة من الرؤسا“

(شذرات الذهب: ج ۳ ص ۳۸۵)

(۲) امام معاویہ بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۴ھ

(۱)۔۔۔۔۔ معاویہ بن عمرو بن المہلب بن عمرو البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ

فرماتے ہیں: ”صدوق ثقة“ (تہذیب الجہد ج ۱۰ ص ۲۱۶ رقم ۳۹۶)

(۲)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الامام الحافظ الصادق“

(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۰ ص ۲۱۴ رقم ۵۳)

(۳)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۸۳۵)

(۴)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۲ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل ج ۸ ص ۳۸۶)

(۳) امام زائدہ بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱ھ

امام ابو الصلت زائدہ بن قدامہ الثقفی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔ ان کو متعدد دائرہ رجال نے ثقہ قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ العیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“

(تاریخ الثقات ج ۱ ص ۱۶۳ رقم ۴۵۲)

(۲)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۲ھ فرماتے ہیں: ”ثقة صاحب سنة“

(الجرح والتعديل ج ۳ ص ۶۱۳ رقم ۲۷۷۷)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو زرعة رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۴ھ فرماتے ہیں: ”صدوق من اهل العلم“ (ایضاً)

(۴)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”ثقة حجة صاحب سنة. وكان اماماً حجة صاحب سنة واتباع. الامام الحجة. الامام الثبت الحافظ“

(الکاشف ج ۱ ص ۴۰۰ رقم ۱۶۰۸، تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۶۵، تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۸، سیر اعلام ج ۷ ص ۶۲)

(۵)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: ”من الاثبات الائمة“

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۰۷)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح اور علماً متصل ہے۔

شاہد نمبر ۴:

حدثنا ابو عثمان سعيد بن محمد بن احمد الحنات و عبد الوهاب بن عيسى بن ابي حية قالانا اسحاق بن ابي اسرائيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال صليت مع النبي ﷺ ومع ابي بكر ومع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلوة قال اسحاق به ناخذ في الصلوة كلها. (سنن دارقطنی: ج ۱ ص ۴۹۹)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی۔ پس انہوں نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ (ثقة بالا جماع جلیل)

القدر محدث) اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو کمال کے لیے لیتے ہیں۔

شاہد نمبر ۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبد اللہ لا یرفع یدیه فی شیء من الصلوۃ الا فی الافتتاح۔
ترجمہ: (ثقة تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۶۳، مکتبہ حقانیہ)

شاہد نمبر ۶:

حدثنا وکیع عن مسعر عن ابی معشر عن ابراهیم عن عبد اللہ انه کان یرفع یدیه فی اول ما یستفتح ثم لا یرفعہما۔
بے شک سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

شاہد نمبر ۷:

اخبونا سفیان الثوری قال حدثنا حصین عن ابراهیم عن عبد اللہ بن مسعود انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ۔ (کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۹۷)
بے شک سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین فرماتے تھے۔

شاہد نمبر ۸:

عبدالرزاق عن الثوری عن حماد قال سألت ابراهیم عن ذالک فقال یرفع یدیه اول مرة۔
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱، رقم ۲۵۲۵)
امام حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے (ثقة تابعی) ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۹:

عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم لا یرفع بعد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱، رقم ۲۵۲۲)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۰:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبد الرزاق عن حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود كان يرفع يديه في اول شيء ثم لا يرفع بعد. (المعجم الكبير لطبراني: ج ۸ ص ۱۹۴ رقم ۹۱۹۵)
بلا شک و شبہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۱:

عبد الرزاق عن ابن عيينة عن حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود مثله.
(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱، رقم الحديث ۲۵۲۲)
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

شاہد نمبر ۱۲:

حدثنا علي بن عبدالعزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلمة عن حماد عن ابراهيم عن
عبدالله بن مسعود انه كان اذا دخل الصلاة رفع يديه ثم لا يرفع بعد ذلك. (المعجم الكبير
لطبراني: ج ۸ ص ۱۹۴ رقم ۹۱۹۶)
بلا شک و شبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ائمہ محدثین و فقہاء امت کے فیصلے:

سندی تحقیق اور شواہدات و مؤیدات کے بعد اب حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے فیصلے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ فرماتے ہیں ”حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح“ کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح ہے۔ (سنن ترمذی قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ)

(۲)۔۔۔ حافظ ابن حزم النظارہی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۶ھ لکھتے ہیں ”ان هذا الخبر صحيح“ کہ بلا شک و شبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المجلد شرح المجلی ج ۴ ص ۵۸ مسئلہ نمبر ۴۴۲)

(۳)۔۔۔ امام ابو علی حسن بن علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۲ھ فرماتے ہیں ”حدیث ابن مسعود حسن“ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے۔ (مختصر الاحکام ج ۲ ص ۱۰۳ رقم ۲۳۷)

(۳)۔۔۔۔ امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲۸ھ کہتے ہیں ”والحدیث عندی لعدالة روايته اقرب الى الصحة“ کہ یہ حدیث چونکہ عادل راویوں سے مروی ہے اس لئے میرے نزدیک اقرب الى الصحة (صحیح) ہے۔ (بیان الوہم والایہام: ج ۳ ص ۳۶۷)

(۵)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ فرماتے ہیں ”واسنادہ صحیح.... الخ“ کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (العلل الواردة: ج ۵ ص ۱۷۲، رقم ۸۰۴، الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰، نصب الراية ج ۱ ص ۷۴، اللآلی المصنوعة ج ۲ ص ۱۷۱)

(۶)۔۔۔۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۱ھ کہتے ہیں کہ فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ملخصاً تہذیب السنن مع مختصر السنن ج ۱ ص ۱۴۶)

(۷)۔۔۔۔ امام ابن القطان الفاسی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲۸ھ اور ثقہ بالاجماع محدث حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ نے بحوالہ حافظ فاسی رحمۃ اللہ علیہ صراحت فرما رکھی ہے کہ لفظ ثم لا یعود کے علاوہ باقی تمام حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو (الانی اول مرة اور اس کے روایت بالمعنی الفاظ کے ساتھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۷، رقم ۱۱۰۹، نصب الراية ج ۱ ص ۷۴) جس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ نے اعلان فرما رکھا ہے کہ:

جب کسی حدیث کو روایت کرنے والے امام سفیان ہوں اور محدثین اس حدیث پر جرح بھی کریں تو خوب جان لو کہ وہ حدیث صحیح ہی ہوگی۔

(ملخصاً: الکفایہ فی علم الروایۃ: ج ۱ ص ۱۴۲، باب ترک الاحتجاج بمن غلب علی حدیثہ الشواذ۔۔۔ الخ۔)

(۸)۔۔۔۔ الامام الثقف، المعقن الحجۃ، المحدث الفقیہ الاصولی، المعتدل الناقد، علاء الدین بن علی بن عثمان المارذی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۵ھ اس حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر فریق مخالف کے اعتراضات کے مفصل جوابات دیے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

”والحاصل ان رجال هذا الحديث على شرط مسلم“ کہ حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم کی شرط پر ہیں (یعنی ثقہ ہیں)۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸)

(۹)۔۔۔۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام ثقہ معقن حجۃ ناقد معتدل حافظ ابو جعفر احمد بن محمد المصری الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین پر شرح معانی الآثار میں استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۶۲) اور امام موصوف نے مذکورہ کتاب کی ابتداء میں صراحت فرما رکھی ہے کہ میں نے اس کتاب میں اپنے نزدیک صحیح روایات سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً: ص ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ حافظ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ

حدیث صحیح ہے۔

(۱۰)۔۔۔ حافظ ابن دین العید رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۷ھ بھی اس حدیث کی تصحیح کی طرف مائل ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ”عاصم بن

کلیب اخرج له مسلم وعبدالرحمن بن الاسود ايضا اخرج له مسلم وهو تابعي وثقه ابن معين وعلقمة فلا يسئل عنه للاتفاق على احتجاج به“ کہ اس حدیث کے راوی عاصم بن کلیب سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں حدیث تخریج فرمائی ہے۔ اسی طرح عبدالرحمن سے بھی (لہذا ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں) ویسے بھی امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ اور علقمہ بالاتفاق حجت ہے۔ (نصب الراية: ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۵) نیز حافظ موصوف نے اس حدیث پر دیگر اعتراضات کے بھی جوابات دیے ہیں۔

(۱۱)۔۔۔ حافظ ابن ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام التحدیثین حافظ جمال الدین زلیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ بھی زیر بحث حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح مانتے ہیں۔ چنانچہ معترضین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”وهذا اختلاف يؤدى الى طرح القولين والرجوع الى صحة الحديث لوروده عن الثقات“

(نصب الراية ج ۱ ص ۳۹۶)

حدیث کی تعلیل میں یہ اختلاف دونوں قولوں کے ساقط ہونے اور صحت حدیث کی طرف رجوع کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کے ثقہ راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے۔

(۱۲)۔۔۔ حافظ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱۳ھ نے بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانا ہے۔

(ملخصاً: الموضوعات الکبریٰ ص ۵۴ مرقات ج ۳ ص ۳۲۸)

تنبیہ:

زبیر علی نے لکھا ہے کہ ابو علی النیسابوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابو یعلیٰ الخلیلی، ابو علی ابن اسکندر، ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ چونکہ سنن نسائی موجود ہے۔ لہذا بقول علی زئی یہ حدیث درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے:

(۱۳)۔۔۔ امام ابو علی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱۴)۔۔۔ امام ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ

(۱۵)۔۔۔ حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ

(۱۶)۔۔۔ امام عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ

(۱۷)۔۔۔ امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ

(۱۸)۔۔۔۔ امام ابو علی ابن السکن رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۳ھ

(۱۹)۔۔۔۔ امام ابو بکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ

(۲۰)۔۔۔۔ زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مسند احمد میں بھی موجود ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ

ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ملخصاً ص ۴۳ ش نمبر ۵۰ ماہنامہ الحدیث) لہذا بقول

علی زئی یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہونے کی وجہ سے حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۱)۔۔۔۔ الامام الشیخ المحقق الحجۃ، المحدث الفقیہ، الناقد المعتدل المنصف حافظ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۷۶ھ لکھتے ہیں کہ:

”فعلى هذا يكون حديثاً صحيحاً“ کہ اسی بناء پر یہ حدیث صحیح ہے۔ (شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۴۶۸)

(۲۲)۔۔۔۔ زبیر علی زئی نے (متدرک حدیث صلاة التبعیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے) لکھا ہے کہ امام

ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اس سے معلوم

ہوا کہ سنن نسائی میں موجود ہونے کی وجہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بقول علی زئی امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک صحیح ہے۔

(۲۳)۔۔۔۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ بھی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔

(ملخصاً: مترجم جزء رفع یدین: ص ۵۷ برقم ۳۲)

تنبیہ:

ہمارے نزدیک جزء رفع یدین غیر معتبر و غیر مستند کتاب ہے، مگر چونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ معتبر کتاب ہے اس لئے

بطور الزام کے اس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

(۲۴)۔۔۔۔ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

حافظ ابو طاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا مشرق و مغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

(بلفظ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے ثابت ہوا کہ کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد) میں سے سنن نسائی، سنن

ترمذی، سنن ابی داؤد میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہونے کی وجہ سے بقول علی زئی حافظ ابو طاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک یہ حدیث مشرق و مغرب کے علماء کے ہاں اتفاقی طور پر صحیح ہے۔

(۲۵)۔۔۔۔ الامام الشیخ، الناقد المعتدل المنصف قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں۔

(دیکھئے التعریف الاخبار قلمی برقم ۱۶۷)

(۲۶)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت اختیار کیا ہے اور بذات خود اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۰۔ قدیمی کتب خانہ کراچی) اور فریق مخالف کے متعدد علماء نے تصریح کی ہے کہ حافظ ابن حجر کا کسی حدیث کو ”فتح الباری“ میں ذکر کر کے اس پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ابراہیم سیالکوٹی لکھتا ہے: حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ میں اس شرح (فتح الباری) میں جو حدیث لاؤں گا وہ صحیح ہوگی یا حسن (شہادت القرآن: ص ۲۳۶) عبد الرحمن مبارکپوری ایک حدیث (جس پر حافظ موصوف نے سکوت کیا ہے اور جرح نہیں کی) کے ذیل میں لکھتا ہے:

”ذکرہ الحافظ ابن حجر فی فتح الباری وهو حسن عنده علی ما اشترط فی اوائل مقدمة فتح الباری.... الخ“ کہ اس حدیث کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ذکر (کر کے اس پر سکوت) کیا ہے، جو کہ ان کے نزدیک اس حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے مقدمہ فتح الباری کے شروع میں اس کی تصریح کی ہے۔ (ابکار المنہن ص ۴۵)

اسی طرح ایک اور حدیث کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

”وسکت (ابن حجر) عن حدیث وائل و حدیث ہلب فلو کانایضاً ضعیفین عنده لبین ضعفها ولانه قال فی اوائل مقدمة فتح الباری.... الخ“

کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری میں) حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور حضرت ہلب رضی اللہ عنہ کی احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت کیا ہے، اور اگر یہ دونوں احادیث ان کے نزدیک ضعیف ہوتیں تو وہ ضرور ان کا ضعف بیان کرتے۔ کیونکہ انہوں نے مقدمہ فتح الباری میں اس کی تصریح کی ہے۔ (حوالہ سابق ص: ۱۰۶)

ارشاد الحق اثری ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح (یعنی فتح الباری۔ ناقل) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر سکوت کیا ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۱۷)

زبیر علی زئی صاحب نور پوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے عقبہ بن عامر کے اثر کو فتح الباری میں ذکر فرما کر سکوت فرمایا ہے۔ لہذا ان کی شرط کے اعتبار سے یہ اثر ان کے نزدیک کم از کم حسن تو ضرور ہے۔ (نور العینین ص ۱۴۵ حاشیہ نمبر ۱)

لہذا ثابت ہوا کہ فریق مخالف کے علماء کے بقول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے۔

(۲۷)۔۔۔۔۔ الامام الثقه، المعقن الحجة، المحدث الناقد المعتدل المنصف، امير المؤمنين في الحديث ابو محمد محمود بن احمد العيني رحمه الله عليه م ۸۵۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے ہیں۔ (دیکھئے شرح سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۴۱ تا ۳۴۳ رقم ۷۲۹)

(۲۸)۔۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اور بالجزم اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے سنن نسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸) اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی سنن میں کسی حدیث کو محض ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس نے ایک روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

عرض ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح ہے۔ (بلفظہ توضیح الکلام: ص ۳۳۷)

لہذا ثابت ہوا کہ ارشاد الحق اثری کے بقول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح یا حسن ہے۔ (۲۹)۔۔۔۔۔ امام عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۴ھ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو سنداً صحیح کہتے ہیں۔ (التعلیق لمجد علی مؤطا محمد: ص ۱۹)

(۳۰)۔۔۔۔۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ نے مذکورہ حدیث کو سنن ابی داؤد میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد رقم ۷۳۸) اور امام موصوف کا اس حدیث پر سکوت اختیار کرنا ہی اثری کے بقول ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

(۳۱)۔۔۔۔۔ الامام الثقه، المعقن الحجة، المستحق الناقد المعتدل محمد بن علی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۲۲ھ آثار السنن میں لکھتے ہیں کہ: ”رواہ الثلاثة وهو حدیث صحیح“ اصحاب ثلاثہ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے اس کو روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (آثار السنن ص ۱۰۹)

(۳۲)۔۔۔۔۔ الامام الثقه المعقن ابو محمد علی بن زکریا البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”وهذا حدیث حسن“ کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ۱ ص ۲۳۱)

(۳۳)۔۔۔۔۔ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً اللالی المفوع ج ۲ ص ۱۸)

(۳۴)۔۔۔۔۔ سید ہاشم عبد اللہ یمانی الدینی شرح ترمذی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ:

”وهذا الحدیث یعنی حدیث ابن مسعود صححہ ابن حزم وغیرہ من الحفاظ وهو حدیث صحیح وما قالوه فی تعلیلہ لیس بعلة“ کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم اور دیگر کئی محدثین نے صحیح کہا ہے۔

اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقتاً علت نہیں۔

(حاشیہ الدرایہ فی تخریج الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۱)

(۳۵)۔۔۔ علامہ عبدالقادر الارناؤط صاحب لکھتے ہیں کہ:

”واسنادہ صحیح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۲)

(۳۶)۔۔۔ علامہ طاہر محمد دریری کہتے ہیں کہ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (تخریج احادیث المدونہ ج ۱ ص ۴۰۳)

(۳۷)۔۔۔ امام عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

”حدیث حسن“ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (مختصر منذری ج ۱ ص ۳۶۷)

(۳۸)۔۔۔ محدث شیخ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵۴ھ صحیح کہتے ہیں۔ (کشف الرین: ص ۵۶)

(۳۹)۔۔۔ الامام الثقف، المحقق الحجة السيد محمد تفضی الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۰۵ھ نے سنن ترمذی کے حوالہ سے اسے حسن لکھا ہے۔ (عقود الجواهر المنیفة: ص ۵۸)

(۴۰)۔۔۔ الامام الثقف الحافظ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۴۶ھ نے صحیح مانا ہے۔ (ملخصاً بذل الجہود: ج ۳ ص ۴۲۶)

(۴۱)۔۔۔ الحدیث الناقد ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”وهذا اسناد صحیح، رجاله رجال الصصحیحین غیر سوید وهو ثقة“ (اعلاء السنن ج ۲ ص ۶۰، ۶۱)

(۴۲)۔۔۔ الحدیث الناقد الشیخ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ صحیح مانتے ہیں۔ (فتح الملہم: ج ۲ ص ۱۲)

(۴۳)۔۔۔ الحدیث الکبیر الشیخ زکریا الدینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن حزم کے حوالہ سے صحیح لکھا ہے۔

(اوجز المسالك ج ۲ ص ۸۸)

(۴۴)۔۔۔ محقق حسن سلیم اسد صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اسنادہ صحیح“ کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۵۳۰۲)

(۴۵)۔۔۔ الحدیث الکبیر الشیخ عابد الدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۵۷ھ صحیح مانتے ہیں۔ (مواہب اللطیفہ قلمی ص ۲۵۹)

(۴۶)۔۔۔ وصی احمد سورتی صحیح کہتے ہیں۔ (التعلیق المحلی لمافی منیة المصلی: ص ۳۰۵)

(۴۷)۔۔۔ محدث عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ بھی تصحیح کے قائل ہیں۔ (ذب ذبابات الدراسات ج ۱ ص ۶۰۸، ۶۰۹)

(۴۸)۔۔۔ الامام الثقف، الناقد الحافظ انور الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۵۰ھ کہتے ہیں کہ:

”وهذا اسناد صحیح“ کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ (نیل الفرقین ص ۶۴)

(۴۹)۔۔۔ الشیخ الحدیث محمد حسن سنہجلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۰۵ھ بھی ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو صحیح مانتے

ہیں۔ (تفسیق النظام فی مسند الامام ص ۵۱)

(۵۰)۔۔۔۔ حافظ ابن عبدالحادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴ھ ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”حدیث حسن“ یہ حسن درجہ کی حدیث ہے۔ (تنقیح التحقيق ج ۲ ص ۱۳۰ رقم ۶۶۰)

(۵۱)۔۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴ھ نے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلا جرح و قدح نقل کیا ہے۔ (دیکھئے جامع

المسانید والسنن ج ۲ ص ۲۷۷، رقم ۴۹۷) اور فریق مخالف کے ”امام العصر“ ابراہیم سیالکوٹی نے حافظ موصوف کے

بارے میں تصریح کی ہے کہ:

ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کر دیتے ہیں۔ (سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۸۱)

لہذا حافظ موصوف کا اس روایت کو بلا جرح نقل کرنا بقول ابراہیم سیالکوٹی اس حدیث کے ان کے نزدیک صحیح ہونے کی

دلیل ہے۔

(۵۲)۔۔۔۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۸۶ھ ترمذی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

”حدیث حسن“ کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۱۰)

(۵۳-۵۴) امام عثمان بن علی بن مجن الباری فخر الدین زلیعی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳ھ اور حافظ ابن الخراط رحمۃ اللہ علیہ

م ۵۸۱ھ نے بھی مذکورہ حدیث کو ترمذی کے حوالہ سے حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱

ص ۱۲۰، الاحکام الشرعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۱)

درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ترک رفع یدین کی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع

یدین پر استدلال کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ اور فریق مخالف کے متعدد علماء نے صراحت کر رکھی ہے کہ کسی محدث کا کسی

روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس محدث کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے

مثلاً۔۔۔۔

ارشاد الحق اثری صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

امام بیہقی نے صراحت کی ہے کہ اس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ

روایت حسن صحیح ہے۔ (توضیح الکلام ج ۱ ص ۲۰۶)

زبیر علی زئی نے اپنی مرضی کی ایک کتاب کو صحیح و ثابت قرار دینے کے لئے لکھا ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس

سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً تحقیقی مقالات ج ۵ ص ۲۲۱، ۲۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

محدثین کا کسی روایت کو نقل کر کے استدلال کرنا اور اس پر جرح نہ کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

(التحقیق الراخ: ص ۸۸)

محمد غیب احمد ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

سفیان ثوری کا کسی حدیث کے مطابق فتویٰ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔

(مقالات اثریہ ص ۱۷۴)

- لہذا درج ذیل ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کرنا اور جرح نہ کرنا ان کے نزدیک فریق مخالف کے بقول اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔
- (۵۵)۔۔۔۔۔ حافظ ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۶ھ: (جامع الاصول ج ۵ ص ۳۰۱ رقم ۳۳۸۳)
- (۵۶)۔۔۔۔۔ امام علاء الدین المعروف بالمعتقی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۵ھ: (کنز العمال ج ۸ ص ۹۳، رقم ۲۲۰۵۱)
- (۵۷)۔۔۔۔۔ امام محمد بن احمد السرخسی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱ ص ۱۴)
- (۵۸)۔۔۔۔۔ امام علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۷)
- (۵۹)۔۔۔۔۔ امام محمد بن محمود الباری رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۱ھ: (العناہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۳۱۰)
- (۶۰)۔۔۔۔۔ حافظ ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۵ھ: (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۳)
- (۶۱)۔۔۔۔۔ امام ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ ۶۱۱ھ: (المعجم الکبیر برقم ۹)
- (۶۲)۔۔۔۔۔ امام سحنون بن سعید المصری رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ: (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۹)
- (۶۳)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن القدوری رحمۃ اللہ علیہ ۴۲۸ھ: (التجرید ج ۲ ص ۵۱۸)
- (۶۴)۔۔۔۔۔ حافظ عبد القادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۵ھ: (الحاوی علی الطحاوی ج ۱ ص ۵۳۰)
- (۶۵)۔۔۔۔۔ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۵ھ: (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

فریق مخالف کے علماء کے فیصلے:

(۶۶)۔۔۔۔۔ احمد محمد شاہ لکھتا ہے کہ:

”وهذا الحديث صحيحه ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح وما قالوه في تعليقه ليس

بعلة“ (شرح سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۵، رقم ۲۵، b. دار الحديث القاهرة)

کہ ترک رفع یدین کی اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین نے صحیح کہا ہے۔ اور (فی الواقع) یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس کو معلول قرار دینے کے لئے جو کچھ حضرات نے کہا ہے۔ وہ حقیقتاً

علت نہیں۔

احمد شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

وہو حدیث صحیح “ یہ حدیث صحیح ہے۔ (حاشیہ محلی بالآثار: ج ۴ ص ۵۴)

۱۔۔۔ محمد ظلیل ہر اس صاحب لکھتے ہیں کہ:

”وہو حدیث صحیح حسنه الترمذی“ یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا

ہے۔ (حاشیہ محلی ابن حزم بحوالہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق کے آئینے میں ص ۱۴)

۶۹۔۔۔ شعیب ارنؤط اور زہیر الشاوش صاحب لکھتے ہیں کہ:

یہ حدیث صحیح ہے اور جو بعض نے اس حدیث میں علتیں نکالی ہیں وہ کچھ نہیں (کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں)۔

(حاشیہ شرح السنہ ج ۳ ص ۲۴)

۷۰۔۔۔ ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

”والحق انه حدیث صحیح واسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم نجد لمن اعلمه حجة یصلح التعلق

بها و رد الحدیث من اجلها“

اور حق بات یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور

جن لوگوں نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس

وجہ سے حدیث رد کی جاسکے۔ (مشکوٰۃ المصابیح تحقیق ناصر الدین البانی: ج ۱ ص ۲۵۴)

۷۱۔۔۔ عبدالحسن بن حمد العباد البدر لکھتا ہے کہ:

”واسناد هذا الحدیث مستقیم.... فیکون الحدیث حسناً“

اس حدیث کی سند صحیح ہے پس یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد للعباد: ص ۵۱)

۷۲۔۔۔ ابو عبد الرحمن محمد عبد اللہ پنجابی لکھتا ہے کہ:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین چھوڑ دینے کی روایت صحیح ہے۔

(ملخصاً: عقیدہ محمد یہ ج ۲ ص ۶۱۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱ ص ۴۹)

احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طرق:

قارئین! زیر بحث حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام راویوں کا ہم ماقبل میں ترجمہ پیش کر آئے ہیں جس سے یہ بات

ثابت ہوتی ہے کہ یہ حدیث سنداً بلا شک و شبہ صحیح ہے جیسا کہ فریق مخالف کے مستند علماء اور ائمہ محدثین و فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم

کی تصحیح سے ظاہر ہے، اب احادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعدد طرق بیان کیے جاتے ہیں۔

سند نمبر ۱:

اخبرنا محمود بن غیلان المروزی قال حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب بن عبد الرحمن بن

الاسود عن علقمة عن عبدالله... الخ. (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۶۱)

سند نمبر ۲:

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبدالله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن
عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبدالله... الخ. (ايضاً ص ۸۵۱)

سند نمبر ۳:

حدثنا عثمان بن ابي شيبة حدثنا وكيع عن سفيان... الخ. (سنن ابی داؤد: ج ۱ ص ۱۱۶ مكتبة امداديه)

سند نمبر ۴:

حدثنا هناد حدثنا وكيع عن سفيان... الخ. (سنن ترمذی ص ۹۰)

سند نمبر ۵:

حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم... الخ (مصنف ابن ابی شيبة ج ۱ ص ۲۶۶)

سند نمبر ۶:

حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن... الخ
(مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۴۸۸)

سند نمبر ۷:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا نعيم بن حماد قال حدثنا وكيع... الخ.
(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۲)

سند نمبر ۸:

حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا يحيى بن يحيى قال ثنا وكيع عن سفيان فذكر مثله باسنادة.
(ايضاً: ج ۱ ص ۱۶۲)

سند نمبر ۹:

اخبرنا ابو طاهر الفقيه انبا؟ نا ابو حامد بن بلال انبا محمد بن اسماعيل الاحمسي ثنا وكيع عن
سفيان... الخ. (سنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۸۰)

سند نمبر ۱۰:

حدثنا حماد حدثنا عبدالله بن محمد الباغي حدثنا محمد بن عبد الملك بن ايمن حدثنا محمد بن اسماعيل الصائغ حدثنا زهير بن حرب حدثنا وكيع... الخ (المحلى ابن حزم ص ۳۹۱)

سند نمبر ۱۱:

حدثنا زهير حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب... الخ. (مسند ابى يعلى الموصلى ج ۲ ص ۱۶۷)

سند نمبر ۱۲:

قال وكيع عن سفيان الثوري عن عاصم... الخ. (المدونة الكبرى ج ۱ ص ۱۶۰)

سند نمبر ۱۳:

حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا عبدالله بن احمد بن حنبل قال حدثني ابي قال حدثنا وكيع... الخ. (التمهيد ج ۱ ص ۲۱۵)

سند نمبر ۱۴:

رواه محمد بن جابر عن حماد بن ابى سليمان عن ابراهيم عن علقمة... الخ. (سنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۸۰)

سند نمبر ۱۵:

حدثنا حماد ثنا عباس بن اصبغ ثنا محمد بن عبد الملك بن ايمن ثنا محمد بن اسماعيل الصائغ ثنا زهير بن حرب ابو خيثمة وكيع... الخ. (محلى ابن حزم ج ۲ ص ۲۶۵)

سند نمبر ۱۶:

حدثنا اسحاق عن عبد الرزاق عن حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود... الخ. (المعجم الكبير للطبراني ج ۱ ص ۲۶۱)

سند نمبر ۱۷:

حدثنا محمد بن عبدالله الحظيري ثنا احمد بن يونس ثنا ابو الاحوص عن حصين عن ابراهيم قال كان عبدالله... الخ. (ايضاً)

سند نمبر ۱۸:

حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا حجاج بن المنهال ثنا حماد بن سلم؟ عن حماد عن ابراهيم عن
عبدالله... الخ (ايضاً)

سند نمبر ۱۹:

حدثنا اسحاق بن اسرئيل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله.
.... الخ. (مسند ابو يعلى الموصلى ج ۵ ص ۶۲)

سند نمبر ۲۰:

حدثنا ابو عثمان سعيد بن محمد بن احمد الحنات وعبد الوهاب بن عيسى بن حية قالانا اسحاق
بن ابي اسرئيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله... الخ
(سنن دار قطنى ج ۱ ص ۳۹۹، ۴۰۰)

سند نمبر ۲۱:

عبدالرزاق عن الثوري عن حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود... الخ.
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۷۱)

سند نمبر ۲۲:

عبدالرزاق عن ابن عيينة عن حصين عن ابراهيم عن ابن مسعود مثله. (ايضاً)

سند نمبر ۲۳:

عبدالرزاق عن الثوري عن حماد قال سا؟ لت ابراهيم... الخ (ايضاً)

سند نمبر ۲۴:

قال محمد اخبرنا الثوري حدثنا حصين عن ابراهيم ان ابن مسعود... الخ
(موطا امام محمد: ص ۹۰)

سند نمبر ۲۵:

حدثنا محمد بن صالح بن هاني حدثنا ابراهيم بن محمد بن مخلد الضرير حدثنا اسحاق بن

اسرائيل... الخ (اللاالى المصنوعة: ج ٢ ص ١٤)

سند نمبر ٢٦:

حدثنا عبدالله بن صالح بن عبدالله ابو محمد قال حدثنا اسحاق بن ابراهيم الهروزي... الخ.
(كتاب المعجم في اسامي شيوخ ابي بكر اسماعيلي ج ٢ ص ٣٩٢)

سند نمبر ٢٧:

اخبرني الحسن بن علي التميمي ومحمد بن عبد الملك القرشي قالوا اخبرنا عمر بن عبدالله بن عمرو
بن عثمان بن حماد بن حسان بن عبد الرحمن ويعرف بابن ابي حسان الزياتي حدثنا اسحاق بن ابي
اسرائيل حدثنا محمد بن جابر... الخ (تاريخ بغداد ج ١١ ص ٢٢٢)

سند نمبر ٢٨:

حدثنا سليمان بن ربيع الرجمي حدثنا كادح بن رحمة حدثنا سفيان عن عاصم... الخ.
(ايضاً ج ١١ ص ٣٢٠)

سند نمبر ٢٩:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم ثنالوين ثنا اسحاق بن اسرائيل ثنا محمد بن جابر... الخ.
(الكامل ج ١ ص ١٥٢)

سند نمبر ٣٠:

ما حدثنا علي بن عبد العزيز ومحمد بن اسماعيل ومحمد بن جعفر بن محمد قالوا حدثنا اسحاق بن
ابراهيم... الخ. (كتاب الصفات الكبير للعقيلي ج ٢ ص ٣٢)

سند نمبر ٣١:

اخبرنا ايوب بن ابي بكر الفقيه بدمشق وسنقر البحمودي بحلب قالوا انا مكرم التاجر انا علي
بن احمد بحر ستا سنة ست وخمسين وخمسمائة انا الحسن بن احمد السلمي انا المسدد بن علي انا
احمد بن عبد الكريم الحلبي انا ابو الحسن محمد بن احمد الرافقي ثنا صالح بن علي النوفلي ثنا يحيى
الحمالى ثنا وكيع عن سفيان... الخ. (تاريخ اسلام للذهبي: ص ٨٢ رقم ٣٣)

سند نمبر ۳۲:

فاخبرناه ابو علي الروذباري قال حدثنا ابو بكر بن داسة قال حدثنا ابو داود قال حدثنا عثمان بن ابي شيبة قال حدثنا وكيع... الخ. (معرفة السنن والآثار ج ۲ ص ۲۲۲ رقم ۲۲۸۰)

سند نمبر ۳۳:

اخبرناه ابو عبدالله الحافظ قال حدثنا ابو جعفر محمد بن سعيد البزكي قال حدثنا العباس بن حمزة قال حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل... الخ. (معرفة السنن والآثار ج ۲ ص ۴۹۶)

سند نمبر ۳۴:

اخبرنا سويد بن نصر قال اخبرنا عبدالله عن سفيان عن عاصم... الخ.
(السنن الكبرى للنسائي ص ۳۲۱ رقم ۱۱۰۰)

سند نمبر ۳۵:

اخبرنا محمود بن غيلان الهروزي قال حدثنا وكيع قال حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود... الخ. (ايضاً ص ۲۲۲ برقم ۱۴۹)

سند نمبر ۳۶:

ابو حنيفة وحدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود... الخ.
(مسند امام اعظم ج ۱ ص ۲۵۲)

سند نمبر ۳۷:

اخبرناه محمد بن جعفر بن طرخان قال حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل قال حدثنا محمد بن يسار عن حماد عن ابراهيم... الخ. (المجروحون لابن حبان ج ۲ ص ۲۴۰ برقم ۹۵۶)

سند نمبر ۳۸:

حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله... الخ. (مسند ابي يعلى الموصلي رقم الحديث ۵۰۳۹)

سند نمبر ۳۹:

اخبرنا عبدالرحمن بن محمد القزاز انبا؟ نا احمد بن علي بن ثابت اخبرني الحسن بن علي التميمي

قال حدثنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا عمر بن عبدالله بن عمرو قال حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل..... الخ. (التحقيق في مسائل الخلاف ج ١ ص ٢٢٢ برقم ٢٢٢)

سند نمبر ٣٠:

اخبرنا ابو القاسم بن عبد الواحد الكاتب انبا؟ نا ابو علي التميمي قال انبانا ابو بكر بن مالك قال حدثنا عبدالله بن احمد قال حدثني ابي حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم... الخ (ايضاً ج ١ ص ٢٢٢ برقم ٢٢٢)

سند نمبر ٣١:

وانبانا زاهر بن طاهر انبانا ابو بكر البيهقي انبانا الحاكم ابو عبدالله النيسابوري حدثنا محمد بن صالح بن هاني حدثنا ابراهيم بن محمد بن مخلد قال حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل..... الخ (الموضوعات لابن الجوزي ج ٢ ص ٩٦)

سند نمبر ٣٢:

اخبرنا ابو عبدالله محمد بن غسان بن غافل بن نجاد الانصاري بدمشق و ابو الفضل مكرم بن محمد بن حمزة بن ابي الصقر قالوا اخبرنا ابو الحسن علي بن احمد بن علي قال اخبرنا الخطيب ابو عبدالله الحسن بن احمد بن ابي الحديد قال اخبرنا ابو المعبر المسدد بن علي بن عبدالله الاملوكي قال اخبرنا ابو بكر احمد بن الكريم الانطاكي الحلبي قال اخبرنا ابو الحسن محمد بن احمد الرافقي قال اخبرنا ابو بكر بن ابي موسى قال حدثنا اسحاق بن ابي اسرائيل..... الخ. (بغية الطلب في تاريخ حلب ج ٢ ص ١٢٤٨)

سند نمبر ٣٣:

اخبرنا سفيان الثوري قال حدثنا حصين عن ابراهيم عن عبدالله..... الخ. (كتاب الحجة على اهل المدينة ج ١ ص ٩٠)

سند نمبر ٣٤:

حدثنا وكيع عن مسعر عن ابي معشر عن ابراهيم عن عبدالله..... الخ. (مصنف ابن ابي شيبة ج ١ ص ٢٢٦)

سند نمبر ۴۵:

حدثنا ابن ابی داؤد قال حدثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبدالله... الخ (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۳۳)

سند نمبر ۴۶:

ثنا ابو ہريرة ثنا مؤمل ثنا سفيان عن المغيرة قال قلت لابراهيم..... الخ. (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۵۴)

سند نمبر ۴۷:

حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدد ثنا خالد ثنا حصین عن عمرو بن مرة قال دخلت مسجد حضر موت... الخ. (المعجم الكبير برقم ۹)

سند نمبر ۴۸:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة عن حصین قال ذکر عمرو بن مرة.... الخ. (ایضاً برقم ۸)

سند نمبر ۴۹:

حدثنا احمد بن عبدالله الوکیل ثنا الحسن بن عرفة ثنا هيثم عن حصین وحدثنا ابن اسماعیل وعثمان بن محمد بن جعفر قالانا یوسف بن موسى ثنا جریر عن حصین بن عبدالرحمن قال دخلنا علی ابراهیم... الخ. (سنن الدارقطني ج ۱ ص ۲۹۱ برقم ۱۳)

سند نمبر ۵۰:

حدثنا احمد بن داؤد قال ثنا مسدد قال ثنا خالد بن عبدالله قال ثنا حصین عن عمرو بن مرة.... الخ. (شرح معانی الآثار برقم ۱۲۵۱)

اختصار کے پیش نظر صرف انہی اسانید پر اکتفاء کیا جاتا ہے وگرنہ کوشش کرنے سے کئی اور اسانید بھی ڈھونڈ کر درج کی جاسکتی ہیں ان اسانید میں کچھ موقوف اور کچھ مرفوع روایات کی ہیں، مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔ اگر بفرض محال یہ سب اسانید ضعیف بھی ہوتیں (حالانکہ ان میں انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح سندیں بھی موجود ہیں) تو تب بھی یہ مل کر فریق مخالف کے اصولوں کی روشنی میں حسن لغیرہ بن جاتیں۔ اور فریق مخالف کے بقول حسن لغیرہ بذات خود حجت ہوتی ہے۔

چنانچہ قاضی شوکانی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، جو جمہور کے ہاں قابل حجت ہے۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۸۱ باب وجوب الحج)

محمد خبیب احمد لکھتا ہے کہ:

(شمس الحق عظیم آبادی۔ ن) نے وضو سے قبل بسم اللہ پڑھنے کے بارے میں مختلف علماء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ جنہوں نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے، مصنف نے ان کی رائے کا اثبات کیا ہے۔ غایۃ المقصود ص ۱۰۷۔ (مقالات اثریہ: ص ۱۱۱)

احمد محمد شاہ کرکھتا ہے کہ:

جب راوی کے سوء حفظ وغیرہ کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو تو وہ متعدد اسانید کی بناء پر درجہ حسن (لغیرہ) یا درجہ صحیح (لغیرہ) تک پہنچ جاتی ہے بشرطیکہ وہ اس قابل ہو۔ (تصحیح و شرح الفیہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فی علم الحدیث ص ۲۹ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

عبید اللہ رحمانی نے مراتب الصحیح کے تحت چوتھی قسم ”الحسن لغیرہ“ کو قرار دیا ہے۔ (تحفۃ اہل الفکر فی مصطلح اہل الاثر: ص ۲۲ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۳)

البانی لکھتا ہے کہ:

اہل علم کے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جب کسی حدیث کی متعدد سندیں ہوں تو وہ ان کی بناء پر تقویت حاصل کر کے حجت بن جاتی ہے، اگرچہ ان میں سے ہر سند انفرادی طور پر ضعیف ہو، مگر یہ اصول مطلق نہیں، بلکہ محققین کے ہاں اس کی کچھ شروط ہیں، اور وہ یہ کہ مختلف سندوں میں راویوں کا ضعف سوء حفظ کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، وہ ضعف ان کی صداقت اور دین میں تہمت کی وجہ سے نہ ہو۔ (تمام المزمع ص ۳۱ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۴)

ثناء اللہ زاہدی صادق آبادی کہتا ہے کہ:

حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا راوی حفظ یا ضبط کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہو، فسق یا جھوٹ کی وجہ سے نہ ہو، یا اس کی سند منقطع ہو مگر اس کا ضعف متابع یا شاہد سے دور ہو جاتا ہے۔ (الفصول فی مصطلح حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۷ بحوالہ مقالات اثریہ ص ۱۱۶)

ارشاد الحق اثری بھی حسن لغیرہ کی حجت کا قائل ہے دیکھئے مقالات اثری ج ۱ ص ۲۶۱ وغیرہ۔

ابوسعید شرف الدین دہلوی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

اگرچہ ان دونوں (روایات) میں کچھ کلام ہے مگر دونوں روایتوں اور دوسندوں کے ملنے سے ایک کو دوسری سے

تقویت حاصل ہوگئی ہے گویا ہر واحد ”حسن لغیرہ“ کے درجہ میں ہے لہذا قابل عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۲ ص ۱۷۹)

﴿احادیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ﴾

حدیث نمبر ۱: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی

روی الامام الحافظ ابو یعلیٰ الموصلی حدثنا اسحاق حدثنا ابن ادریس قال سمعت یزید بن ابی زیاد عن ابن ابی لیلی عن البراء قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیه حین استقبل الصلاة حتی رأیت ابهامیه قریباً من اذنیہ ثم لم یرفعہما۔ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲ ص ۹۰ برقم ۱۶۹۲)

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمۃ اللہ علیہ

اس حدیث کے پہلے راوی امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن الحسنی التمیمی الموصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ بالاجماع محدث ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۷ھ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”محدث الموصلی۔۔۔ الحافظ۔ الحافظ الثقة محدث الجزیرة۔ الامام الحافظ شیخ الاسلام۔ محدث الموصلی“ (المعین فی طبقات المحدثین ج ۱ ص ۱۰۷، تذکرہ الحفاظ ج ۲ ص ۱۹۹، برقم ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۰۷ برقم ۲۶۱۹)

(۲)۔۔۔۔۔ امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۶ھ لکھتے ہیں کہ: ”ثقة متفق علیہ“ (الارشاد ج ۲ ص ۶۱۹)

(۳)۔۔۔۔۔ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ فرماتے ہیں کہ: ”ثقة مأمون“ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۰۹)

(۴)۔۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں کہ ”ثقة مأمون“ (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔۔ حافظ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۹ھ فرماتے ہیں کہ امام ابو یعلیٰ موصلی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، ثبت تھے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ کے مسلک پر تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۱۲ برقم ۲۶۱۹)

(۶)۔۔۔۔ امام قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (ملخصاً الثقات: ج ۱ ص ۳۳۰ برقم ۴۷۳)

(۷)۔۔۔۔ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ”الحافظ الثقة محدث الجزيرة“ (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۹ برقم ۷۰۱)

(۲) امام اسحاق بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۵ھ

دوسرے راوی امام اسحاق بن اسماعیل الطالقانی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے، مثلاً

(۱)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: ثقة (الکاشف ج ۱ ص ۶۰ برقم ۲۸۵)

(۲)۔۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”کان صدوقاً“ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۶)

(۳)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں کہ: ”ثقة“ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۷)

(۴)۔۔۔۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب ج ۱ ص ۱۰۰ برقم ۳۴۱)

(۳) عبد اللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲ھ

ابو محمد عبد اللہ بن ادریس بن یزید بن عبد الرحمن الاودی کی توثیق و تعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: ”الامام الحافظ البقرۃ القدوة شیخ الاسلام“

(سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۳۹۹ برقم ۱۳۲۵)

(۲)۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں ”ثقة ثبت“ (ملخصاً ایضاً)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں ”هو حجة امام من ائمة المسلمين“ (ایضاً)

(۴)۔۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً ایضاً)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة فقیہ“ (تقریب ج ۱ ص ۲۹۵)

(۴) امام یزید بن ابی زید رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۷ھ

چوتھے راوی امام یزید بن ابی زید رحمۃ اللہ علیہ فی نفسہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ثقہ و صدوق محدث

ہیں، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن العلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ یزید مذکور کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ”کوفي ثقة جاز الحديث وكان بأخرة

يلقن“ (کتاب الثقات ج ۲ ص ۳۶۳ برقم ۲۰۱۹)

(۲)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں ”الامام المحدث ابو عبد الله الهاشمي صدوق في نفسه

صدوق رداء الحفظ لم يترك... الخ۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۲۷۶ برقم ۸۷۲ تاریخ اسلام ج ۸ ص ۵۶۵)
الکاشف ج ۲ ص ۸۲ برقم ۶۳۰۵

(۳)۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں ”کان ثقة في نفسه الا انه اختلط في آخر عمره.... الخ۔“
(الطبقات الكبرى ج ۶ ص ۳۴۰)

(۴)۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ فرماتے ہیں: ”کان يزيد صدوقاً الا انه لما كبر.... الخ۔“
(المجروحین ج ۳ ص ۱۰۰، تاریخ اسلام ج ۸ ص ۵۶۵)

(۵)۔۔۔۔ امام ابو حفص ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں ”ثقة“ (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۲۵۶)

(۶)۔۔۔۔ امام احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ثقة ولا يعجبني قول من تكلم فيه“
(تهذيب التهذيب ج ۷ ص ۱۵۲، تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۲۵۶)

(۷)۔۔۔۔ امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۰ھ نے یزید مذکورہ سے متعدد روایات لی ہیں، (مثلاً دیکھئے مسند ابی داؤد طیالسی برقم ۳۸۶-۳۴۸-۱۳۱۸ وغیرہ) اور متعدد علمائے غیر مقلدین مثلاً قاضی شوکانی، احمد شاہ کر، عبدالرحمن مبارکپوری، زبیر علی زئی وغیرہم نے صراحت کر رکھی ہے کہ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے نزدیک ثقہ راویوں سے ہی روایت لینے تھے۔ (القول المقبول شرح صلوٰ الرسول ص ۳۸۶ نیل الاوطار ج ۱ ص ۱۶ بکار الحسن ص ۷۱۳-۱۴۰ ماہنامہ الحدیث ص ۱۰ ش نمبر ۱۷) لہذا ثابت ہوا کہ علمائے غیر مقلدین کے بقول امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد ثقہ راوی ہے۔

(۸)۔۔۔۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: ”يزيد بن ابي زياد ثبت لا اعلم احداً ترك حديثه۔“
.... الخ۔ (سوالات الآجری ج ۱ ص ۱۵۸ برقم ۱۳۹ تهذيب ج ۷ ص ۱۵۲)

(۹)۔۔۔۔ امام جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۸ھ کہتے ہیں ”يزيد احسنهم استقامة في الحديث“
(الجرح والتعديل ج ۹ ص ۲۶۵ برقم ۱۱۱۳)

(۱۰)۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ بھی امام جریر کی مثل فرماتے ہیں۔ (ایضاً)

(۱۱)۔۔۔۔ یعقوب بن سفیان القسوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ”وان كانوا يتكلمون فيه لتغيره فهو على العدالة والثقة“ (تهذيب التهذيب ج ۷ ص ۱۵۲)

(۱۲)۔۔۔۔ امام ابن العمداء حسنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۸۹ھ لکھتے ہیں ”وهو حسن الحديث“

(شذرات الذهب ج ۲ ص ۱۸۴)

(۱۳)۔۔۔۔ امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب ”الاحادیث المختارة“ میں یزید مذکور کی متعدد روایات لی ہیں (مثلاً دیکھئے حدیث نمبر ۶۴۳-۶۴۵-۴۶۶) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقة) ہونے کی دلیل ہے۔ (تحقیقی مقالات ج ۱ ص ۴۲۳) نیز امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحتاً بھی ان کی روایات کو صحیح و حسن بھی کہا ہے (مثلاً دیکھئے الاحادیث المختارہ برقم ۳۶۸-۳۶۵-۳۶۶ وغیرہ)

(۱۳)۔۔۔ امام ابوالحسن نورالدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰ھ لکھتے ہیں: ”یزید بن ابی زیاد وہو حسن الحدیث“ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۸ برقم ۱۳۹۴)

(۱۵)۔۔۔ امام ابن دین العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یزید بن ابی زیاد معدود فی اہل الصدق“ (نصب الراية ج ۱ ص ۴۷۷)

(۱۶)۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کی تحقیق کے مطابق امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ نے اپنی کتاب ”صحیح بخاری“ میں یزید مذکور کی روایت تعلیقاً لی ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۱۵۲) جو کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید بن ابی زیاد کے صحیح الحدیث (ثقة و صدوق) ہونے کی دلیل ہے۔ (مقالات ج ۱ ص ۴۲۱)

(۱۷)۔۔۔ امام الحدیثین محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: ”یزید فی نفسه ثقة یقال جائز الحدیث“ (البنایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۵۵)

(۱۸)۔۔۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ نے اپنی کتاب ”صحیح مسلم“ میں یزید مذکور کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۵۲ البنایہ ج ۲ ص ۲۵۵) اور امام موصوف کا صحیح مسلم میں ان کی حدیث سے استدلال کرنا ہی زبیر صاحب کے بقول امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یزید مذکور کے ثقة و صدوق اور صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۳۲)

درج ذیل حضرات نے یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو صحیح و حسن وغیرہ قرار دیا ہے اور فریق مخالف کے علماء نے متعدد اپنی کتب میں تصریح کر رکھی ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقة یا صدوق ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴ نور العینین ص ۵۳ نصر الباری ص ۱۷۲، القول الثمین ص ۲۰ مکالمات نور پوری ص ۳۴۰ تنقیح الکلام ص ۲۹۰) لہذا فریق مخالف کے بقول درج ذیل ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یزید بن ابی زیاد ثقة یا صدوق ہے۔

(۱۹)۔۔۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ: (سنن ترمذی برقم ۳۷۰۱-۳۶۹۱-۳۵۴۱-۳۵۴۰)

(۲۰)۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۴ھ: (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۶۰)

(۲۱)۔۔۔ امام بویصری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۴۰ھ: (مصابح الزجاج برقم ۴۱۸-۱۲۶۳-۵۴۶)

(۲۲)۔۔۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۶ھ: (شرح السنہ برقم ۳۹۳۶-۱۷۵۸-۳۳۳)

(۲۳)۔۔۔ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ: (المقہید لابن عبد البر: ج ۹ ص ۲۲۰)

(۲۴)۔۔۔ امام ابو علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۲ھ: (مختصر الاحکام ج ۲ ص ۵۲)

زبیر علی زئی نے صراحت کر رکھی ہے کہ مندرجہ ذیل اماموں نے سنن نسائی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور مذکور یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی متعدد احادیث سنن نسائی میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کے بقول ان اماموں نے مذکور یزید کی احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے، اور ماقبل میں فریق مخالف کی متعدد کتب کے حوالہ سے عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر کوئی محدث کسی روایت کو صحیح یا حسن قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے، لہذا اس سے ثابت ہوا کہ فریق مخالف کے بقول یزید بن ابی زیاد درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی ثقہ یا صدوق ہے۔

(۲۵)۔۔۔ امام ابو علی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۹ھ:

(۲۶)۔۔۔ امام ابو احمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۵ھ

(۲۷)۔۔۔ امام عبد الغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۹ھ:

(۲۸)۔۔۔ امام ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۵ھ:

(۲۹)۔۔۔ امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۳ھ

(۳۰)۔۔۔ امام ابو بکر الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ:

(۳۱)۔۔۔ امام ابو علی ابن السکن م ۳۵۳ھ:

(۳۲ تا ۳۴)۔۔۔ امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۱ھ نے اپنی کتاب ”صحیح ابن خزیمہ“ میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہ

۳۸۰ھ نے ”المستغنی“ میں، اور امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۶ھ نے اپنی کتاب ”صحیح ابی عوانہ“ میں یزید بن ابی زیاد کی

روایت بغیر جرح کے روایت کی ہے۔ (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۱۷، المستغنی برقم ۱۱۷، صحیح ابی عوانہ برقم ۸۴۸۵-۱۹۷۰) جو

کہ زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان تینوں حضرات کے نزدیک یزید مذکور کے صحیح الحدیث (ثقہ و صدوق) ہونے کی دلیل

ہے۔ (ملخصاً مقالات ج ۱ ص ۴۶۰-۴۲۱)

(۳۵)۔۔۔ زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ملخصاً

ماہنامہ الحدیث ص ۴۳ ش نمبر ۵۰) اور مسند احمد میں یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی کئی احادیث موجود ہیں۔ (مثلاً دیکھئے

مسند احمد برقم ۸۶۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۳) جس سے ثابت ہوا کہ حافظ موصوف نے بقول علی زئی راوی مذکور کی متعدد

احادیث کو صحیح قرار دے کر اس راوی کو بھی ثقہ و صدوق تسلیم کر لیا ہے۔

(۳۶)۔۔۔۔۔ مستدرک حدیث صلاۃ التبیح ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث ۱۱۹۲ کے حوالے سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۰۴ کے نزدیک سنن نسائی صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۳۳ ش نمبر ۵۰) اور سنن نسائی میں یزید کی کئی روایات موجود ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی میں موجود یزید بن ابی زیاد کی متعدد احادیث کو صحیح مان کر بقول علی زئی یزید کو بھی ثقہ و صدوق مان لیا ہے۔

(۳۷)۔۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سنن نسائی“ میں یزید بن ابی زیاد کی متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ (مثلاً دیکھئے سنن النسائی کی حدیث نمبر ۵۶۶۹-۵۳۰۱-۴۸۷۲) اور ارشاد الحق اثری کے نزدیک امام موصوف کا محض کسی حدیث کو سنن النسائی میں ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً توضیح الکلام ص ۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ بقول اثری امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید مذکور کی احادیث کی تصحیح و تحسین کے ضمن میں یزید کو بھی ثقہ و صدوق قرار دے دیا۔

ثانیاً۔۔۔۔۔ فریق مخالف کے علماء میں سے بھی کچھ نے تو یزید بن ابی زیاد کی روایات کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے اور کچھ نے اس کی روایات سے استدلال کر رکھا ہے، اور کچھ نے تو صراحتاً یزید مذکور کو ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ عبد الرحمن مبارکپوری لکھتا ہے ”یزید بن ابی زیاد و حسن الحدیث“ (تحفۃ الاحوذی ص ۴۹ رقم ۳۵۱۶)

(۲)۔۔۔۔۔ احمد محمد شاہ لکھتا ہے ”والحق انه ثقہ“ (شرح ترمذی ج ۱ ص ۲۳۶)

(۳)۔۔۔۔۔ ناصر الدین البانی نے اس کی کئی احادیث کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے مثلاً دیکھئے صحیح سنن ابی داؤد برقم ۹۳-۱۷۳۳۔

۱۷۹۳-۱۹۶۸-۱۹۷۰-۲۰۸۲، صحیح سنن ابن ماجہ برقم ۳۰۸۱-۳۰۳۱-۳۰۲۸-۲۶۷۰-۱۵۱۳-۱۳۷۹-۵۰۴۔

(۴)۔۔۔۔۔ صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ”صلوۃ الرسول“ میں اس کی کئی احادیث سے استدلال کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے صلاۃ

الرسول مع تسہیل الوصول ص ۱۰۶-۱۱۱ برقم ۱۱۷-۱۲۶)

(۵)۔۔۔۔۔ فریق مخالف کے روزنامہ انقلاب میں ”صلوۃ الرسول“ میں درج شدہ احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ (دیکھئے صلاۃ الرسول

مع تسہیل الوصول ص ۲۳)

(۶)۔۔۔۔۔ فریق مخالف کے ہفت روزہ آفاق لاہور میں ”صلوۃ الرسول“ میں درج احادیث کو صحیح کہا گیا ہے۔ (ایضاً)

(۷)۔۔۔۔۔ روزنامہ احسان لاہور نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۵)

(۸)۔۔۔۔۔ ہفت روزہ الاعتصام نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۷)

(۹)۔۔۔۔۔ ماہنامہ ترجمان دہلی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ایضاً: ص ۲۸)

لہذا مذکورہ اخباروں اور رسائل میں فریق مخالف کے تبصرہ نگاروں نے صلوۃ الرسول کی احادیث کو صحیح قرار دے کر اس

میں درج شدہ یزید بن ابی زیاد کی سند سے مروی احادیث کو بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے۔

واضح رہے کہ یزید بن ابی زیاد رحمہ اللہ نے یہ حدیث عارضہ اختلاط والتغیر میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی ہے تفصیل کیلئے راقم الحروف کی کتاب ”تسکین العینین فی مسئلہ ترک رفع الیدین“ (ص ۳۰۹) ملاحظہ فرمائیں۔

(۵) امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸ھ

امام ابو عیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸ھ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

- (۱)۔۔۔۔ امام عجل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں ”ثقة تابعی“ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۲۹۸)
- (۲)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب ج ۱ ص ۲۹۸)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۶۱)
- (۴)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ کہتے ہیں ”لابأس به“ (الجرح والتعديل ج ۵ ص ۳۰۱)
- (۵)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں کہ: ”عالم الکوفة الفقیہ المقرئ، الکوفی الفقیہ“ (الکاشف ج ۱ ص ۶۳۱ تاریخ اسلام ج ۲ ص ۹۶۶ برقم ۹۲، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۷)

(۶) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ م ۷۲ھ

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمارۃ اور خاندان حارثہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ کا نسب کچھ یوں ہے:

”براء بن عازب ابن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعة بن حارثہ.... الخ۔“ نہیال کی طرف سے سیدنا ابو بردۃ رضی اللہ عنہ (جو غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ الاصابہ) آپ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے، (مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۲) سیدنا براء رضی اللہ عنہ کے والد محترم عازب رضی اللہ عنہ بھی صحابی رسول تھے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اگرچہ کس تھے تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بوجہ کسنی کے) ان کو واپس بھیج دیا۔ (ملخصاً بخاری ج ۱ ص ۵۶۳) البتہ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد، غزوہ خندق، حدیبیہ اور خیبر وغیرہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ (ملخصاً بخاری ج ۱ ص ۵۷۹، ۵۸۹، ۶۱۰، ۶۰۷) آپ رضی اللہ عنہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم انکسار و تواضع اور اتباع سنت جیسی عظیم الشان صفات سے بدرجہ اتم متصف تھے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک (چمک میں) تلوار کی مانند تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی مانند تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۲) آپ رضی اللہ عنہ کا کوفہ ۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ (رضی اللہ عنہ) (ملخصاً از سیر الصحابہ ج ۲ ص ۲۴۷ تا ۲۵۱)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

”حدثنا اسحاق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة كبر ورفع يديه حتى كادت أقدامنا أذنيه ثم لم يعد“

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۱۶۹۱)

سند کی تحقیق:

امام ابو معاویہ ہشیم بن بشیر کے علاوہ اس روایت کے تمام راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے، اور امام ابو معاویہ ہشیم بن بشیر السلمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۳ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں، متعدد حضرات نے اس کی توثیق فرمائی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ امام ابو الحسن علی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ج ۱ ص ۵۹ برقم ۱۷۴۵)

(۲)۔۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: ”ثقة ثبت“ (الطبقات الکبریٰ ج ۷، ۳۱۳)

(۳)۔۔۔۔۔ امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۶ھ لکھتے ہیں: ”حافظ متقن“ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج ۱، ص ۱۹۶)

(۴)۔۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (المرح والتعديل للرازی برقم ۴۸۶)

(۵)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الثقة۔ امام ثقة۔ الامام الشيخ الاسلام محدث

بغداد وحافظها۔ حافظ ثقة۔ الحافظ احد الاسلام“ (الرواة الثقات المتکلم ج ۱، ص ۱۷۹، الکاشف برقم ۵۹۷۹،

سير اعلام النبلاء: ج ۸ ص ۲۸۸، من تکلم فیہ فهو موثق ج ۱، ص ۱۸۸، میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۰۶)

خلاصہ التحقیق:

اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۳: بحوالہ التمهید:

”حدثنا عبد الوارث بن سفيان قال حدثنا قاسم بن اصبغ قال حدثنا احمد بن زهير قال حدثنا ابو نعيم قال حدثنا موسى بن محمد الانصاري عن يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء بن عازب قال صليت خلف النبي ﷺ فكبّر فرفع يديه حتى حاذى اذنيه في اول مرة لم يزد عليها“

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے تکبیر کہی تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کیا پہلی مرتبہ پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

سند کی تحقیق:

عبدالوارث بن سفیان، قاسم بن اصبح، احمد بن زہیر، ابو نعیم، موسیٰ بن محمد الانصاری کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ روایات کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) عبدالوارث بن سفیان م ۳۹۵ھ

امام عبدالوارث بن سفیان بن جبرون المعروف بالجیب ابو القاسم القرطبی رحمہ اللہ مشہور محدث ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ امام خلف بن عبد الملک بن بشکوال م ۸۷۵ھ ان کے متعلق لکھتے ہیں ”کان اوثق الناس فيه“ (الصلة فی تاریخ ائمة الاندلس: ج ۱، ص ۳۶۳)

(۲)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”وکان اوثق الناس فيه۔ البحدث الثقة العالم الزاهد“ (تاریخ اسلام ج ۸ ص ۵۳ سیر اعلام النبلاء: ج ۱، ص ۸۴ برقم ۴۹)

(۳)۔۔۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ لکھتے ہیں: ”وکان اوثق الناس فيه“ (الثقات: برقم ۷۳۴)

(۲) قاسم بن اصبح رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۰ھ

(۱)۔۔۔۔۔ امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۸ھ لکھتے ہیں: ”امام من ائمة الحديث حافظ مكثر مصنف“ (جذوة المقتبس فی ذکر ولایة الاندلس ج ۱ ص ۳۳۰)

(۲)۔۔۔۔۔ امام ابو جعفر الفی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ فرماتے ہیں: ”امام من ائمة الحديث حافظ مكثر مصنف“ (نغية المتوسل فی تاریخ رجال اهل الاندلس برقم ۱۲۹۸)

(۳)۔۔۔۔۔ علامہ شہاب الدین الحموی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۶ھ لکھتے ہیں: ”امام من ائمة العلم حافظ مكثر مصنف“ (معجم الادباء ج ۵ ص ۲۱۹۰)

- (۴)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۸ھ لکھتے ہیں: ”الامام الحافظ محدث الاندلس۔ الامام الحافظ العلامة محدث الاندلس“ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳، ص ۴۹، رقم ۸۳۱، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۶۶، رقم ۳۱۱۳)
- (۵)۔۔۔ علامہ ابراہیم بن علی السعمری رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۷ھ لکھتے ہیں: ”وکان ثبتاً صادقاً حلیماً ماموراً بصیراً بالحديث“ (الديباج المذهب ج ۲، ص ۱۳۵)

(۳) احمد بن زہیر البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۸ھ

- (۱)۔۔۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۳ھ لکھتے ہیں: ”وكان ثقة عالماً متفنناً حافظاً“ (تاریخ بغداد ج ۴، ص ۸۴، رقم ۲۱۵۶)
- (۲)۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الكبير ابن الحافظ“ (لسان المیزان رقم ۵۵۶)
- (۳)۔۔۔ علامہ صلاح الدین الصفدی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۳ھ لکھتے ہیں: ”كان ثقة عالماً متقناً حافظاً“ (الوفاء ج ۶، ص ۲۳۲)
- (۴)۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: ”ثقة مامون“ (تاریخ اسلام رقم ۱۵)
- (۵)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الحجة الامام“ (تذکرۃ الحفاظ رقم ۲۱۹)

(۴) موسیٰ بن محمد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ

- (۱)۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۷ھ کہتے ہیں: ”لابأس به“ (الجرح والتعديل ج ۸، ص ۱۶۰، رقم ۷۱۱)
- (۲)۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۳)۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ج ۷، ص ۴۵۶، رقم ۱۰۹۰۸)

(۵) امام ابو نعیم فضل بن دین رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۹ھ

- (۱)۔۔۔ امام ابوحسن اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة ثبت في الحديث“ (تاریخ الثقات رقم ۱۳۵۱)
- (۲)۔۔۔ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۴ھ کہتے ہیں: ”ابو نعیم من الثقات“ (الجرح والتعديل رقم ۳۵۳)
- (۳)۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۴)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الثبت الكوفي. الحافظ الكبير شيخ الاسلام“ (تذکرۃ الحفاظ رقم ۳۷۰، سیر اعلام النبلاء رقم ۱۵۵۸)
- (۵)۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة مامون“ (تهذيب الجليل ج ۵، ص ۲۵۳)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۴: بحوالہ سنن دارقطنی:

حدثنا احمد بن علي بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بكر ثنا شعبة عن يزيد بن ابي زياد سمعت ابن ابي ليلى يقول سمعت البراء في هذا المجلس قوماً منهم كعب بن عجرة قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة يرفع يديه في اول تكبيرة

ترجمہ: عبد الرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے خاص اسی مجلس میں حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، اہل مجلس میں سے ایک سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو صرف تکبیر تحریر کے وقت ہی رفع یدین کرتے۔ (سنن الدارقطنی ج ۱، ص ۲۹۳ والفصل للوصل برقم ۳۰۲)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے احمد بن علی بن العلاء الجوزجانی انبغدادی، ابوالاشعث احمد بن المقدم العجلی البصری، ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن عثمان البرسانی الازدی، شعبہ بن الحجاج کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ راویوں کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) احمد بن علی بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۸ھ

- (۱)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۷ھ لکھتے ہیں: "الشیخ المحدث الثقة القدوة۔ شیخ صالح بکاء خاشع ثقة" (سیر اعلام النبلاء برقم ۲۹۳۸، العبر ج ۲، ص ۲۹، تاریخ اسلام برقم ۳۶۴)
- (۲)۔۔۔۔۔ حافظ ابن العباد حسنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۵۹ھ لکھتے ہیں: "ثقة صالح بکاء" (شذرات الذهب ج ۴ ص ۱۳۶)
- (۳)۔۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۹۸)
- (۴)۔۔۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (الثقات، ج ۱، ص ۴۳۹ برقم ۱۵۰)

(۲) ابوالاشعث احمد بن مقدم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۰ھ

- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح الحديث محله الصدق" (المجرح والتعديل برقم ۱۶۷)
- (۲)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۷ھ لکھتے ہیں: "ثقة. ثقة ثبت. الامام المتقن الحافظ" (الكاشف برقم ۸۹، المغنی برقم ۴۶۷، تاریخ اسلام ج ۶، ص ۳۶ سیر اعلام النبلاء برقم ۷۵)

- (۳)۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سن ۳۰۰ھ کہتے ہیں: ”لیس بہ ہاس“ (تہذیب الکمال برقم ۱۱۰)
 (۴)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”صدوق“ (تقریب التہذیب برقم ۱۱۰)

(۳) ابو عبد اللہ محمد بن بکر رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۴ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن النعمانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۵۷۵)
 (۲)۔۔۔۔ ابن العماد حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۹ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (شذرات الذهب ج ۳، ص ۱۵)
 (۳)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”ثقة۔ الامام المحدث الثقة۔ صدوق“
 (الکاشف ج ۲، ص ۱۶۰، برقم ۳۷۶، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۳۶۱، میزان برقم ۷۲۷۷)
 (۴)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”صدوق“ (تقریب برقم ۵۷۶۰)

(۴) شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۰ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن النعمانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة تقي“ (تاریخ اسماء الثقات برقم ۱۶۶۵)
 (۲)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل ج ۳، ص ۷۰ برقم ۱۶۰۹)
 (۳)۔۔۔۔ حافظ نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: ”واجمعوا على امامته في الحديث، وجلالته وتحريره واحتياطه“ (تہذیب الاسماء واللغات برقم ۲۵۳)
 (۴)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الكبير عالم اهل البصرة في زمانه بل امير المؤمنين في الحديث۔ الحجة الحافظ شيخ الاسلام۔ الامام الحافظ امير المؤمنين“
 (تاریخ اسلام برقم ۸۹، تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۸۷، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۰۸۱)
 (۴)۔۔۔۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة حافظ متقن“ (تقریب برقم ۲۷۹۰)

خلاصہ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے، اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ و مثبت ہیں۔

حدیث نمبر ۵: بحوالہ سنن دارقطنی:

حدثنا يحيى بن محمد بن صاعدنا محمد بن سليمان لوين ثنا اسماعيل بن زكريا ثنا يزيد بن ابي زياد عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن البراء انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة رفع يديه حتى حاذى بهما اذنيه ثم لم يعد الى شيء من ذلك حتى فرغ من صلاته.
 ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی

تورفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ آپ کے کانوں کے مقابل ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے جن راویوں کا ماقبل میں تذکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) ابو محمد یحییٰ بن محمد بن صاعد الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۱۸ھ

- (۱)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الامام الثقة۔ الامام الحافظ المجدد محدث العراق۔ رجال جوال عالم بالعلل والرجال“ (تذکرۃ الحفاظ برقم ۷۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۸۰۲)
- (۲)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثبت حافظ“ (ایضاً)
- (۳)۔۔۔۔ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ الامام الثقة“ (طبقات الحفاظ برقم ۷۴۲)
- (۴)۔۔۔۔ امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴۶ھ لکھتے ہیں: ”ثقة امام يفوق في الحفظ اهل زمانه“ (الارشاد: ج ۲ ص ۶۱۱)

(۲) ابو جعفر محمد بن سلیمان لوین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۶ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”صالح الحديث صدوق“ (الجرح والتعديل برقم ۱۳۶۸)
- (۲)۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تهذيب الكمال ص ۲۹۹ برقم ۵۲۵۷)
- (۳)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقريب التهذيب برقم ۵۹۲۵)

(۳) اسماعیل بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۳ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاريخ ابن معين برقم ۱۲۵۰)
- (۲)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”صالح“ (الجرح والتعديل برقم ۵۷۰)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نقل کرتے ہیں: ”ثقة“ (تاريخ اسماء الثقات برقم ۱۳)
- (۴)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”صدوق۔ المحدث الحافظ۔ ثقة منصف“ (الرواة الثقات المتکلم برقم ۱۷، الکاشف برقم ۳۷۵، سیر برقم ۲۹۳، من تکلم برقم ۴)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند صحیح ہے اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حدیث نمبر ۶: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

”حدثنا اسحاق حدثنا وكيع حدثنا ابن ابی ليلى عن الحكم وعيسى عن عبد الرحمن بن ابی ليلى عن البراء ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفع حتى ينصرف“

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بلا شک و شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر رفع یدین نہ کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔
(مسند ابی یعلیٰ الموصلی ج ۲، ص ۹۰ برقم ۱۶۸۹)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں میں سے محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلى، حکم بن عتیہ، عیسیٰ بن عبد الرحمن بن ابی لیلى، کی تعدیل و وثائق اور مدح و ثناء کے حوالے حاضر ہیں، بقیہ روایوں کا تذکرہ گزر چکا۔

(۱) محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلى رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن المحلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”صدوق ثقة. وكان فقیهاً صاحب سنة. صدوقاً جائز الحديث. وكان قارئاً للقرآن عالماً به“ (تاریخ الثقات برقم ۱۳۷۶)

(۲)۔۔۔۔ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۵ھ لکھتے ہیں ”مع سوء حفظه یکتب حدیثه“ (الکامل برقم ۱۶۶۳)

تعمیہ:

ارشاد الحق اثری اور عبد الرحمن مبارکپوری نے ”کتب حدیث“ کو الفاظ تعدیل میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے: توضیح الکلام ج ۱ ص ۵۴۷ مقالات مبارکپوری ص ۲۱۹)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”محلہ الصدق... الخ“ (الجرح والتعدیل برقم ۱۷۳۹)

(۴)۔۔۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”افقه اهل الدنيا“ (تہذیب رقم ۵۰۳)

(۵)۔۔۔۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ کہتے ہیں: ”مات ابن ابی لیلى فقیہنا ومعلمنا“ (الکامل برقم ۱۶۶۹)

(۶)۔۔۔۔ امام ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”رجل شریف“ (اجوبۃ ابی زرہ ج ۱، ص ۷۲۷)

تعمیہ:

اجوبۃ ابی زرہ کا حوالہ بطور الزام پیش کیا گیا ہے، کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک یہ کتاب معتبر ہے۔

(۷)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۷ھ لکھتے ہیں: ”قاضی الکوفہ وفقیہا وعالمہا ومقرئہا فی زمانہ الامام العلم مفتی الکوفہ وقاضیہا الفقیہ المقرء العلامة الامام مفتی الکوفہ وقاضیہا صدوق امام سئل الحفظ صدوق جائز الحدیث صدوق امام سنی الحفظ حدیثہ فی درجۃ الحسن محلہ الصدق“ (تاریخ اسلام رقم ۳۸۷، تذکرۃ الحفاظ رقم ۱۶۵، سیر برقم ۱۳۳، میزان برقم ۱۸۲۵، الکاشف ۱۰۰۰، العبر ج ۱، ص ۱۶۲)

(۸)۔۔۔۔۔ امام الحدیث قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

(تاریخ اسلام برقم ۳۸۷ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۶۱۵)

(۹)۔۔۔۔۔ امام عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہو اعلم منی“ (تذکرۃ الحفاظ برقم ۱۶۵ سیر اعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۰)۔۔۔۔۔ منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”افقہ اہل الکوفہ“ قاضیہا ابن ابی لیلیٰ (سیر اعلام النبلاء برقم ۱۳۳)

(۱۱)۔۔۔۔۔ علامہ صلاح الدین خلیل الصنفی کہتے ہیں: ”قاضی الکوفہ وفقیہا وعالمہا ومقرئہا فی زمانہ“

(الوفائی بالوفیات ج ۳ ص ۱۸)

(۱۲)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”صدوق سنی الحفظ“ (تقریب برقم ۶۰۸۱)

(۱۳)۔۔۔۔۔ شمس الدین ابوالعالی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶ھ لکھتے ہیں ”الامام المجتہد القاضی الانصاری قاضی

الکوفہ“ (دیوان الاسلام ج ۲ ص ۱۰۳)

(۱۴)۔۔۔۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ھ کہتے ہیں: ”صدوق“ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۴۴-۲۰۵)

(۱۵)۔۔۔۔۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ کہتے ہیں: ”صدوق فقیہ“ (سنن ترمذی ج ۱، ص ۲۰۵ برقم ۱۷۱۵)

(۱۶)۔۔۔۔۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة حافظ جلیل“ (ملخصاً زاد المعاد ج ۵، ص ۱۳۷)

(۱۷)۔۔۔۔۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۵۶ھ لکھتے ہیں: ”صدوق امام ثقة رده الحفظ“ (الترغیب ج ۵، ص ۵۳۵)

(۱۸)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن نور الدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ھ لکھتے ہیں: ”ابن ابی لیلیٰ سنی الحفظ وحديثه حسن

انشاء الله. وهو سنی الحفظ ولكنه ثقة“ (مجمع الزوائد ج ۳، ص ۲۳۸ وج ۴، ص ۳۵)

(۱۹)۔۔۔۔۔ حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ لکھتے ہیں: ”صدوق سنی الحفظ“ (البدرا المنیر ج ۱۶، ص ۴۲۳)

(۲۰)۔۔۔۔۔ امام ابوعبداللہ الحافظ رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: ”وان كان ينسب الى سوء الحفظ فانه احد فقهاء

الاسلام وفضلتهم ومن اكابر اولاد الصحابة والتابعين من الانصار رحمة الله تعالى عليهم

(متدرک ج ۱ ص ۵۸ برقم ۳۱) نیز امام موصوف نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔ (ایضاً ج ۳،

ص ۳۹، برقم ۲۳۳۸)

(۲۱)۔۔۔۔۔ حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۵ھ کہتے ہیں: ”صدوق“ (شرح علل الترمذی ج ۱، ص ۱۴۵)

(۲۵۵۲۲)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہم السلام نے اپنی کتاب ”صحیح ابن خزیمہ“ میں امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہم السلام نے ”مستخرج ابی عوانہ“ میں اور امام ضیاء الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہم السلام نے ”الاحادیث المختارة“ میں امام ابن الجارود رحمۃ اللہ علیہم السلام نے ”المستقی“ میں ابن ابی لیلیٰ مذکور سے روایت لی ہے۔ دیکھئے۔۔

۱۔۔۔۔۔ صحیح ابن خزیمہ: برقم: ۶۰۴-۶۶۸-۹۱۶

۲۔۔۔۔۔ مستخرج ابی عوانہ: برقم: ۲۷۵۵

۳۔۔۔۔۔ الاحادیث المختارة برقم: ۶۳۱-۶۵۶

۴۔۔۔۔۔ المستقی لابن الجارود برقم: ۴۵۱

اور زبیر علی زئی صاحب کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اس سے روایت لینا ہی ان کے نزدیک اس کے ثقہ و صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۶)۔۔۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم السلام نے ”سنن نسائی“ میں اس کی متعدد روایات درج کی ہیں جو کہ ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے صحیح الحدیث یا حسن الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔

(ملخصاً توضیح الکلام ص ۷۷ ص ۳۳)

علی زئی صاحب کے بقول درج ذیل ائمہ نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے (مسئلہ فاتحہ خلف الامام ص ۵۲) اور چونکہ سنن نسائی میں ابن ابی لیلیٰ موصوف کی روایات بھی موجود ہیں، جو کہ علی زئی اصول کی روشنی میں ان درج ذیل ائمہ کے نزدیک بھی موصوف ابن ابی لیلیٰ کے صحیح الحدیث ہونے کی دلیل ہے، لہذا بطور الزام کے ان ائمہ کو بھی مؤثقین میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۲۷)۔۔۔۔۔ امام ابو علی نیسابوری رحمۃ اللہ علیہم السلام

(۲۸)۔۔۔۔۔ حافظ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہم السلام

(۲۹)۔۔۔۔۔ امام عبد الغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہم السلام

(۳۰)۔۔۔۔۔ امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۱)۔۔۔۔۔ امام ابو علی ابن اسکن رحمۃ اللہ علیہم السلام

(۳۲)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی لیلیٰ کی سند سے مروی حدیث کو سنداً حسن قرار دیا ہے۔ اور فریق مخالف کے بقول اگر کوئی محدث کسی روایت یا اس کی سند کو حسن یا صحیح قرار دے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی سند کا ہر ہر راوی اس محدث کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۳۲ ش نمبر ۱۴، نور العینین ص ۵۳، نصر الباری ص ۱۷۲، القول الثمین

ص ۲۰، مکالمات نور پوری ص ۳۴۰، تنقیح الکلام ص ۲۹۰، لہذا فریق مخالف کے بقول حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ابی لیلیٰ ثقہ یا صدوق ہے۔

- (۳۳)۔۔۔ حافظ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۷۷ قال: "اسنادہ حسن" (البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۲۳۴)
- (۳۴)۔۔۔ امام ابوالحسن الدر قطنی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۸۵ کہتے ہیں: "ثقة في حفظه شيء" (سنن دار قطنی برقم ۴۴)
- (۳۵)۔۔۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۵ نے "سنن ابی داؤد" میں مذکور ابن ابی لیلیٰ کی متعدد روایات پر سکوت اختیار کیا ہے۔ جو کہ فریق مخالف کے بقول امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے "صالح الحدیث" ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۲، رفع الیدین اور آمین ص ۲۱۱ بحوالہ نور الصباح ج ۱، ص ۱۲۲۰، تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ فریق مخالف کے علماء کی نظر میں:

(۳۶)۔۔۔ احمد محمد شاہ لکھتا ہے کہ:

"ومثل ذالایقل حدیثہ عن درجۃ الحسن المتحج بہ واذا تابعہ غیرہ کان الحدیث صحیحاً" کہ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جیسے راوی کی حدیث حسن درجہ سے کم نہیں ہوتی جو کہ قابل احتجاج ہے، اور جب کوئی حدیث اس کی روایت کی مؤید مل جائے تو پھر اسکی حدیث بالکل صحیح ہوگی۔

(شرح ترمذی ج ۲، ص ۱۵۷ برقم ۳۶۴، دار الحدیث القاہرہ)

(۳۷)۔۔۔ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

"محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ جو صدوق مگر سیء الحفظ ہے۔" (پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ ص ۷۸)

(۳۸)۔۔۔ ناصر الدین البانی نے اس کی متعدد روایات کو صحیح و حسن قرار دیا ہے۔

مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی برقم: ۲۲۸-۲۷۳۴-۲۹۹۶

وسنن النسائی بتحقیق الالبانی برقم: ۴۷۷۲-۴۹۰۰

وسنن الترمذی بتحقیق الالبانی برقم: ۲۰۷۲-۳۵۵۳

(۳۹)۔۔۔ عبداللہ روپڑی موصوف محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

(محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے) ضعف کی وجہ حافظہ کی کمزوری ہے ویسے سچا ہے جھوٹ نہیں بولتا، پس یہ حدیث

بھی کس قدر اچھی ہوئی اور دوسری حدیثوں سے مل کر نہایت قوی ہوگئی۔ (مسئلہ رفع الیدین اور آمین ص ۲۷ بحوالہ

نور الصباح ج ۱، ۱۶۷)

(۴۰ تا ۴۲)۔۔۔ ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی نے اپنی کتاب "الظفر البین" میں اور صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے "صلوۃ الرسول"

میں مذکور محمد بن عبدالرحمن کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ دیکھئے:

نماز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۹۰ حدیث علی رضی اللہ عنہ

الظفر البین ج ۱، ص ۹۹، حدیث نمبر ۹

صلوۃ الرسول ص ۲۰۹ بعنوان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آمین سنا۔

(۲) امام حکم بن عتیبة رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۵ھ

(۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثبت في الحديث“ (تاریخ الثقات برقم ۳۱۵)

(۲)۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ لکھتے ہیں: ”ثقة فقيهاً عالماً رافيعاً كثير الحديث“

(الطبقات الكبرى ج ۶ ص ۳۲۲ برقم ۲۴۹۶)

(۳)۔۔۔۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل ج ۳، ص ۱۲۵ برقم ۵۶۷)

(۴)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة ثبت فقيه“ (تقریب برقم ۱۴۵۳)

(۳) عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب التہذیب برقم ۵۳۰۷)

(۲)۔۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ ابن معین ج ۱، ص ۱۶۰ برقم ۵۶۶)

(۳)۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ج ۷، ص ۲۳۰ برقم ۹۸۱۵)

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے علاوہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ وصدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں معتدل رائے یہی ہے کہ یہ حسن درجہ کا راوی ہے اگر اس کا کوئی متابع مل جائے تو پھر اس کی حدیث بلا شک و شبہ صحیح و قابل حجت ہے، اور ہم نے تسکین العینین میں دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ مذکورہ ترک رفع یدین کی حدیث میں اس کے متابع موجود ہیں لہذا یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۷: بحوالہ شرح معانی الآثار:

حدثنا محمد بن نعمان قال ثنا يحيى بن يعقوب قال ثنا وكيع عن ابن ابی ليلى عن اخيه عن ابن ابی

ليلى عن البراء عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)

ترجمہ: سید ”براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین

کرتے حتیٰ کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کی لوتک لے جاتے، پھر پوری نماز میں رفع یدین نہ کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی محمد بن نعمان بن بشیر المقدسی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبد الرحمن ابو زکریا التمیمی الیسا بوری رحمۃ اللہ علیہ بھی حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب برقم ۶۳۵۷۔ ۶۶۶۸) بقیہ روایات کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا، لہذا اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۸: بحوالہ تاریخ بغداد:

”اخبونا علی بن احمد بن عمر المقرء حدثنا ابراهیم بن احمد القرمیسینی حدثنا بشر بن موسیٰ الاسدی و اخبونا عبد الباقي بن محمد بن احمد الطحان اخبونا محمد بن احمد بن الحسن الصواف حدثنا بشر بن موسیٰ، حدثنا موسیٰ بن داود حدثنا عافیة بن یزید عن ابن ابی لیلیٰ عن الحكم عن البراء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل حدیث قبلہ: انه کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه ثم لا یعود“

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کر۔۔۔ تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں نہ کرتے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۲۵۴ برقم ۴۱۸۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے دونوں طرق کے جن راویوں کا تذکرہ نہیں گزرا ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

(۱) علی بن احمد رحمۃ اللہ علیہ م ۴۱۷ھ

امام ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص المقرئ الحمائی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے توثیق ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔ امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: ”صادق دین فاضل حسن الاعتقاد“

(تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۲۳۳ برقم ۶۱۰۹)

(۲)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الامام المحدث مقرئ العراق“ (سیر اعلام النبلاء برقم ۳۸۹۲)

(۳)۔۔۔ حافظ شمس الدین ابوالخیر ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳۳ھ لکھتے ہیں: ”شیخ العراق و مسند الافاق ثقة

بارع“ (غایۃ النہایۃ: ج ۱، ص ۵۲۱ برقم ۲۱۵۷)

(۲) امام ابراہیم بن احمد القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۸ھ

امام ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن الحسن المقرئ القرمیسینی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔

(۱)۔۔۔ امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۳ھ لکھتے ہیں: ”ثقة صالح“
(تاریخ بغداد ج ۶، ص ۵۰۳ برقم ۲۹۹)

(۲)۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ کہتے ہیں: ”ثقة“
(الثقات لمن لم يقع في الكتب الستة ج ۲، ص ۱۳۴ برقم ۹۲۶)

(۳) بشر بن موسیٰ الاسدی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۰ھ

امام ابو علی بشر بن موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۳ھ لکھتے ہیں: ”ثقة امين عاقل“
(تاریخ بغداد ج ۷، ص ۵۶۹ برقم ۳۳۷)

(۲)۔۔۔ امام ابو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة نبيل“ (ایضاً)

(۳)۔۔۔ امام ابو الحسن بن ابی یعلیٰ محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۶ھ کہتے ہیں: ”ثقة امين عاقل“
(طبقات الحنابلة ج ۱، ص ۱۲۱)

(۴)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۳، ص ۵۲ برقم ۱۷۰)

(۵)۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ج ۳، ص ۴۴ برقم ۱۹۹۳)

(۴) عبد الباقی بن محمد الطحان رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۲ھ

امام ابو القاسم عبد الباقی بن محمد بن احمد بن زکریا الطحان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”بغدادی ثقة. الشيخ الثقة“
(تاریخ الاسلام برقم ۴۹، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۹۸۲)

(۲)۔۔۔ امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۳ھ لکھتے ہیں: ”وكان ثقة“
(تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۷۸۰ برقم ۵۷۳۱)

(۵) محمد بن احمد الصواف رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۹ھ

امام ابو علی محمد بن احمد بن الحسن بن اسحاق الصواف البغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”مارات عینای مثل ابی علی بن الصواف“
(تاریخ بغداد ج ۱، ص ۳۰۵ برقم ۱۴۰)

(۲)۔۔۔ امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ لکھتے ہیں: ”وكان ثقة مامونا“ (ایضاً)

(۳)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۷ھ لکھتے ہیں: ”محدث بغداد. الشيخ الامام المحدث الثقة الحجة“
(تاریخ الاسلام ج ۸، ۱۳۸، برقم ۳۰۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲، ص ۲۴۵ برقم ۳۳۳)

(۴)۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ج ۸، ص ۱۲۰ برقم ۹۲۹۳)

(۶) ابو عبد اللہ موسیٰ بن داود رحمۃ اللہ علیہ ۲۱۷ھ

امام ابو عبد اللہ موسیٰ بن داود الضبی الخلقانی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم، سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کے راوی ہیں، ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان کی توثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً۔۔۔

(۱)۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ العجلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات برقم ۱۶۵۸)

(۲)۔۔۔ امام ابن نمیر رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل برقم ۶۳۶)

(۳)۔۔۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۶ برقم ۶۹۹۰)

(۴)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۷ھ لکھتے ہیں: ”ثقة زاهد مصنف. الشيخ الامام الثقة“ (الکاشف برقم ۵۶۹۲ سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۵۵۵)

(۵)۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة صاحب حدیث“ (تذکرہ الحفاظ برقم ۳۷۵)

(۷) عافیہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۰ھ

(۱)۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ لکھتے ہیں: ”كان فقيهاً ديناً صالحاً“

(النجوم الزاهرة ج ۲، ص ۱۰۰)

(۲)۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة مامون“ (تهذيب الكمال برقم ۳۰۳۳)

(۳)۔۔۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ کہتے ہیں: ”كان عالماً زاهداً“ (تاریخ بغداد برقم ۶۷۰۵)

(۴)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۷ھ کہتے ہیں: ”احداً لاعلام. كان من العلماء العاملين ومن قضاة العدل“ (تاریخ الاسلام برقم ۱۸۸، سیر اعلام برقم ۱۳۵)

(۵)۔۔۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (عمل اليوم والليلة برقم ۵۵۷)

(۶)۔۔۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ۷۷۴ھ کہتے ہیں: ”كان عافية عابداً زاهداً ورعاً“

(البدایہ والنہایہ ج ۱۰، ص ۱۸۹)

(۸) امام ابوالحکم زید بن ابی الشعثاء رحمۃ اللہ علیہ

(۱)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”ثقة“ (الکشف ج: ۱، ص ۴۱۷ رقم ۱۷۴۱)

(۲)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (کتاب الثقات رقم ۲۷۵۱)

تنبیہ:

تاریخ بغداد (برقم ۶۷۵۲) کے مطبوعہ نسخہ میں اس حدیث کی سند میں ”الحکم“ لکھا ہوا ہے، اور غالباً لفظ ”ابو“ سہواً چھوٹ گیا ہے، دراصل صحیح ”ابوالحکم“ ہی ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے علاوہ تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ مختلف فیہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ (جن کو زبیر علی زئی نے التحقیق الراخ کے حوالے سے جرح و تعدیل کا بہت بڑا امام قرار دیا ہے۔ نور العینین ص ۱۶۷) امام ابوالحسن نورالدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۷ھ، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۲ھ وغیرہم اور علماء غیر مقلدین کے بقول حسن درجہ کا راوی ہے، لہذا اس روایت کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حدیث نمبر ۹: بحوالہ تاریخ اصمہان:

”حدثنا القاضي ابو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم، حدثني محمد بن جعفر بن محمد، ثنا جاء بن صهيب، سمعت الحسين بن حفص، عن ابي يوسف، وعن ابن ابي ليلى، عن الحكم، عن عبد الرحمن بن ابي ليلى، عن البراء قال: رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة كبر حتى رايت ابهاميه حذاء اذنيه، ثم لم يرفعها حتى سلم“

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو ”اللہ اکبر“ کہا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا (یعنی رفع یدین کیا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری نماز میں رفع یدین نہیں کیا یہاں تک کہ سلام پھیر دیا۔ (تاریخ اصمہان۔ اخبار اصمہان ج ۱، ۳۷۰)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی ثناء و مدح اور تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۳۰ھ

(۱)۔۔۔ امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۳ھ لکھتے ہیں: ”الزاهد من اهل اصبهان، تاج المحدثين واحد اعلام الدين ومن جمع الله له في الراوية والحفظ والفهم والدراية.... الخ.“
(تاریخ بغداد برقم ۳۵)

(۲)۔۔۔ علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۱ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ المشهور.... كان من الاعلام المحدثين واكابر الحفاظ الثقات“ (وفیات الاعیان ج ۱، ص ۹۱، برقم ۳۳)

(۳)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”الحافظ الكبير محدث العصر. الامام الحافظ الثقة العلامة شيخ الاسلام“ (تذکرۃ الحفاظ برقم ۹۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۹۳۲)

(۴)۔۔۔ علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۳ھ لکھتے ہیں: ”تاج المحدثين واحد اعلام الدين له“ (الوفاء بالوفیات ج ۷، ص ۵۲ برقم ۳)

(۵)۔۔۔ علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷۱ھ لکھتے ہیں: ”الامام الجليل الحافظ الجامع بين الفقه ... في الحفظ والضبط“ (طبقات الشافعية الكبرى برقم ۲۵۴)

(۲) ابو احمد محمد بن احمد العسال رحمۃ اللہ علیہ م ۳۴۹ھ

(۱)۔۔۔ امام ابو عبد اللہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ م ۳۹۵ھ کہتے ہیں: ”کتبت عن الف شيخ لم ارفيهم اتقن من ابى احمد العسال“ (تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۸۶، برقم ۱۰۶)

(۲)۔۔۔ امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۳۰ھ کہتے ہیں: ”كان من كبار الناس في الحفظ والاتقان والمعرفة“ (تاریخ بغداد برقم ۱۰۶)

(۳)۔۔۔ حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۹ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة برقم ۹۲۷)

(۴)۔۔۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد المعروف ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”من كبار الناس في العلم والاتقان والحفظ والمعرفة“ (طبقات المحققين باصبهان ج ۴، ص ۲۲۷)

(۳) ابو بکر محمد بن جعفر الاشعري القزازي رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰ھ

(۱)۔۔۔ امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۳۰ھ لکھتے ہیں: ”شيخ كثير الحديث ثقة“ (تاریخ اصبهان برقم ۱۵۳۵)

(۲)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”ثقة كثير الحديث“ (تاریخ الاسلام برقم ۳۴۶)

(۴) رجاء بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ الجرواء فی م ۲۵ھ

- (۱)۔۔۔ امام ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۳۰ھ کہتے ہیں: "کان من افاضل اصہبان مجاب الدعوة۔ احد المعرضین عن الدنيا الراحلین عنہا" (تاریخ اصہبان ج ۱، ص ۷۰، حلیۃ الاولیاء ج ۱۰، ۳۹۲)
- (۲)۔۔۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد ابوالشیخ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۶۹ھ نقل کرتے ہیں: "انہ لم یکن باصبہان افضل منہ" (طبقات الحدیثین باصبہان برقم ۱۹۹)
- (۳)۔۔۔ حافظ ابن نقطہ حسینی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲۹ھ کہتے ہیں: "انہ کان مستجاب الدعوة" (اکمال الاکمال ج ۲، ۶۸۳، برقم ۲۸۰۹)
- (۴)۔۔۔ امام اسماعیل ابن محمد القرشی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۳۵ھ کہتے ہیں: "احد الزاہدین" (سیر السلف الصالحین ج ۱، ص ۱۱۳۱۳)

(۵) ابو محمد حسین بن حفص الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۲ھ

- (۱)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "ثقة نبیل۔ الامام الثقة الجلیل الفقیہ الاوحد" (تاریخ الاسلام برقم ۹۰، سیر اعلام النبلاء برقم ۹۰)
- (۲)۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صالح محله الصدق" (تقریب برقم ۱۳۱۹)
- (۳)۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: "صدوق" (تقریب برقم ۱۳۱۹)

(۶) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۲ھ

- (۱)۔۔۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ کہتے ہیں: "ثقة۔ ولا اثبت من ابی یوسف۔ حسن الحدیث ولبس له بحث۔ صاحب حدیث وصاحب سنة"۔ (الانقاء ص ۱۷۲، لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰، اکال ج ۸، ص ۴۶۶، تاریخ بغداد ج ۴، ص ۲۶۰، اخبار القضاة ص ۶۵۱، تذکرة الحفاظ ج ۱، ص ۲۱۴)
- (۲)۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "صدوق۔ وکان منصفاً فی الحدیث" (الجرح والتعذیل ج ۹، ص ۲۰۱، تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۶۱)
- (۳)۔۔۔ امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۴ھ کہتے ہیں: "وکان صدوقاً" (تاریخ بغداد ج ۱۴، ص ۲۵۷)
- (۴)۔۔۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ابو یوسف ثقة" (لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰)
- (۵)۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "وکان شیخاً متقناً۔ من الفقہاء المتقنین" (لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰، مشاہیر علماء الامصار ص ۳۰)

- (۶)۔۔۔۔۔ امام محمد بن صباح الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ کہتے ہیں: ”کان ابو یوسف رجلاً صالحاً“
(لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰)
- (۷)۔۔۔۔۔ امام عمرو بن محمد الناقد رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۲ھ کہتے ہیں: ”فانه کان صاحب سنة“ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۲۵۵)
- (۸)۔۔۔۔۔ حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۶ھ لکھتے ہیں: ”فلا بأس به ولا بروایتہ“ (لسان المیزان ج ۶، ص ۳۹۰)
- (۹)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر بن ہبلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ لکھتے ہیں: ”وابو یوسف ثقة“ (السنن الکبریٰ ج ۱، ص ۳۴۷)
- (۱۰)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”الامام المجتهد العلامة المحدث. حسن الحديث“
(سیر اعلام النبلاء ج ۸، ص ۵۳۸ حاشیۃ المستدرک ج ۱، ص ۵۳۳)
- (۱۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة حافظ“ (ملخصاً: نصب الراية ج ۱، ص ۴۰۸)
- (۱۲)۔۔۔۔۔ امام علی بن صالح بن حئی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۴ھ کہتے ہیں: ”فقيه الفقهاء وقاضى القضاة وسيد العلماء“
(اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱۰۰)
- (۱۳)۔۔۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ اسماء الثقات ص ۳۳ برقم ۱۶۵۷)
- (۱۴)۔۔۔۔۔ امام ابوسفند السمعانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۲۶ھ کہتے ہیں: ”وكان متقناً“ (کتاب الانساب: ج ۱، ص ۱۹۹)
- (۱۵)۔۔۔۔۔ امام ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۶ھ کہتے ہیں: ”صدوق في الحديث“ (الارشاد ص ۱۳۸)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کے باقی راویوں کا ماقبل میں تذکرہ گزر چکا ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

﴿احادیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما﴾

حدیث نمبر ۱: بحوالہ مسند ابی عوانہ

حدثنا عبد الله بن ايوب البخري وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا: ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال: رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بها وقال بعضهم: حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعدهما يرفع راسه من الركوع لا يرفعهما. وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدين والمعنى

واحد" (مسند ابی عوانہ ج ۲، ص ۹۰ برقم ۱۵۷۲)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مد مقابل تک اٹھایا (یعنی رفع الیدین کیا)، اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع الیدین نہ کی۔ امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) بھی رفع الیدین نہیں کی۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر خدمت ہے۔

(۱)۔۔۔۔ امام ابو عوانہ الاسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۶ھ: "المحافظ الثقة الكبير" (تذکرۃ الحفاظ برقم ۷۷۲)

(۲)۔۔۔۔ عبداللہ بن ایوب المحزومی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵ھ: "الامام المحدث الفقيه الورع. صدوق"

(سیر اعلام برقم ۲۱۱۵)

(۳)۔۔۔۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸ھ: "المحافظ شيخ الاسلام محدث الحرم.... امام حجة حافظ"

(تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۳۹)

(۴)۔۔۔۔ محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴ھ: "الفقيه المحافظ متفق على جلالته واتقانه" (تقریب برقم ۶۲۹۶)

(۵)۔۔۔۔ سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶ھ: "مدني تابعي ثقة" (تاریخ الثقات ج ۱، ص ۷۴ برقم ۴۹۹)

(۶)۔۔۔۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ: "احد المبكرين من الصحابة والعبادة" (تقریب برقم ۳۴۹۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کی سند کے مذکورہ تمام راوی ثقہ ہیں، نیز امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے (مسند ابی عوانہ برقم ۱۵۷۲) میں سماع کی تصریح کر رکھی ہے، لہذا یہ روایت بلا شک و شبہ صحیح و ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲: بحوالہ مسند الحمیدی:

"حدثنا الحمیدی قال ثنا سفیان قال ثنا الزہری قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال

رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان

يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدة

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں کے مد مقابل تک اٹھایا (یعنی رفع الیدین کیا)، اور جب رکوع کا ارادہ کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو رفع الیدین نہ کی۔ امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ، سعدان، شعیب وغیرہ میں سے بعض نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ دونوں سجدوں کے درمیان (یعنی جلسہ میں) بھی رفع الیدین نہیں کی۔

وسلم نے نماز شروع کی تو کندھوں کے برابر رفع یدین کی، اور جب رکوع کا ارادہ فرمایا اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو رفع یدین نہ کی اور نہ ہی سجدوں میں رفع یدین کی۔ (مسند الحمیدی ص ۹۷ نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں)

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن زبیر الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۹ھ: ”ثقة حافظ فقیہ“ (تقریب العبد یب: برقم ۳۳۲۰)
- (۲)۔۔۔۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: ”الحافظ شیخ الاسلام محدث الحرم۔۔۔ امام حجة حافظ“ (تذکرۃ الحفاظ برقم ۲۳۹)
- (۳)۔۔۔۔ محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۴ھ: ”الفضیہ الحافظ متفق علی جلالته واتقانه“ (تقریب برقم ۶۲۹۶)
- (۴)۔۔۔۔ سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۶ھ: ”مدنی تابعی ثقة“ (تاریخ الثقات ج ۱ ص ۷۴ برقم ۴۹۹)
- (۵)۔۔۔۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما م ۷۳ھ: ”احد الکثرین من الصحابة والعبادة“ (تقریب برقم ۳۳۹۰)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ باقی رہا بعض الناس کا یہ کہنا کہ مسند الحمیدی میں ”فلا“ کا لفظ بڑھا دیا گیا یہ ایک ایسا دعویٰ بلا دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرکاش کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں مسند الحمیدی کا ایک قلمی نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں موجود ہے یہ نسخہ مسند حمیدی کے تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے، اس نسخہ خانقاہ سراجیہ کندیاں اور قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند میں ”فلا یرفع ولا بین السجدتین“ کے الفاظ موجود ہیں۔ اس نسخہ کا قلمی عکس ہم نے تسکین العینین لگا دیا ہے، سنی العقیدہ، مستند ثقہ و صدوق محدث حبیب الرحمن اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فریق مخالف کے استاذ کل زیر حسین کے دو شاگردوں زیر حسین معروف بہ زین العابدین اور محی الدین کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے اس میں بھی مذکورہ الفاظ موجود ہیں۔ (ملخصاً تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۳۹-۴۰) اسی طرح حسن سلیم اسد الدارانی کی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ مسند حمیدی میں بھی ”فلا یرفع ولا بین السجدتین“ کے الفاظ موجود ہیں۔ (مطبوعہ داراللسان، دمشق، سوریا ج ۱، ص ۵۱۵ برقم ۶۲۶، الطبعة الاولى، ۱۹۹۶م بحوالہ مکتبہ شاملہ)

مزید یہ کہ اگر بالفرض مسند حمیدی کے کسی قابل اعتبار نسخہ میں ”فلا یرفع ولا بین السجدتین“ کے الفاظ موجود نہ بھی ہوں تو اس سے عہد الرحمن مہار کپوری کے بقول ”فلا یرفع ولا بین السجدتین“ والے نسخوں کا محرف یا الحاتی ہونا لازم

نہیں آتا کیونکہ عبدالرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ: ”کتب حدیث میں متعدد روایات اور عبارات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان روایات اور عبارات کو الحاقی وغیرہ نہیں بتلاتا۔

(تحقیق الکلام ج ۲، ص ۳۸، ۳۹)

حدیث نمبر ۳: بحوالہ خلافيات بیہقی:

”قد روی الامام الحافظ المحدث ابوبکر البیہقی قال وربما تعلقوا بما اخبرنا ابو سعید سعید بن محمد بن احمد الشعبي العدل، حدثني ابو عبد الله محمد بن غالب من حفظه ببغداد، ثنا احمد بن محمد بن خالد البرائي، ثنا عبد الله بن عون الخزاز، ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه، اذا افتتح الصلاة، ثم لا يعود.

(خلافيات بیہقی قلمی: ص ۱۴۹)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلا شک و شبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

کتب اسماء الرجال سے اس روایت کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خراسانی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۵۸ھ: ”الامام الحافظ العلامة شیخ

خراسان۔ الحافظ العلامة الثبت الفقیہ شیخ الاسلام“ (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۰۱۳۔ سیر اعلام النبلاء برقم: ۸۶)

(۲)۔۔۔ امام ابوسعید سعید بن محمد الشعبي النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ: ”العدل۔۔۔ معروف من اهل الحديث۔۔۔ ادرك

الاسانيد العالية بالعراقيين۔ محدث“ (المعجم من كتاب السیاق لنیسابور لابی اسحاق الصیرفینی برقم: ۷۲۳۔

الانساب للسمعانی ج ۸ ص ۱۱۳، الباب فی تہذیب الانساب ج ۲ ص ۱۹۹، جمہیر المستہب، تحریر المشتہ ج ۲ ص ۸۱۴)

(۳)۔۔۔ امام محمد بن غالب ابو عبد اللہ ابن الصفار المالکی رحمۃ اللہ علیہ: ”الفقیہ۔۔۔ احدا لائمة۔۔۔ وكان حافظا للفقه

عالمًا بالشروط متقدما فيه۔ محدث۔ مفتی الاندلس“ (تاریخ اسلام ۴۶۸۔ تاریخ علماء الاندلس برقم: ۱۱۳۸۔

جذوة المتقربین فی ذکر دولة الاندلس ج ۲ ص ۸۱، بغیۃ المستمسک فی تاریخ رجال اہل الاندلس برقم: ۲۳۹، سیر اعلام النبلاء

برقم: ۲۵۶۷)

(۴)۔۔۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن خالد البغدادی البرائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۰ھ: ”ثقة مأمون“ (سیر اعلام النبلاء: برقم

۲۵۷۰ تاریخ بغداد برقم ۲۶۶۱، الثقات ممن لم یقع فی الکتب الستہ: ۶۳۲)

- (۵)۔۔۔۔۔ عبد اللہ بن عون الخزاز البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۲ھ: ”ثقة عابد“ (تقریب التہذیب برقم ۳۵۲۰)
- (۶)۔۔۔۔۔ مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۹ھ: ”امام دار البہجۃ راس المتقنین و کبیر المثبتین“ (ایضاً: برقم ۶۴۲۵)
- (۷)۔۔۔۔۔ محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴ھ: ”الفقیہ الحافظ متفق علی جلالۃ و اتقانہ“ (ایضاً: برقم ۶۲۹۶)
- (۸)۔۔۔۔۔ سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶ھ: ”مدنی تابعی ثقة“ (تاریخ الثقات برقم ۴۹۹)
- (۹)۔۔۔۔۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ: ”احد البکثرین من الصحابة والعبادلة“ (تقریب برقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند ڈنگے کی چوٹ پر صحیح ہے، اور اس کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ و صدوق ہیں۔ مزید برآں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے: مسند الحمیدی: ۷۹)

ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”وهذا سند ظاهر الجوده... الخ..“

کہ اس سند کا ظاہر ٹھیک ہے..... الخ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ برقم ۹۴۳)

شیخ عبدالفتاح ابو غندہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ مذکورہ حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے عبد اللہ بن عون الخزاز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جیسا کہ گزرا اور یہ مسلم اور نسائی کے رجال میں سے ہیں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب کے اندر ان کو ثقہ، مامون اور عابد کہا ہے۔

الامام الحجۃ، الناقد المحدث الکبیر مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲ھ کہتے ہیں:

”لا بأس بسنده“ اس حدیث کی سند میز کوئی حرا بی نہیں ہے۔ (شرح ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۴۷۲)

محدث جاز شیعہ عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”تضعیف الحدیث لایثبت بمجرد الحكم وانما یثبت ببیان وجوه الطعن وحديث ابن

عمر الذی رواه البیهقی فی خلائیاتہ رجالہ رجال الصحیح فما یری له ضعفاً بعد ذالک اللهم

الا ان یکون الراوی عن مالک مطعوناً لکن الاصل العدم فهذا الحدیث عندی صحیح لا محالہ“

(امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث پر غیر مبین السبب جرح مردود ہے کیونکہ) حدیث میں ضعف محض کسی کے

ضعیف کہہ دینے سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اسباب طعن بیان کرنے سے ہوگا، اور یہ حدیث جسے امام بیہقی رحمۃ

اللہ علیہ نے خلائیات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس کے راوی بخاری و مسلم کے راوی ہیں،

(قلمی المواهب اللطيفة بحواله معارف السنن ج ۲، ص ۴۹۸)

حدیث نمبر ۴: بحوالہ المدونہ الکبریٰ:

{سند کی تحقیق}

(١) --- سحنون بن سعيد التنوخي رحمه الله عليه م ٢٢٠هـ: "ثقة"

(۲)۔۔۔ عبد الرحمن بن قاسم القنقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ: "ثقة" (ترتیب المدارک ج ۳ ص ۲۴۵، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۳، معانی الاختیار ج ۲ ص ۲۰۶، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۱)

(۳)۔۔۔ ابو محمد عبد اللہ بن وہب المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ: "ثقة"

(تہذیب الکمال ج ۱۶، ۲۸۶، ۲۸۵، تاریخ الثقات برقم ۹۰۶، تقریب برقم ۳۶۴)

(۴)۔۔۔ مالک بن انس الدنئ رحمة الله عليه و آله: "امام دارالہجرة راس المتقنين و کبر المثبتين"

(تقریب العهد یب برقم ۶۴۲۵)

(۵)۔۔۔ محمد بن مسلم الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴ھ: ”الفقیہ الحافظ متفق علی جلالته“ (ایضاً رقم ۶۲۹۶)

(۶)۔۔۔ سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶ھ: ”مدنی تابعی ثقة“ (تاریخ، الثقات: ۴۹۹)

(۷)۔۔۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۷۳ھ: ”احد البکثرین من الصحابة والعبادلة“

(تقریب التہذیب رقم ۳۴۹۰)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ نیز امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے امام سالم بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی تصریح کر دی۔ (دیکھئے: مسند الحمیدی ص ۷۹)

نیز کلام عرب کا مشہور ضابطہ ہے کہ ”التقدیم ماحقہ التأخیر یفید الحصر“ (دیکھئے: فتح رب البریہ فی شرح نظم الاجرومیہ ج ۱، ۱۴، شرح الفیہ ابن مالک ج ۶، ص ۷، شرح الدرۃ الیتمہ ج ۱، ص ۲، شرح نظم المقصود ج ۱۳، ص ۳)

اور اس حدیث پاک میں بھی شرط یعنی ”اذا افتتح التكبير للصلاة“ کو موخر اور جزاء یعنی ”کان یرفع یدیه“ کو مقدم کر کے رفع یدین کو تکبیر تحریر کے ساتھ محدود و محصور کر دیا گیا ہے۔ اور حصر نفی کو مستلزم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں شروع نماز کے علاوہ تمام مقامات پر رفع یدین کی نفی کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵: بحوالہ اخبار الفقہاء والمحدثین:

”قد روی الامام الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن حارث الخشني القيرواني، حدثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن اسلم عن عبد الله بن عمر قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة نرفع ايدينا في بدء الصلوة وفي داخل الصلوة عند الركوع فلما هاجر النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلوة عند الركوع وثبت على رفع اليدين في بدء الصلوة“

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع الیدین کرنا چھوڑ دیا، اور شروع نماز میں ہمیشہ کرتے رہے۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ رقم ۷۸۷۳، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ لبنان)

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ کتب اسماء الرجال سے حاضر ہے۔

(۱) امام ابو عبد اللہ محمد بن حارث القیر وانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶ھ

(۱)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ۔ الحافظ الامام“

(تاریخ الاسلام برقم ۱۷، تذکرۃ برقم ۹۳۴، سیر اعلام النبلاء برقم ۳۳۱۹)

(۲)۔۔۔۔۔ امام ابراہیم بن علی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۹ھ لکھتے ہیں: ”کان حافظاً للفقہ متقدماً فیہ نبیہا ذکیاً فقیہاً فطناً متفہناً عالماً“ (الديباج المذهب ج ۲ ص ۲۱۲)

(۳)۔۔۔۔۔ امام محمد بن فتوح الحمیدی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۸ھ کہتے ہیں: ”من اهل العلم والفضل فقیہ محدث“ (جدوۃ المقتبس ج ۱ ص ۵۳ و فی طبعة ص ۷۷)

(۴)۔۔۔۔۔ امام احمد بن یحییٰ النضی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۹۹ھ نقل کرتے ہیں: ”من اهل العلم والفضل فقیہ محدث“ (بغیۃ الملتبس ج ۱ ص ۷۱ برقم ۹۶)

(۵)۔۔۔۔۔ علامہ خیر الدین زرکلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں: ”مؤرخ من الفقهاء الحفاظ“ (الاعلام، ج ۶ ص ۷۵)

(۶)۔۔۔۔۔ امام ابن القریظ رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۳ھ کہتے ہیں: ”کان حافظاً للفقہ عالماً بالفتیاء حسن القیاس“ (تاریخ علماء الاندلس ج ۲، ۱۱۵ برقم ۱۳۰۰)

(۲) عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک القبری م ۳۲۰ھ

(۱)۔۔۔۔۔ امام ابن القریظ م ۷۴۳ھ نقل کرتے ہیں: ”کان معتبراً بالعلم، حافظاً للبسائل، عاقداً للشروط مفتی اهل موضعه“ (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۷۳ برقم ۸۹۳)

(۲)۔۔۔۔۔ امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں: ”من عنی بطلب العلم و درس البسائل و عقد الوثائق مع فضله“ (اخبار الفقهاء والحدیثین ص ۲۶، برقم ۳۸۱)

(۳) امام عبید اللہ بن یحییٰ القرطبی م ۲۹۸ھ

(۱)۔۔۔۔۔ امام خالد بن سعد م ۳۵۲ھ کہتے ہیں: ”کان عاقلاً وقوراً والفر الحرمة عظیم الجاہ بعید الاسم تام البروءة عزیز النفس عزیز المعروف نہاضاً بالاثقال مشاوراً فی الاحکام“

(اخبار الفقهاء والحدیثین ص ۷۰، برقم ۳۱۰)

(۲)۔۔۔۔۔ امام محمد بن ابراہیم بن حیون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً ایضاً ص ۱۷۲)

(۳)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۲۸ھ کہتے ہیں: ”کان جیلاً نبیلاً کبیر الشان۔ الفقیہ الامام البعیر مسند القرطبة“ (تاریخ الاسلام برقم ۲۹۳، سیر اعلام النبلاء برقم ۲۴۸)

(۴)۔۔۔۔ امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ کہتے ہیں: ”وكان رجلاً عاقلاً كريماً عظيم البال والجاه مقدماً في المشاورة في الاحكام منفرداً برئاس البلد غير كدافع“ (تاریخ علماء الاندلس ج ۱، ص ۲۹۳، برقم ۳۶۳)

(۴) عثمان بن سواده القرطبی رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ۲۳۵ھ

(۱)۔۔۔۔ امام ابن الفرضی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۳ھ نقل کرتے ہیں: ”كان عثمان بن سواده ثقة مقبلاً عند القضاة والحكام وكان من اهل الزهد والعبادة وكثرة التلاوة“ (تاریخ علماء الاندلس، ج ۱، ص ۳۳۶، برقم ۸۹۰)

(۲)۔۔۔۔ امام عبید اللہ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”كان عثمان ثقة مقبولاً عند القضاة والحكام وكان من اهل الخير والفضل“ (اخبار الفقهاء والمحدثين ص ۲۱۳ برقم ۳۷۸)

(۵) امام حفص بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ

(۱)۔۔۔۔ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ ابن معین برقم ۵۰۳۸)

(۲)۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ليس به باس“ (الجرح والتعديل برقم ۸۰۹)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”صالح الحديث“ (ایضاً)

(۴)۔۔۔۔ امام ابو زرعد رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”لا باس به“ (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”وكان من العلماء الاتقياء له مواعظ. المحدث الامام الثقة. ثقة“ (تاریخ الاسلام برقم ۷۴، سير اعلام النبلاء برقم ۱۲۱۴، لمن تكلم فيه وهو موثق برقم ۹۰)

(۶) امام زید بن اسلم المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ

(۱)۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل برقم ۲۵۱۱)

(۲)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)

(۳)۔۔۔۔ امام ابو زرعد رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)

(۴)۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۰ھ کہتے ہیں: ”وكان ثقة كثير الحديث“ (الطبقات الکبریٰ ۱۲۱۳)

(۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة عالم“ (تقریب برقم ۲۱۱۷)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

﴿احادیث ابی ہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ وعباد بن زبیرؓ﴾

(۱) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ التمهید لابن عبد البر:

قال الامام ابو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد ابن عبد البر النمری القرطبی: وحجتهم ايضاً. مارواه نعيم المبحر وابو جعفر القاري عن ابی هريرة: انه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة ويكبر كلما خفض ورفع ويقول: انا اشبهكم صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم. (التمهيد لمافي المؤطا من المعاني والاسانيد، ج ۵، ص ۵۸)

ترجمہ: امام ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ترک رفع یدین کے قائلین کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے نعيم المبحر اور ابو جعفر القاری، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو ہی رفع یدین کرتے (اور بقیہ) جھکنے و اٹھنے کے وقت صرف تکبیر ہی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں تم میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہوں۔

فائدہ:

اس مرفوع روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف تکبیر تحریرہ کے وقت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے، اور بقیہ مقامات پر صرف تکبیر کہتے تھے۔

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ: سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور میں رہے، لہذا آپ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں۔ (نور العینین: ص ۳۲۸) لہذا ثابت ہوا کہ بضابطہ علی زئی اختلافی رفع یدین منسوخ ہے، اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث ناسخ ہے۔

۲۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ سنن ابی داؤد:

"حدثنا مسدد حدثنا يحيى عن ابن ابي ذئب عن سعيد بن سمعان عن ابی هريرة: قال كان رسول

الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل في الصلوة رفع يديه مدا" (سنن ابی داؤد: ج ۱، ص ۱۱۰)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف جب نماز میں داخل ہوتے تو ہی خوب اٹھا کر رفع یدین کرتے۔

فائدہ:

امام ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ ۶۰۶ھ اور علامہ محمد بن محمد السوسی المطر بی المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۹۴ھ نے اس

حدیث سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (ملخصاً: جامع الاصول ج ۵، ۳۰۳ برقم ۳۳۸۵، جمع الفوائد ج ۱، ص ۲۲۲ برقم ۱۳۳۵) اسی طرح امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۲ھ نے اس حدیث کو باب ”من لم یذکر الرفع عند الركوع“ کے تحت ذکر کر کے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع وغیرہ کے وقت ترک رفع یدین پر اس سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع یدین اور اس کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر کیا اگر دیگر تکبیروں کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں کو اٹھاتے تو اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ نیز یہ حدیث متعدد کتب میں مختلف سندوں کے ساتھ موجود ہے جن میں کچھ سندیں ضعیف کچھ صحیح اور کچھ حسن درجہ کی ہیں۔ الغرض فی نفسہ یہ حدیث بالکل صحیح و ثابت ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۹ھ نے ”وہو صحیح“ اور ”ہذا صحیح“ لکھ کر اسے دو مرتبہ صحیح ترین قرار دیا ہے، (سنن ترمذی: ج ۱، ص ۴۱۸)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ھ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ نے بھی ان کی موافقت فرما رکھی ہے، (المستدرک مع التعلیق: ج ۱، ص ۳۲۵) قاضی شوکانی لکھتا ہے کہ:

”الحديث لا مطعن في اسناده“ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

(نیل الاوطار: ج ۲، ص ۶۵ بحوالہ نوار الصباح ج ۱، ص ۷۴)

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کی مختلف اسناد نقل کر کے ”هذا اسناد صحيح، رجاله ثقات... الخ“ اور ”هذا اسناد صحيح على شرط الشيخين“ قرار دے کر ان کی زبردست تصحیح کی ہے۔

(دیکھئے: صحیح سنن ابی داؤد، ج ۳، ص ۳۲۱)

۱۔ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی:

”حدثنا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن النسائي انا عمرو بن يزيد ابو يزيد الجرمي ثنا سيف بن عبد الله ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس: ان النبي صلى الله عليه وسلم قال السجود على سبعة اعضاء: اليدين، والقدمين، والركبتين، والجبهة، ورفع الايدي اذ رايت البيت وعلى الصفا والمروة وبعرفة عند رمي الجمار، واذا اقيمت الصلوة“

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ، دونوں پیر، دونوں گھٹنے اور پیشانی پر اور رفع یدین ان موقعوں پر ہوتا ہے۔ جب بیت اللہ دیکھے، اور صفا و مروہ پر، عرفہ میں (وقوف کے وقت) رمی جمار کے وقت، اور جب نماز شروع کی جائے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۱۱، ص ۵۲ برقم ۱۲۲۸۲)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:

- (۱)۔۔۔۔ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۰۳ھ: ”الامام المحافظ الثبت شیخ الاسلام ناقد الحدیث“ (سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱، ص ۷۹، رقم ۲۵۸۶)
- (۲)۔۔۔۔ ابو یزید عمرو بن یزید الجرمی رحمۃ اللہ علیہ: ”صدوق“ (الجرح والتعديل رقم ۱۳۹۲، تقریب رقم ۵۱۳۱)
- (۳)۔۔۔۔ ابوالحسن سیف بن عبید اللہ الجرمی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۰ھ: ”ثقة صالح“ (الکاشف: ج ۱، ص ۷۶، رقم ۲۲۲۳)
- (۴)۔۔۔۔ ابوبشور قاء بن عمر الیشکری الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: ج ۹، ص ۵۱، رقم ۲۱۶)
- (۵)۔۔۔۔ عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: ”ثقة ثقة رجل صالح“ (ایضاً: ج ۶، ص ۳۳۴، رقم ۱۸۴۸)
- (۶)۔۔۔۔ ابو عبد اللہ سعید بن جبیر الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۵ھ: ”ثقة ثبت فقیہ“ (تقریب رقم ۲۲۷۲)
- (۷)۔۔۔۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: ”احد البکثرین من الصحابة واحد العبادلة من فقهاء الصحابة“ (تقریب: ج ۱، ص ۳۰۹، رقم ۳۴۰۹)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

فائدہ:

یاد رہے اس صحیح حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اس لیے وتر، جنازہ، عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔ اس صحیح حدیث سے بھی بصراحت ثابت ہوا کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا۔

۲۔ حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بحوالہ مسند البزار:

حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء ثنا عبد الرحمن بن محمد البحار بنی ثنا ابن ابی لیلی عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ترفع الایدی فی سبعة مواطن: فی افتتاح الصلوة، واستقبال البیت، والصفاء والبروة، والموقفین، وعند الحجر. (مسند البزار بحوالہ نصب الراية: ج ۱، ص ۴۰۰)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ سات موقعوں پر رفع یدین کیا جائے، صرف نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) بیت

اللہ کو دیکھنے کے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) مزدلفہ میں (بوقت وقوف) اور جمرتین پر کنکری مارنے کے وقت۔

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں میں سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ، اور حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق و تعدیل کے حوالے حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے ذیل میں پیش کیے جا چکے ہیں، اور بقیہ راویوں کے حاضر ہیں۔

(۱) ابو کریب محمد بن العلاء رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۲ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "صدوق" (الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۵۲ برقم ۲۳۹)
- (۲)۔۔۔۔ حافظ ذہبی م ۴۸۰ھ لکھتے ہیں: "الحافظ الثقة محدث الكوفة" (تذکرۃ الحفاظ: برقم ۵۱۲)
- (۳)۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ م ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (کتاب الثقات: ج ۹ ص ۱۰۵ برقم ۱۵۴۳۵)
- (۴)۔۔۔۔ ابن العماد حسنبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۸۹ھ کہتے ہیں: "ثقة" (شذرات الذهب: ج ۳، ۲۲۶)
- (۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: "ثقة حافظ" (تقریب: برقم ۶۲۰۴)

(۲) عبدالرحمان بن محمد محارب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۵ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعديل: برقم ۱۳۴۲)
- (۲)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "صدوق... الخ" (ایضاً)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابوالحسن النعمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "لاباس به" (معرفۃ الثقات: برقم ۱۰۷۵)
- (۴)۔۔۔۔ امام ابن شاہین م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۸۱۰)
- (۵)۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۰ھ کہتے ہیں: "الحافظ الثقة" (سیر اعلام النبلاء: برقم ۱۳۵۹)

(۳) ابوالقاسم مقسم بن بجرہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۱ھ

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "صالح الحديث لاباس به" (الجرح والتعديل: برقم ۱۸۸۹)
- (۲)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۱ھ کہتے ہیں: "صدوق" (تقریب: برقم ۲۸۷۳)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابوالحسن النعمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ الثقات: برقم ۱۶۲۷)
- (۴)۔۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۳۱۸)
- (۵)۔۔۔۔ امام دارقطنی م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (موسوعة اقوال الدارقطني: برقم ۳۵۶۹)

(۴) ابو عبد اللہ نافع المدنی رحمۃ اللہ علیہ علیہ السلام

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو الحسن المحلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶ھ کہتے ہیں: ”تابعی ثقة“ (تاریخ الثقات: برقم ۱۶۷۹)
- (۲)۔۔۔۔ امام ابو یعلیٰ خللی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶ھ کہتے ہیں: ”امام فی العلم متفق علیہ صحیح الروایۃ“ (الارشاد: برقم: ۱۳)
- (۳)۔۔۔۔ علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ ۶۸ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً: وفيات الاعیان برقم ۷۵۶)
- (۴)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثبت فقیہ مشہور“ (تقریب: برقم ۷۰۸۶)
- (۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات: برقم ۷۵۷۵)

خلاصۃ التحقیق:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

قائدہ:

سابقہ حدیث کی طرح اس صحیح حدیث میں بھی اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے۔

۳۔ حدیث عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بحوالہ خلافت بیہقی:

”اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ عن ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن اسحاق عن الحسن بن ربیع عن حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحییٰ عن عباد بن الزبیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کان اذا افتتح الصلا قد رفع یدیه فی اول الصلا ثم لم یرفعہما فی شیء حتی یفرغ۔“

ترجمہ: (صحابی رسول سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے) سیدنا عباد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بلا شک و شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو صرف ابتداء نماز میں (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) ہی رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (خلافت بیہقی بحوالہ نصب الراية: ج ۱، ص ۴۰۳)

{سند کی تحقیق}

اس حدیث کی سند کے راویوں کا کتب رجال سے تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

- (۱)۔۔۔۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۵ھ: ”ثقة“ (تاریخ بغداد برقم ۱۰۹۶)
- (۲)۔۔۔۔ امام ابو العباس محمد بن یعقوب الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۶ھ: ”ثقة“ (ملخصاً: التقييد لمعرفة رواة السنن ج ۱، ص ۱۲۴)

- (۳)۔۔۔ ابو بکر محمد بن اسحاق الصاغانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۰ھ: "ثقة ثبت" (تقریب: برقم ۵۷۲۱)
- (۴)۔۔۔ ابوعلی الحسن بن ربیع البورانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۰ھ: "ثقة" (تقریب: برقم ۱۲۴۱)
- (۵)۔۔۔ ابو عمر حفص بن غیاث النخعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲ھ: "ثقة مامون فقیہ" (تاریخ الثقات للعلی برقم ۳۱۰)
- (۶)۔۔۔ محمد بن ابی یحییٰ سمان الاسلمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۶ھ: "ثقة" (الکاشف: برقم ۵۲۱۹)
- (۷)۔۔۔ عباد بن عبد اللہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ ۹۰ھ: "ثقة" (تقریب: برقم ۳۱۳۵)

خلاصہ التحقیق:

مندرجہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ تک بالکل صحیح و ثابت ہے۔ نیز سیدنا عباد بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہونے کے علاوہ اپنے والد محترم (سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔ اور انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہم سے احادیث نقل کی ہیں۔ الغرض اس صحیح السند روایت سے کم از کم اتنی بات تو ثابت ہو گئی کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند کے نزدیک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز کے علاوہ ترک رفع یدین پر عامل تھے۔

حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

۱۔ حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بحوالہ صحیح مسلم:

"حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرۃ: قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة"

ترجمہ: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہو گیا مجھے کہ میں دیکھ رہا ہوں تمہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے جیسے شیر گھوڑوں کی دھیں ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۱۸۱)

فائدہ:

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔ اور اس حدیث شریف میں

مسک اہلسنت والجماعت پر واضح دلیل ہے کہ نماز کے اندر پہلے رفع یدین مشروع تھا، بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ نیز صحیح مسلم کے علاوہ یہ حدیث من طریق تمیم بن طریف الطائی مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ صحیح ابن حبان: ص ۵۸۴

(۲)۔۔۔۔۔ سنن ابی دود: ج ۱، ص ۱۵۰

(۳)۔۔۔۔۔ سنن النسائی: ج ۱، ص ۱۷۶

(۴)۔۔۔۔۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۳۷۰

(۵)۔۔۔۔۔ المعجم الکبیر للطبرانی: برقم ۱۷۹۵

(۶)۔۔۔۔۔ مشکل الآثار للطحاوی: برقم ۵۱۷۸

(۷)۔۔۔۔۔ مسند ابی یعلی الموصلی: برقم ۷۴۷۲

(۸)۔۔۔۔۔ مصنف عبدالرزاق: برقم ۳۲۵۲

(۹)۔۔۔۔۔ مسند احمد بن حنبل: ص ۱۵۲۰

(۱۰)۔۔۔۔۔ المحلی لابن حزم: ص ۳۷۷

(۱۱)۔۔۔۔۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۸۰

(۱۲)۔۔۔۔۔ مسند ابی عوانہ: ج ۲، ص ۸۵

(۱۳)۔۔۔۔۔ مسند الطیالسی: برقم ۷۸۶

(۱۴)۔۔۔۔۔ التمهید لابن عبدالبر: ج ۹، ص ۲۲۱

واضح رہے کسی شخص کا کسی حدیث کو کسی بات کے تحت ذکر کرنا۔ یہ اس شخص کی ذاتی رائے اور تحقیق ہے۔ جس سے دلائل کی روشنی میں اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ اس حدیث کا وہی ہی مطلب قطعی ہے جو وہ بیان کر رہا ہے، علم حدیث کا عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ بعض دفعہ ایک محدث کسی حدیث کو ایک باب کے تحت نقل کرتا ہے اور دوسرا محدث حدیث کے الفاظ عام ہونے کی وجہ سے اسی حدیث کو کسی دوسرے باب کے تحت نقل کر دیتا ہے۔ اور یہی معاملہ حدیث مذکور کے متعلق بھی ہے۔ کیونکہ اس حدیث کو اگر بعض حضرات نے تشہد وغیرہ کے باب میں نقل کیا ہے تو کیا ہوا کئی دوسرے حضرات نے اسے حرکت نہ کرنے، خشوع و خضوع، نماز میں سکون کرنے کے عنوان کے تحت بھی ذکر کیا ہے۔ اور متعدد ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے صراحتاً اسے نماز میں رفع یدین نہ کرنے کی دلیل بھی بنایا ہے اور اس پر ترک رفع یدین کے ابواب بھی باندھے ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

(۱)۔۔۔۔۔ امام ابو عوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ”بیان الہی عن الاختصار فی الصلوٰۃ وایجاب الانصات

- والسكون في الصلوة الا لصاحب العذر“ کے تحت نقل کیا ہے۔ (دیکھئے: مسند ابی عوانہ: ج ۲، ص ۸۵)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۵ھ نے اسے ”من كره رفع اليدين في الدعاء“ کے عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۸۴۴)
- (۳)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ نے ”ذكر ما يستحب للبصلي رفع اليدين عند قيامه من الركعتين من صلوته“ کے تحت درج کیا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ج ۳، ص ۱۷۸)
- (۴)۔۔۔۔۔ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۰ھ نے ”باب الكراهية ان يضرب الرجل بيده عن يمينه وعن شماله في الصلوة“ کے تحت اسے نقل کیا ہے۔ (المسند المستخرج علی صحیح مسلم: برقم ۹۶۱)
- (۵)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر البیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ نے ”جامع ابواب الخشوع في الصلاة والاقبال عليها“ کے تحت ”باب الخشوع في الصلاة“ میں درج کیا ہے۔ (السنن الکبری للبیہقی: برقم ۳۵۲۰)
- (۶)۔۔۔۔۔ امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ نے ”باب في بيان رفع اليدين في اول الصلوة“ کے تحت نقل کر کے اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔ (دیکھئے: شرح سنن ابی داؤد: ج ۳، ص ۲۹۷)
- (۷)۔۔۔۔۔ امام ابو محمد جمال الدین زلیعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ نے اس حدیث سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔ (ملخصاً: نصب الراية ج ۱، ص ۴۷۲)
- (۸)۔۔۔۔۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۶ھ کی طرف منسوب غیر مقلدین کے نزدیک معتبر ”رساله جزء رفع اليدين“ کے اقتباس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی اس حدیث کو ترک رفع یدین کی دلیل بنایا گیا ہے۔ (ملخصاً: جزء رفع اليدين ص ۶۱ و فی طبعہ ص ۳۲ برقم ۳۷)
- (۹)۔۔۔۔۔ امام ابو زکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ کے عمل سے بھی ظاہر ہے کہ اس حدیث کو حضرات نے ترک رفع یدین کی دلیل بنایا ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۳، ص ۴۰۳)
- (۱۰-۱۱) حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ، حافظ ابن الملقن رحمۃ اللہ علیہ کے عمل سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۳، ص ۱۷۸، البدیع المیز ج ۳، ص ۴۸۵)
- (۱۲)۔۔۔۔۔ امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ نے اس حدیث کو رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بتایا ہے۔ (مرقات ج ۲، ص ۲۷۵، الاسرار المفوہ ص ۳۵۶، شرح نقایہ ج ۱، ص ۷۸)
- (۱۳)۔۔۔۔۔ امام ابو بکر علاؤ الدین الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۷ھ نے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ (بدائع الصنائع: ج ۱، ص ۲۰۷)
- (۱۴)۔۔۔۔۔ امام عثمان بن علی المعروف فخر الدین زلیعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۳ھ نے بھی اس سے ترک رفع یدین پر دلیل پکڑی

ہے۔ (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: ج ۱، ص ۱۲۰)

(۱۵)۔۔۔۔ علامہ ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۴ھ نے اس حدیث سے رفع الیدین عند الركوع کی منسوخیت پر دلیل پکڑی

ہے۔ (رسالہ کشف الرین بحوالہ نور الصباح ج ۲، ص ۳۲۳)

(۱۶)۔۔۔۔ شمس الائمہ امام محمد بن احمد سرخسی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۸۳ھ نے اس سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔

(المبسوط: ج ۱، ص ۱۳)

(۱۷)۔۔۔۔ امام جمال الدین ابو محمد علی بن ابی یحییٰ النعمانی الخرزجی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۶ھ نے اسے ”باب لا ترفع الایدی

عند الركوع ولا بعد الرفع منه“ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب: ج ۱، ص ۲۵۶)

(۱۸)۔۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن محمد البغدادی القدوری رحمۃ اللہ علیہ م ۴۲۸ھ نے اسے ”باب لا ترفع الیدین فی تکبیر

الركوع“ کے تحت درج کیا ہے۔ (التجرید: ج ۲، ص ۵۱۸-۵۱۹)

(۱۹)۔۔۔۔ علامہ زنجشیری نے بھی اس حدیث کو ”لا ترفع الایدی فی الصلوۃ الا عند افتتاح الصلوۃ“ کے عنوان کے

تحت ذکر کیا ہے۔ (ردوس المسائل الخلافیۃ بین الحنفیۃ والشافعیۃ: ج ۱، ص ۱۵۶)

(۲۰)۔۔۔۔ امام ابوالمعانی برہان الدین البخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۶۱۶ھ نے ”الخط البرہانی فی الفقہ النعمانی“ ج ۱، ص ۳۷۶ پر۔

(۲۱)۔۔۔۔ امام زین الدین المعروف بابن نجیم المصری رحمۃ اللہ علیہ م ۷۹۰ھ نے ”البحر الرائق شرح كنز الدقائق“

ص ۳۴۱ ج ۱ پر۔

(۲۲)۔۔۔۔ امام احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۳۱ھ نے ”حاشیۃ الطحاوی“ ج ۱، ص ۲۵۷ پر۔

(۲۳)۔۔۔۔ امام ابوالعباس شہاب الدین المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۸۴ھ نے ”الذخیرۃ للقدیرانی“ ج ۲، ص ۲۲۰ پر۔

(۲۴)۔۔۔۔ محدث کبیر زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ”تقریر بخاری“ ج ۳، ص ۱۰۶ پر۔

(۲۵)۔۔۔۔ محدث عظیم رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الحل المفہم“ ج ۱، ص ۷۹ پر اور دیگر کئی ائمہ محدثین نے اس

حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

(۲۶)۔۔۔۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۱ھ نے ”اعلام الموقعین“ ج ۲، ص ۱۵۴، پر

(۲۷)۔۔۔۔ امام صالح بن محمد الفلانی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۱۸ھ نے ”ایقاظہم اولی الابصار: ج ۱، ص ۱۳۶“ پر۔

(۲۸)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ نے ”الدراۃ: ج ۱، ص ۱۴۹“ وفتح الباری ج ۱۱، ص ۴۲۹ پر

اور دوسرے کئی حضرات نے صراحت کر رکھی ہے کہ ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس حدیث کو رفع یدین نہ کرنے کی دلیل

نمایا ہے۔

(۳۹۵۲۹) نیز بطور الزام کے عرض ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ بالجزم کہتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ السلام ۱۵۰ھ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱ھ، امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۹ھ اور امام ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸ھ وغیرہم نے بھی اس حدیث سے رفع یدین نہ کرنے پر دلیل پکڑی ہے۔ (المجموع شرح المہذب: ج ۳، ص ۲۰۰) جو کہ باصول علی زئی ان ائمہ کی طرف اس استدلال کی نسبت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ علی زئی صاحب نے ایک جگہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقہ امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ اس قول کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”دیوان الضعفاء“ میں بطور جزم بیان کیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث ص ۱۳ ش نمبر ۷۳)

(۴۰)۔۔۔۔۔ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”قد ذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الايدي على رواية المنع من ذلك جملة“ امام ابن قسار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ رفع یدین منع کرنے والی حدیثوں میں سب سے واضح طور پر یہ حدیث حجت ہے، اور رفع یدین منع کرنے پر دلیل ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲، ص ۳۴۲، بحوالہ نور الصباح، ج ۲، ص ۳۲۲)

(۴۱)۔۔۔۔۔ علامہ شیخ عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ”فی منع الاقتداء بمن يرفع يديه في الصلوة“ کے عنوان کے تحت نقل کر کے اس سے منسوخیت رفع یدین پر دلیل پکڑی ہے۔ (شرح الجامع الصحیح: ص ۳۱۸)

﴿سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

”حدثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن ابجر عن الزبير بن عدي عن ابراهيم عن الاسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلاته الا حين افتتح الصلوة... الخ“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے شروع نماز کے علاوہ کسی بھی جگہ نماز میں رفع یدین نہ کیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۶۲

(۲)۔۔۔۔۔ الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۵

(۳)۔۔۔ شرح سنن ابی داؤد للنعینی: ج ۳، ص ۳۳۰

(۴)۔۔۔ شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ج ۱، ص ۶۲

(۵)۔۔۔ مرقات: ج ۳، ص ۳۰۳

(۶)۔۔۔ الجوهرة النقی: ج ۲، ص ۷۹

(۷)۔۔۔ الدرایہ: ج ۱، ص ۱۵۲

(۸)۔۔۔ نصب الراية: ج ۱، ص ۴۰۵

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں کا مختصر سا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام یحییٰ بن آدم رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۳ھ

امام ابو زکریا یحییٰ بن آدم بن سلیمان الاموی القرشی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۳ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة صدوق“ (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۶۱۷)

(۲)۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الطبقات الکبری: ج ۶، ص ۴۰۶)

(۳)۔۔۔ امام ابوالحسن العلی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”کوفي ثقة ثبت في الحديث“

(ملخصاً: معرفة الثقات ج ۲، ص ۳۴۷)

(۴)۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (المجرح والتعديل: ج ۹، ص ۱۲۸ برقم ۱۹۶۰)

(۵)۔۔۔ امام ابو زکریا ابن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تهذيب الاسماء واللغات: ج ۲، ص ۱۵۰)

(۶)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۸ھ کہتے ہیں: ”كان فقيهاً اماماً غزير العلم. العلامة الحافظ المجدد“

(تاریخ اسلام: ج ۵، ص ۲۱۶ برقم ۴۰۱، سیر اعلام النبلاء: ج ۸، ص ۱۹۸)

(۷)۔۔۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تهذيب التهذيب: برقم ۳۰۰)

(۸)۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة حافظ“ (تقريب: برقم ۷۶۹۶)

(۲) امام حسن بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۲ھ

دوسرے راوی امام ابو محمد حسن بن عیاش بن سالم الاسدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۲ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی

راوی ہیں، ان کو متعدد دائرہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً۔۔۔۔۔

- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً: معرفة الثقات: برقم ۳۰۴)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: برقم ۱۱۹)
- (۳)۔۔۔۔۔ امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۹۸)
- (۴)۔۔۔۔۔ حافظ ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة حجة“ (خلاصة تہذیب: ج ۱، ص ۸۰)
- (۵)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تقریب: برقم ۴۱۸۱)

(۳) امام عبدالملک بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱ھ

- تیسرے راوی امام عبدالملک بن سعید بن حیان بن ابی بکر المعروف بابن ابی بکر الہمدانی الکنا فی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱ھ صحیح مسلم، سنن النسائی، سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد کے راوی ہیں، ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔
- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات للعلی: برقم ۱۰۳۰)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: ج ۵، ص ۳۵۶ برقم ۱۶۶۱)
- (۳)۔۔۔۔۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۴)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الکاشف: برقم ۳۴۵۳، تاریخ الاسلام: برقم ۲۷۹)
- (۵)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة عابد“ (تقریب: ج ۱، ص ۳۶۳ برقم ۴۱۸۱)

(۴) زبیر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱ھ

- چوتھے راوی ابو عدی زبیر بن عدی الہمدانی الیامی القاضی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۱ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ ان کو متعدد دائرہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثقہ و صدوق کہا ہے۔ مثلاً۔۔۔۔۔
- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثبت صاحب سنة“ (تاریخ الثقات: ج ۳، ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة صالح الحديث مقارب الحديث“ (الجرح والتعديل: ج ۳، ص ۵۸۰ برقم ۲۶۳۲)
- (۳)۔۔۔۔۔ امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۴)۔۔۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۵)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”ثقة فقيه. العلامة الثقة“ (الکاشف: برقم ۲۶۲۴، سیر اعلام النبلاء: برقم ۹۰۱)

(۵) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ

پانچویں راوی امام ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع جلیل القدر راوی ہیں۔ ان کی متعدد دائرہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ثناء و مدح اور توثیق و تعدیل بڑے واضح لفظوں میں فرمائی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة، رجل صالح، فقيه متوق“
(ملخصاً: تاریخ الثقات ج ۱، ص ۵۶ برقم ۴۵)
- (۲)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”وكان عجباً في الورع والخير متوقياً للشهرة راساً في العلم۔ فقيه العراق۔۔۔ وكان من كبار الائمة۔ الامام الحافظ فقيه العراق احداً لعلام۔۔۔ واسع الرواية فقيه النفس كبير الشأن كثير المحاسن“
(الكاشف: برقم ۲۲۱، تاريخ الاسلام ج ۲، ۱۰۵۲، سير اعلام النبلاء ج ۴، ص ۵۲۰ برقم ۲۱۳)
- (۳)۔۔۔۔۔ علامہ ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”احد الائمة المشاهير“ (وفیات الاعيان: ج ۱، ص ۲۵)
- (۴)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”الفقيه المشهور۔ ثقة“
(الایثار بمعرفۃ رواة الآثار ج ۱، ص ۳۹: تقریب برقم ۲۷۰)
- (۵)۔۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ذی حافظ صاحب سنة“
(وفیات الاعيان: ج ۱، ۲۵، ۱ و تہذیب: ج ۱، ص ۱۷۷)
- (۶)۔۔۔۔۔ علامہ ابن الغزی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۶ھ لکھتے ہیں: ”الامام الحبر الفقيه التابعی“ (دیوان الاسلام: ص ۳۱۸)
- (۷)۔۔۔۔۔ امام ابو زرعة رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”النخعي علم من اعلام اهل الاسلام وفقيه من فقهاءهم“
(المجرح والتعديل: برقم ۴۷۳)

(۶) امام اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ

چھٹے راوی امام اسود بن یزید بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴ھ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ بالاجماع راوی ہیں۔ ان کی توثیق و تعدیل کے حوالے حاضر ہیں۔

- (۱)۔۔۔۔۔ امام ابوالحسن العلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات: برقم ۱۰۰)
- (۲)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۸ھ کہتے ہیں: ”ثقة مكثر فقيه“ (تقریب: برقم ۵۰۹)
- (۳)۔۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة من اهل الخير“ (المجرح والتعديل: برقم ۱۰۶۷)

(۴)۔۔۔۔۔ امام یحییٰ بن معین م ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)

(۵)۔۔۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ کہتے ہیں: ”الْفقيه الزاهد العابد عالم الكوفة. الامام القدوة“
(تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۴۱: سیر اعلام النبلاء: برقم ۳۸۱)

(۶)۔۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (بغیۃ الطلب: ج ۴، ص ۱۸۵۳)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند کے تمام راوی متفق علیہ ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند ڈنگے کی چوٹ پہ صحیح مسلم کی شرط پر بلا غبار صحیح ہے۔

اثر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اس اثر کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔۔ جلیل القدر معتدل محدث و امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ کہتے ہیں کہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کے متعلق یہ روایت بالکل صحیح ہے، اگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ہمیشہ) رکوع و سجود میں رفع یدین کرتے دیکھا ہوتا تو خود اس کے خلاف عمل نہ کرتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان پر انکار نہ کرنا یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع الیدین نہ کرنا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا کسی کو بھی مناسب نہیں۔ (ملخصاً: شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۶۴)

(۲)۔۔۔۔۔ الامام الثقف، المحقق الحجة، الناقد المعتدل علاؤ الدین بن علی المعروف بابن الترمکانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۵۰ھ لکھتے ہیں کہ:

”وهذا السند ايضاً صحيح على شرط مسلم“

کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۵)

(۳)۔۔۔۔۔ الامام الثقف ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۵ھ نقل کرتے ہیں کہ: ”والحدیث صحیح“ کہ یہ روایت صحیح

ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد: ج ۳، ص ۳۰۰)

(۴)۔۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

”وهذا رجاله ثقات“ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے تمام راوی مضبوط ہیں۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ: ج ۱، ص ۱۵۲)

(۵)۔۔۔۔۔ الامام الثقف ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زلیطی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۶۲ھ نقل کرتے ہیں کہ:

”والحدیث صحیح“ کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (نصب الراية: ج ۱، ص ۴۰۵)

(۶)۔۔۔۔ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الھمام رحمۃ اللہ علیہ ۸۶۱ھ کہتے ہیں کہ:

”بسنده صحیح“ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (فتح القدیر ج ۱، ص ۳۱۱)

(۷)۔۔۔۔ الامام الحنفی، الحجة الناقد قاسم بن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ، فرماتے ہیں کہ:

”رجالہ ثقات“ کہ اس اثر کے تمام راوی مضبوط ہیں۔ (التعریف الاخبار: ص ۳۱۰)

(۸)۔۔۔۔ الامام الحجة، الناقد المعتدل ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج الکجری رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ کہتے ہیں:

”بسنده صحیح علی شرط مسلم“ کہ اس اثر کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (شرح سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۱۴۷۲)

(۹)۔۔۔۔ علامہ ابوالحسن الہروی القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۳ھ کہتے ہیں کہ:

”سندہ صحیح“ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (مرقات: ج ۳، ص ۲۹۸)

(۱۰)۔۔۔۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۲ھ نے ”مسند الفاروق“ میں مذکورہ بالا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر

کو بلا جرح و قدح نقل فرمایا ہے (دیکھئے: مسند الفاروق: ج ۱، ص ۱۶۳) اور فریق مخالف کے امام العصر ابراہیم سیالکوٹی نے

حافظ موصوف کے متعلق صراحت کی کہ: ”ان کی عام روش یہی ہے کہ وہ قابل جرح روایت پر جرح ظاہر کر دیتے ہیں“

(سیرت المصطفیٰ: ص ۱۸۲) لہذا حافظ موصوف کا اس اثر کو بلا جرح و قدح نقل کرنا سیالکوٹی صاحب کے بقول اس اثر کے

حافظ موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح السند ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱)۔۔۔۔ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”وذكر ابن بطلان انه لم يختلف عنه في ذلك“ امام محمد بن بطلان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ

عنہ سے ترک رفع یدین کے سواء کچھ بھی ثابت نہیں۔ (نیل الفرقان: ص ۴۷)

(۱۲)۔۔۔۔ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ:

”فأثر عمر صحیح بلا ریب“

ترک رفع یدین کے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بلا شک و شبہ صحیح ہے۔ (ایضاً: ص ۷۳)

(۱۳)۔۔۔۔ ثقہ و صدوق محدث نبوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:

”ہو اثر صحیح“ یہ اثر بالکل صحیح ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۰۶)

الحاصل:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین والا اثر صحیح مسلم کی شرط پر بلا غبار صحیح و قابل استدلال ہے۔

﴿سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع الیدین﴾

اثر نمبر ۲: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

”حدثنا وکیع عن ابی بکر بن عبد اللہ بن قطاف النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود“ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۶)
ترجمہ: حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بلا شک و شبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

اس اثر کی سند کے راویوں میں سے امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۷ھ اور امام عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۷ھ کا تذکرہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے اور باقی راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو بکر بن عبد اللہ بن قطاف النهشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ

امام حافظ ابو بکر عبد اللہ بن فلان بن قطاف النهشلی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۶ھ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- (۱)۔۔۔ امام احمد بن یونس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”شیخ صالح مغفل“ (تاریخ ابن معین: ج ۱، ص ۲۴۱، برقم ۹۴۳)
- (۲)۔۔۔ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ ابن معین: ج ۳، ص ۳۳۴، برقم ۱۶۱۳)
- (۳)۔۔۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعدیل: ج ۹، ص ۳۴۴، برقم ۱۵۳۶)
- (۴)۔۔۔ امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”شیخ صالح یکتب حدیثہ“ (ایضاً)
- (۵)۔۔۔ امام ابو حفص عمر بن احمد المعروف بابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“

(تاریخ اسماء الثقات: ج ۱، ص ۱۳۱، برقم ۶۸۵)

- (۶)۔۔۔ امام عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً: التکمیل فی الجرح برقم ۱۸۹۱)
- (۷)۔۔۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”ثقة. صدوق. حجة. رجل صالح تکلم فیہ ابن حبان بلا وجه. صدوق احتج بہ مسلم. صالح. الحدیث. حسن الحدیث“ (الکاشف برقم ۶۵۳۸، المغنی برقم ۷۳۳۸، تاریخ الاسلام برقم ۱۰۶۱، یوان الضعفاء برقم ۴۸۷۱، سیر اعلام النبلاء برقم ۱۱۱۸، ذکر اسماء من تکلم فیہ و هو موثق برقم ۷۳۳۸)

۳۹۴، میزان برقم ۱۰۰۴)

- (۸)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”صدوق“ (تقریب: برقم ۸۰۰۱)
- (۹)۔۔۔۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً: موسوعة اقوال الدارقطنی برقم ۴۰۲۳)
- (۱۰)۔۔۔۔ امام ابن العماد حسینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”صدوق“ (شذرات الذهب ج ۱، ۲۵۴)
- (۱۱)۔۔۔۔ امام عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (معركة الثقات برقم ۲۱۰۲)

(۲) کلیب بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ ۸۱ھ

- امام کلیب بن شہاب بن الجری رحمۃ اللہ علیہ سنن النسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود کے راوی ہونے کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کو متعدد ائمہ محدثین نے ثقہ کہا ہے مثلاً۔۔۔۔
- (۱)۔۔۔۔ امام ابوالحسن العیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”تابعی ثقة“ (معركة الثقات: برقم ۱۵۵۵)
- (۲)۔۔۔۔ حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة كثير الحديث“ (الطبقات الکبریٰ ج ۶، ص ۱۲۳)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابوزرعة رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: برقم ۹۴۶)
- (۴)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”صدوق“ (تقریب: برقم ۵۶۶۰)
- (۵)۔۔۔۔ حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ملخصاً: الثقات برقم ۱۱۷۷)

خلاصہ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ اس اثر کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور اس کی سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

اثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ائمہ محدثین کی نظر میں:

- اب اتمام حجت کے طور پر اس اثر کے متعلق ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:
- (۱)۔۔۔۔ جلیل القدر ثقہ معتدل محدث و ناقد امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۰ھ فرماتے ہیں کہ:
- ”یہ حدیث صحیح ہے اور رفع یدین نہ کرنے والوں کی بہت بھاری دلیل ہے“۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۶۳)
- (۲)۔۔۔۔ امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:
- ”واسناد حدیث عاصم بن کلیب صحیح علی شرط مسلم“ اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (عمدة القاری ج ۵، ص ۲۷۴، و شرح ہدایہ ج ۱، ص ۶۶۸)
- (۳)۔۔۔۔ امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً: نصب الراية ج ۱، ص ۴۰۶)
- (۴)۔۔۔۔ امام ابوالحسن الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ اسے موقوفاً صواب کہتے ہیں۔ (علل الدارقطنی: برقم ۴۵۷)

- (۵)۔۔۔۔ امام علاؤ الدین علی بن عثمان المارذی رحمۃ اللہ علیہ ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ:
 ”رجاله ثقات“ اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔ (الجوہر النقی: ج ۲ ص ۷۸)
- (۶)۔۔۔۔ امام ابو عبد اللہ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ ۸۶۲ھ بھی صحیح مانتے ہیں۔ (ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۳ ۷۴)
- (۷)۔۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ:
 ”رجاله ثقات“ اس حدیث کے تمام راوی مضبوط ہیں۔ (الدرایہ: ج ۱ ص ۱۵۲)
- (۸)۔۔۔۔ امام ابوالحسن ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۳ھ صحیح مانتے ہیں۔ (الاسرار المفوہ: ج ۱ ص ۹۴)
- (۹)۔۔۔۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زلیعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ فرماتے ہیں کہ:
 ”وہو اثر صحیح“ یہ اثر بالکل صحیح ہے۔ (نصب الراية: ج ۱ ص ۴۰۶)
- (۱۰)۔۔۔۔ امام قاسم ابن قطلوبغا الجمالی رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ کہتے ہیں کہ:
 ”سندہ ثقات“ کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (التعریف الاخبار ص ۳۰۹)
- (۱۱)۔۔۔۔ محدث نبوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۲ھ کہتے ہیں کہ:
 ”واسنادہ صحیح“ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۱۲)
- (۱۲)۔۔۔۔ محدث عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:
 ”فانہ علی شرط مسلم“ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (اعلاء السنن: ج ۳ ص ۶۳)

اثر نمبر ۳: بحوالہ الاوسط لابن المنذر:

”حدثنا علي بن عبدالعزيز قال ثنا ابو نعیم قال ثنا ابو بکر یعنی النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابيه انه كان مع علي بصفين قال فكان يرفع يديه الاولى ولا يرفع فيما سوى ذلك“ (الاوسط لابن المنذر: برقم ۱۳۴۳)

ترجمہ: جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہونے والے (تابعی) کلیب بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس اثر کی سند کے راوی امام علی بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ”ثقة مامون“ ہیں (سؤالات حمزہ السہمی: برقم ۳۸۹) اور باقی راویوں کی توثیق و تعدیل کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہذا اس اثر کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بلاشبہ صحیح ہے۔

اثر نمبر ۴: بحوالہ شرح معانی الآثار:

”فان ابابکرۃ قد حدثنا قال ثنا ابو احمد قال ثنا ابو بکر النهشلی قال ثنا عاصم بن کلیب عن ابیه: ان علیاً کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یرفع بعد“
ترجمہ: بلا شک و شبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد بالکل نماز میں نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راوی ”امام ابوبکرہ بکار بن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ“ اور ”امام ابو احمد محمد بن عبد اللہ الزبیری رحمۃ اللہ علیہ“ دونوں ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ۱۲، ص ۵۹۹ و تاریخ اسماء الثقات: برقم ۱۲۹۱) اور باقی راویوں کا تعارف گزر چکا ہے۔ لہذا اس روایت کی سند کے بھی تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اسکی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر نمبر ۵: بحوالہ مؤطا امام محمد:

”قال محمد اخبرنا ابو بکر بن عبد اللہ النهشلی، عن عاصم بن کلیب الجرمی، عن ابیه وکان من اصحاب علی، ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ التي یفتتح بها الصلاۃ ثم لا یرفعہما فی شیء من الصلاۃ“
ترجمہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد کلیب بن شہاب الجرمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے رفع یدین کرتے تھے، اس کی بعد نماز کے کسی حصے میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد: ص ۹۴ و کتاب الحج ج ۱ ص ۷۵)

فائدہ:

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت اس روایت کی سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بھی بلا غبار صحیح ہے۔۔

اثر نمبر ۶: بحوالہ المدونۃ الکبریٰ:

”قال وکیع عن ابی بکر بن عبد اللہ بن قطاف النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیاً کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود“ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۲۰)
ترجمہ: بلا شک و شبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

فائدہ:

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل و وثائق کے حوالے گزر چکے ہیں لہذا اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ نیز

مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین نہایت ہی مضبوط سندوں کے ساتھ ثابت ہے۔

﴿سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۷: بحوالہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

”حدثنا اسحاق بن ابی اسرائیل حدثنا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر فلم يرفعوا ايديهم الا عند افتتاح الصلاة“ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی برقم ۵۰۳۶)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

تنبیہ:

اس روایت کو سابقہ صفحات میں پیش کی جانے والی صحیح صریح احادیث کی تائید اور استشہاد میں پیش کیا گیا ہے، اور چونکہ یہ روایت بطور تائید اور متابعت کے ہے اس لیے اس روایت کی سند پر بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے اگلی روایات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

﴿سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۸: بحوالہ مؤطا امام مالک:

”حدثنا ابو مصعب قال حدثنا مالك عن نعيم بن النجم و ابی جعفر القاری انهما اخبرا ان اباه ريرة كان يصلي لهم فيكبر كلما خفض ورفع وكان يرفع يديه حين يكبر يفتح الصلاة“ (مؤطا امام مالک بروایۃ ابی مصعب الزہری: ج ۱ ص ۸۱، برقم ۲۰۸)

ترجمہ: نعیم بن النجم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو جعفر القاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ پر صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی کہتے، اور رفع یدین صرف شروع نماز والی تکبیر کے ساتھ ہی کرتے۔

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند کے راویوں کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر خدمت ہیں۔

- (۱)۔۔۔۔۔ ابو مصعب احمد بن ابی بکر قاسم بن حارث الزہری المدنی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۲ھ: ”صدوق عابد“ (تقریب: برقم ۱۷)
- (۲)۔۔۔۔۔ امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۹ھ: ”امام دارالہجرة راس المتقنين و كبير المحدثين“ (ایضاً: ۶۳۲۵)

- (۳)۔۔۔۔۔ نعیم بن عبد اللہ المدنی الحنبلہ رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة“ (ایضاً: ۷۱۷۲)
- (۴)۔۔۔۔۔ ابو جعفر یزید بن القعقاع القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷ھ: ”ثقة“ (ایضاً: ۸۰۲۱)

خلاصہ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

اثر نمبر ۹: بحوالہ مسند احمد:

”حدثنا ابن نمير حدثنا اسماعيل بن ابي خالد عن ابيه قال كان ابو هريرة يصلي بالمدينة نحوًا من صلاة قيس بن ابي حازم“ (مسند احمد برقم ۱۰۴۴۲)

ترجمہ: (ثقة تابعی) امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (ابو خالد الحنبلہ رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں بالکل ویسے ہی نماز پڑھتے جیسے کہ (جلیل القدر ثقة تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے ہیں۔

فائدہ:

اس روایت کے تمام راوی (عبد اللہ بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ، ابو خالد الحنبلہ رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں (دیکھئے: تقریب: برقم ۳۶۶۸-۴۳۸ والکاشف: برقم ۶۵۹۹) اس صحیح السند روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز بالکل ثقہ تابعی امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جیسی تھی، اور آگے آتا تابعین میں آ رہا ہے کہ سیدنا قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ پس ثابت ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین کے بغیر ہی نماز پڑھتے تھے۔

﴿سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۰: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

”حدثنا وكيع عن مسعر عن ابي معشر عن ابراهيم عن عبد الله انه يرفع يديه في اول ما يفتتح ثم لا يرفعهما“

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بعد الافتتاح نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔
(مصنف ابی ابن شیبہ: برقم ۲۳۵۸)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ و ابو معشر زیاد بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: تقریب برقم ۶۶۰۵-۲۰۹۶) اور بقیہ راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ لہذا اس سند کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔

اثر نمبر ۱۱: بحوالہ شرح معانی الآثار:

”حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیه فی شیء من الصلوۃ الا فی الافتتاح“ (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۳)
ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

{سند کی تحقیق}

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ گزر چکا بقیہ راویوں کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱)۔۔۔ ابو اسحاق ابراہیم ابن ابی داؤد سلیمان بن داؤد البرکی الاسدی الصوری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: ”ثقة متقن“۔ (مکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔ ابو عبداللہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ: ”ثقة حافظ“ (تقریب: برقم ۶۳)

(۳)۔۔۔ ابو الاحوص سلام بن سلیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۷۹ھ: ”ثقة متقن صاحب حدیث“ (ایضاً: ۲۷۰۳)

(۴)۔۔۔ ابو الھذیل عصیم بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: ”ثقة مأمون“ (تاریخ اسماء الثقات: برقم ۲۳۷)

خلاصۃ التحقیق:

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور اس کی سند بالکل صحیح و حکماً متصل ہے۔

اثر نمبر ۱۲: بحوالہ المعجم الکبیر للطبرانی:

”حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی ثنا احمد بن یونس ثنا ابو الاحوص عن حصین عن ابراهیم قال کان عبداللہ لا یرفع یدیه فی شیء من الصلاۃ الا فی التکبیرۃ الاولی“

(المعجم الکبیر للطبرانی: ج ۹، ص ۲۶۱، برقم ۹۲۹۹)

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز میں پہلی تکبیر کے وقت۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راوی ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن سلیمان المحضری رحمۃ اللہ علیہ کو امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۸۵ھ نے "ثقة جبل" قرار دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: برقم ۲۵۳۴) اور باقی راویوں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ لہذا اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔

اثر نمبر ۱۳: بحوالہ مصنف عبدالرزاق:

"عبدالرزاق عن الثوری عن حصین عن ابراهیم عن ابن مسعود کان یرفع یدیه فی اول شیء ثم

لا یرفع بعد" (مصنف عبدالرزاق: برقم ۲۵۲۲)

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

امام عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ م ۲۱۱ھ ثقہ محدث ہیں۔ (دیکھئے: تقریب: برقم ۴۰۶۴) اور باقی راویوں کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں، لہذا اس روایت کی سند کی تمام راوی ثقہ ہیں۔

﴿سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۴: بحوالہ شرح معانی الآثار:

"حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا احمد بن یونس قال ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاہد

قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلاۃ"

ترجمہ: مشہور تابعی امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو

انہوں نے تکبیر اولیٰ کے علاوہ کہیں بھی نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔ (شرح معانی الآثار: ج ۱، ص ۱۶۳)

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر ہے۔

(۱)۔۔۔ ابو اسحاق ابراہیم بن ابی داؤد البرکی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۷۰ھ: "ثقة متقن" (مکملۃ الاکمال: برقم ۸۷۸)

(۲)۔۔۔ ابو عبد اللہ احمد بن عبد اللہ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ م ۲۲۷ھ: "ثقة متفق علیہ" (الارشاد: ج ۲، ص ۵۶۵)

(۳)۔۔۔ ابو بکر بن عیاش الاسدی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۳ھ: "ثقة مامون" (تاریخ اسماء الثقات برقم ۲۳۷)

(۴)۔۔۔۔۔ ابوالبہزیل حصین بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۶ھ: ”ثقة مامون“ (تاریخ اسماء الثقات برقم ۲۳۷)

(۵)۔۔۔۔۔ ابوالحجاج مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۴ھ: ”ثقة امام في التفسير وفي العلم“ (تقریب: برقم ۶۳۸۱)

خلاصۃ التحقیق:

اس روایت کی سند کے تمام راوی فی نفسہ ثقہ وصدوق ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ائمہ محدثین کی نظر میں:

قارئین: مذکورہ بالا تحقیق سے واضح ہو گیا کہ ترک رفع یدین کے متعلقہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر باصول محدثین بالکل صحیح ہے، اور اس پر تمام اعتراضات خلاف حقیقت ہیں۔ اب اتمام حجت کے طور پر اس اثر کے متعلقہ معتدل ائمہ محدثین کی آراء پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔۔ امام علاؤ الدین علی بن عثمان المارونی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۷ھ فرماتے ہیں کہ:

”وهذا سند صحيح“ کہ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ (الجوہر النقی: ج ۲، ص ۷۴)

(۲)۔۔۔۔۔ امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

”باسناد صحيح۔ واسناد دمارواه الطحاوی صحيح“ یہ اثر سنداً صحیح ہے۔ (عمدہ القاری ج ۳ ص ۸ وشرح

ہدایہ ج ۱، ص ۶۶۶)

(۳)۔۔۔۔۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱ھ بھی اس اثر کو صحیح مانتے ہیں چنانچہ اس اثر پر اعتراض کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”فان قال قائل هذا حديث منكر قيل له وما ذلك على ذلك فلن تجد الى ذلك سبيلاً“ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ اثر منکر ہے تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اس کے منکر ہونے پر کوئی (کوئی معقولی) دلیل ہے، جس کی تہہ تک تم (مخالفین) نہیں پہنچ سکے ہو؟ (یعنی اس حدیث کے منکر ہونے پر کوئی معقولی دلیل موجود نہیں ہے) (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۳)

(۴)۔۔۔۔۔ محدث نبوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۲ھ فرماتے ہیں کہ:

”وسنده صحيح“ اس اثر کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ص ۱۰۸)

(۵)۔۔۔۔۔ محدث کبیر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”وسنده صحيح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (اعلاء السنن: ج ۳، ص ۶۳)

الغرض: مذکورہ بالا تحقیق اور معتدل ائمہ محدثین کی گواہیوں سے واضح ہو گیا کہ یہ اثر بالکل صحیح و قابل اعتبار ہے۔

اثر نمبر ۱۵: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

”حدثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)
ترجمہ: امام المفسرین سیدنا مجاہد بن جبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس اثر کی سند کے تمام راویوں کی تعدیل و توثیق کے حوالے گزر چکے ہیں، اس اثر کا ایک ایک راوی بخاری کا ہے، اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

﴿سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ترک رفع یدین﴾

اثر نمبر ۱۶: بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ:

”حدثنا ابن فضیل عن ابن ابی لیلیٰ عن المحکم عن مقسم عن ابن عباس قال لا ترفع الایدی الا فی سبعة مواطن اذا قمت الی الصلوٰۃ واذا جئت من بلد واذا رأیت البیت واذا قمت علی الصفا والمروة وبعرفات بجمع وعند الجمار“ (مصنف ابن ابی شیبہ: برقم ۱۵۹۹۶)
ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صرف سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے، جب نماز کو کھڑا ہو (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) اور جب بیت اللہ کو دیکھے، اور صفا و مروہ پر، اور عرفات میں (وقوف کے وقت) اور مزدلفہ میں اور جمرہ پر کنکری مارنے کے وقت۔

(ف):

اس اثر کی سند کے راوی امام محمد بن فضیل بن غزوان ثقہ راوی ہیں۔ (دیکھئے: الکاشف برقم ۵۱۱۵) اور باقی تمام راویوں کی توثیق کے حوالے گزر چکے ہیں۔ لہذا اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، اس صحیح السند اثر سے بھی واضح ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک عام نمازوں میں صرف شروع نماز میں ہی رفع الیدین کیا جائے گا۔

{(ثقة تابعی) امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ۹۶ھ اور ترک رفع یدین}

امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ: مشہور فقیہ، تابعی اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ

۶۷۶ھ فرماتے ہیں: کہ ان کی توثیق، جلالت شان اور فقہی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات: ج ۴ ص ۴۰۱) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۴ھ لکھتے ہیں: امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فقیہ العراق، صاحب اخلاص اور بلند مرتبت علماء میں سے تھے۔ اور وہ حدیث کو جاننے میں صراف اور نقاد تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۵۹)

امام عجل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے اگرچہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان نہیں کی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات ضرور کی ہے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھی زیارت کی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵، ص ۴۲۹)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ م ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم ذکی (ذہین)، حافظ اور صاحب سنہ تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۴۲۷) حافظ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ م ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماعت حدیث بھی کی تھی۔ (ایضاً) حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۴ھ لکھتے ہیں کہ: تمام محدثین (خواہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی صحابہ رام رضی اللہ عنہم سے سماعت حدیث کا انکار کیا ہو یا اقرار) سب کے سب نے ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (ایضاً) علامہ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ م ۵۶۱ھ لکھتے ہیں کہ: ”وابراہیم تابع، ادرك اکابر التابعین وصغار الصحابة رضی اللہ عنہم“ ابراہیم نخعی تابعی ہیں، انہوں نے اکابر تابعین اور صغار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ (المحلی: ج ۲ ص ۴۷) نیز قاضی محمد شوکانی، رئیس ندوی اور محمد گوندلوی نے بھی ان کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۰-۳۲۳، تحقیقی جائزہ ص ۵۹۲، تحقیق الراجح ص ۱۵۵) اس جلیل القدر تابعی کا رفع الیدین کے متعلق فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ”حدثنا هشيم قال اخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في فاتحة

الصلاة فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق ماقبل میں ہم پیش کر چکے ہیں، یہ روایت بالکل صحیح و ثابت ہے، حتیٰ کہ غالی غیر مقلد زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین ص ۳۱۴)

(۲) ”حدثنا ابو بكر بن عياش عن حصين و مغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع يديك في شيء من

الصلاة الا في افتتاحه الاولى“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۷)

ترجمہ: امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع الیدین نہ کرو۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کا بھی تذکرہ گزر چکا ہے، اس کی سند بھی صحیح ہے۔
{(جلیل القدر) تابعی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۰۴ھ اور ترک رفع یدین}

”حدثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن ابجر... قال عبد الملك ورايت الشعبي وابراهيم و ابا اسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلاة“
 ترجمہ: امام عبد الملك بن ابجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبئی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱، ص ۲۶۸)

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کے تراجم آثار صحابہ میں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اثر کے ذیل میں گزر چکے ہیں، اس کے تمام راوی ثقہ و ثبت ہیں، اور اس کی سند بلا غبار مسلم کی شرط پر صحیح ہے، زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین: ص ۳۱۴) اس صحیح السند روایت سے ثابت ہو گیا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نیز امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔ تھے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں: ”ادركت خمسمائة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم“ (تذكرة الحفاظ ج ۱، ص ۶۴) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں، اور ان کے شاگرد ہیں۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ ”علامة التابعين“ کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۰ھ نے اپنے شاگرد سے فرمایا، امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (تذكرة الحفاظ: ج ۱، ص ۶۴)

{تابعی سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ م ۹۲ھ اور ترک رفع یدین}

”فی کتاب الصلوٰۃ لابن نعیم الفضل ثنا حسن بن صالح عن وفاء وكان سعيد لا يرفع يديه في الركوع“ (شرح سنن ابن ماجہ: ص ۱۲۷، ج ۱)
ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ رکوع میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

(ف):

اس روایت کی سند کے تمام راوی (ابو نعیم فضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ، حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ، وفاء رحمۃ اللہ علیہ) ثقہ ہیں۔ (دیکھئے: تقریب برقم ۵۳۰۱-۱۲۵۰۔ الطبقات الکبریٰ ج ۶، ص ۵۴) اور سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے علمی استفادہ کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۱، ابن خلکان ج ۱، ص ۲۰۴)

{(تابعی) امام ابواسحاق السبعمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ اور ترک رفع یدین}

”حدثنا يحيى بن آدم عن حسن بن عياش عن عبد الملك بن ابجر.... قال عبد الملك ورايت الشعبي و ابراهيم و ابا اسحاق لا يرفعون ايديهم الا حين يفتتحون الصلاة“

(مصنف ابی شیبہ: ج ۱، ص ۲۶۸)

ترجمہ: امام عبد الملک بن ابجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابواسحاق السبعمی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، یہ ائمہ حدیث شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (زبیر علی زئی نے وضاحت کر رکھی ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند صحیح ہے۔ نور العینین: ص ۳۱۴)

(ف):

امام ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعمی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۲۶ھ جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۱ھ فرماتے ہیں کہ: امام ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم سے احادیث سنی ہیں، ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب الاسماء: برقم ۷۱۳) امام غلی رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ھ فرماتے ہیں کہ: آپ نے اڑتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تاریخ الثقات: برقم ۱۲۷۲)

{(عظیم تابعی) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ اور ترک رفع یدین}

”حدثنا يحيى بن سعيد عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل في الصلوة ثم لا يرفعهما“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱، ص ۶۲)
ترجمہ: (ثقة تابعی) اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (میرے استاذ) امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں۔

- (۱)۔۔۔ امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۸ھ: ”ثقة ثبت مرضی“ (تہذیب التہذیب: ج ۷، ص ۳۳)
 - (۲)۔۔۔ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ م ۱۳۶ھ: ”ثقة ثبت“ (تقریب: برقم ۵۵۶۶)
 - (۳)۔۔۔ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ م ۹۸ھ: ”ثقة حجة“ (میزان الاعتدال: برقم ۶۹۰۸)
- اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہونے کے علاوہ کتب صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، اور اس کی سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر اکابر تابعین عظام میں سے ہیں۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لیے تشریف لا رہے تھے، مگر ابھی راستہ میں ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخ بغداد: برقم ۶۹۳۶) نیز امام موصوف نے عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، سیدنا صدیق کبر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین امی عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم جلیل القدر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں ورنہ ان کے شاگرد ہیں۔ (ایضاً) اور آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی تابعی نے بھی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل نہیں کی ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج ۲، ص ۶۲ برقم ۵۱۲)

سید النور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سنہری فرمان:

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ امام قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں سے

ہیں، بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے بھی حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نہیں دیکھا ہے۔ اور یہ قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ شروع نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اگر ترک رفع یدین بالکل معدوم ہوتا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا (جیسا کہ فرقہ غیر مقلدیت کے متحققین کہتے ہیں) تو یہ بڑی ہستی جس نے اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم (حتیٰ کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم) کو بھی دیکھا ہے، ہرگز ترک رفع یدین کو پسند نہ کرتی۔ لہذا یہی حق ہے، اور اس کا مٹانا قیامت تک ممکن نہیں، اگرچہ منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگائیں، کیونکہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی۔

(نور الصباح: ج ۱ ص ۴۶-۴۷)

{ثقة تابعی (عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ اور ترک رفع یدین)}

”حدثنا معاوية بن هشام، عن سفيان عن مسلم الجهني قال كان ابن ابی لیلیٰ يرفع يديه اول

شيء اذا كبر“ (مصنف ابن ابی شیبہ برقم ۲۴۶۶ وفي نسخة برقم ۲۴۶۲)

ترجمہ: حضرت مسلم بن سالم الجعفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ صرف شروع نماز میں جب تکبیر کہتے تو ہی رفع الیدین کرتے۔

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں تصحیف کے سبب اس روایت کی سند ”عن سفيان بن مسلم الجهني“ لکھی گئی ہے، دراصل سفيان کے بعد لفظ ”عن“ ہے جو تصحیف کے سبب ”ابن“ ہو گیا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ الشیخ المحقق اللہ محمد عوامہ المدنی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے اس میں اس روایت کی سند ”معاوية بن هشام عن سفيان عن مسلم الجهني“ لکھی ہوئی ہے (دیکھئے: ج ۱۲، ص ۴۱۷، برقم ۲۴۶۶) نیز حمد بن عبداللہ الجمہ اور محمد بن ابراہیم اللہیدان کی تحقیق کے ساتھ شائع ہونے والے مصنف کے نسخہ میں بھی اسی طرح ہی سند ہے۔ (دیکھئے: ص ۶۶ برقم ۲۴۶۳) اور صحیح بھی یوں ہی ہے۔ مزید یہ کہ غالی غیر مقلد رئیس ندوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سفيان کے بعد لفظ ”عن“ ہے جو تصحیف کے سبب بعض نسخوں میں ”ابن“ ہو گیا ہے، صحیح سند ”معاوية بن هشام عن سفيان عن مسلم الجهني“ ہی ہے۔ (ملخصاً: سلفی تحقیقی جائزہ ص ۲۸۶-۲۸۷)

سند کی تحقیق:

اس روایت کے راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ کیجیے۔

(۱)۔۔۔ ابو الحسن معاویہ بن هشام القصار رحمۃ اللہ علیہ م ۲۰۵ھ: ”ثقة“ (تاریخ الثقات للعلی: برقم ۱۵۹۸)

(۲)۔۔۔ امام سفيان بن سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ م ۱۶۱ھ: ”ثقة حافظ فقيه“ (تقریب: برقم ۲۴۴۵)

(۳)۔۔۔ ابو فروہ مسلم بن سالم الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: ”ثقة“ (الجرح والتعديل: برقم ۸۰۸)

(۴)۔۔۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ م ۸۳ھ: ”ثقة“ (تقریب: برقم ۳۹۹۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(ف):

امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ممتاز ترین تابعین عظام میں سے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وسط عہد خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد محترم ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیثیں نقل کی ہیں ان کے شاگرد ہیں۔ (تہذیب برقم ۵۱۸، تذکرۃ الحفاظ برقم ۴۲، سیر اعلام النبلاء: برقم ۴۶۴)

{(تابعی عظیم) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۰ھ اور ترک رفع یدین}

امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ: ”وهذا كله قول ابي حنيفة وفي ذلك آثار كثيرة“ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی فرمان ہے کہ: نمازی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہ کرے۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۲، سندہ صحیح)

(ف):

سراج الامہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ م ۱۵۰ھ کی جلالت شان، علم، فقاہت، تقویٰ، اور ثقاہت بیان کرنے میں ائمہ محدثین و فقہاء اور مورخین رطب اللسان ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۳۴۶)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سبحان اللہ! امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو علم، ورع، زہد و تقویٰ اور دار آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں اس مقام کو حاصل کر چکے ہیں جس کو کوئی نہیں پاسکتا۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی: ص ۲۷)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص ہیں کہ اگر تم سے اس ستون کے متعلق گفتگو کریں کہ یہ سونے کا ہے تو وہ یقیناً ایک مضبوط دلیل سے ثابت کر دکھائیں گے۔ (اکمال فی اسماء الرجال: ص ۲۷)

مشہور محدث امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میری آنکھ نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی نہیں

دیکھا۔ (ایضاً)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی: ص ۱۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الامام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ: ص ۴۸) امام الرجال یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نہایت عادل اور ثقہ ہیں، ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کی ابن المبارک اور کعب نے توثیق کی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ للکردری: ص ۱۰۱)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم، فقیہ العراق، امام متورع، عالم، عامل اور کبیر الشان تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱، ص ۱۵۸)

نواب صدیق حسن خان بھی آپ کو امام اعظم کے نام سے یاد کرتے تھے۔ (دیکھئے: تقصار جیو والا حرار ص ۹۳)

عبدالرحمن مبارکپوری اپنی کتاب ”تحقیق الکلام“ اور صادق سیالکوٹی صاحب ”صلوۃ الرسول“ میں جابجا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام ج ۱، ص ۵-۱۱۰، و صلوۃ الرسول ص ۱۲۰-۱۹۷-۲۴۳)

عزیز شمس صاحب لکھتے ہیں کہ: ہم دیکھتے ہیں کہ چھٹی صدی ہجری بعد سارے علماء و محدثین امام صاحب کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ان کے فضائل و مناقب نقل کرتے ہیں۔ (اللمحات: ص ۲۳)

عزیز شمس صاحب مزید کہتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ وہ تمام احادیث جو ان کے تلامذہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہیں یا دوسرے مؤلفین کی صحیح سندوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تک ان کا سلسلہ اسناد پہنچتا ہے قابل اعتماد ہیں۔ (ایضاً: ص ۲۸)

مشہور مؤرخ اور محقق علامہ ابن الندیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔ (اللمست: ج ۱، ص ۲۹۸)

علامہ خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات نقل کی ہیں لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ (منسیق النظام: ص ۱۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن ابی ادنی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے۔ (ایضاً)

علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

شرف ملاقات حاصل ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳، ص ۳۲۵، تہذیب الکمال ج ۱۹، ص ۱۰۲)
حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۷۲ھ فرماتے ہیں کہ: امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کئی بار ملاقات کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۶)

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ (التقید والایضاح: ص ۳۳۲)
ان محققین کے علاوہ دیگر محققین مثلاً علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے۔

{امام مالک رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷ھ اور دیگر مالکی حضرات اور ترک رفع یدین}

امام مالک بن انس المدنی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷ھ بھی سب سے زیادہ معتبر اور مشہور روایات کے مطابق بعد الافتاح ترک رفع یدین کے قائل تھے۔ پٹانجی ”المدونۃ الکبریٰ“ میں بسند صحیح مروی ہے کہ:

”قال مالک لا عرف رفع الیدین فی شء من تکبیر الصلاة لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوة“ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۱۸)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نماز کے شروع والے رفع الیدین کے علاوہ نماز میں کسی مقام پر رفع الیدین کو (معمول بہ) نہیں جانتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص امام عبدالرحمن بن القاسم العتقی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۹۱ھ فرماتے ہیں کہ: ”وکان رفع الیدین عند مالک ضعیفاً الا فی التکبیرۃ الاحرام“ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی پہلی تکبیر کے بعد نماز کے اندر رفع الیدین کرنا بالکل ضعیف تھا۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱، ص ۱۱۸ سند صحیح وروایت ثقات)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۷۶ھ ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ترک رفع الیدین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ”وهو اشهر الروایات عن مالک“ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ مشہور ترک رفع یدین والی ہی روایت ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱، ص ۱۶۸)

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی شوکانی نے بھی یہی بات کہی ہے۔

(شرح بخاری ج ۵، ص ۱۰۷، نیل الاوطار ج ۱، ص ۲۰۱)

قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۴۳ھ فرماتے ہیں کہ:

”الغالی انه یرفع یدیه فی تکبیرۃ الاحرام قاله مالک فی مشہور روایۃ البصریین“

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بصریین کی

مشہور روایت میں یہی کہا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی: ص ۲ ج ۵۸)

امام علاء الدین علی بن عثمان المارونی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ھ فرماتے ہیں کہ:

”وفی شرح مسلم للقرطبی وهو مشہور مذهب مالک“ (الجوہر النقی: ج ۱، ص ۱۳۶)
کہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ ترک رفع یدین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ہے۔
محمد صدیق نجیب آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”وهو المشہور“ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب ترک رفع یدین ہے۔ (شرح سنن ابی داؤد، ص ۲۵۸)
امام ابن دقیق العید المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۲ھ فرماتے ہیں کہ:

”وابو حنیفۃ لا یری الرفع فی غیر الافتتاح وهو المشہور عند اصحاب مالک والمعمول بہ عند المتأخرین“

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بعد الافتتاح رفع الیدین کے قائل نہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متقدمین اصحاب میں بھی ترک رفع یدین ہی مشہور ہے اور متأخرین کا تو یہ معمول بن چکا ہے۔ (احکام الاحکام: ج ۱، ص ۲۲۰)
امام ابو عمر احمد بن عبد الملک بن ہشام المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۱ھ سے پوچھا گیا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”لا اختلف رواية ابن القاسم لان الجماعة عندنا اليوم عليها“

کہ امام ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ترک رفع یدین نقل کیا ہے اور میں ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی قطعاً مخالفت نہیں کروں گا اور اس وقت ہماری جماعت (مالکیہ) کا عمل ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت پر ہے۔ (التمہید لابن عبد البر ج ۵، ص ۶۳ والا ستذکار ج ۴، ص ۱۰۳)

امام ابن رشد المالکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۵ھ فرماتے ہیں کہ:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیث کی وجہ سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کو اپنایا ہے تاکہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو جائے۔
(بدایۃ المجتہد: ج ۱، ص ۱۳۶) (کیونکہ امام مالکؒ کے دور میں اہل مدینہ ترک رفع یدین پر عامل تھے)

علامہ عبد الرحمن الجزاؤی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”مالکیوں کے نزدیک شروع نماز میں رفع الیدین کرنا مستحب ہے اور شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین کرنا مکروہ

ہے۔“ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۲۵۰)

مالکی مذہب کے معتبر ناقل ابن خویزمند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”والذی علیہ اصحابنا الرفع عند الاحرام“ ہمارے اصحاب (یعنی مالکی حضرات) صرف تکبیر تحریر کے

وقت ہی رفع الیدین کرنے کے مسلک پر ہیں۔ (الاستاذ کارج ۴، ص ۱۰۰، التہبید ج ۵، ص ۵۶)

امام ابن عبدالبر المالکی رحمۃ اللہ علیہم ۳۶۳ھ فرماتے ہیں کہ:

”وتعلق بهذه الرواية عن مالك اكثر المالكيين“

اکثر مالکی حضرات نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اسی صرف شروع نماز میں ہی رفع یدین کرنے والی روایت کو

اختیار کیا ہے۔ (التہبید: ج ۵، ص ۵۶)

علامہ ابوالبرکات محمد بن احمد الدردیر المالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

رفع الیدین صرف شروع نماز میں ہی مستحب ہے۔ (الشرح الصغیر: ج ۱، ص ۳۲۲)

امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہم ۷۰۲ھ لکھتے ہیں کہ:

”وهو المشهور عند اصحاب مالك“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے احباب سے بھی یہی موقف مشہور ہے۔ (شرح عمدۃ الاحکام: ج ۲، ص ۲۹۶)

مزید نقل کرتے ہیں ہیں کہ:

”الا ان في بلادنا هذه يستحب للعالم تركه“

ہمارے علاقوں میں عالم کے لیے ترک رفع یدین مستحب ہے۔ (ج ۲، ص ۲۹۷)

اس کے حاشیہ میں امیر یمانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”يريد بلاد المغرب فانهم مالكية لا يعرفون الرفع الا في اول تكبيرة“

اس سے مراد مغرب کے ممالک ہیں کیونکہ وہاں مالکی لوگ آباد ہیں جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع الیدین کے قائل

نہیں ہیں۔

الغرض! مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی مشہور و معروف روایات کے مطابق ترک رفع

یدین کے ہی قائل تھے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ترک رفع یدین کو ترجیح اس لئے دی کہ تا کہ اہل مدینہ کے عمل کی موافقت ہو

جائے، کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اہل مدینہ بھی عموماً ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی صراحت فرما رکھی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اصول یہ ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں۔ (بدائع

الفوائد، ج ۴، ص ۳۲) اور مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید میں مالکی حضرات نے بھی ترک رفع یدین کو ہی اختیار کیا ہے۔

{دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین}

قارئین! اگر ان تمام ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ کیا جائے جو ترک رفع یدین کے قائل تھے تو اس سے یقیناً کتاب کی

ضخامت کئی سو صفحات تک چلی جائے گی اور ویسے بھی تمام تارکین رفع الیدین کا استیعاب کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے، اس

لیے ”مشیت نمونہ از خردوارے“ کے طور پر چند ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے نام درج کر دیے جاتے ہیں جو ترک رفع یدین کے قائل ہیں ملاحظہ فرمائیں:

- (۱) امام ربیع بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۰ھ: (مسند الامام الربیع بحوالہ شرح الجامع الصحیح ص ۳۱۷)
- (۲) امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹ھ: (موطا محمد ص ۹۰-۹۱ کتاب الآثار ص ۳۲)
- (۳) امام اسحاق بن ابی اسرائیل رحمۃ اللہ علیہ ۲۴۶ھ: (سنن دارقطنی: ج ۱، ص ۴۰۰)
- (۴) امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱ھ: (اختلاف العلماء ص ۲۸ حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۹۶)
- (۵) امام ابو عمر ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳ھ: (التمہید: ج ۵ ص ۶۳)
- (۶) امام ابو عمر احمد بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۱ھ: (ایضاً)
- (۷) ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۳ھ: (سنن النسائی، ج ۱، ص ۱۵۸، ۱۶۱)
- (۸) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۲ھ: (شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۱۶۲)
- (۹) امام حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۴ھ: (انوار المحمود ج ۱، ص ۲۵۸)
- (۱۰) امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۸ھ: (ایضاً)
- (۱۱) امام حسن بن صالح بن حنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۱ھ: (التمہید: ج ۵، ص ۵۶)
- (۱۲) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸ھ: (العلل و معرفۃ الرجال برقم ۵۱۳۱ و علم ان سفیان ربہا لم یرفع)
- (۱۳) امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۵ھ: (شرح سنن ابی داؤد، عمدۃ القاری وغیرہ)
- (۱۴) امام علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۷ھ: (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۲۰۷)
- (۱۵) حافظ قاسم ابن قطلوبغا رحمۃ اللہ علیہ ۸۷۹ھ: (التعریف والاخبار وغیرہ)
- (۱۶) عثمان بن علی بن مجن الباری فخر الدین الزلیعی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۳ھ: (تبيين الحقائق شرح كنز الحقائق ج ۱، ص ۱۲۰)
- (۱۷) محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۳ھ: (المبسوط ج ۱، ص ۱۴)
- (۱۸) ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد البخاری رحمۃ اللہ علیہ ۶۱۶ھ: (المحیط البرہانی ج ۱، ص ۳۷۶)
- (۱۹) جمال الدین ابو محمد علی بن ابی یحییٰ زکریا بن مسعود الانصاری رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۶ھ: (المہاب فی الجمع بین السنۃ والکتاب ج ۱ ص ۲۵۶)
- (۲۰) احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۱ھ: (حاشیۃ الطحاوی، ج ۱، ص ۲۵۷)
- (۲۱) ابو العباس شہاب الدین القرانی رحمۃ اللہ علیہ ۶۸۴ھ: (الذخیرۃ للقرانی، ج ۲، ص ۲۲۰)
- (۲۲) امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۲۸ھ: (التجرید للقدوری، ج ۲، ص ۵۱۸، ۵۱۹)

- (۲۳) الامام المعتدل الناقد الحجة علاء الدین علی بن عثمان رحمۃ اللہ علیہ ۵۰ھ: (الجوہر النقی)
- (۲۴) الامام الحافظ الحجة ابو عبد اللہ المغلطاوی رحمۃ اللہ علیہ ۶۲ھ: (شرح سنن ابن ماجہ)
- (۲۵) الامام المحدث المعتدل الناقد الحجة الحافظ الشہ ابو جعفر احمد بن محمد الازدی المصری رحمۃ اللہ علیہ ۳۲ھ: (شرح معانی الآثار وغیرہ)
- (۲۶) محدث شہیر ظفر احمد العثماني رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۹۳ھ: (اعلاء السنن)
- (۲۷) محدث نیموی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۲ھ: (آثار السنن)
- (۲۸) محدث بکیر بن جعفر الجرجانی السی رحمۃ اللہ علیہ (الکامل ج ۲، ص ۲۱۴، رقم ۲۷۸)
- (۲۹) محدث ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ النخعی المالکیانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۹ھ: (الجوہر المفید ج ۱، ص ۵۲ رقم ۶۱)
- (۳۰) محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۰ھ: (تحفة الفقهاء: ج ۱، ص ۱۳۲)
- (۳۱) امام ابوالحسن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۳ھ: (الہدایہ، ج ۱، ص ۵۲)
- (۳۲) زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۶ھ: (تحفة الملوك ج ۱، ص ۶۸)
- (۳۳) محمد بن محمد بن محمود الباری رحمۃ اللہ علیہ ۷۸۶ھ: (العناہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۳۰۹)
- (۳۴) ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی الزبیدی السی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۰ھ: (ملخصاً الجوہر النیر، ج ۱، ص ۵۸)
- (۳۵) حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۶۹ھ: (ملخصاً مراقی الفلاح ج ۱، ص ۱۰۷)
- (۳۶) زین الدین ابراہیم بن محمد المصری رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۰ھ: (ملخصاً البحر الرائق ج ۱، ص ۳۴۱)
- (۳۷) امام ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۴ھ: (مرقات ج ۲، ص ۲۷۵)

{ ابواب محدثین اور ترک رفع یدین }

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ ائمہ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اصول ہے کہ وہ عموماً منسوخ و متروک احادیث و باب پہلے لاتے ہیں اور نسخ و ترک کا باب و احادیث بعد میں لاتے ہیں چنانچہ امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین النووی رحمۃ اللہ علیہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

”وهذه عادة مسلم وغيره من ائمة الحديث يزكرون الاحاديث التي يرونها منسوخة ثم يعقبونها بالناسخ“

کہ یہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کی (عمومی) عادت ہے کہ وہ منسوخ احادیث کو پہلے ذکر فرماتے ہیں اور ناسخ احادیث کو بعد میں ذکر فرماتے ہیں۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱، ص ۱۵۶)

درج ذیل ائمہ فقہاء و محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے رفع الیدین کرنے کی احادیث کو پہلے ذکر کیا ہے اس کے بعد ترک رفع یدین کی احادیث کو ذکر و بیان فرمایا ہے فلہذا محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کے (عمومی) اصول کے مطابق بھی رفع یدین

(۱) امام فقیہ محدث حافظ محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۹ھ: (مؤطا امام محمد ص ۸۹، ۹۰)

(۲) امام حافظ محدث ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (۲۱۱ھ): (دیکھئے: مصنف عبد الرزاق ج ۲، ۴۳، ۴۶۵)

(۳) امام حافظ محدث ابو بکر بن ابی شیبہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۵ھ: (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۵ تا ۲۲۷)

(۴) محدث ابوداؤد السجستانی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۷۲ھ: (دیکھئے ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۶)

(۵) محدث ابو عیسیٰ الترمذی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۷۲ھ: (دیکھئے ترمذی ج ۱ ص ۵۹ تا ۷۱، ط۔ دار السلام)

(۶) محدث ابو عبد الرحمن النسائی رحمۃ اللہ علیہ م سن ۳۵۹ھ: (دیکھئے: سنن النسائی ص ۱۵۸ تا ۱۶۱)

(۷) حافظ ابو علی الطوسی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۱ھ: (دیکھئے: مختصر الاحکام للطوسی ص ۱۰۸-۱۰۹)

(۸) امام الحدیث ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ: (دیکھئے: شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۶۱ تا ۱۶۵)

(۹) امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۵۸۴ھ: (دیکھئے: السنن الکبریٰ ج ۲، ص ۶۸۶۷-۶۸۶۸)

(۱۰) محدث ابو عبد الرحمن ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۷ھ: (دیکھئے: التحقیق فی الاحادیث الخلف ج ۱، ص ۳۲۰ تا ۳۲۶)

{قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اور ترک رفع یدین}

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ م ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

"حدثني ابن أبي داود قال ثنا أحمد بن يونس قال ثنا أبو بكر بن عياش قال ما رايت فقيهاً قط

يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى" (شرح معاني الآثار ج ١ ص ١٦٥)

ترجمہ: امام ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو بھی تکبیر اولیٰ کے سواء رفع

الیدین کرتے نہیں دیکھا۔

(ف):

اس روایت کے تمام راویوں کی توثیق آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کے ذیل میں پیش کی جا چکی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں اور اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔ اس صحیح السند روایت سے واضح ہو گیا کہ اسلام کے عہد زریں قرون اولیٰ کے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم عام طور پر ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔

﴿سیدنا علی المرتضیٰؑ اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے

اصحاب و تلامذہ اور ترک رفع یدین﴾

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے تمام شاگرد بھی ترک رفع یدین پر عمل پیرا تھے، چنانچہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حدثنا وكيع وابو اسامة عن شعبة عن ابي اسحاق قال كان اصحاب عبدالله واصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة“

ترجمہ: (ثقة تابعی) ابواسحاق (عمر بن عبداللہ السبعمی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی شروع نماز کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کی سند کے تمام راویوں کی مختصر توثیق ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔۔ امام ابو بکر عبداللہ بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۰ھ: ”ثقة حافظ“ (تقریب: برقم ۳۵۷۵)

(۲)۔۔۔۔ امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷ھ: ”ثقة حافظ“ (ایضاً: برقم ۷۴۱۴)

(۳)۔۔۔۔ امام ابواسامہ حماد بن اسامہ القرشی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۷ھ: ”ثقة ثبت“ (ایضاً: برقم ۱۴۸۷)

(۴)۔۔۔۔ امام شعبہ بن الحجاج رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۰ھ: ”ثقة حافظ متقن“ (ایضاً: برقم ۲۷۹۰)

(۵)۔۔۔۔ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶ھ: ”ثقة“ (ایضاً: برقم ۴۰۱)

(ف):

اس تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں، اور روایت کی سند نکلنے کی چوٹ پر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ جب اس صحیح السند روایت سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اور تلامذہ ابتدائے نماز (یعنی تکبیر تحریرہ) کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما کے ہزاروں سے بھی متجاوز شاگردوں و اصحاب میں سے ”مشتہ نمونہ از خروارے“ کے طور پر بعض اصحاب و تلامذہ کی مختصر سی فہرست بھی پیش کر دی جائے ملاحظہ فرمائیں:

{سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اصحاب و شاگردوں کی مختصر فہرست}

- (۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷ھ: (الکاشف ج ۱، ص ۶۹۴ رقم ۳۶۲)
- (۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ م ۴۴ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۵۱ رقم ۵۵)
- (۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تاریخ الثقات للعلی ج ۱، ص ۱۶۵ رقم ۴۵۸)
- (۴) ابو عبد الرحمن عبید اللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۶۵ رقم ۴۵۸)
- (۵) سدید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱، ص ۲۴۰، رقم ۲۴۱)
- (۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۳۹، رقم ۲۴)
- (۷) مسروق بن الاعدع رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳ھ: (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲، ص ۸۸)
- (۸) اسود بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷ھ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۱۰۰)
- (۹) شرح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰ھ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ۲۴۹)
- (۱۰) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۳ھ: (تاریخ الثقات للعلی: رقم ۹۷۸)
- (۱۱) عمرو بن شریل الحمدانی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۳ھ: (تہذیب الکمال للزمز ج ۲، ص ۶۰، رقم ۴۳۸۳)
- (۱۲) مرہ بن شراحیل رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷ھ: (ایضاً ص ۲، ص ۷۹، رقم ۵۸۶۵)
- (۱۳) مخضرم زید بن صوحان بن حجر العبدی رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء ج ۳، ص ۵۳۵ رقم ۱۳۳)
- (۱۴) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمز رقم ۱۰۳۸، الکاشف رقم ۸۷۰)
- (۱۵) خثیمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۱ھ: (ایضاً رقم ۱۷۴)
- (۱۶) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۲۴۵۸)
- (۱۷) عبد اللہ بن سخرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمز رقم ۳۲۹۱)
- (۱۸) خلاص بن عمرو اللہجری البصری رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمز رقم ۱۷۴۴)
- (۱۹) ابوداؤد شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)
- (۲۰) حارث بن سدید التمیمی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۷ھ: (تہذیب الکمال للزمز رقم ۱۰۲۲)
- (۲۱) زاذان ابو عمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۲ھ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)
- (۲۲) زید بن وہب الجعفی رحمۃ اللہ علیہ م ۹۶ھ: (ایضاً رقم ۲۱۳۱)
- (۲۳) عبد اللہ بن بدیل الخراعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال رقم ۳۱۷۷)

- (۲۳) بکر بن قرواش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۱۶۳)
- (۲۵) ظالم بن عمرو بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۳۳)
- (۲۶) ابوالعالیہ عبداللہ بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۱۹)
- (۲۷) ابوصالح الحنفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۹۶۹)
- (۲۸) عبدالرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (معرفۃ الثقات للعلی رقم ۸۰۴)
- (۲۹) صحبہ بن صوحان رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ رقم ج ۶، ص ۲۲۱)
- (۳۰) عبدخیر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۱)
- (۳۱) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۲)
- (۳۲) زید بن شیع رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۳)
- (۳۳) شرح بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۲)
- (۳۴) عبید بن عمرو الخازمی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً ج ۶، ص ۲۲۳)
- (۳۵) شرح بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب العہد یب رقم ۵۷۸)
- (۳۶) عاصم بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۷)
- (۳۷) عمرو بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء: ج ۳، ص ۵۲۴)
- (۳۸) عبداللہ بن الحلیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۰۵)
- (۳۹) ابوبردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۸۶)
- (۴۰) ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (سیر اعلام النبلاء رقم ۵۰۷)
- (۴۱) جاریہ بن قدامہ بن رہیر رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب العہد یب رقم ۸۳)
- (۴۲) صہیب ابوالصہب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب العہد یب رقم ۷۷۱)
- (۴۳) عروہ بن زبیر بن عوام رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۸۱)
- (۴۴) علی بن ربیعہ بن نضلہ الوابی الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۱)
- (۴۵) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۰۰)
- (۴۶) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۹۱)
- (۴۷) ابو زریں مسعود بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۱۵)
- (۴۸) ابونضرہ منذر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۲۷)

(۴۹) ابو عیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۶۲۵)

(۵۰) ابو محمد نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۷۲۷)

(۵۱) نعمان بن مرہ الانصاری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۲۵)

(۵۲) ابو راشد البحرانی الحمیری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۰۲)

{سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب و شاگردوں کی مختصر فہرست}

- (۱) عبیدہ السلمانی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۳۶۴، الطبقات الکبریٰ ج ۶ ص ۱۰)
- (۲) عمرو بن میمون الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۵۵)
- (۳) زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۴۵۸)
- (۴) ابو عبد الرحمن عبید اللہ بن حبیب السلمی رحمۃ اللہ علیہ: (تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۳)
- (۵) سدید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات (رقم ۲۴۱)
- (۶) علقمہ بن قیس النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۰، تذکرۃ الحفاظ رقم ۲۴)
- (۷) مسروق بن الاعدع رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۰، تہذیب الاسماء واللغات رقم ۵۶۷)
- (۸) اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۰، تاریخ الثقات للعلی رقم ۱۰۰)
- (۹) شرح بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الاسماء واللغات رقم ۲۴۹، تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۹۹)
- (۱۰) عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۹۷۸)
- (۱۱) عمرو بن شریل الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (الطبقات الکبریٰ، ج ۶، ص ۱۰، تہذیب الکمال للزمی رقم ۴۳۸۳)
- (۱۲) مرہ بن شریل رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمی رقم ۵۸۶۵)
- (۱۳) حارث بن قیس الجعفی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۳۸ او الکاشف رقم ۸۷۰)
- (۱۴) سلمہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمی رقم ۲۴۵۸)
- (۱۵) عبد اللہ بن سجرہ الازدی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمی رقم ۳۲۹۱، تاریخ الثقات للعلی رقم ۸۱۰)
- (۱۶) ابو داؤد شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۶۷۳، تذکرۃ الحفاظ رقم ۴۶)
- (۱۷) حارث بن سدید التمیمی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۲۳۱، تہذیب الکمال للزمی رقم ۱۰۲۲)
- (۱۸) زاذان ابو عمر الکندی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۴۵۰، تہذیب الکمال للزمی رقم ۱۹۳۵)
- (۱۹) زید بن وہب البجنی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۴۹۰، تہذیب الکمال للزمی رقم ۲۱۳۱)

(۲۰) ابو عطیہ مالک بن عامر الوداعی الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب الکمال للزمزى رقم ۷۵۱۶)

(۲۱) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (تہذیب العہد یب رقم ۱۶۴)

(۲۲) ہام بن الحارث النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (تاریخ الثقات للعلی رقم ۱۷۴۹)

(۲۳) عبد اللہ بن سلمہ المرادی رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۷۶۰)

(۲۴) ارقم بن شریحیل رحمۃ اللہ علیہ: (الکاشف رقم ۲۴۹)

(۲۵) الاسود بن ہلال الحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۶)

(۲۶) الحارث بن عبد اللہ الاغور الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۵۹)

(۲۷) حارث بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۸۸۶)

(۲۸) ابو مریم ربیع بن حراش رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۱)

(۲۹) ابو یزید ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۲۹)

(۳۰) ابو المثنیٰ رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۵۹۹)

(۳۱) زیاد بن حدیر رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۶۷۸)

(۳۲) سعید بن وہب الحیوانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۱۱۹۷)

(۳۳) سلیم بن اسود الحاربی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۰۶۲)

(۳۴) شثیر بن شکل العبسی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۲۴۲)

(۳۵) صفوان بن محرز البصری رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۰۵)

(۳۶) ابو الصہباء صہیب رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۴۱۷)

(۳۷) ابو مریم عبد اللہ بن زیاد الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۷۲۸)

(۳۸) عبد اللہ بن معقل الزمزی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۲۹۹۸)

(۳۹) عبد الرحمن بن حجرہ الخولانی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۱۷۳)

(۴۰) عبد الرحمن بن عبد رب الکعبہ رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۵۲)

(۴۱) ابو صالح عبد الرحمن بن قیس رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۲۹۵)

(۴۲) عبد الرحمن بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۳۴۴)

(۴۳) عبید بن نضلۃ الخزاعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۳۴)

(۴۴) عتی بن ممرہ السعدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۳۶۷۵)

- (۴۵) عمیر بن سعید النخعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۲۸۴)
 (۴۶) ابوالاحوص عوف بن مالک الجشعی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۴۳۱۲)
 (۴۷) محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۱۲۹)
 (۴۸) مسعود بن مالک الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۴۰۱)
 (۴۹) معرور بن سويد الاسدی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۵۵۰)
 (۵۰) ہذیل بن شریبیل الاودی رحمۃ اللہ علیہ: (ایضاً رقم ۵۹۵۴)

قارئین کرام: مندرجہ بالا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی محض بطور تبرک کے مختصری فہرست پیش کئی گئی ہے وگرنہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد تو ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اکثر شاگردوں کا شمار جلیل القدر اکابر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں ہوتا ہے ان کا اتفاقی طور پر ترک رفع یدین پر عمل پیرا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان جلیل القدر تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو نماز میں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اسی وجہ سے خود بھی ترک رفع یدین پر ہی عمل پیرا ہوئے مگر اس کے باوجود بعض فتویٰ باز قسم کے جاہل متحققین بعض شاذ منقطع السند وغیر ثابت اقوال کا سہارا لیکر ترک رفع یدین پر عمل پیرا حضرات کو بدعتی اور ان کی نمازوں کو ناقص باطل و مردود کہنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں اللہ پاک ان کے شر سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

چند شبہات کا ازالہ:

اب آخر میں دوام رفع یدین کے قائلین کی طرف سے عوام میں پھیلانے گئے چند اہم شبہات (جن کو وہ اپنے بزم بہت وزنی دلائل سمجھتے ہیں) کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

شبہ نمبر ۱: { حدیث ابن عمرؓ سے دوام پر استدلال }

فریق مخالف کی طرف سے دوام رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت پیش کی جاتی ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ فَمَّا زَالَ تِلْكَ صَلَوَتُهُ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ تَعَالَى.
 رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ. (آثار السنن: ۳۹۴)

☆ ☆ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور

جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے (تو بھی رفع یدین کرتے)، اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ اسے بیہقی (مختصر الخلافات: ص ۷۶) نے روایت کیا ہے۔

الجواب:

علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمن بن قریش الہروی عن عبد اللہ بن احمد الدہجی عن الحسن بن عبد اللہ بن حمدان الرقی ثنا عصبہ بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر... الخ. (نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۴۱۰)

یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ اس کے پہلے راوی امام بیہقی رحمہ اللہ ہیں جو کہ عبدالرشید کے بقول امام شافعی رحمہ اللہ کے مقلد تھے۔ (ملخصاً: کاروان

حدیث: ص ۱۸۹) اور فریق مخالف کے نزدیک تقلید ناجائز، حرام و بدعت و ضلالت و شرک و کفر ہے۔ (دیکھئے: مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۸۲۱) تو بتایا جائے کہ فریق مخالف کے متحققین (بزعم خود) اس مشرک کی نقل کردہ روایت کو کس طرح قبول کر رہے ہیں؟ مزید برآں فریق مخالف کے متحقق رئیس ندوی صاحب کے نزدیک تو اختلافی مسائل میں مقلدین کی نقل سرے سے قابل اعتبار ہی نہیں ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۳۸)

(۲)۔۔۔ بطور الزام کے عرض ہے کہ اس روایت کے دوسرے راوی امام ابو عبد اللہ الحافظ (یعنی امام حاکم رحمہ اللہ) بھی فریق مخالف کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن نے انہیں غالی شیعہ قرار دیا ہے۔ (ہدایۃ السائل: ص ۵۲۵ مطبوعہ بھوپال ۱۳۹۲ھ) اور حکیم فیض عالم صدیقی نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ:

اس قسم کی تمام خرافات کا جامع حاکم ہے جس کے متعلق میں اپنی متعدد تالیفات میں بدلائل و شواہد واضح کر چکا ہوں کہ وہا غالی رافضی تھا۔ (صدیقہ کائنات: ص ۲۲۱)

زیر علی زنی نے لکھا ہے کہ:

مستدرک کی تصنیف کے وقت امام حاکم تغیر حفظ کا شکار ہو گئے تھے۔ (ملخصاً: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۰۹ ص ۴۰)

رئیس ندوی نے بھی امام موصوف کو کثیر الغلط قرار دیا ہے۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طریقہ نماز: ۱۳۲)

(۳)۔۔۔ اس روایت کی سند کے تیسرے راوی ”جعفر بن محمد بن نصر“ کی بھی توثیق و تعدیل مطلوب ہے۔

(۴)۔۔۔ چوتھا راوی ”عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ الہروی“ کذاب ہے، چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ص ۷۸ لکھتے ہیں:

اہمہ السلیمانی بوضع الحدیث. محدث سلیمانی رحمہ اللہ نے اسے حدیثیں گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال: ۴۹۴۱)

علامہ برہان الدین البخاری رحمہ اللہ ۸۴۱ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی نقل کیا ہے کہ:

یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الكشف الحثیث عن رمی بوضع الحدیث: ۴۳۰، لسان المیزان: ۱۶۶)

ناصر الدین البانی نے ایک روایت کی سند کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یہ سند موصوع ہے کیونکہ اس سند کا راوی (عبدالرحمن) بن قریش حدیثیں گھڑتا تھا، ذہبی نے کہا ہے کہ سلیمانی نے

اسے متہم بالوضع کہا ہے۔ (سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۸۲۸)

زبیر علی زئی نے بھی عبدالرحمن بن قریش کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الوصول: ۲۵۰)

(۵)۔۔۔۔۔ پانچویں نمبر عبداللہ بن احمد الدجی ہے اس کے عدل و ضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال ساکت ہیں۔

(۶)۔۔۔۔۔ چھٹے راوی حسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی کے عدل و ضبط کے متعلق بھی کتب رجال خاموش ہیں۔

(۷)۔۔۔۔۔ ساتویں راوی عصمہ بن محمد الانصاری المدینی بھی مجروح ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

۱۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۷۲ھ فرماتے ہیں:

لیس بالقوی۔ کہ یہ (روایت حدیث میں) مضبوط نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۱۰۶)

۲۔ امام ابواحمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ فرماتے ہیں:

وکل حدیثہ غیر محفوظہ وھو منکر الحدیث۔ کہ اس کی تمام احادیث غیر محفوظ ہیں اور یہ منکر الحدیث

ہے۔ (الکامل: ۱۵۳۵)

منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ اس کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت یا کثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔ (توضیح الکلام: ۲/۶۲۸)

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

حتى تكثر المناكير في روايته وينتهي الى ان يقال في منكر الحديث لان منكر الحديث وصف

الرجل يستحق به الترك بحديثه. (ابكار المنن: ص ۱۹۹)

(منکر الحدیث وہ راوی ہے) جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے

لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث

ترک کر دی جائے۔

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۹۹)
اثری صاحب ہی ”الرفع والتکمیل“ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ایضاً: ص ۴۹۸)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۱۶۰)
محمد اسحاق صاحب ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ حدیث ضعیف جدا یا منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام (ص ۲۰) ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)
زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۱۵، ستمبر ۲۰۰۳ء)
ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے ہاں انتہائی سخت، قابل اعتبار اور مفسر جرح ہے۔
۳۔ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

هذا كذاب يضع الحديث. کہ عصفہ بن محمد بہت بڑا جھوٹا ہے اور حدیثیں گھڑتا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۶۷۲۶)
۴۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے لکھا ہے:

ترکوه. کہ محدثین نے اسے ترک کر دیا تھا۔ (دیوان الضعفاء والمترکین: ۲۸۱۸)
نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ اس کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا موضوع. الخ۔ کہ یہ روایت موضوع ہے۔ (تاریخ اسلام: ۲۰۵)

۵۔ امام ابو جعفر عقیلی رحمہ اللہ ۳۲۲ھ فرماتے ہیں:

يحدث بالبواطيل عن الثقات. کہ عصفہ ثقہ راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔

(الضعفاء الکبیر للعقيلي: ۱۳۶۶)

۶۔ امام حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ ۵۹۷ھ نے اس کو ضعیف و متروک راویوں میں ذکر کر کے اس کا کذاب و ضاع اور متروک

ہونا نقل کیا ہے۔ (الضعفاء والمترکون: ج ۲ ص ۱۷۶، رقم: ۲۳۰۳)

۷۔ قاضی شوکانی لکھتا ہے:

عصفہ بن محمد وهو كذاب. کہ عصفہ بن محمد کذاب ہے۔ (الفوائد المجموعہ: ص ۱۸۱، ۶۷)

۸۔ ناصر الدین البانی لکھتا ہے:

عصبة بن محمد کل حدیثہ غیر محفوظ وھو منکر الحدیث۔

کہ عصمہ بن محمد کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ: ج ۱ ص ۲۶۵)

۹۔ زبیر علی زئی نے بھی عصمہ کو سخت مجروح قرار دیا ہے۔ (تسہیل الوصول: ص ۲۵۰)

الغرض عصمہ بن محمد الانصاری کذاب و متروک الحدیث راوی ہے، اب کذاب اور متروک راوی کے متعلق فریق مخالف کے متحققین کے فیصلے ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

کذاب، متروک، لیس بھقتہ کے الفاظ شدید جرح میں شمار ہوتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۶۰۸)

عبداللہ روپڑی لکھتا ہے:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔ (فتاویٰ المحدثین: ج ۱ ص ۶۶۲)

محمد گوندلوی لکھتا ہے:

جس (حدیث) کو کسی شخص وضاع یا کذاب نے بیان کیا وہ موضوع ہے۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۲)

سلطان محمود ضیاء لکھتا ہے:

موضوع (اس حدیث کو کہتے ہیں) جس حدیث کا راوی کذاب ہو۔ (اصطلاحات المحدثین: ص ۱۳)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں بھی یہ روایت باطل و موضوع ہے۔ محقق نبوی

رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قلت العجب منهم کیف اوردوا فی تصانیفهم وسکتوا عنه مع ان بعض رجالہ اتهم بوضع

الحدیث (التعلیق الحسن: ص ۲۰۱)

میں کہتا ہوں تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے خاموشی اختیار کر لی ہے حالانکہ

اس کے بعض راویوں پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔

عبدالرؤف سندھو لکھتا ہے کہ:

اس حدیث میں ”فما زالت تلك صلوته...“ کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ اس کی سند میں

دور راوی متہم ہیں۔ (القول المقبول: ص ۴۱۳)

زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: نور العینین: ص ۳۲۷)

ہر چند کہ انہوں اور بیگانوں کے اعتراف سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف

منسوب یہ روایت جھوٹی ومن گھڑت ہے۔

شہ نمبر ۲: { حدیث ابی ہریرہؓ سے دوام پر استدلال }

فریق مخالف کی طرف سے دوام رفع یدین پر بطور دلیل درج ذیل روایت بھی بڑے طمطراق انداز میں پیش کی جاتی ہے:
ابن الاعرابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نا محمد بن عصبہ ناسوار بن عمارۃ ناردیح بن عطیۃ عن ابی زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج قال رأیت ابا ہریرۃ فقال لا صلین بکم صلاۃ رسول اللہ ﷺ لا ازید فیہا ولا انقص فاقسم باللہ ان کانت ہی صلوٰتہ حتی فارق الدنیا قال فقبت عن یمینہ لا نظر کیف یصنع فابتدء فکبر و رفع یدییہ ثم رکع فکبر و رفع یدییہ ثم سجد ثم کبر ثم سجد و کبر حتی فرغ من صلاتہ قال اقسام باللہ ان کانت لہی صلاتہ حتی فارق الدنیا۔ (المعجم لابن الاعرابی)

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (سے منسوب ہے کہ انہوں) نے فرمایا کہ میں ضرور تمہیں نبی مکرم ﷺ والی نماز پڑھاؤں گا نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ دنیا چھوڑ گئے۔ راوی نے کہا پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں پس انہوں نے نماز کی ابتداء کی اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر کوغ کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

الجواب:

یہ روایت بھی جھوٹی ومن گھڑت ہے، آئیے اس کی سند کی سیر کراتے ہیں:

(۱)۔۔۔ اس کی سند کے پہلے راوی امام ابوسعید ابن الاعرابی احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم البصری رحمہ اللہ ہیں جو کہ ایک صوفی منش بزرگ ہیں تصوف اور زہدان پر تھا۔ (ملخصاً: تذکرۃ الحفاظ: ۸۳۰، سیر اعلام النبلاء: ۳۰۷، تاریخ اسلام: ۳۰۷) اور فریق مخالف کے حضرات عموماً تصوف کو کفر و شرک کہتے رہتے ہیں، اور ابن الاعرابی رحمہ اللہ جمع و فنا (یعنی مسئلہ وحدت الوجود) کو بالکل حقیقت سمجھتے تھے۔ (ایضاً) اور فریق مخالف میں سے خصوصاً زبیر علی زئی اور طالب الرحمن کے نزدیک وحدت الوجود کو حقائق میں سے ماننے والے بدترین کافر اور مشرک ہیں۔ (فتاویٰ علیہ: ۶۲، دیوبندیت تاریخ و عقائد: ص ۱۹۶) الغرض فریق مخالف کے لوگ ایک طرف تو صوفیاء اور وحدت الوجود کے قائلین کیلئے کفر و شرک کی گردان

پڑھتے نہیں تھکتے جبکہ دوسری طرف نماز کی اہم سنت کیلئے ایک صوفی منش وحدت الوجود کے قائل بزرگ کی چوکھٹ پر کارہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

آنچه شیراں را کندرو باہ مزاج احتیاج ست و احتیاج ست و احتیاج

(۲)۔۔۔ اس کی سند کے دوسرے راوی ابو عبید اللہ محمد بن احمد بن عصمہ الرملی القاضی الاطرش کے بارے میں زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ: مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ (نور العینین: ص ۳۳۸) اس کے عدل وضبط کے متعلق کتب اسماء الرجال خاموش ہیں۔ واضح رہے کہ ایسے روایات کو فریق مخالف کے علماء مجہول شمار کرتے ہوئے ان کی نقل کردہ روایات کو موضوع ومن گھڑت قرار دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مبشر ربانی ایک مقام پر لکھتا ہے کہ: یہ اور اس کے دیگر روایات بھی مجاہل قسم کے ہیں علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔ (ملخصاً: مجلہ الدعوة: ص ۴۱ مارچ ۲۰۰۱ء)

رئیس ندوی ایک جگہ لکھتا ہے:

ان کی توثیق و تخریج میں کوئی بات منقول نہیں یعنی کہ موصوف مجہول ہیں ان کا ترجمہ مجھے دیکر کسی کتاب رجال میں نہیں مل سکا اور اس مجہول کا بہت بڑا کذاب ہونا بھی ممکن ہے۔ (مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۱۸۴)

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابو عبید اللہ کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے۔ (نور العینین: ص ۳۳۸)

الجواب:

مسند الشامیین کی روایت کو ابو عبید اللہ القاضی کی متابعت میں پیش کرنا غلط اور سراسر دھوکا ہے کیونکہ مسند الشامیین کی روایت میں ”حتی فارق الدنيا“ کے الفاظ ہی سرے موجود نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں مسند الشامیین کی روایت بھی شدید ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو۔ اس کی سند میں موجود امام طبرانی رحمہ اللہ کا شیخ حصین بن وہب الارسوفی مجہول ہے حتیٰ کہ زبیر علی زئی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ: حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔ (نور العینین: ص ۳۳۹) دوسرے راوی زکریا بن نافع الارسوفی کا بھی تقریباً یہی حال ہے۔ اور پانچویں راوی ابو عبد الجبار بھی مجہول ہے۔

(۳)۔۔۔ مذکورہ بالا روایت کی سند کے تیسرے راوی ابو عمارہ سوار بن عمارہ بھی معیاری ثقہ نہیں ہیں، تہذیب المعذیب (۳۱۴۸) میں ہے کہ اکثر اوقات (ثقة راویوں) کے خلاف روایات بیان کرتا ہے۔ نیز راقم الحروف کو اس کے اساتذہ میں روتح بن عطیہ کا تذکرہ نہیں ملا اور نہ ہی آج تک زبیر علی زئی پارٹی یہ قرض اتار سکی ہے۔

اعتراض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج الفلستانی کا ذکر امام بخاری کی الت أرنج الکبیر اور امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعديل میں موجود ہے، ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (ہلفظہ نور العینین: ص ۳۳۷)

الجواب:

اولاً۔۔۔ ہمارے پاس موجود معجم کے مطبوعہ نسخہ میں زیر بحث روایت کی سند میں راوی ”ابو زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج“ ہے نہ کہ ”ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج“۔ کسی قوی دلیل کے بغیر ہی زبیر صاحب کا ”ابو زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج“ کو ”ابو زرعة عن ابی عبد الجبار بن معج“ بنا دینا غلط ہے۔

ثانیاً۔۔۔ اگر بالفرض معجم ابن الاعرابی میں غلطی سے "عن ابی زرعة بن ابی عبد الجبار بن معج" "چھپ گیا ہو اور صحیح" عن ابی زرعة عن ابی عبد الجبار بن معج "ہی ہو جیسا کہ زبیر صاحب نے لکھا ہے تو تب بھی علی زئی پارٹی کو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج فلسطینی بھی مجہول ہے۔

ثالثاً۔۔۔ باقی التاریخ الکبیر للبخاری اور الجرح والتعدیل للرازی میں ”ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج الفلستانی“ کا بلا جرح و تعدیل ذکر ہونا خود فریق مخالف کے نزدیک بھی اس کی توثیق کو مستلزم نہیں، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں اور امام ابن ابی حاتم رازی رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل میں روایات کی ایک بڑی تعداد کا تذکرہ بلا جرح و تعدیل کیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ روایات غیر مقلدین کے نزدیک مجہول ہیں، اسی طرح ابن حبان کا کسی راوی کو ثقات میں ذکر کرنا بھی فریق مخالف کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ چند عبارات ملاحظہ ہوں:

ارشاد الحق اثری ایک روایت کے ذیل میں لکھتا ہے کہ:

ابن بجاد، محمد بن بجاد ہے اور وہ موسیٰ بن سعد کا پوتا ہے جبکہ بجاد موسیٰ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" میں اور امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل میں ذکر کیا ہے مگر کوئی جملہ توثیق و توصیف کا نقل نہیں کیا۔۔۔۔۔ محمد بن بجاد اور موسیٰ بن سعد دونوں مجہول و مستور ہیں لہذا اس کی سند کو صحیح کہنا درست نہیں۔

(توضیح الکلام: ۲ ص ۷۴۱، ۷۴۳)

عبدالرؤف سندھو صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ابو مسلم کو بخاری نے الکنی میں اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعديل میں ذکر کیا ہے مگر دونوں میں سے کسی نے بھی اس کے بارے میں کوئی جرح و تعديل ذکر نہیں کی ہے۔ احمد البناء نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسکی سند کو جید قرار دینے کے لیے ابو مسلم کی ثقاہت کا علم ضروری ہے ورنہ سند ضعیف ہے۔
(القول المقبول: ص ۱۷۰)

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ امام ابن ابی حاتم جس راوی پر سکوت کریں وہ ثقہ ہوتا ہے تو یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں خود امام ابن ابی حاتم نے صراحت کر دی ہے کہ جس راوی کے متعلق کوئی جرح یا تعديل نقل نہیں کی گئی تو ان کا ذکر محض حکم کیا ہے اگر کوئی کلمہ (اپنے والد ابو حاتم وغیرہ سے) مل گیا تو بال آخر اس کو نقل کر دیں گے۔

(حاشیہ توضیح الکلام: ج ۲ ص ۷۴۱)

محبت اللہ شاہ آف پیر جھنڈا صاحب لکھتے ہیں:

اور امام ابن ابی حاتم اور ابن حبان کے متعلق جو فرمایا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کا مقتضی تو یہ ہوا کہ جس راوی کا بھی امام ابن ابی حاتم اپنی ”الجرح والتعديل“ میں ذکر کریں اور اس پر کچھ بھی حکم جرحاً و تعديلاً نہ لگائیں اس کے متعلق یہی کہنا چاہیے کہ اس میں طعن یا عیب ہوتا تو امام ابن ابی حاتم سے پوشیدہ نہ رہتا۔ حالانکہ کسی طعن یا توثیق کے عدم ذکر سے یہی عیاں ہوتا ہے کہ امام موصوف کو ان کے متعلق (اپنے والد ابو حاتم یا دیگر ائمہ ناقدین سے۔ ن) کچھ معلوم نہ ہو سکا، یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں علمائے حدیث یہی فرماتے ہیں کہ یہ راوی مجہول الحال غیر معروف اور مستور ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۱، ۲۵ نومبر ۱۹۹۳ء)

زبیر علی زئی نے بھی اہل اصول کہ امام بخاری اور امام ابو حاتم کا کسی راوی کو بلا جرح و تعديل ذکر کرنا اسکی توثیق ہے کو مرجوح قرار دیا ہے۔ (نور العینین: ص ۱۸۹)

محمد گوندلوی ایک راوی کے بارے میں لکھتا ہے:

ابن حبان نے اس کو ثقاہت میں شمار کیا ہے مگر ابن حبان کا تساہل مشہور ہے۔ (خیر الکلام: ص ۲۵۲)

عبداللہ روپڑی لکھتا ہے:

ابن حبان کا تساہل مشہور ہے ذرا سے سہارے پر ثقلوں میں شمار کر لیتے ہیں۔ (فتاویٰ الہمدیث: ج ۲ ص ۵۰۸)

رفیق سلفی لکھتا ہے:

ابن حبان کی توثیق کو ائمہ رجال کچھ وقعت نہیں دیتے۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ص ۱۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۳ء)

عبدالرؤف سندھو ایک مقام پر لکھتا ہے:

واضح رہے کہ ابن حبان کا اس کو ثقات میں ذکر کرنا معتبر نہیں کیونکہ وہ مجاہل کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔
(القول المقبول: ص ۳۲۵)

زبیر علی زئی لکھتا ہے:

مجہول اور مستور راویوں کی توثیق میں امام ابن حبان مسائل تھے لہذا ایسے مقام پر اگر وہ منفرد ہوں تو ان کی توثیق مقبول نہیں ہے۔ (بلفظہ فتاویٰ علمیہ: ج ۱ ص ۵۸۲)

صرف ان چند عبارات کو ہی سامنے رکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خود فریق مخالف کے نزدیک بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے تاریخ کبیر میں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے جرح و تعدیل میں اور حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے کتاب الثقات میں محض ذکر کرنے سے ”ابو عبد الجبار عبد اللہ بن معج“ کا ثقہ ہونا لازم نہیں لازم آتا۔

شعبہ نمبر ۳: {کان سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ اثبات رفع یدین والی روایات میں ”کان یرفع یدہ“ کے الفاظ ہیں یعنی فعل مضارع پر کان داخل ہے اور جب کان فعل مضارع پر داخل ہو تو دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حاشیہ بخاری از داود راز: ج ۱ ص ۶۷۵

صلوۃ الرسول از صادق سیالکوٹی: ص ۲۴۱

تسہیل الوصول: ص ۲۰۲ و فی طبعة: ص ۲۶۱

الجواب:

اولاً۔۔۔ امام نووی رحمہ اللہ ص ۶۷۶ فرماتے ہیں کہ: محققین اہل اصول کے نزدیک کان دوام کا فائدہ نہیں دیتا، اصل وضع کے اعتبار سے یہ صرف ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرتا ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۲۵۴) امام شاطبی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک کان ایک دفعہ کے فعل پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے۔ (الاعتصام: ج ۱ ص ۲۹۰) مزید ابو سعید شرف الدین دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ: باقی رہا استدلال دوام پر کان یفعل کذا سے تو یہ صحیح نہیں یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں بلکہ بعض مقام میں اکثری بھی نہیں۔ آپ مشکوٰۃ باب القراءة فی الصلوٰۃ یا نیل الاوطار وغیرہ بلکہ احادیث منقولہ دریں تحریر ہی کو ملاحظہ کر کے تمام حدیثوں کے کان یفعل کذا کو آپس میں تطبیق دیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوام نہیں ورنہ تناقض معلوم ہوگا۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۹۹)

ثانیاً۔۔۔ متعدد احادیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے نہ معلوم فریق مخالف کی یہ منطق وہاں کیسے چلے گی؟ مثلاً۔۔۔

ایک حدیث میں ہے ”ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی وهو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ... الخ

کہ رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے وقت اٹھائے ہوتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۵۱۶)

اس حدیث میں کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ بالاتفاق آپ کا یہ عمل دائمی نہ تھا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”ان رسول اللہ ﷺ کان یبشر وهو صائم“ کہ آپ روزہ کی حالت میں مباشرت کر لیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۰۶)

اس حدیث میں بھی کان فعل مضارع پر داخل ہے حالانکہ یہ عمل بھی بالاتفاق دائمی نہ تھا۔ مختصر یہ کہ لفظ کان اصل وضع کے اعتبار سے دوام کا فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی محض کان کے فعل مضارع پر داخل ہونے سے ہمیشگی ثابت ہوتی ہے ورنہ احادیث کے معانی میں فساد برپا ہو جائے گا۔

شعبہ نمبر ۴: {اذا سے دوام پر استدلال}

ایک شوشا یہ بھی چھوڑا جاتا ہے کہ اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں اذا ماضی پر داخل ہے اور لفظ اذا جب ماضی پر داخل ہو تو ہمیشگی کا معنی دیتا ہے۔

الجواب:

اولاً۔۔۔ اذا سے دوام کشید کرنا صحیح نہیں کیونکہ صرف ایک مرتبہ کئے گئے کام کو بھی اذا کے ذریعہ سے بیان کر دیا جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

واذا راوا تجارۃ اولھون انفضوا الیہا وترکوک قائماً۔ (قد سمع اللہ: ۲۸، سورۃ الجمعۃ: ۱۰)

اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے، اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

اس آیت مبارکہ میں اذا ماضی پر داخل ہے اور جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ کا معمول نہیں بلکہ صرف ایک دفعہ واقعہ پیش آیا تھا جس پر اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کر کے ان کی اصلاح فرمادی۔ چنانچہ صلاح الدین یوسف نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ جمعے کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک قافلہ آگیا لوگوں کو پتہ چلا تو خطبہ چھوڑ کر باہر

خرید و فروخت کیلئے چلے گئے کہ کہیں سامان فروخت ختم نہ ہو جائے، صرف بارہ آدمی مسجد میں رہ گئے جس پر یہ آیت

نازل ہوئی۔ (تفسیر احسن البیان: ص ۱۵۷۹)

ثانیاً۔۔۔ سجدوں کے متعلق رفع یدین کی روایات میں بھی اذا ماضی پر داخل ہے۔ (مثلاً دیکھئے: سنن النسائی: ج ۱ ص ۱۶۵، باب

رفع الیدین للیسجد) مگر اس کے باوجود فریق مخالف کے لوگ سجدوں میں رفع یدین کے دوام کے قائل نہیں۔ لہذا جو جواب سجدوں کی روایات میں اذا کے فعل ماضی پر داخل ہونے کا فریق مخالف کے لوگ دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع والی روایات کا ہوگا۔

شہ نمبر ۵: {کان اور اذا کے مجموعہ سے دوام پر استدلال}

اثبات رفع یدین کی بعض روایات میں ”کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ واذا رکع واذا رفع رأسه الخ“ کے الفاظ آئے ہیں، بعض حضرات ان الفاظ کو لے کر ”کان“ اور ”اذا“ کے مجموعہ سے ہمیشگی کا معنی کشید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

الجواب:

”کان“ اور ”اذا“ کے مجموعہ سے بھی ہمیشگی والا معنی کشید کرنا غلط ہے اس مجموعہ بھی سے دوام ثابت نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا سلم سلم ثلاثا واذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا۔ (صحیح البخاری: ۶۲۴۴)
کہ نبی کریم ﷺ جب لوگوں کو سلام کہتے تو تین مرتبہ فرماتے اور جب آپ ﷺ کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے۔

اس حدیث میں ”اذا“ اور ”کان“ کا مجموعہ موجود ہے مگر اس میں جو عمل ذکر کیا گیا ہے وہ دائمی نہیں ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:
تین بار اس حالت میں ہے جب کوئی کسی کے دروازے پر جائے اور اندر آنے کی اجازت چاہے امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاستیذان میں بیان کیا ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے، ورنہ ہمیشہ آپ کی عادت یہ ثابت نہیں ہوتی کہ ہر مسلمان کو تین بار سلام کرتے۔ (تیسیر الباری: ج ۱ ص ۸۲)

شہ نمبر ۶: {راوی حدیث کے متاخر الاسلام ہونے سے دوام پر استدلال}

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ رفع یدین کی حدیث کے راوی سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لانے والے متاخر الاسلام صحابی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تاحیات ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے ہیں۔

الجواب:

اولاً۔۔۔ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کو صحیح کہنے کا فریق مخالف کو حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے مرکزی راوی دو ہیں۔ (۱)۔ نصر بن عاصم۔ (۲)۔ ابو قلابہ۔

نصر بن عاصم کے بارے میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کان خارجاً۔ کہ یہ خارجی تھا۔

اور اسی طرح علامہ مرزبانی بھی معجم الشعراء میں فرماتے ہیں کہ:

کان علی رأی الخوارج. یہ خارجی مذهب کا تھا. (تہذیب التہذیب: ج ۴، ص ۵۳۹، ۵۴۰)
اور دوسرے راوی ابو قلابہ بصری نے بارے میں امام ابوالحسن احمد بن عبد اللہ عجل رحمہ اللہ ص ۲۶۱ فرماتے ہیں کہ:

وکان یحمل علی علی... وفیہ نصب یسیر. (تہذیب التہذیب: ج ۴، ص ۱۴۸)

یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں کلام کرتا تھا اور نا صبی تھا۔

اور فریق مخالف کے متحققین ضرورت پڑنے پر اس طرح کے روایات کی سند سے مروی احادیث کو قبول نہیں کرتے۔ چنانچہ زبیر علی زئی نے صحیح بخاری کے راوی علی بن الجعد کی مسئلہ تراویح کے متعلقہ ایک حدیث کو محض اس وجہ سے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے کہ علی بن الجعد صحابہ کرام کی شان میں کلام تھا (دیکھئے: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۸، امین اوکاڑوی کا تعاقب: ص ۶۵)۔ لہذا فریق مخالف کو سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

ثانیاً۔۔۔ فریق مخالف نے فی الحال سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے ۹ھ میں مسلمان ہونے پر کوئی متصل صحیح السند روایت پیش نہیں کی، باقی تاریخی، غیر متصل، منقطع السند حوالے ضرورت پڑنے پر فریق مخالف کے متحققین قبول نہیں کیا کرتے تو پھر ایسے حوالے ہمارے خلاف آخر کیوں پیش کر رہے ہیں؟

ثالثاً۔۔۔ اتفاقی اصول و ضابطہ ہے کہ کسی راوی کے متاخر الاسلام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس راوی کا نقل کردہ عمل آپ ﷺ نے ضرور آخری ایام ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ عبد الرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

متاخر الاسلام ہونے سے دلیل انا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے۔۔۔۔۔ ان تاخر

اسلام الراوی لا یدل علی تأخیر ورود الہروی. (بلاشبہ راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونا اس کی بیان کردہ روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے۔ ن)۔ (تحقیق الکلام: ص ۷۵، ۷۶)

رابعاً۔۔۔ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ایک صحیح صریح حدیث میں تو نبی کریم ﷺ سے سجدوں کے رفع یدین کا ثبوت بھی موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو: سنن النسائی: ج ۱، ص ۱۶۵، ۱۷۲) اگر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت سے بوقت رکوع رفع یدین کی بیشکی ثابت ہوتی ہے تو پھر انہی کی روایت سے سجدوں کی رفع یدین کی بیشکی آخر کیوں نہیں ثابت ہوتی؟ اور فریق مخالف کے احباب سجدوں میں رفع یدین کو آخر کیوں نہیں اپناتے؟

خامساً۔۔۔ یہ بھی واضح رہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ میں دن رات نبی کریم ﷺ کے پاس رہ کر اپنے وطن واپس تشریف لے گئے تھے۔ (کافی البخاری: ج ۱، ص ۸۷، ۸۸، فتح الباری: ج ۲، ص ۱۴۵، ج ۳، ص ۱۳۸) وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسلسل رہے ہی نہیں ہیں۔ جب کہ ان کے مقابلے میں آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔

سادسا۔۔۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ رفع یدین کا عمل ۹ھ تک باقی رہا ہے تو تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ تا وفات رفع یدین کیا ہے کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی ترک و نسخ کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاذا صلی قائما فصلوا قیاما..... واذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون.

(صحیح البخاری: ج ۱ ص ۹۶)

کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو مقتدی بھی اس کی اتباع میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تمام مقتدی بھی اس کی اتباع میں بیٹھ کر نماز ادا کریں۔

لیکن آپ ﷺ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر سکوت کیا۔ (ملاحظہ ہو: بخاری ج ۱ ص ۹۶)

علماء نے آپ کے اس عمل کو نسخ اور ”فصلوا جلوسا“ کو منسوخ قرار دیا ہے حتیٰ کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ امام حمیدی رحمہ اللہ سے ”فصلوا جلوسا“ کا منسوخ ہونا نقل کیا ہے۔

لہذا ۹ھ تک باقی رہنے کی صورت میں بھی رفع یدین کا تا وفات ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ۹ھ کے بعد بھی نسخ و ترک کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابہ جیسے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بعد الافتتاح رفع یدین چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ ثقہ بالا جماع محدث و تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے جب متاخر الاسلام صحابی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع یدین والی حدیث کا تذکرہ ہوا اور کہنے والے نے کہا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

ان کان وائل راہ مرقة يفعل ذالك فقد راہ عبد الله خمسين مرقة لا يفعل ذالك.

(شرح معانی الآثار و سندہ صحیح)

اگر وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک بار رفع یدین کرتے دیکھا تھا (تو پھر کیا ہوا؟) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پچاس بار دیکھا ہے کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے (یعنی چھوڑ گئے تھے)۔

ملاحظہ فرمائیں! امام ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ جیسا بلند پایہ محدث و فقیہ بھی متاخر الاسلام صحابی کی روایت کے مقابلے میں

آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلسل رہنے والے صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو عمل کیلئے لے رہا ہے۔
اختصار کے پیش نظر مسئلہ رفع الیدین کے سلسلے میں صرف انہی معروضات پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاہم تفصیل کے طلبکار حضرات راقم الحروف کی کتاب ”تسکین العینین فی مسئلۃ ترک رفع الیدین“ کا مطالعہ فرمائیں۔

{ نماز شروع کرنے کی کیفیت کا بیان }

۱۶۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ رَهْطًا مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَخَلُوا عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَمْ يَدْخُلُوا إِلَّا لِيَسْأَلُوهُ مَا يَقُولُونَ إِذَا افْتَتَحُوا الصَّلَاةَ، قَالَ فَتَقَدَّمَ عُمَرُ فَكَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، وَرَفَعَ صَوْتَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل بصرہ کے چند آدمی حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس نماز شروع کرنے کی کیفیت پوچھنے آئے، راوی حدیث کا بیان ہے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور تکبیر کہہ کر نماز شروع کی (اور وہ لوگ ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے)، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز سے فرمایا: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹، مسند ابن الجعد: ۱۸۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۶۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۵۰، الاوسط فی السنن والایجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر عند الطحاوی والدارقطنی)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ شرح معانی الآثار للطحاوی کی روایت

میں اس کی سند یوں مروی ہے:

..... عن ابراهيم عن الاسود عن عمر.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۷)

فائدہ:

ثناء کے یہ کلمات دیگر متعدد صحیح روایات میں بھی موجود ہیں چند روایات مع التحقیق حاضر ہیں:

چند مزید روایات:

وَعَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمُبْرَدِ فِي الدُّعَاءِ وَاسْنَادُهُ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۳۳۱)

☆ ☆ حمید الطویل (ثقة تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) اسے طبرانی نے اپنی خاص کتاب الدعاء (۵۰۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۰۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳، سنن الدار قطنی: ۱۱۳۸۔ اور اسے مشہور ثقہ بالا جماع امام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمود بن محمد الواسطي، ثنا زكريا بن يحيى زحمويه، ثنا الفضل بن موسى السيناني، عن

حميد الطويل، عن انس بن مالك رضي الله عنه.... الخ. (كتاب الدعاء للطبراني: ۵۰۶)

اں کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمود بن محمد بن منویہ الواسطی رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔ (سوالات حمزہ الدار قطنی: ۳۶۷)

۲۔ امام زکریا بن یحییٰ بن صباح بن راشد الواسطی زحمویہ رحمہ اللہ کو ”ثقة“ روات میں شمار کیا گیا ہے۔

(الشقائق لمن لم يقع في الكتب الستة: ۳۰۲۶)

۳۔ امام ابو عبد اللہ فضل بن موسیٰ السینانی المروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۷۵۰)

۴: امام ابو عبیدہ حمید بن ابی حمید الطویل الخزاعی البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقہ“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۳۴۵)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حتیٰ کہ احناف کے مخالفین نے بھی اسے صحیح و حسن کہا ہے، چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

اس کی سند حسن ہے۔ حمید الطویل اگرچہ مدلس ہیں، لیکن ان کی عن انس والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۴۹)

البانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے، اور اس پر (امام ابو حاتم رازی وغیرہ کے) اعتراضات کو کالعدم قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل ۲/ ۵۰-۵۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲۹۹۶)

عبدالرؤف سندھو صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (القول المقبول: ص ۳۴۷)

عبدالرؤف نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن عمیر رضی اللہ عنہ، اور حضرت وائلہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ (ایضاً: ص ۳۴۶-۳۴۸)

وَعَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالتَّطَعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۴۷)

☆ ☆ اسود (بن یزید رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزہ ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) اسے دارقطنی (۱۱۴۴، ۱۱۴۵)، طحاوی (۱۱۷۵) اور ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷، ۲۳۸۹، مسند ابن الجعد: ۱۸۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۶۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۵۰، الاوسط فی السنن والاحکام والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۶۷۔

اور کئی اسانید کے ساتھ مروی ہے اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ:

صحیح ہے ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۵۰)

مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هشيم . قال اخبرنا حصين . عن ابي وائل ، عن الاسود بن يزيد قال رأيت عمر بن الخطاب . . . الخ . (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۶)

وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ . رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ .

(آثار السنن: ۲۳۸)

☆ ☆ ابو وائل (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (حضرت سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو فرماتے: ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“ (اے اللہ! تیری ذات پاک اور منزو ہے اور میں تیری تقدیس بیان کرتا ہوں، اور سارے کمالات اور خوبیاں تجھ میں ہیں، میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام پاک بڑا بابرکت ہے، اور تیری شان بہت اعلیٰ ہے، اور تو ہی معبود برحق ہے، تیرے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہے۔) آپ رضی اللہ عنہ ہمیں یہ سناتے تھے۔ اسے دارقطنی (۱۱۵۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يعقوب بن ابراهيم البزار . ثنا الحسن بن عرفة . ثنا ابو بكر بن عياش . عن عاصم . عن ابي وائل . . . الخ . (سنن الدارقطني: ۱۱۵۴)

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند حسن کہا ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۵۰)

فائدہ:

مشہور ثقہ بالا جماع شارح حدیث علامہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ:

حافظ مجد الدین ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مفتیٰ میں سنن سعید بن منصور کے حوالے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اور صحیح مسلم کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق، دارقطنی کے حوالہ سے حضرت عثمان رضی اللہ

عنه اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ نقل کرنے کے بعد کہ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز کا افتتاح {سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ} سے کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ ان سب حضرات کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد عموماً اور اکثر و بیشتر یہی {سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ} پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے احادیث میں وارد شدہ افتتاح نماز کی دوسری دعاؤں کے مقابلے میں یہی رائج و افضل ہے، اگرچہ دوسری ثابت شدہ دعاؤں کا پڑھنا بھی بالکل صحیح ہے۔ (معارف الحدیث: ج ۳ ص ۱۵۰)

{اگر آدمی نماز شروع کرتے وقت امام سے پہلے اللہ اکبر کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی}

۱۶۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَبَّرَ الرَّجُلُ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْإِمَامِ، فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”اگر آدمی نماز شروع کرتے وقت امام سے پہلے اللہ اکبر کہہ دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جس آدمی نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر نہیں کہا وہ نماز میں نہیں ہے}

۱۶۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا لَمْ يُكَبِّرِ الرَّجُلُ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، فَلَيْسَ فِي صَلَاةٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جس آدمی نے نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر نہیں کہا وہ نماز میں نہیں ہے (یعنی اس کی نماز نہیں ہوئی)۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟}

۱۶۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا كَبَّرَ الرَّجُلُ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، رَفَعَ يَدَيْهِ وَلَمْ يُجَاوِزْ يَمَانًا أَوْ يَسَارًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”آدمی کو نماز کے شروع میں یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھ کانوں سے زیادہ بلند نہیں کرنے چاہیے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے؟ اس سلسلے میں مختلف روایات مروی ہیں:

☆ بعض میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۶۰۳، سنن النسائی: ۱۰۵۶، مسند السراج: ۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۸۳، ال آحاد والمثنائی لابن ابی عاصم: ۹۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۲۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۶۹۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۶۱۔

☆ بعض میں کانوں اور کانوں کی لو کے برابر ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: صحیح مسلم: ۳۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۶۰۳، سنن النسائی: ۱۰۵۶، مسند السراج: ۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۸۳، ال آحاد والمثنائی لابن ابی عاصم: ۹۲۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۲۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۶۹۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۶۱۔

☆ ایک روایت میں سینہ تک اٹھانے کا ذکر ہے۔ دیکھئے: سنن ابی داؤد: ۷۲۸، ۷۲۹، مسند الشافعی: ۲۱۳، مسند الحمیدی: ۹۰۹، سنن النسائی: ۱۱۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۷۰، سنن الدارقطنی: ۱۱۲۰۔

☆ اور بعض میں کانوں کے کناروں کے برابر اٹھانے کا ذکر ہے۔

اہلسنت والجماعت احناف نے ان مختلف روایات میں تطبیق یوں دی ہے کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تاکہ بیک وقت سب احادیث پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم کا تھا چادریں لپٹی ہوتی تھیں اس عذر کی وجہ سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

یہ بھی واضح رہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت کئی احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کے خصوصی خادم حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاة کبر، ثم رفع یدیه حتی یحاذی ابهامیه اذنیہ..... الخ۔“

(سنن الدارقطنی: ۱۱۳۵، المعجم الاوسط: ۲۰۲۹، کتاب الدعاء للطبرانی: ۵۰۶، ۵۰۵)

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (سب سے پہلے) تکبیر تحریمہ، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں

تک کہ ان کے انگوٹھوں کو کانوں کے برابر لے جاتے۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے اور صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے، اور اس پر ابو حاتم وغیرہ کے اعتراض کو کالعدم قرار دیا ہے۔

(ارواء الغلیل: ۲/ ۵۰-۵۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۶)

مزید برآں محمد گوندوی صاحب لکھتے ہیں:

رفع یدین کانوں تک بھی ثابت ہوتا ہے جیسے احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ (التحقیق الراخ: ۴۷)

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ (مختصر صحیح نماز نبوی: ص ۹)

الغرض تکبیر تحریر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لہذا بعض حضرات کا کانوں تک ہاتھ اٹھانے پر تنقید کرنا غلط باطل و مردود ہے۔

{ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ثبوت }

۱۶۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَعْتَمِدُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ يَتَوَضَّعُ بِذَلِكَ لِلَّهِ تَعَالَى.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ نماز میں اللہ رب العزت کے سامنے تواضع اور عاجزی کے اظہار کی خاطر دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔

چند مزید احادیث:

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ثبوت متعدد احادیث میں موجود ہے، چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يَتِمُّ ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

(آثار السنن: ۳۲۱)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ابو حازم (سلمہ بن دینار رحمہ اللہ، راوی حدیث) فرماتے ہیں: میں یہی

سمجھتا ہوں کہ وہ (سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ) اس حدیث کو نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ (یعنی یہ حکم رسول اللہ ﷺ کا تھا)۔ اسے بخاری (۷۴۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۰، مؤطا مالک: ۵۴۶، مؤطا امام محمد: ۲۹۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۹۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۷۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۲۶، الکفایہ فی علم الروایۃ: ج ۱ ص ۴۱۶، شرح السنۃ للبیہقی: ۵۶۸، مشکاۃ المصابیح: ۷۹۸۔ اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبد الله بن مسلمة، عن مالك، عن أبي حازم، عن سهل بن سعد..... الخ“

(صحیح البخاری: ۷۴۰)

فوائد و مسائل:

(۱) اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اس طور پر باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا کا حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑ لے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رہیں۔ اس سلسلے میں احادیث صحیحہ و آثار صحیحہ میں تین طرح کے عمل منقول ہیں:

☆ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۴۰)

☆ دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھنا۔ جیسا کہ حضرت سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد“ پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے اور کلائی پر رکھا۔

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۴/۳۱۸، سنن النسائی: ۸۹۰، سنن ابی داود: ۷۲۶، ۷۲۷۔ اسنادہ صحیح)

☆ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا۔ جیسا کہ سیدنا قبیصہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”كان رسول الله ﷺ يؤمنا، فيأخذ شماله بيمينه“ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا کرتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۲۵۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴/۲۱۹، ۲۱۹، سنن ابن ماجہ: ۸۰۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۲۴، شرح السنۃ للبیہقی: ۵۷۰۔ حسن و لہ شواہد۔)

بعض لوگ صرف پہلی حدیث کو لے کر بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اہلسنت و الجماعت احناف کی نظر چونکہ احادیث پر وسیع ہے اس لئے احناف نے ان تمام صورتوں کو جمع کیا ہے۔ اور پھر سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے تینوں صورتوں کو جمع فرمایا کہ دائیں ہاتھ کا کچھ حصہ بائیں ہتھیلی پر اور کچھ کلائی پر

رکھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ دوسری احادیث میں ہاتھ پکڑنے کی وضاحت بھی موجود ہے۔

(۲) باقی رہا یہ مسئلہ کہ حالت قیام میں ہاتھوں کو کہاں باندھا جائے؟ اس کی وضاحت دیگر احادیث و آثار میں آتی ہے کہ ہاتھوں کو

ناف کے نیچے باندھا جائے۔

وَعَنْ وَاَيْلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَكَثَّرَ ثُمَّ التَّخَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۳۲۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ جب نماز میں داخل ہوئے رفع یدین کیا اور تکبیر کہی، پھر اپنی چادر اوڑھ لی، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔ اسے احمد (۱۸۸۶۶) اور مسلم (۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۶۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۲۳، معروض السنن والآثار للبیہقی: ۳۲۴۰، مشکاة المصابیح: ۷۹۷۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا زهير بن حرب، حدثنا عفان، حدثنا همام، حدثنا محمد بن جحادة، حدثني عبد الجبار بن وائل، عن علقمة بن وائل، ومولى لهم انها حدثاه عن ابيه وائل بن حجر..... الخ“

(صحیح مسلم: ۴۰۱)

وَعَنْهُ قَالَ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۲۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ: ”پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے اور کلائی پر رکھا۔ اسے احمد (۱۸۸۷۰) نسائی (۸۸۹) و ابوداؤد (۷۲۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۷۰، سنن النسائی: ۸۸۹، سنن ابی داؤد: ۷۲۷، المستخرج لابن الجارود: ۲۰۸، صحیح ابن خزيمة: ۴۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۲۵، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۷۱، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۴۸۵۔ اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ سن ۳۷۱ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”اخبرنا سويد بن نصر قال: انبأنا عبد الله بن المبارك، عن رائدة قال: حدثنا عاصم بن كليب

قال: حدثني أبي، ان واثل بن حجر أخبره قال... الخ (سنن النسائي: ۸۸۹)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو الفضل سدید بن نصر بن سدید المروزی الطوسی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۶۵۱)

(۲) امام ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مبارک بن واضح الحنفی المروزی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة ثبت فی الحدیث“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۸۷۶)

(۳) امام ابو صلت زائدہ بن قدامہ الشافعی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۴۵۲)

(۴) امام عاصم بن کلیب بن شہاب بن مجنون الجرمی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۷۴۳)

(۵) امام کلیب بن شہاب بن مجنون الجرمی الکوفی سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۴۲۰)

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے ناصر الدین البانی، شعیب ارناؤط، زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۸۸۹، مسند

الامام احمد بن حنبل بتحقیق الشعیب: ۱۸۸۷۰، سنن ابی داؤد بتحقیق الزبیر: ۷۲۷، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۵ ص ۳۸)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُصَلِّيَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى فَرَأَاهُ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ

يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى. رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۲۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنا بائیں

ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ دیا، پھر نبی ﷺ نے انہیں دیکھا تو آپ ﷺ نے اُن کا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر

رکھ دیا۔ اسے ترمذی کے سوا چاروں (ابوداؤد: ۷۵۵، ابن ماجہ: ۸۱۱، نسائی: ۸۸۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی

سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۸۸، سنن ابی داؤد: ۷۵۵، سنن ابن ماجہ: ۸۱۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۰۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی:

۲۳۲۷، تاریخ واسطہ: ج ۱ ص ۹۴، الکامل لابن عدی: ۴۰۸۔

اور اسے امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”أخبرنا عمرو بن علي، قال: حدثنا عبد الرحمن، قال: حدثنا هشيم، عن الحجاج بن أبي زينب،

قال: سمعت أبا عثمان يحدث، عن ابن مسعود... الخ“ (سنن النسائي: ۸۸۸)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو حفص عمرو بن علی بن بحر بن کنیز الباہلی البصری البصری فی الفلاس رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة صاحب حدیث“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۶۶۹)

(۲) امام ابوسعید عبدالرحمن بن مہدی بن حسان العنبری البصری رحمہ اللہ ”ثقة کثیر الحدیث“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۳۶۶۹)

(۳) امام ابو معاویہ بشیم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۷۴۵)

(۴) امام ابو یوسف حجاج بن ابی زینب سلمی الصیقل الواسطی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”لابأس بہ“ راوی ہیں۔ (الکامل لابن عدی: ۴۰۸، تہذیب الکمال: ۱۸۱۹)

(۵) امام ابو عثمان عبدالرحمن بن مل بن عمرو النہدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۹۹۹)
مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، چنانچہ امام ابوزکریا النووی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

”رواہ ابوداود باسناد صحیح علی شرط مسلم۔“ (خلاصة الاحکام: ۱۰۹۰)

کہ ابوداود نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی فتح الباری میں حسن کہا ہے۔ (بحوالہ تعلیق سنن ابن ماجہ: ۸۱۱)
مزید برآں احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی و ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی ”حسن“ کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۸۱۱، ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۵ ص ۳۸، سنن النسائی بتحقیق البانی: ۸۸۸)

فوائد و مسائل:

- (۱) بڑے سے بڑے عالم سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔
- (۲) بعض اوقات غلطی پر تنبیہ کرنے کیلئے عملی طور پر فوز اصلاح کر دینا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔
- (۳) نماز میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے، لہذا جو حضرات ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں اُن کا فعل غلط ہے۔
- (۴) اپنے ساتھیوں اور تلامذہ کی اصلاح کرنی چاہیے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا صحیح حدیث اور صحیح آثار سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے بعض جدید محققین نے صحیح حدیث اور صحیح آثار اور تواتر عملی کے مقابلے میں لوگ کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کیلئے لکھ مارا ہے کہ: اپنا دایاں ہاتھ

بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کپشت اور کلائی پر رکھا جائے تو اس کیفیت پر عمل کرنے سے لازماً ہاتھ سینہ پر آئنگے۔ تجربہ کیجئے۔ (ملخصاً: القول المقبول: ۳۴۱، صلوٰۃ الرسول حاشیہ لقمان سلفی ۱۱۶، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۵ ص ۷۳، مختصر صحیح نماز نبوی از زبیر علی زئی: ص ۱۰)

ان جدید متحققین کے اس جدید، باطل و مردود استدلال کا رد کرتے ہوئے مفتی ابوالاحمد محمد عمر حفظہ اللہ نے خوب لکھا ہے کہ: آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ اپنی کمپنی کی مشہوری کے لئے دوائیں بیچنے والے آتے ہیں اور ایک زوردار تقریر کے بعد آخر میں کہتے ہیں کہ تجربہ کیجئے۔ بعض بھولے لوگ ان کی اس گفتگو سے متاثر ہو کر دوا خرید لیتے ہیں اور دوا فروش اگلے سٹاپ پر اتر جاتا ہے۔ بعینہ اسی طرح آپ نے مندرجہ بالا عبارت سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا استدلال کر کے اس میں قوت ڈالنے کے لئے کہا ہے کہ تجربہ کیجئے، بھولے لوگوں اور خصوصاً۔۔۔۔۔ (جدید متحققین۔ ن) میں اتنا شعور کہاں؟ وہ تو تجربہ والے چیلنج سے ہی متاثر ہو جائیں گے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھ کر ہی تو احناف اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے ہیں۔ پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ اس کیفیت پر عمل کرنے سے لازماً ہاتھ سینہ پر آئنگے، سینہ زوری نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز یہ کہ آپ آج۔۔۔۔۔ (جدید متحققین کے ہم مسلک حضرات۔ ن) کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے نوٹ کریں کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھتے ہیں یا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں کلائی پر رکھتے ہیں۔ بس آپ کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ تجربہ کیجئے والے چیلنج میں کتنی جان ہے؟ اور اس۔۔۔۔۔ (عجیب و غریب استدلال ”جو کہ اسلام کی چودہ سو صدیوں میں کسی ایک بھی سنی محدث و فقیہ نے نہیں کیا ہے“۔ ن) پر کتنے لوگوں کا عمل ہے؟ (چھپے راز: ص ۳۱-۳۲)

مرد کے نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام اور اختلاف مذاہب:

نماز کے اندر مرد کے لیے بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق تین ہی مذاہب ہیں۔

مذہب نمبر ۱:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں ہاتھوں کو اپنے دائیں بائیں نیچے ہاتھ چھوڑ کر پورے ادب و احترام کے ساتھ کھڑا ہونا مستحب ہے اور ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا جائز ہے۔ مگر کئی مالکی حضرات نے ہاتھ باندھنے کو ترجیح دی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب فقہ مالکی کی درج ذیل کتب میں ملاحظہ کیجئے۔

۱: منہج الجلیل: ج ۲ ص ۶۴ و ج ۲ ص ۷۷

۲: ارشاد السالک: ج ۱ ص ۳۰، ۳۱

۳: الخلاصۃ الفقہیہ علی مذہب السادۃ المالکیہ للقروی: ج ۱ ص ۷۲ مندوب نمبر ۵

۴: الشرح الکبیر للدرریر: ج ۱ ص ۷۲۲، ۲۵۰

۵: مواہب الجلیل: ج ۲ ص ۲۳۹

۶: اشرف المسالک: ج ۱ ص ۳۸

۷: فقہ العبادات مالکی: ج ۱ ص ۱۶۱

۸: حاشیہ دسوتی: ج ۲ ص ۴۳۹

۹: الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۲ ص ۲۹۱

۱۰: الکافی فی فقہ اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۰۶

۱۱: الفواکہ الدوانی: ج ۱ ص ۴۵۸

۱۲: المدونۃ الکبری:

واضح رہے یہ مسلک از روئے دلائل انتہائی کمزور ہے۔

مذہب نمبر ۲:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناف کے نیچے متصل ہاتھ باندھنا مسنون ہے۔ تاہم عند الاحناف سینے سے نیچے اور ناف سے قدرے اوپر ہاتھ باندھنا بھی جائز ہے۔ حنفیہ کا مذہب، کنز، فتاویٰ عالمگیری، مؤطا امام محمد، البحر الرائق، تبیین الحقائق، فتح القدیر اور السعایہ وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب فقہ حنبلی کی درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱: المغنی: ج ۲ ص ۳۳۱

۲: التہذیب لمقتع: ج ۱ ص ۲۳۶

۳: مسائل الامام احمد بن حنبل: ج ۲ ص ۵۵۱، ۵۵۲

۴: الشرح الممتع: ج ۳ ص ۳۶

۵: حاشیہ الروض المربع: ج ۳ ص ۲۰

۶: حاشیہ اخضر المختصرات لابن جریر: ج ۷ ص ۷

۷: شرح کشاف القناع: ج ۲ ص ۴۷۶

۸: شرح زاد المستقنع للحمید: ج ۵ ص ۲۸

۹: شرح فتبی الارادات: ج ۲ ص ۴۱۳

۱۰: شرح الزرکشی: ج ۱ ص ۱۷۳

یہ مذہب از روئے دلائل زیادہ مضبوط اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔

مذہب نمبر ۳:

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں ہاتھ اس طرح باندھیں کہ ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے نیچے والے آخری حصہ پر ہو اور باقی سینہ سے نیچے ہو، تاہم ان کے نزدیک ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا یا ہاتھوں کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا طریقے کو سامنے رکھتے ہوئے چار چیزیں واضح طور سامنے آتی ہیں۔

(۱) سینہ کے اوپر والے حصہ سے ہاتھ مکمل طور پر نیچے ہی رہتے ہیں۔

(۲) ہاتھوں کا کچھ حصہ سینہ کے آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، ان دونوں کو دیکھتے ہوئے بعض شافعی احباب نے تحت الصدر (سینے سے نیچے) کی تعبیر اختیار کی ہے، پس تحت الصدر سے ان کی مراد سینہ کا بالائی حصہ یا آخری حصہ ہے اور ان کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہاتھ سینہ کے بالائی اور آخری حصہ سے نیچے ہوتا ہے، تحت الصدر کی اس وضاحت کی تائید متعدد کتب شافعیہ وغیرہ سے ہوتی ہے مثلاً شرح بہجہ الوردیہ میں لکھا ہے:

جعل اسفل صدر وفوق السرة. ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر کرے۔

(شرح بہجہ الوردیہ: ج ۳ ص ۳۳۹)

اسی المطالب میں ہے:

ویضعها الی الیدین بین السرة والصدر. اور دونوں ہاتھوں کو ناف اور سینہ کے درمیان رکھے۔

(اسی المطالب شرح روض المطالب: ج ۲ ص ۳۳۹)

درہم الصرة فی وضع الیدین تحت السرة میں نقل کیا گیا ہے کہ:

بأن المراد من الصدر فی قول الشافعية تحت الصدر اعلاہ.

شافعیہ کے قول تحت الصدر سے سینہ کا اوپر والا حصہ مراد ہے۔ (درہم الصرة فی وضع الیدین تحت السرة: ص ۷۷)

امام ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ابن حجر کا دعویٰ نقل کیا ہے کہ:

ان یکون بین سرته وصدرة. دونوں ہاتھ ناف اور سینہ کے درمیان باندھے جائیں۔

(مرقات: ج ۲ ص ۵۰۹ باب صفة الصلاة رقم الحدیث: ۷۹۸)

بل السلام میں ہے:

وقال النووي فی المنہاج ویجعل یدیه تحت صدرہ قال فی شرح النجم الوہاج عبارة الاصحاب

تحت صدرہ.

امام نووی (شافعی رحمہ اللہ) نے المنہاج کی شرح النجم الوہاج میں ہے کہ ہمارے شافعی حضرات کی عبارت ہے تحت

صدرہ (اپنے سینے کے نیچے۔) (سبل السلام: ج ۱ ص ۱۶۹)

امام نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ان مذهبنا ان المستحب جعلها تحت صدره فوق سرته وبهذا قال سعيد بن جبیر“

(المجموع شرح المہذب: ج ۲ ص ۲۱۲)

کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہیں اور سعید بن جبیر نے بھی یہی کہا ہے۔

(۳) ہاتھ کا کچھ حصہ سینہ اور ناف کے درمیان ہوتا ہے اس لئے بعض شوافع نے بین الصدر والسرۃ (سینہ اور ناف کے درمیان) کی تعبیر اختیار کی۔ الغرض امام شافعی رحمہ اللہ کا طریقہ ایک ہی ہے اور اسی ایک ہی طریقہ کی مختلف جہتوں کے اعتبار سے مختلف تعبیرات ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک فقہ شافعی کی درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۱: الحاوی فی فقہ الشافعی: ج ۲ ص ۹۹، ۱۰۰

۲: فتح الوہاب: ج ۱ ص ۸۵

۳: فتح المعین: ج ۱ ص ۱۳۵

۴: السراج الوہاب: ج ۱ ص ۵۱، ۵۵

۵: الشرح الکبیر للرافعی: ج ۳ ص ۲۶۹

۶: اللباب فی الفقہ الشافعی: ج ۱ ص ۸۷

۷: المجموع شرح المہذب: ج ۳ ص ۳۱۰

۸: المقدمة المحضریہ: ج ۱ ص ۶۶

۹: المنہاج للنووی: ج ۱ ص ۳۳

۱۰: المنہج القویم: ج ۱ ص ۹۲

۱۱: اسنی المطالب شرح روض الطالب: ج ۲ ص ۴۵۱

۱۲: اعانة الطالبین: ج ۱ ص ۱۳۵

۱۳: الوسیط: ج ۱ ص ۱۲۵

۱۴: الاقناع فی حل الفاظ ابی الشجاع: ج ۱ ص ۱۳۱

۱۵: الاقناع للشر بنی: ج ۱ ص ۱۴۲

۱۶: الاقناع للماوردی: ج ۱ ص ۳۸

۱۷: تحفۃ المحتاج: ج ۶ ص ۱۲، ۱۳، ۳۱، ۲۰۴

۱۸: حاشیہ البحر می: ج ۲ ص ۳۳۳، ج ۲ ص ۵۰

۱۸: حاشیہ الجمل: ج ۳ ص ۷۴

۱۹: حاشیہ الجمل: ج ۳ ص ۷۴

۲۰: حلیۃ العلماء: ج ۲ ص ۸۲

یہ مؤقف بھی از روئے دلائل کمزور ہے۔

مرد کا سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا اجماع امت کے خلاف ہے:

ما قبل میں نقل کیا جا چکا ہے کہ نماز کے اندر مرد کیلئے بحالت قیام ہاتھوں کی کیفیت کے متعلق صرف تین ہی مذہب ہیں۔ (۱) امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ناف کے نیچے ناف کے نیچے اور (۲) امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے ہاتھ باندھنا مستحب ہے جبکہ (۳) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہاتھ چھوڑنا مستحب ہے پس سینہ پر ہاتھ باندھنا مذہب اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی مجتہد فقیہ امام کا مذہب ہے لہذا سینہ پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کا نظریہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر ماہر نسیم نے بھی لکھا ہے کہ:

انی لہم اجدنا نقلاً قویاً عن احد من السلف يقول بوضع اليد اليمنى على اليسرى على الصدر.

(نماذج من الاحادیث المتعارضة باللفظ: ج ۱ ص ۸)

اسلاف میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا جو اس بات کا قائل ہو کہ نمازی دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینہ کے اوپر باندھے۔

سینے پر ہاتھ باندھنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

سینے پر ہاتھ باندھنے کی سنیت کے صرف دور حاضر کے جدید محققین ہی قائل ہیں اور ان کی طرف سے آثار السنن میں امام نبوی رحمہ اللہ کی نقل کردہ درج ذیل روایات ضعیفہ سے استدلال کیا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک روایت کے الزامی و تحقیقی جوابات قدرے تفصیل کے ساتھ حاضر ہیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ. رَوَاهُ ابْنُ حُزَيْمَةَ فِي صَوِيحِهِ وَفِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَزِيَادَةٌ عَلَى صَدْرِهِ غَيْرُ مُحْفُوظَةٍ.

(آثار السنن: ۳۲۵)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (یعنی آپ کے پیچھے) نماز پڑھی تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔ اسے ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۴۷۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں نظر ہے اور ”سینے پر“ کی زیادت غیر محفوظ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹، خلاصۃ الاحکام: ۱۰۹۶، تنقیح التحقيق لابن عبدالبہادی: ۶۷۶، نصب الراية للزيلعي: ج ۱ ص ۳۱۵، البدر المنير: ج ۳ ص ۵۱۳، بلوغ المرام: ۲۷۶۔

تحقیق:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”ناہو موسیٰ، نامؤمل، ناسفیان، عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، عن وائل بن حجر۔۔۔۔ الخ“

(صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، اس میں ”علی صدرہ“ کی زیادتی غیر محفوظ ہے، اس روایت سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا مردود ہے۔ اس روایت کے تحقیقی والزامی جوابات حاضر خدمت ہیں:

جواب اول:

اولاً۔۔۔ اس روایت کا مرکزی راوی ابو عبد الرحمن مؤمل بن اسماعیل القرشی العدوی البصری ذاتی اعتبار سے اگرچہ سچا ہے مگر برے حافظے، کثرتِ اخطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے ائمہ کرام رحمہم اللہ کی اکثریت کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں ائمہ کرام رحمہم اللہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

۱: امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ص ۲۷۲ فرماتے ہیں: ”صدوق، شدید فی السنة کثیر الخطاء، یکتب حدیثہ“

(الجرح والتعديل: ۱۶۰۹)

مزید برآں امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ص ۲۷۲ ہی ایک حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”وہم مؤمل فی لفظ متن هذا الحديث“ مؤمل کو اس حدیث کے متن کے لفظ میں وہم ہوا ہے۔

(علل الحديث لابن ابی حاتم: ۱۱۱۶)

ایک اور حدیث جسے مؤمل نے ”عن الثوری، عن مخول، عن سعید المقبری۔ عن ام سلمة۔۔ الخ“ کے طریق سے نقل کیا ہے کے بارے میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ:

”انما روی عن مخلول، عن ابی سعید، عن ابی رافع.... وخطاً مؤمل، انما الحدیث عن ابی رافع“

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۲۸۹)

اسے ”مخلول، عن ابی سعید، عن ابی رافع“ کے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔۔۔ اور مؤمل سے غلطی ہوئی ہے۔ (درست یہی ہے کہ) یہ حدیث ابورافع سے ہے۔

۲: حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ربما اخطأ“ بسا اوقات غلطیاں کرتا ہے۔ (الثقات: ۱۵۹۱۵)

۳: حافظ ابن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة كثير الغلط“ ثقہ ہے مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد: ج ۵ ص ۵۰۱)

۴: امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ فرماتے ہیں: ”صدوق كثير الخطاء“ سچا ہے مگر بکثرت خطائیں کرتا ہے۔

(سؤالات الحاکم لدارقطنی: ۴۹۲)

۵: امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ نے کہا: ”یروی المناکیر عن ثقات شیوخنا“ ہمارے ثقہ شیوخ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ (المعرفة والتاریخ للفسوی: ج ۲ ص ۵۲)

۶: سلیمان بن حرب رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کان لا یسعه ان یحدث وقد یجب علی اهل العلم ان یقفوا“ (ایضاً)

تنبیہ:

واضح رہے کہ امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ ۳۷۷ھ سے منسوب کتاب ”المعرفة والتاریخ“ ہمارے نزدیک ناقابل اعتبار کتاب ہے، ہم نے یہاں اس کا حوالہ بطور الزام پیش کیا ہے کیونکہ فریق مخالف کا ہاں یہ کتاب معتبر ہے۔ ۷: ایک حدیث جسے مؤمل نے ”حدثنا شعبة عن عاصم عن الشعبي... الخ“ کے طریق سے نقل کیا ہے کہ متعلق امام عبدالرحمن النسائی رحمہ اللہ ۳۸۰ھ فرماتے ہیں:

”والصواب شعبة عن منصور ومؤمل بن اسماعيل كثير الخطاء، خالفه بهز بن اسد..... الخ“

(السنن الكبرى للنسائی: ۹۸۴۲، عمل اليوم والليلة للنسائی: ۸۵)

درست ”شعبہ عن منصور“ ہے (اور ”شعبہ عن عاصم عن الشعبي“ خطا ہے اسے روایت کرنے والا) مؤمل بن اسماعیل ”کثیر الخطاء“ ہے۔

مزید برآں امام موصوف ایک مقام پر سفیان ثوری کی حدیث کے ذیل میں بھی مؤمل کو ”کثیر الخطاء“ کہتے ہیں۔

(السنن الكبرى للنسائی: ۲۸۴۸)

۸: امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اخطأ مؤمل في اسناده عن الثوري فرواه عنه عن ابي الرجال وابو الرجال الثقة المأمون وانما هو عن حارثة بن ابي الرجال وهو ممن يتكلم في حديثه..... الخ“

(شرح مشكل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۱)

ثوری سے اس کی سند میں مؤمل نے غلطی کی ہے اور ثوری سے اسے ”عن ابي الرجال“ روایت کیا ہے اور ابو رجال ”ثقة مأمون“ ہے؛ حالانکہ یہ ”عن حارثة بن ابي رجال“ ہے اور حارثہ بن ابی رجال ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث پر کلام کیا جاتا ہے۔

۹: امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ ۲۹۴ھ کہتے ہیں:

”اذا انفرد بحديث وجب ان توقف فيه لانه كان سعي الحفظ كثير الغلط“

(تعظيم قدر الصلاة للمروزی: ۶۱۳)

مؤمل جب کسی حدیث کو نقل کرنے میں تنہا ہو تو اس میں توقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ برے حافظے والا اور کثیر الغلط تھا۔

اعترض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ یہ قول امام محمد بن نصر مروزی سے ثابت نہیں ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۸)

الجواب:

امام موصوف کا یہ قول ان کی اپنی کتاب ”تعظیم قدر الصلاة“ میں موجود ہے، چنانچہ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ ۶۱۳ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”فان هذا حديث لم يروه عن حماد بن زيد غير المؤمل، واذا انفرد بحديث وجب ان توقف، و لانه كان سعي الحفظ، كثير الغلط“

(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی: ج ۲ ص ۵۷۲ ح ۶۱۳)

بلاشبہ اس حدیث کو مؤمل کے سوا کسی نے حماد بن زید سے روایت نہیں کیا اور مؤمل جب کسی حدیث کو نقل کرنے میں تنہا ہو تو اس میں توقف کرنا واجب ہے کیونکہ یہ برے حافظے والا اور کثیر الغلط تھا۔

لہذا مذکورہ قول امام موصوف سے بلاغبار ثابت ہے۔ اور زبیر علی زئی صاحب کا اعتراض غلط و مردود ہے۔

۱۰: امام ابن ہمام رحمہ اللہ ۸۶۱ھ فرماتے ہیں:

”وقد ضعف مؤمل بأنه دفن كتبه وكان يحدث من حفظه فكثير خطؤه“

(فتح القدير: ج ۱ ص ۲۸۲)

مؤمل کو ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور (احادیث) حافظہ سے بیان کرتا ہے جس کی وجہ سے اس سے بکثرت خطائیں سرزد ہوئیں۔

۱۱: ایک حدیث جسے مؤمل بن اسماعیل نے ”عن حماد بن سلمة، عن حمید، عن انس، ان النبی ﷺ... الخ“ کے طریق سے بیان کیا ہے کے متعلق امام ابو یوسف ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ فرماتے ہیں:

”هذا حديث غريب وليس بمحفوظ، وانما يروى هذا عن حماد بن سلمة، عن حميد، عن الحسن البصري، عن النبي، وهذا اصح ومؤمل غلط فيه فقال: عن حميد، عن انس، ولا يتابع فيه.“ (سنن الترمذی: ۳۵۲۵)

یہ حدیث غریب ہے اور محفوظ نہیں ہے۔ اسے ”عن حماد بن سلمة، عن حمید، عن الحسن البصري، عن النبي“ کے طریق سے روایت کیا گیا ہے اور یہی طریق زیادہ صحیح ہے، مگر مؤمل نے اس میں غلطی کی ہے اور اسے ”عن حمید، عن انس“ بیان کر دیا ہے اور اس میں اس کی متابعت بھی نہیں کی گئی ہے۔

۱۲: امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ۴۵۸ھ ایک حدیث کو باسند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”هذا هو المحفوظ من حديث الثوري، ورواه مؤمل بن اسماعيل عن الثوري فخالف الجماعة في اسناده“ (السنن الكبرى للبيهقي: ۸۱۳۹)

ثوری کی حدیث سے یہ (طریق) محفوظ ہے اور اس کی سند میں ائمہ محدثین کی ایک جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے مؤمل بن اسماعیل نے بھی اسے ثوری سے روایت کیا ہے (جو کہ مردود ہے)۔

۱۳: امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۰ھ فرماتے ہیں:

”ضعفه الجمهور“ اسے جمہور محدثین نے (حافظے کی کمزوری کی وجہ سے) ضعیف قرار دیا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۸۰۶۸)

اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”مؤمل ثقة كثير الخطاء“ مؤمل (ذاتی اعتبار سے) اگرچہ ثقہ ہے مگر بکثرت خطائیں کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۱۱۴۳۴)

۱۴: امام ابوالفضل محمد بن ابی الحسن احمد بن محمد بن عمار الجارودی، الہروی، الشہید رحمہ اللہ ۷۳۱ھ فرماتے ہیں:

”المؤمل فكان قد دفن كتبه وكان يحدث حفظا فيغطي الكثير“ (علل الاحاديث في كتاب

الصحيح المسلم بن الحجاج: ج ۱، ص ۱۰، ح ۲۴)

مؤمل نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور حافظہ سے (روایات) بیان کرتا تھا جس کی وجہ سے بکثرت خطائیں کر

جاتا تھا۔

۱۵: امام ابوالطیب محمد بن احمد بن علی، تقی الدین المکی، الحسنی القاسی رحمہ اللہ ۸۳۲ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”واسناد هذا الحديث فيه نظر. لان مؤمل بن اسماعيل الذي تفرد به كثير الخطاء... الخ“

(شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام: ج ۱ ص ۱۰۴)

اس حدیث کی سند میں نظر ہے کیونکہ اسے روایت کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا ہے اور مؤمل ”کثیر الخطاء“ ہے۔

۱۶: امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

”انه يهم في الشيء“ کہ بلاشبہ یہ شی میں وہم کر جاتا ہے۔ (تاریخ اسلام للذہبی: ۳۸۰، تہذیب الکمال: ۶۳۱۹)

۱۷: حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ فرماتے ہیں:

”حافظ عالم بخطي“ کہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ۸۹۳۹)

۱۸: علامہ خیر الدین بن محمود زرکلی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”دفن كتبه، فحدث من حفظه فوق الخطأ في بعض ما رواه“ (الاعلام للزرکلی: ج ۱ ص ۴۴)

اس نے اپنی کتابیں دفن کر دیں اور حافظ سے (زبانی) احادیث بیان کیں جس کی وجہ سے اس کی مرویات میں (اس سے) غلطیاں واقع ہو گئیں۔

۱۹: امام ابو عمر السمرقندی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”سعی الحفظ“ کہ مؤمل برے حافظے والا ہے۔ اور دوسرے مقام پر ”ضعیف“ کہتے ہیں۔

(فوائد ابی عمر: ۱۷، ۲۲)

۲۰: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

”مؤمل كان بخطي“ کہ مؤمل غلطیاں کرتا تھا۔ (العلل ومعرفۃ الرجال للمروزی وغیرہ: ۴۹)

۲۱: امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں:

”يحدث من حفظه زيادة“ کہ اپنے حافظے سے (غیر ثابت) زیادتی بیان کر دیتا ہے۔

(سؤالات ابن الجنیید: ۶۰۹)

ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

”قبصة ليس بحجة في سفیان ولا ابو حذيفة ولا يحيى بن آدم ولا مؤمل“

(تاریخ ابن معین بروایۃ ابن محرز: ج ۱ ص ۱۱۴)

کہ قبصہ، ابو حذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

۲۲: حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں:

”صدوق لکنہ کان کثیر الخطاء“ کہ سچا ہے مگر بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ۳/۳۸۵ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۱۱۱)

۲۳: ثقہ بالاجماع امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ ۵۰۷ھ رحمہ اللہ بھی اسے کثیر الخطاء قرار دینے کی طرف مائل ہیں۔

(ملخصاً: الجوبہ النقی: ج ۲ ص ۳۰)

۲۴: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ تقریب میں فرماتے ہیں:

”مؤمل.... صدوق سنی الحفظ“ کہ مؤمل سچا ہے مگر برے حافظے والا ہے۔ (تقریب: ۷۰۲۹)

اور فتح الباری میں ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”مؤمل بن اسماعیل فی حدیثہ عن الثوری ضعف“

یعنی (سفیان) ثوری سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر: ج ۹ ص ۲۳۹ ح ۵۱۷۲)

۲۵: امام ابو زرہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ:

یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال بحوالہ القول المقبول: ص ۳۴۰)

۲۶: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ کے تحقیق کے مطابق امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صدوق کثیر الخطاء ولہ اوہام“

سچا ہے مگر بکثرت غلطیاں کرتا ہے اور صاحب اوہام ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۰/۳۸۱)

۲۷: حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۳ھ ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”تفرد بہ مؤمل بن اسماعیل عن سفیان والمحموظ عن سفیان موقوف“

(البدر المنیر: ج ۲ ص ۵۵۲)

سفیان (ثوری) سے اسے (مرفوعاً) نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا ہے، اور یہ سفیان سے موقوفاً ہی محفوظ ہے (جیسا

کہ دیگر راویوں نے نقل کیا ہے)۔

۲۸: علامہ دمیاطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”دفن مؤمل کتبہ وکان یحدث من حفظہ فکثر خطوۃ“

مؤمل نے اپنی کتابیں دفن کر دیں تھیں اور حافظہ سے احادیث بیان کرتا تھا جس کی وجہ سے اس سے بکثرت غلطیاں

سرزد ہوئیں۔ (البدر المنیر: ج ۲ ص ۵۵۳)

۲۹: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ص ۳۱۱ کہتے ہیں:

”سوء حفظہ“

کہ اس کا حافظہ برا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳/ ۱۷۷: رقم ۱۸۶۰ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۱۱۱)

۳۰: ثقہ و صدوق، معتدل محقق امام نبوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قلت مؤمل بن اسماعیل لینہ غیر واحد... الخ“

کہ میں کہتا ہوں کہ مؤمل بن اسماعیل کو بے شمار ائمہ محدثین نے (حافظہ کی جہت سے) کمزور قرار دیا ہے۔ (التعلیق

الحسن: ص ۸۲ ج ۱۰۶)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ مؤمل بن اسماعیل برے حافظے، کثرتِ اخطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے عند الحدیثین ضعیف ہے۔

ثانیاً۔۔۔ فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی مؤمل بن اسماعیل پر کلام کیا ہے مثلاً۔۔۔

۱: ثناء اللہ زاہدی کہتا ہے:

”فیہ مقال۔“ اس پر کلام ہے۔ (توجیہ القاری ص: ۳۲۱ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۱۱۴)

۲: عبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن العباد لکھتا ہے:

”صدوق سیء الحفظ“ سچا ہے مگر برے حافظے والا ہے۔ (شرح سنن ابی داود: ج ۲۳ ص ۵۱۸)

۳: شعیب ارناؤط لکھتا ہے:

”مؤمل سیء الحفظ“ مؤمل برے حافظے والا ہے۔ (مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۱۲۳۸۳، ۱۶۹۵۲، ۱۸۸۶)

۴: عبد المنان نور پوری لکھتا ہے:

یہ حدیث مؤمل کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (نماز میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت ص ۲۱ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت

السرة: ص ۱۱۵)

۵: عبد الرحمن مبارکپوری لکھتا ہے:

”سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف“ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ بلاشبہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہے۔

(ابکار السنن: ص ۱۰۹)

۶: عبد الرحمن معلی لکھتا ہے:

”ان لا یحتج بہ الا فیما توبع“ یعنی عدم متابعت کی صورت میں اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔

(التنکیل: ۲۵۳)

۷: ناصر الدین البانی غیر مقلد کہتا ہے:

”مؤمل بن اسماعیل سی الحفظ“

کہ مؤمل بن اسماعیل برے حافظ والا ہے۔ (تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۹)

۸: ابو عبد السلام عبد الرؤف لکھتا ہے:

مؤمل بن اسماعیل سی الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/۲۹۰) میں کہا ہے ابو زرہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (القول المقبول فی شرح وتعلیق صلوٰۃ الرسول: ص ۳۴۰)

زبیر علی زئی نے اپنے اکابرین کی تحریرات سے عملاً اعلان بغاوت کرتے ہوئے بعض حضرات سے مؤمل کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر زبیر صاحب نے جن چودہ حضرات کو اپنا ہم نوا بنانے کی ناکام کوشش کی ہے ان میں سے اکثر حضرات جیسے (۱) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۲) سلیمان بن حرب رحمہ اللہ (۳) حافظ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴) امام بیہقی رحمہ اللہ (۵) امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ (۶) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۷) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۸) امام بیہقی بن معین رحمہ اللہ (۱۰) امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم اسے حافظ کی جہت سے کمزور تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ ان کے حوالہ جات ماقبل میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ اور دیگر بعض حضرات کا اسے ثقہ قرار دینا بھی زبیر صاحب کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل و توثیق قبول نہیں ہوتی۔ ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کے ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے

حافظ اور کثرت ادہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

جو کثیر الغلط، کثیر الادہام، کثیر الخطاء اور سی الحفظ وغیرہ راوی ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۶۳)

کیا یہاں مؤمل کے بارے میں بھی فریق مخالف کے متحققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جا سکتی ہے؟ جو کہ محدثین کے ہاں

کثیر الغلط، کثیر الادہام اور سی الحفظ ہے۔

مثلاً۔۔۔۔۔ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مؤمل بن اسماعیل ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس حدیث میں ”علی صدرہ“ یعنی سینے پر

ہاتھ باندھنے کی زیادتی نقل کرنے میں متفرد بھی ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس حدیث میں یہ زیادتی نقل نہیں

کرتا۔ چنانچہ امام ابن قیم رحمہ اللہ ص ۵۷ لکھتے ہیں:

”لم یقل علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل“

کہ مؤمل بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے بھی اس حدیث میں ”علی صدرہ“ کے الفاظ نقل نہیں کئے۔

(اعلام الموقعین: ج ۲ ص ۲۸۹)

امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ص ۵۸ فرماتے ہیں:

”رواہ الجماعة عن الثوری لم یذکر واحد منهم علی صدرہ غیر مؤمل بن اسماعیل“

(مختصر خلافيات بیہقی: ج ۲ ص ۲۲)

ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ثوری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے مگر مؤمل بن اسماعیل کے سوا کسی ایک محدث نے بھی اس میں ”علی صدرہ“ کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

اور اصول حدیث کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضعیف راوی کی زیادتی قابل قبول نہیں ہوتی، بالخصوص جب کہ ”وضع المینى علی اليسرى فی الصلاة“ کو نبی ﷺ سے نقل کرنے والے (حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ) متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

رابعاً۔۔۔ مؤمل بن اسماعیل کو اگر ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے متحققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ (یعنی علی صدرہ) سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کی صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ و ضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت و تفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ و اتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ و اتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

خامساً۔۔۔ مذکورہ بالا بحث سے قطع نظر مؤمل بن اسماعیل اس حدیث میں اضطراب کا بھی شکار ہے، کبھی اسے علی صدرہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹) اور کبھی ”عند صدرہ“ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ (طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا: ج ۲ ص ۲۶۸) اور کبھی نہ تو علی صدرہ کے الفاظ بیان کرتا ہے اور نہ ہی عند صدرہ کے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۶۶) نیز اگر عند صدرہ کے الفاظ کو علی صدرہ کی تشریح سمجھتے ہوئے اسے مضطرب نہ کہا جائے جیسا کہ شوافع نے کیا ہے تو اس صورت میں یہ حدیث فریق مخالف کی سرے سے دلیل ہی نہیں بن سکتی کیونکہ اس صورت میں

علی صدرہ سے مراد سینہ کے قریب والا حصہ ہوگا جب کہ فریق مخالف کے لوگ سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں نہ کہ سینے کے قریب۔

اعترض:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یحییٰ بن معین نے مؤمل بن اسماعیل کو سفیان ثوری کی روایت میں ثقہ قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ۳/ ۸، شرح علل الترمذی لابن رجب: ص ۳۸۴، ۳۸۵) مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم، ذہبی، ترمذی اور ابن کثیر نے صحیح و قوی قرار دیا ہے۔ متقدمین میں سے کسی امام نے بھی مؤمل کو سفیان ثوری کی روایت میں ضعیف نہیں کہا لہذا معلوم ہوا کہ وہ ثوری سے روایت میں ثقہ ہیں۔۔۔۔ الخ۔
(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۹)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب کی طرف سے پیش کردہ اقوال کا تحقیقی جائزہ حاضر خدمت ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے منسوب قول کا جواب:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے منسوب قول کی سند کچھ یوں ہے:

”انا یعقوب بن اسحاق فیما کتب الی قال نا عثمان بن سعید قال قلت لیحییٰ بن معین ای شیء

حال المؤمل فی سفیان؟ فقال هو ثقة“ (الجرح والتعديل: ۱۷۰۹)

اس قول کی سند میں یعقوب بن اسحاق الہروی ہیں اور یعقوب بن اسحاق الہروی کی بطریق محدثین توثیق ثابت نہیں ہے۔ (فیما اعلم) لہذا یہ قول ناقابل اعتبار ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں بسند صحیح مروی ہے کہ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ نے فرمایا:

”یحدث من حفظه زیادة“ کہ مؤمل اپنے حافظہ سے (غیر ثابت) زیادتی بیان کر دیتا ہے۔

(سؤالات ابن الجنیید: ۷۰۹)

امام موصوف نے مزید فرمایا کہ:

”قبیصة لیس بحجة فی سفیان ولا ابو حذیفة ولا یحییٰ بن آدم ولا مؤمل“

(تاریخ ابن معین بروایۃ ابن محرز: ج ۱ ص ۱۱۰)

کہ قبیسہ، ابو حذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

ثابت ہوا کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کے ہاں بھی مؤمل، سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت میں حجت نہیں ہے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے منسوب تصحیح کا جواب:

مؤمل کی امام سفیان بن سعید ثوری سے روایت کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے قطعاً صحیح و قوی نہیں کہا۔ تاہم امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی تصحیح میں مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو محض ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: تصحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹) مگر کیا ان کا کسی حدیث کو محض اپنی تصحیح میں ذکر کرنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے؟ اس کا جواب زبیر علی زئی صاحب کے ہم مسلک ارشاد الحق اثری صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ اثری صاحب اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس طرح سنن نسائی کو اور جامع ترمذی کو بعض نے صحیح کہا ہے مگر ان کی تمام روایات صحیح نہیں، یا جیسے ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان ہیں مگر ان کی بھی تمام روایات صحیح نہیں۔ (توضیح الکلام: ۲/۲۶۴)

اسی طرح ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی نے بھی صحیح ابن خزیمہ میں منقولہ کئی احادیث کو ضعیف کہا ہے۔

(مثلاً دیکھئے: تصحیح ابن خزیمہ بتحقیق البانی ۱/۲۴۳، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۵ ص ۳۹، تسہیل الوصول: ص ۱۷۸)

معلوم ہوا کہ ابن خزیمہ کا کسی حدیث کو اپنی تصحیح میں ذکر کرنے سے اس حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا بلکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی تصحیح میں جن احادیث کو صراحۃً صحیح کہا ہے ان احادیث کی صحت بھی فریق مخالف کے محققین کو تسلیم نہیں کرتے۔ مثلاً عبدالرؤف سندھو ایک حدیث کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو صحیح ابن خزیمہ (۲/۲۷۷) مگر یہ حدیث صحیح نہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۶۶)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے ایک حدیث کو صحیح قرار دینے کے جواب میں عبدالرحمن مبارکپوری لکھتا ہے کہ:

”فی تصحیح ابن خزیمہ نظر“ ابن خزیمہ کی تصحیح میں نظر ہے۔ (ابکار المنن: ص ۱۰۰)

لہذا جب فریق مخالف کے نزدیک ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اپنی تصحیح میں کسی حدیث کو صحیح قرار دینا اس حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں تو پھر مؤمل کی سفیان ثوری کی حدیث جس کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ صحیح بھی نہیں کہا بلکہ صرف اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے سے مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کا صحیح و قوی ہونا کیوں کر لازم آئے گا؟

مزید برآں بطور الزام کے عرض ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اپنی تصحیح میں محض کسی حدیث کو نقل کرنا ہی اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہو تو بھی اس سے مؤمل کی سفیان ثوری سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فریق مخالف کے بقول احادیث کو صحیح قرار دینے میں متساہل ہیں۔ چنانچہ عبدالمنان نور پوری ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

مگر تصحیح میں ان (یعنی ابن خزیمہ اور ابن حبان - ن) کا تساہل مشہور ہے۔ (تعداد تراویح: ص ۳۴)

دارقطنی، ترمذی، حاکم وغیرہم کی تصحیح کا جواب:

باقی امام دارقطنی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہم کے حوالے بھی زبیر علی زئی صاحب کو مفید نہیں

کیونکہ سنن الدارقطنی، مستدرک حاکم اور سنن الترمذی وغیرہ کے محولہ صفحات پر مؤمل کی جن احادیث کو صحیح کہا گیا ہے ان احادیث کو نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیل تنہا نہیں ہے بلکہ ان میں مؤمل کی متابعت تامہ یا متابعت قاصرہ کی گئی ہے اور ان احادیث کی تائید دیگر احادیث بھی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

- ☆ سنن دارقطنی (ج: ۲۲۸۴) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۴۰۹۲
- ☆ مستدرک حاکم (ج: ۱۲۲۹) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: شرح معانی الآثار: ۱۹۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۳۱۲
- ☆ سنن ترمذی (ج: ۶۷۲) کی حدیث میں متابعت کیلئے دیکھئے: صحیح البخاری: ۱۴۳۷، مسند ابن الجعد: ۷۵

مؤمل بن اسماعیل سفیان ثوری کی روایات میں بھی غیر معتبر ہے:

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مؤمل بن اسماعیل حالت انفراد میں سفیان ثوری کی روایات میں بھی معتبر نہیں ہے، چنانچہ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”اخطأ مؤمل فی اسنادہ عن الثوری فرواہ عنه عن ابی الرجال و ابو الرجال الثقة المأمون و انما ہو عن حارثة بن ابی الرجال و هو ممن یتکلم فی حدیثہ..... الخ“

(شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۶۵۱)

ثوری سے اس کی سند میں مؤمل نے غلطی کی ہے اور ثوری سے اسے ”عن ابی الرجال“ روایت کیا ہے اور ابورحال ”ثقة مأمون“ ہے؛ حالانکہ یہ ”عن حارثہ بن ابی رجال“ ہے اور حارثہ بن ابی رجال ان راویوں میں سے ہے جن کی احادیث پر کلام کیا جاتا ہے۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں:

”قبیصة لیس بحجة فی سفیان ولا ابو حذیفة ولا یحییٰ بن آدم ولا مؤمل“ (تاریخ ابن معین بروایة ابن محرز: ج ۱ ص ۱۱۴)

کہ قبیصہ، ابو حذیفہ، یحییٰ بن آدم اور مؤمل (چاروں حضرات) سفیان (ثوری) کی روایت میں حجت نہیں ہیں۔

ایک حدیث جسے مؤمل نے ”عن الثوری، عن مخول، عن سعید المقبری۔ عن ام سلمة... الخ“ کے طریق سے نقل کیا ہے کے بارے میں امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۴۷ھ فرماتے ہیں کہ:

”انما روی عن مخول، عن ابی سعید، عن ابی رافع... وخطأ مؤمل، انما الحدیث عن ابی رافع“

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۲۸۹)

اسے ”مخول، عن ابی سعید، عن ابی رافع“ کے طریق سے روایت کیا گیا ہے۔۔۔ اور مؤمل سے غلطی ہوئی ہے۔

(درست یہی ہے کہ) یہ حدیث ابورافع سے ہے۔

امام ابوبکر بیہقی رحمہ اللہ ۳۵۸ھ ایک حدیث کو باسند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”هذا هو المحفوظ من حديث الثوري، ورواه مؤمل بن اسماعيل عن الثوري فخالف الجماعة في اسناده“ (السنن الكبرى للبيهقي: ۸۱۳۹)

ثوری کی حدیث سے یہ (طریق) محفوظ ہے اور اس کی سند میں ائمہ محدثین کی ایک جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے مؤمل بن اسماعیل نے بھی اسے ثوری سے روایت کیا ہے (جو کہ مردود ہے)۔
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

”مؤمل بن اسماعيل في حديثه عن الثوري ضعف“

یعنی (سفیان) ثوری سے مؤمل بن اسماعیل کی حدیث میں ضعف پایا جاتا ہے۔ (فتح الباری: ج ۹ ص ۲۳۹ ح ۵۱۷۲)
امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۵۳ھ ایک مقام پر سفیان ثوری کی حدیث کے ذیل میں مؤمل کو ”کثیر الخطاء“ کہتے ہیں۔ (السنن الكبرى للنسائي: ۲۸۳۸)

پس ثابت ہوا کہ سفیان ثوری کی احادیث میں بھی مؤمل بن اسماعیل کثرتِ خطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے ضعیف ہے، فریقِ مخالف کے متعدد حضرات جیسے عبدلنّان نور پوری، ناصر الدین البانی، ابو عبد السلام عبد الرؤف وغیرہ نے بھی مؤمل کی سفیان ثوری سے روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ملخصاً: نماز میں ہاتھ باندھنے کی کیفیت: ص ۲۱، تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹، القول المقبول: ص ۳۴۰)

جواب ثانی:

اولاً۔۔۔ بطور الزام کے عرض ہے کہ مؤمل بن اسماعیل نے اس حدیث کو ”نا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر۔۔۔ الخ“ کے طریق کے ساتھ نقل کیا ہے یعنی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اسے عن کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ بھی موجود ہیں اور فریقِ مخالف کے نزدیک امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی معنعن روایات ساقط الاعتبار ہیں اور امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ بھی ساقط الاعتبار ہیں، لہذا فریقِ مخالف کیلئے اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ رئیس ندوی اہلسنت والجماعت احناف کی مستدل ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

یہ حدیث امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ نے معنعن نقل کی ہے جو مدلس ہیں اور ان کی مدلس روایت ساقط الاعتبار ہے۔ (ملفوظ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیقی جائزہ: ص ۵۷۲)

زبیر علی زئی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

ثوری جو کہ ضعیف سے تدلیس کرتے تھے ان کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔۔۔۔۔ لہذا سفیان ثوری رحمہ اللہ جو کہ ضعیف اور مجاہل سے تدلیس کرتے تھے کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مقابلے ضعیف کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۳۷-۱۳۸)

رئیس ندوی صاحب، امام عاصم بن کلیب رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہوئے ہیں کہ:

مگر اسے معتبر قرار دینے سے یہ بات مانع ہے کہ اس کا دارودار عاصم بن کلیب جرمی پر ہے، جو بقول امام ابن المدینی اور عام ائمہ کرام جس روایت کی نقل میں منفرد ہو وہ معتبر اور لائق حجت نہیں۔

(بلفظ مجموعہ مقالات پر سلفی تحقیق جائزہ: ص ۵۷۲)

ثانیاً۔۔۔ فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی اسے ضعیف کہا ہے مثلاً۔۔۔

ناصر الدین البانی کہتا ہے کہ:

”اسنادہ ضعیف لان مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ۔۔۔ الخ۔“

اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ ہے۔ (تعلیق صحیح ابن خزیمہ: ۴۷۹)

ابو عبد السلام عبد الرؤف لکھتا ہے کہ:

یہ سند ضعیف ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سیء الحفظ ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب (۲/۲۹۰) میں کہا ہے ابو زرہ نے کہا ہے کہ یہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے، ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حافظ عالم ہے مگر غلطیاں کرتا ہے۔ (القول المقبول: ص ۳۴۰)

عبد المنان نور پوری لکھتا ہے کہ:

ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے۔۔۔ الخ۔“

(مکالمات نور پوری: ص ۵۲۸)

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یہ روایت ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔۔۔ الخ (ماہنامہ الحدیث ش ۱۲۵ ص ۳۹)

تنبیہ:

سیدنا واکل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک دوسری روایت میں بھی ”علی صدرہ“ کے الفاظ آئے ہیں (الجوہر النقی: ۳۰/۲) مگر یہ روایت سخت ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو اور شدید ضعیف تو خود فریق مخالف نے بھی کہا ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

یہ روایت سخت ضعیف ہے: محمد بن حجر کی روایتیں منکر ہیں۔ ام عبد الجبار کی توثیق معلوم نہیں اور سعید بن عبد الجبار بھی مجروح ہے۔ (ملاحظہ ہو الجوهر النقی ۲/۳۰، اور میزان الاعتدال: ۳/۵۱۱/۲، ۱۳۷) (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ۲۵)

ابو عبد السلام عبد الرؤف لکھتا ہے کہ:

مگر یہ سند بھی ضعیف ہے۔۔۔ الخ (القول المقبول: ص ۳۴۰)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلَبٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ تَمْيِينِهِ وَعَنْ تَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ وَوَصَفَ يَحْيَى الْيَمَنِيُّ عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمَفْصِلِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ لَكِنْ قَوْلُهُ عَلَى صَدْرِهِ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ. (آثار السنن: ۳۲۶)

☆ ☆ قبیسہ بن ہلب سے روایت ہے کہ میرے والد (سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ) نے کہا: ”میں نے نبی مکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ (نماز کے بعد) اپنی دائیں جانب سے پھرتے اور بائیں جانب سے بھی اور میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے یہ اپنے سینے پر رکھا۔“ یحییٰ نے طریقہ بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں پر، جوڑ کے اوپر۔“ اسے احمد (۲۱۹۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے لیکن اس (راوی) کا قول: ”سینے پر“ محفوظ نہیں ہے۔

تحقیق:

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن سعيد، عن سفيان، حدثني سماك، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه، قال..... الخ“ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۹۶۷)

اس روایت میں ”علی صدرہ“ (یعنی سینے پر) کی زیادتی غیر محفوظ ہے اور اس روایت سے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا مردود ہے۔ اس روایت کے تحقیقی والزامی جوابات حاضر خدمت ہیں:

اولاً۔۔۔ اس حدیث میں صرف سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے نماز کے اندر باندھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ زبیر علی زئی نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں (نماز سے فارغ ہو کر) کے الفاظ لکھے ہیں (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کے بعد کا واقعہ ہے لہذا اس سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال مردود ہے اگر فریق مخالف کے متحققین اس حدیث سے نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنے پر ہی مصر ہیں تو پھر ان کو چاہیے کہ

نماز کے اندر بھی دائیں بائیں پھرا کریں؟

ثانیاً۔۔۔ اس حدیث میں ”علی صدرہ“ (یعنی سینے پر) کی زیادتی بھی غیر محفوظ ہے کیونکہ یہ زیادتی نقل کرنے میں ابو مغیرہ سماک بن حرب بن اوس الذہلی البکری الکوفی تنہا ہیں اور ابو مغیرہ سماک بن حرب بن اوس الذہلی البکری الکوفی رحمہ اللہ ذاتی اعتبار سے اگرچہ سچے ہیں مگر کثرتِ اضطراب، برے حافظے، کثرتِ خطاء اور کثرتِ اغلاط کی وجہ سے اس کی منفرد روایت قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں ائمہ کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

جرح کرنے والے

جرح

۱: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ م ۲۴۱ھ:

مضطرب الحدیث

(المجرح والتعديل: ۱۲۰۳، تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)

۲: حافظ ابن حبان م ۳۵۴ھ:

یخطئ کثیرا

(الثقات لابن حبان: ۳۲۲۸)

۳: امام ابو زکریا یحییٰ بن معین م ۲۳۳ھ:

ضعیف

(الکامل لابن عدی: ۸۷۵)

۴: امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ م ۱۶۰ھ:

یضعفه

(المغنی فی الضعفاء: ۲۶۳۹، الکامل لابن عدی: ۸۷۵)

۵: امام ابن عمار رحمہ اللہ:

يقولون انه كان يغلط ويختلفون في حديثه

(تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)

۶: امام سفیان ثوری رحمہ اللہ م ۱۶۱ھ:

یضعفه بعض الضعف

(تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)

۷: امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ م ۱۸۱ھ:

ضعیف فی الحدیث

(تہذیب الکمال: ۲۵۷۹)

۸: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ:

صدوق وروایتہ عن عکرمۃ خاصۃ مضطربۃ وقد تغیر بأخرۃ
فکان ربما تلقن

(تقریب: ۲۶۲۳)

۹: امام حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۴۸ھ:

ثقة ساء حفظه

(الکاشف: ۲۱۴۱)

١٠: صالح جزره رحمه الله:

يضعف

(الكاشف: ٢١٣١)

١١: امام ابو الحسن دارقطني رحمه الله ٣٨٥هـ:

سماك سمي الحفظ

(علل الذارقطني: ج ١٣ ص ١٨٣ ح ٢٥٤٩)

١٢: امام عيني رحمه الله ٣٢٢هـ:

ذكرة في الضعفاء

(الضعفاء الكبير: ٦٩٩)

١٣: امام ابو عبد الرحمن نسائي رحمه الله ٣٠٣هـ:

ليس ممن يعتمد عليه اذا انفرد بالحديث لانه كان يقبل التلقين
(السنن الكبرى للنسائي: ٣٢٩٥)

سماك ليس بالقوى وكان يقبل التلقين

(السنن الكبرى للنسائي: ٥١٦٤)

سماك اذا انفرد بأصل لم يكن حجة لانه كان يلقي فيلقن

(تحفة الاشراف: ٦١٠٣)

١٤: امام بزار رحمه الله ٢٩٢هـ: ---

كان قد تغير قبل موته

(الكامل في تهذيب الكمال: ٢٢٣٨)

١٥: امام ابن جوزي رحمه الله ٥٩٤هـ:

ذكرة في الضعفاء

(الضعفاء لابن الجوزي: ٢/٢٦)

١٦: حافظ ابن حزم اندلسي رحمه الله ٥٦٦هـ:

سماك ضعيف يقبل التلقين

(المحلى بالآثار: ج ٦ ص ٣٠٥)

١٧: امام ابوالقاسم الكعبي رحمه الله ٣١٩هـ:

ذكرة فيه ذكر من رموه بأنه من اهل البدع واصحاب الاهواء
(قبول الاخبار ومعرفه الرجال: ج ٢ ص ٣٨١، ٣٩٠)

١٨: امام يعقوب بن شيبه رحمه الله:

هو في غير عكرمة صالح وليس من المثبتين

(ميزان الاعتدال: ٣٥٣٨)

١٩: امام ابو عيسى ترمذي رحمه الله ٢٧٩هـ:

من يضطرب في حديثه سماك... الخ

(علل الترمذي: ٢٢٣)

فائدہ نمبر ۱:

امام یعقوب بن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے مذکورہ قول سے معلوم ہوا کہ سماک بن حرب، عکرمہ کے علاوہ صالح ہے مگر پھر بھی مضبوط نہیں ہے، لہذا عکرمہ کی علاوہ دیگر حضرات کی احادیث میں بھی مضبوط نہیں ہے۔

فائدہ نمبر ۲:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا عبارت میں مضطرب الحدیث راویوں میں پہلا نام سماک کا ذکر کیا ہے، امام موصوف کی اس عبارت کی تشریح میں حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ ص ۹۵ ھ نے لکھا ہے:

کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کے حافظہ یا کثرتِ خطاء کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے احکام اور علمی امور میں ان کی کسی ایک بھی منفرد روایت سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ (ملخصاً: شرح علل الترمذی: ج ۱ ص ۴۲۳)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کے اس قول سے جہاں سماک کا کثیر الخطاء اور حافظے کے لحاظ سے کمزور ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ احکام اور علمی امور میں اس کی کسی بھی ایسی حدیث سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی جسے یہ نقل کرنے میں تنہا ہو۔ اور زیر بحث حدیث بھی علی صدرہ کی زیادتی کے ساتھ نقل کرنے میں یہ تنہا ہے لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

مثلاً۔۔۔ فریق مخالف کے متعدد حضرات نے بھی اسے ضعیف کہا ہے مثلاً۔۔۔

ابو عبد السلام عبد الرؤف بن عبد الحمنان لکھتا ہے کہ:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (ملخصاً: القول المقبول: ۳۴۱ ج ۲ ص ۲۶۲)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

صحیح لغیرہ دون قولہ: یضع هذه علی صدرہ، وهذا اسناد ضعیف لجهالة قبیصة بن حلب

(مسند الامام احمد بتحقيق الشعیب: ۲۱۹۶)

یہ حدیث راوی کے قول ”اپنے سینے پر رکھتے تھے“ کے بغیر صحیح لغیرہ ہے اور یہ سند قبیصہ بن حلب کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

معلوم ہوا کہ شعیب ارناؤط کے نزدیک بھی اس حدیث میں ”علی صدرہ“ (یعنی سینے پر) کی زیادتی صحیح نہیں ہے۔

لقمان سلفی نے بھی لکھا ہے کہ:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (ملخصاً: حاشیہ صلوٰۃ الرسول: ص ۱۱۵ بحوالہ چھپے راز: ص ۳۵)

رابعاً۔۔۔ اس حدیث میں امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے ”الیمنی علی الیسری فوق المفصل“ یعنی دائیں ہاتھ کو بائیں

ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر باندھا کے الفاظ آئے ہیں جبکہ فریق مخالف کے لوگ دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھتے ہیں نہ کہ جوڑ پر۔
لہذا یہ روایت خود فریق مخالف کے مسلک بھی خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ يَشُدُّ بِهَمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْمَرَاثِلِ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. (آثار السنن: ۲۲۶)
☆ ☆ طاؤس نے کہا: ”نبی اکرم ﷺ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے، پھر دونوں سینے پر باندھتے اور آپ نماز میں ہوتے۔“ اسے ابوداؤد نے (کتاب المراسیل (ج: ۳۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

تحقیق:

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو توبة : ثنا الهيثم يعني ابن حميد عن سليمان بن موسى عن طاوس قال قال رسول الله ﷺ الخ (سنن ابی داؤد مع بدل المجہود ۴/۲۸۲ ح ۶۵۹)

فریق مخالف کا اس حدیث سے بھی سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ یہ حدیث نہایت ضعیف سند سے مروی ہے، چنانچہ اس روایت کو طاؤس سے نقل کرنے میں سلیمان بن موسیٰ القرشی الاموی الدمشقی ال اشدق متفرد ہیں اور سلیمان روایت حدیث میں نہایت ضعیف اور مجروح راوی ہیں اس پر ایسی کڑی جرحات کی گئی ہیں کہ جس کی وجہ سے خود فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں بھی اس کی روایت بالکل ردی ہے۔ ائمہ حدیث و رجال نے سلیمان بن موسیٰ پر جو جرح و تنقید کی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ کہتے ہیں:

”ليس بالقوي في الحديث“

کہ سلیمان بن موسیٰ روایت حدیث میں قوی نہیں ہے۔ (الضعفاء والمتر وكون: ۲۵۲)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۷۲ھ لکھتے ہیں:

”محله الصدق وفي حديثه بعض الاضطراب“ (الجرح والتعديل: ۶۱۵)

(۲) امام ابو جعفر محمد بن عمرو عقیلی رحمہ اللہ ۳۲۲ھ نے سلیمان بن موسیٰ کو ضعفاء یعنی ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔

(الضعفاء الکبیر للعقيلي: ۶۳۲)

(۲) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۰ھ بھی اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کرتے ہیں۔ (المغنی فی الضعفاء: ۲۶۳۰)

(۴) امام ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عندہ احادیث عجائب“ کہ اس کے پاس عجیب و غریب احادیث حدیثیں ہیں۔

(التاریخ الاوسط: ۷۶: ۱۳)

(۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

”صدوق فقیہ فی حدیثہ بعض لہن و خولط قبل موته بقلیل“

کہ (اگرچہ ذاتی اعتبار سے) سچا، فقیہ ہے (مگر) اس کی حدیث میں قدرے ضعف پایا جاتا ہے اور وفات سے

پہلے اس کا تھوڑا سا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا۔ (تقریب: ۲۶۱۶)

(۶) امام ابن مدینی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ کہتے ہیں: ”مطعون علیہ“ (الضعفاء الکبیر للعقلمی: ۶۳۲)

(۷) امام ابن عبد البر رحمہ اللہ ۴۶۳ھ فرماتے ہیں:

”فهو عندهم سئ الحفظ“ کہ سلیمان عند الحدیثین برے حافظہ والا ہے۔ (الاستاذ کار لا بن عبد البر: ج ۵ ص ۲۳۶)

(۸) امام ابن جبار و رحمہ اللہ نے اسے جملہ ضعیف روایات میں ذکر کیا ہے۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۹) امام ابو عبد اللہ بخاری رحمہ اللہ ۲۵۶ھ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

”عندہ منا کبر“ کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ (الضعفاء الصغیر للبخاری: ۱۳۹، التاریخ الکبیر للبخاری: ۱۸۸۸)

(۱۰) امام ابوالاحمد الحاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فی حدیثہ بعض المناکیر“ اس کی حدیث میں بعض مناکیر ہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۱۱) امام محمد بن علی نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”سلیمان بن موسیٰ لہن الحدیث“ کہ سلیمان بن موسیٰ روایت حدیث میں قدرے کمزور ہے۔

(التعلیق الحسن: ص ۱۸۵ ج ۱۱۰)

(۱۲) امام ابن ترکمانی رحمہ اللہ ۷۵۰ھ فرماتے ہیں:

”سلیمان بن موسیٰ متکلم فیہ قال ابن جریج والبخاری عندہ منا کبر... الخ“

کہ سلیمان بن موسیٰ متکلم فیہ ہے ابن جریج اور بخاری نے کہا ہے کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔

(الجوہر النقی: ج ۷ ص ۱۰۵)

(۱۳) امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”عندہ منا کبر“ کہ اس کے پاس منکر حدیثیں ہیں۔ (اکمال تہذیب الکمال: ۲۲۲۸)

(۱۴) امام ابو یوسفی ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ فرماتے ہیں:

”سلیمان بن موسیٰ منکر الحدیث... احادیث عامہا منا کبر“

کہ سلیمان بن موسیٰ منکر الحدیث ہے اور اس کی عام احادیث منکر ہیں۔ (العلل الکبیر للترمذی: ۴۶۳)
منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ اس کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت باکثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔ (توضیح الکلام: ۲/۶۲۸)
عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

حتى تكثر المناكير في روايته وينتهي الى ان يقال في منكر الحديث لان منكر الحديث وصف
الرجل يستحق به الترك بمجديته. (ابكار اللمن: ص ۱۹۹)
(منکر الحدیث وہ راوی ہے) جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الحدیث کہا جانے
لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث
ترک کر دی جائے۔

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

البتة منكر الحديث كـ الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ۱/۴۹۹)
اثری صاحب ہی ”الرفع والتكميل“ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاتا
ہے۔ (ایضاً: ص ۴۹۸)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۱۶۰)
محمد اسحاق صاحب ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ حدیث ضعیف جدا یا
منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام (ص ۲۰) ۱۷ اگست ۱۹۹۲ء)

زبیر علی زئی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔ (ماہنامہ الحدیث ص ۱۵، ستمبر ۲۰۰۳ء)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے ہاں انتہائی سخت، قابل اعتبار اور مفسر جرح ہے۔

(۱۵) امام ابن جوزی رحمہ اللہ ۵۹۷ھ اور امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کر کے
اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔ (الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی: ۱۵۳۹، الضعفاء والمتروکون للنسائی: ۲۵۲)

اور فریق مخالف کے نزدیک متروک راوی کی روایت بالکل ردی ہوتی ہے، چنانچہ عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔ (فتاویٰ الہدیث: ۱/ ۶۶۲)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں بھی یہ روایت بالکل ردی ہے، اور اس کی سند طاؤس تک ضعیف ہے، مزید برآں اگر بالفرض اس کی سند طاؤس تک صحیح ہو تو بھی اس روایت سے فریق مخالف کو استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں کیونکہ طاؤس نے نبی کریم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی پانا ممکن ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے اور فریق مخالف کے نزدیک مرسل روایت مطلقاً ضعیف ہے، چنانچہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ہمارے نزدیک یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔۔۔۔ الخ۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۲۳، ماہنامہ الہدیث ش ۱۲۶ ص ۴۰)

ایک بے تکہ استدلال:

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق کوئی ایک بھی روایت صحیح و ثابت نہیں ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں انہیں خود فریق مخالف کے متعدد محققین نے بھی ضعیف قرار دیا ہے، جب فریق مخالف کے محققین کو سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق کوئی صحیح روایت دستیاب نہ ہو سکی اور انہیں اپنا موقف از روئے دلائل کمزور دکھائی دیا تو انہوں نے اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کی غرض سے ایک عجیب و غریب شوشہ چھوڑ دیا، ہم اسے نقل کر کے اس کے جوابات عرض کرتے ہیں، زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ثم وضع یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری والرسغ والساعد۔ پھر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہتھیلی، کلائی اور (ساعد) بازو پر رکھا۔۔۔۔ تجربہ شاہد ہے کہ اس طرح ہاتھ رکھے جائیں تو خود بخود سینے پر رکھے جاسکتے ہیں۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۱۳، ۱۴)

الجواب:

اولاً۔۔۔۔ عرض ہے کہ زبیر علی زئی صاحب نے عنوان تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا باندھا ہے مگر اس حدیث میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا اشارہ تک بھی نہیں ہے اور نہ ہی کسی امام مجتہد و محدث نے آج تک اس حدیث سے سینے پر ہاتھ باندھنے پر استدلال کیا ہے (فیما علم) اور نہ ہی کوئی عقل مند کر سکتا ہے، اگر فریق مخالف کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی کوئی صحیح صریح حدیث موجود ہے تو پیش کریں وگرنہ خواہ مخواہ ڈینگیاں مارنا چھوڑ دیں۔

ثانیاً۔۔۔۔ زبیر علی زئی صاحب نے رسغ کا معنی کلائی کیا ہے جو کہ اس مقام پر بالکل غلط ترجمہ ہے، النجد میں ہے:

لسان العرب (ج ۸ ص ۴۲۸) میں ہے:

For more geat books please visit our TELEGRAM CHANNEL... <https://t.me/pasbanehaq1>

دلیل نمبر ۱:

عَنْ جَرِيرِ الضَّبِّيِّ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمَسِّكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ الشُّرَّةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

(آثار السنن: ۳۲۸)

☆☆ جریر الضبی نے کہا ”میں نے (حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اوپر رکھے ہوئے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے ساتھ گٹے کے اوپر سے پکڑا ہوا تھا۔“ اسے ابو داود (۷۵۷) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن قدامة يعني ابن اعين، عن أبي بدر، عن أبي طالوت عبد السلام، عن جرير الضبي، عن أبيه، قال: رأيت علياً رضي الله عنه... الخ. (سنن أبي داود: ۵۷۷)

یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے۔ اس کی سند میں غروان بن جریر اور جریر الضبی دونوں حسن الحدیث ہیں، ابو طالوت عبد السلام بن ابی حازم ثقہ اور ابو بدر شجاع بن ولید ثقہ ہیں، لہذا یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بیان جواز پر محمول ہے، لہذا اس روایت کے پیش نظر سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا بھی جائز ہے تاہم دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر مسنون یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں جیسا کہ متعدد روایات میں صراحت سے یہ مضمون آیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ أَمَرَنِي عَطَاءٌ أَنْ أَسْأَلَ سَعِيدًا أَيْنَ تَكُونُ الْيَدَانِ فِي الصَّلَاةِ فَوْقَ الشُّرَّةِ أَوْ أَسْفَلَ مِنَ الشُّرَّةِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَعِيدٌ فَوْقَ الشُّرَّةِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ. وَاسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

(آثار السنن: ۳۲۹)

☆☆ ابوزبیر (محمد بن مسلم تدرس رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ مجھے عطاء نے حکم دیا کہ میں سعید (رحمہ اللہ) سے پوچھوں کہ دونوں ہاتھ نماز میں کہاں ہونے چاہئیں: ناف سے اوپر یا ناف سے نیچے؟ پھر میں نے اُن سے پوچھا تو سعید (رحمہ اللہ) نے فرمایا: ناف سے اوپر۔ اسے بیہقی (۳۱/۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی نہیں۔

فائدہ:

امام نبوی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ اثر بلحاظ سند قوی نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ اثر ثابت بھی ہو تو یہ اثر خصوصاً سینے پر

ہاتھ باندھنے کے قائلین کو مفید نہیں کیونکہ یہ لوگ سینے پر ہاتھ باندھنے کو سنت ہیں اور اس اثر میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، ناف کے اوپر سینہ نہیں ہوتا۔ نیز امام نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ان مذهبنا ان المستحب جعلها تحت صدره فوق سرته وبهذا قال سعيد بن جبیر“

(المجموع شرح المہذب: ج ۳ ص ۴۱۲)

کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا مستحب ہیں اور سعید بن جبیر نے بھی یہی کہا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کے اس قول سے مذکورہ بالا سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے منسوب اثر کی وضاحت ہو گئی کہ ”فوق السرة“ سے ”سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر“ ہاتھ باندھنا مراد ہے۔ لہذا یہ اثر سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائلین کو مفید نہیں۔ مزید برآں ثقہ و صدوق تابعی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی بنسبت زیادہ مضبوط اور بڑے فقیہ و محدث ہیں۔

ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلٍ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشَّرْقَاءِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۴۰)

☆☆ (حضرت سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں (بحالت قیام) اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۵۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع، عن موسى بن عمير، عن علقمة بن واثل بن حجر، عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ وضع يمينه على شماله في الصلاة تحت الشَّرْقَاءِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ بتحقیق الشیخ الثقة المعقق محمد عوامہ: ج ۳ ص ۴۲۱، ۴۲۰ ح ۴۹۵۹)

اس کے راویوں کا مختصر سالتعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوسفیان و کعب بن جراح بن ملیح الرواسی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة عابد صالح“ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۱۷۶۹)

۲: امام موسیٰ بن عمیر التمیمی العنبری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۲۸۶)
۳: امام علقمہ بن وائل بن حجر الحضرمی الکندی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات: ۱۱۶۳)

۴: حضرت سیدنا وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ (تقریب: ۷۳۹۳)
اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اور اس کے تمام راوی ثقة ہیں۔ چنانچہ
ثقة و صدوق امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ ۸۷۹ھ اور فریق مخالف کے متحقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:
اسنادہ جید کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (تحفة لاحوذی: ۱/۲۱۳)
شیخ ابوالطیب مدنی رحمہ اللہ اس کی سند کو قوی اور ثقة و صدوق متحقق علامہ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ اس کے راویوں کو ثقة کہتے
ہیں۔ (خزائن السنن: ۲/۸۵)

فوائد و مسائل:

(۱) اس صحیح صریح حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں بحالت قیام مردوں کے لئے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا
مسنون ہے۔ مشہور و معروف محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ ۲۳۸ھ فرماتے ہیں: تحت السرة اقوی فی
المحدث واقرب الی التواضع۔ (مسائل الامام احمد واسحاق بن راہویہ: ۲/۵۵۱، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف
لابن المنذر: ۱۲۹۱) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔ فریق مخالف
کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان اور ان کے صاحبزادے نواب نور الحسن غیر نے تسلیم کیا ہے کہ: ”تحت السرة“
کے الفاظ والی احادیث بلا قدر (بے عیب) اور صحیح ہیں۔ (الروضۃ الندیہ ۱/۹۷، ۹۸، عرف الجادی ص ۲۵) نیز انہوں
نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے کہ وہ نماز میں بحالت قیام اپنے ہاتھ زیر ناف باندھا کرتے
تھے۔ (ایضاً)

(۲) دور حاضر کے ایک متحقق نے اس حدیث کا انکار کرنے کیلئے جلیل القدر ثقة بالا جماع امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ پر یہ الزام
لگایا ہے کہ تحت السرة کے الفاظ انہوں نے اپنی طرف سے اس حدیث میں بڑھادیئے ہیں مگر یہ اس متحقق کی محض خوش فہمی
ہے۔ امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی وفات ۸۷۹ھ میں ہوئی۔ ثقة بالا جماع امام محمد مرتضیٰ الزبیدی رحمہ اللہ کے پاس
مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ موجود تھا اس پر نقل نسخہ (کہ جن سن میں اس نسخہ کو دوسرے نسخے سے دیکھ کر لکھا گیا تھا) کی تاریخ
۸۷۹ھ لکھی ہوئی ہے۔ قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی وفات سے ۱۳۸ سال قبل ان الفاظ کا

وجود مصنف میں ہونے کے باوجود امام موصوف پر ان الفاظ کے بڑھانے کا الزام لگانا کیسے درست ہو سکتا ہے؟
مصنف ابن ابی شیبہ کے اکثر نسخوں میں یہ حدیث ”تحت السرة“ (یعنی زیر ناف) کے الفاظ سے منقول ہے، جن میں سے بعض نسخوں کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱: نسخہ امام قاسم بن قطلوبغا: (درہم الصرة: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۲: نسخہ شیخ مرتضیٰ زبیدی: (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۴۵)

۳: نسخہ شیخ محمد اکرم نصر پوری السندی: (درہم الصرة: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۴: نسخہ شیخ عبدالقادر مفتی مکہ مکرمہ: (درہم الصرة: ص ۸۲، تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۳۲۱)

۵: نسخہ شیخ عابد السندی: (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۴۱، وطوالع الانوار ۱/ ۶۲۰)

۶: نسخہ ٹھٹھہ سندھ: (فوز الکرام ص ۴۶ بحوالہ الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرة: ص ۵۱)

۷: نسخہ قبۃ محمودیہ: (در الغرہ ص ۲۴ بحوالہ تجلیات صفدر: ج ۴ ص ۴)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شمس الحق عظیم آبادی م ۱۳۲۹ھ صاحب کے ہاتھ سے لکھے گئے قلمی نسخہ میں بھی یہ حدیث ان ہی الفاظ کے ساتھ درج ہے۔ (ترصیح الدرۃ مع درہم الصرة: ص ۸۲ طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)
نیز فریق مخالف کے متعدد متحققین نے بھی مصنف میں تحت السرة کے الفاظ کی موجودگی کا اقرار کیا ہے مثلاً۔۔۔۔۔
وحید الزمان نے لکھا کہ:

اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعاً تحت السرة نقل کیا ہے۔ (مؤطا مالک مترجم: ص ۱۳۷)

ابو عبد السلام عبد الرؤف نے لکھا کہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخے میں حدیث وائل کے ایک طرق میں ”تحت السرة“ کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔ اس حدیث سے بعض احناف نے زیر ناف ہاتھ باندھنے پر دلیل لی ہے۔۔۔۔۔ الخ (القول المقبول:

ص ۳۲۱، ۳۲۲)

اب اگر بالفرض مصنف کے بعض نسخوں میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہ بھی ہوں جیسا کہ فریق مخالف کے لوگ کہتے ہیں تو اس سے فریق مخالف کے ہی متحقق عبدالرحمن مبارکپوری کے بقول اُن صحیح نسخوں کا جن میں ”تحت السرة“ کے الفاظ موجود ہیں، الحاقی یا غیر معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ عبدالرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ:

کتب حدیث میں متعدد روایات ایسی موجود ہیں جو بعض نسخوں میں ہیں اور بعض نسخوں میں نہیں ہیں مگر کوئی بھی ان روایات اور عبارات کو الحاقی وغیر معتبر نہیں بتاتا۔ (تحقیق الکلام ۲/ ۴۸، ۴۹)

مزید برآں اس حدیث کی تائید دیگر کئی احادیث حسنہ و صحیحہ سے بھی ہوتی ہے۔ جن میں سے بعض آگے آرہی ہیں۔ طلباء

اور علماء کیلئے مصنف کے قلمی نسخوں کے عکس راقم الحروف نے اپنی دوسری کتاب ”تنقیح السنن اردو شرح آثار السنن“ میں لگا دیے ہیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَجَلَةَ أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الشُّرَّةِ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۴۱)

☆ ☆ حجاج بن حسان سے روایت ہے کہ میں نے (جلیل القدر تابعی) ابو مجلہ (لاحق بن حمید رحمہ اللہ) کو فرماتے ہوئے سنا، یا میں نے اُن سے پوچھا: میں (ہاتھ) کس طرح رکھوں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندر کے حصے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اوپر کے حصے پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۳۹۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا يزيد بن حارون قال: اخبرنا حجاج بن حسان قال: سمعت ابا عجله..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۴۲)

اس اثر کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ الواسطی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”ثقہ“ حافظ ”راوی ہیں۔ (تقریب: ۳۵۷۵)

۲: امام ابو خالد یزید بن ہارون بن زاذی السلی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ ثبت فی الحدیث“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۸۵۹)

۳: امام حجاج بن حسان القیس البصری رحمہ اللہ ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۱۱۷)

۴: امام ابو مجلہ لاحق بن حمید السدوسی الاور رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقہ“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۴۲۷)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے، فریق مخالف کے محققین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا

ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۶ ص ۴۵)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنُهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشَّرْءِ. رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ: (آثار السنن: ۲۲۲)

☆ ☆ (جلیل القدر ثقہ بالا جماع تابعی امام) ابراہیم (نحی رحمہ اللہ) نے کہا کہ نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۳۹ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ کتاب الآثار: ۱۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

تحقیق:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع، عن ربيع، عن أبي معشر، عن إبراهيم..... الخ. (مصنف ابن أبي شيبة: ۲۹۴۹)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے راویوں کا مختصر سآعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابوسفیان و کعب بن الجراح الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة عابد صالح“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۷۶۹)

۲: امام ابوبکر ربيع بن صبيح السعدي البصري رحمہ اللہ سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے راوی ہیں، حافظ ابن عدی رحمہ

اللہ کہتے ہیں کہ ان میں اور ان کی روایات میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (الکامل: ۶۵۲)

۳: امام ابو معشر زیاد بن کلیب التميمي الحنظلي الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۴۷۴)

۴: امام ابو عمران ابراہیم بن یزید نخعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ (تابعی) راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۴۵)

نیز امالی عبدالرزاق میں اس اثر کا ایک متابع بھی موجود ہے ملاحظہ ہو:

قال الثوري عن سعيد عن فرقد عن ابراهيم قال: ما دون السرقة، یعنی تحمها.

(الامالی فی آثار الصحابة لعبدالرزاق الصنعانی: ۵۴)

(ثقة تابعی) ابراہیم (نحی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ (نماز میں ہاتھ) ناف کے نیچے رکھے۔

دلیل نمبر ۴:

حدثنا محمد بن القاسم، ثنا ابو كريب، ثنا حفص بن غياث، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن

النعمان بن سعد، عن علي، انه كان يقول: ان من النة وضع اليمين على الشمال تحت السرقة.

(سان الدارقطني: ۱۱۰۴، السنن الكبرى للبيهقي: ۲۴۴۲، السنن الكبرى للبيهقي: ۲۴۴۲)

(حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز میں (بجانب قیام) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے۔

تحقیق:

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

- ۱: امام ابو بکر محمد بن قاسم بن احمد الصوفی رحمہ اللہ ”شیخ صالح“ راوی ہیں۔ (سنن الدار قطنی: ۱۹۸۸)
- ۲: امام ابو کریب محمد بن العلاء بن کریب الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۲۹)
- ۳: امام ابو عمر حفص بن غیاث بن طلق النخعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۳۱۰)
- ۴: امام ابو شیبہ عبد الرحمن بن اسحاق بن الحارث الواسطی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ترمذی کے متکلم فیہ راوی ہیں، امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی بیان کردہ حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک مع التعلیق: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳) اور امام ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ نے ”حسن“ کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن الترمذی: ۶۷۲) جبکہ دیگر حضرات نے اس پر جرح و احکام کی ہیں، مگر زیر بحث اس کی حدیث کا التعمید لابن عبد البر (۷۸/۲۰) میں ایک قوی شاہد موجود ہے جس کی بناء پر یہ حدیث کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

- ۵: امام نعمان بن سعد بن حبیب الانصاری الکوفی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے راوی ہیں، ان سے امام ابو شیبہ عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی رحمہ اللہ کے علاوہ امام اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ بھی روایت کرتے ہیں۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان: ۲/۲۵۰) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ، حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۵۴۸ھ، حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو:

المستدرک علی الصحیحین: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

تفخیص المستدرک: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

الاستدراک علی الصحیحین: ۳۳۷۹، ۳۳۸۲، ۸۸۴۳

سنن الترمذی: ۶۷۲

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

العمان بن سعد اللی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا بأس بہ... الخ۔

(سؤالات ابی داود للامام احمد: ۴۴۲)

کہ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والا نعمان بن سعد ”مقارب الحدیث“ ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے بھی اسے کوفات میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الثقات: ۵۷۸۰)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۵:

ذكر الاثر م قال حدثنا ابو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجعدي عن عقبة بن صهبان سمع عليا يقول في قول الله عز وجل فصل لربك وانحر قال وضع اليماني على اليسرى تحت السرقة (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والآثار لابن عبد البر: ۲۰/۶۸) عقبه بن صهبان (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے (حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”فصل لربك وانحر“ کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھیں۔

تحقیق:

یہ روایت بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

۱: امام ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی الاثرم رحمہ اللہ سنن نسائی کے ”ثقة حافظ“ راوی ہیں۔ (تقریب: ۱۰۳)

۲: امام ابو الولید ہشام بن عبد الملک الباہلی الطیالسی البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة ثبت في الحديث“ راوی ہیں۔

(تقریب: ۱۳۹۹)

۳: امام ابوسلمہ حماد بن سلمہ بن دینار البصری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے (في نفسه) ”ثقة عابد“ راوی ہیں۔

(تقریب: ۱۳۹۹)

۴: امام ابو محشر عاصم بن عجاج الجعدي رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔ (المجرح والتعديل: ۱۹۲۶)

۵: امام عقبہ بن صہبان الازدی الحدانی الراسی البصری رحمہ اللہ ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (تاريخ الثقات: ۱۱۵۱)

اعتراض نمبر ۱:

زیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

عاصم الجعدي اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجعدي کا واسطہ ہے۔ (التاريخ الكبير ۶/۴۳۷) العجاج مجہول الحال ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

التاريخ الكبير میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جس روایت کی سند میں عاصم الجعدي اور عقبہ بن صہبان کے درمیان العجاج الجعدي کا واسطہ ذکر کیا ہے وہ روایت اور ہے اُس روایت کے متن میں ”علی صدرہ“ (یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ

ہیں، جبکہ ہم نے التہمید کے حوالے سے جو حدیث پیش کی ہے یہ حدیث اور ہے اس کے متن میں ”تحت السرة“ (یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور اس کی سند میں عجاج الجحدری کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ لہذا ”علی صدرہ“ والی روایت کی سند میں مذکور عجاج الجحدری کے واسطے کو ”تحت السرة“ والی حدیث کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔ علماء کرام اور طلباء کرام کیلئے التاریخ الکبیر کی اصل عبارت حاضر ہے:

قال موسى حدثنا حماد بن سلمة: سمع عاصم الجحدري عن ابيه عن عقبة بن ظبيان: عن علي رضي الله عنه: فصل لربك وانحر: وضع يده اليمنى على وسط ساعده على صدره.
(التاریخ الکبیر: ۶/۴۴)

اعتراض نمبر ۲:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

-- دوسری اسانید میں ”علی صدرہ“ سینے پر ہاتھ باندھنے، کے الفاظ ہیں۔

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

زبیر علی زئی صاحب جس سند کا حوالہ دے رہے ہیں اس کے متن میں ”علی صدرہ“ (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور وہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں العجاج الجحدری کا واسطہ ہے اور العجاج الجحدری کو خود زبیر صاحب نے مجہول قرار دیا ہے۔ لہذا سینے پر ہاتھ باندھنے والی ضعیف روایت کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی صحیح روایت کے معارضہ میں پیش کرنا غلط ہے۔

اعتراض نمبر ۳:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

ابن الترمذی حنفی نے لکھا ہے: ”فی سندہ و متنہ اضطراب۔“ اس کی سند میں اور متن میں اضطراب ہے۔
(الجوہر النقی: ۲/۳۰) (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام: ص ۵۷)

الجواب:

ثقة بالاجماع امام ابن الترمذی رحمہ اللہ نے یہ جرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اس روایت پر کی ہے جس کے متن میں ”علی صدرہ“ (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں، جبکہ ہم نے التہمید کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے اس کے متن میں ”تحت السرة“ (ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں۔ لہذا حسب عادت یہاں بھی زبیر

صاحب نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت پر کی گئی جرح کو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت پر چسپاں کر کے دھوکہ دیا ہے۔ علماء کرام اور طلباء کرام کیلئے الجوہر النقی کی اصل عبارت حاضر ہے:

ثم ذكر البيهقي عن علي (انه قال في هذه الآية فضل لربك والمحرق قال وضع يده اليمنى على وسط يده اليسرى ثم وضعها على صدره) قلت: تقدم هذا الاثر في باب الذي قبل هذا الباب وفي سنده متنه اضطراب. (الجوهر النقي: ج ٢ ص ٢٠)

چند روایات بطور شواہد:

مذکورہ روایات ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے اثبات میں بطور اصل اور استدلال کے تھیں۔ اب ان کی تائید اور استشہاد میں چند مزید روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ روایات بطور تائید اور متابعت کے ہیں، اس لئے بغرض اختصار ان کی اسناد پر تحقیق نہیں کی جائے گی اور نہ ان پر وارد کسی اعتراض کا جواب دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ روایات بالفرض ضعیف بھی ہوں تب بھی ان کو سابقہ حسن و صحیح روایات کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ فریق مخالف کے متحقق محمد گوندلوی صاحب نے ایک مقام پر چند روایات بطور متابعت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

ان روایات کے بعض راوی اگرچہ ضعیف ہیں مگر متابعت میں ذکر کرنے سے کوئی حرج نہیں۔ (خیر الکلام: ص ۲۳۳)

اخبرنا ابو الحسين الفضل ببغداد انبا ابو عمرو ابن السماك ثنا محمد بن عبيد الله بن المناوي نا ابو حذيفة ثنا سعيد بن زربي عن ابيه عن انس قال من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتأخير السحور ووضعك يمينك على شمالك في الصلاة تحت السرة.

(خلافيات البيهقي ص ۲، مخطوطه بمحواله الدرقة في عقدي الايدي تحت السرة: ص ۲،)

(حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا اخلاق نبوت سے ہے۔

حدثنا ابو معاوية، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن زياد بن زيد السوائي، عن ابي جحيفة، عن علي قال: من سنة الصلاة وضع الايدي على الايدي تحت السرر.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۴۵، الاوسط فی السان والاجماع والاختلاف: ۱۲۹۰)

(حضرت سیدنا) علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (دائیں) ہاتھ کو (بائیں) ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

حدثنا موسى بن هارون، قال: ثنا يحيى بن، عبد الحميد قال: ثنا عبد الواحد بن زياد، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن سيار ابی الحكم، عن ابي وائل، عن ابي هريرة، قال: من السنة ان

یضع الرجل یدہ الیمنی علی الیسری تحت السرۃ فی الصلاۃ۔

(الاوسط فی السنن والایجام والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۹۱)

(حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے وجوہ ترجیح:

واضح رہے کہ متعدد وجوہات کی بناء پر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱) ناف کی نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات بلحاظ سند مضبوط ہیں جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات خود فریق مخالف کے متعدد متحققین کے نزدیک بھی بلحاظ سند کمزور ہیں۔

(۲) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات پر اکثر امت عمل کرتی چلی آ رہی ہے یعنی ان روایات کو اکثر امت نے قبول کیا ہے جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا مذاہب اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے اور نہ ہی اسلاف میں کوئی مجتہد فقہ و امام اس کا قائل ہے یعنی سینے پر ہاتھ نہ باندھنے پر امت کا اجماع ہے لہذا سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

(۳) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایات، ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں صریح اور غیر محتمل ہیں اور ان کے متون و اسانید اضطراب سے بھی محفوظ ہیں، جبکہ سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات محتمل ہیں بعض سندوں کے متن میں ”علی صدرہ“ (سینے پر ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں اور بعض میں ”عند صدرہ“ (سینے کے قریب ہاتھ باندھنے) کے الفاظ ہیں ”عند صدرہ“ والی کو ”علی صدرہ“ کی تشریح سمجھا جائے تو سینے پر ہاتھ باندھنے کا جدید مسلک خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے۔

(۴) بادشاہوں اور حکام کے سامنے تعظیم و تواضع کے لیے عرف و عادت میں جو معروف طریقہ ہے وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے، اس لیے شہنشاہ کائنات اور احکام الحاکمین کی عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے سامنے حاضری کے وقت تعظیم و تواضع کیلئے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو عرف و عادت میں بادشاہوں اور حکام کے سامنے حاضر ہونے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، اور وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔

(۵) نماز میں اصل مقصود رب تبارک و تعالیٰ کی تعظیم ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں اس مقصدِ صلوٰۃ کی زیادہ رعایت ہے۔

(۶) قرآن و سنت میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت سے بچنے کی سخت تاکید ہے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جب کہ سینے پر ہاتھ باندھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ یہود نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں شیخ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

یہ فقیر جب یمن کی بندرگاہ عدن کی طرف پہنچا تو وہاں پر ہم نے دیکھا کہ یہود کی کچھ جماعتیں سکونت پزیر ہیں ان کی طرف کچھ لوگ بھیجے گئے اس بات کی تحقیق کرنے کیلئے کہ یہود نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں اور اس پر سب عوام و خواص یہود کا اتفاق ہے۔

(ترصیح الدرۃ علی درہم الصرۃ: ص ۸۹)

امام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ اور امام ابو الحسن القدوری رحمہ اللہ ۴۲۸ھ کی بھی ایک عبارت سے یہی بات ثابت ہوتا ہے کہ یہود نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھتے ہیں۔

(دیکھئے: احکام القرآن للطحاوی: ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷، التجرید للقدوری: ج ۱ ص ۴۸۰)

(۷) اس میں ستر عورت بھی ہے اور تہہ بند کے گرنے سے حفاظت بھی ہے۔

(۸) مرد کے سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے میں عورتوں کی مشابہت ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت سے بچاؤ ہے جس کی احادیث میں بہت تاکید ہے۔

مشہور محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ ۲۳۸ھ کا منصفانہ قول:

مشہور و معروف محدث امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ ۲۳۸ھ فرماتے ہیں کہ:

تحت السرۃ اقوی فی الحدیث واقرب الی التواضع۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔ (مسائل الامام احمد

واسحاق بن راہویہ: ۵۵۱/۲، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱۲۹۱)

فائدہ:

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام اباحت مرد کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے مقام کے متعلقہ تھیں، باقی رہی عورت تو اس سلسلے میں پوری امت کا اتفاق ہے کہ عورت نماز میں ہاتھ سینے پر باندھے کیونکہ عورت کے حق میں یہ زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

{ رفع الیدین کے متعلقہ سیدنا و ائیل کی حدیث کے بارے میں امام ابراہیمؒ کی تحقیق }

۱۶۷. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَعْرَابِيٌّ لَمْ يُصَلِّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةً أَوْ رَأَى قَطُّ قَبْلَهَا، فَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابِهِ، حَفِظَ وَلَمْ يَحْفَظُوا، يَعْنِي فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیمؒ نے سیدنا و ائیل بن حجر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ یہ دیہات میں رہنے والے صحابی رضی اللہ عنہ تھے، نبی ﷺ کے ساتھ انہیں اس سے پہلے کوئی نماز پڑھنے کا کبھی اتفاق نہیں

ہوا، کیا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے بڑے عالم ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے رفع الیدین کا مسئلہ یاد کر لیا ہو اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب یاد نہ کر سکے ہوں؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور حکماً متصل ہے۔

فائدہ:

اس روایت پر ترک رفع الیدین کے مسئلہ میں بحث گزر چکی ہے۔

{ چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ سے پڑھے گا }

۱۶۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: أَرْبَعُ يُسْرُهُنَّ الْإِمَامُ فِي نَفْسِهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، وَبُحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَالتَّعَوُّذُ، وَآمِينَ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَّغْنِي عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ أَعْرَابِيَّةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں امام آہستہ سے پڑھے گا۔ التسمیہ۔ ۲۔ ثناء۔ ۳۔ تعوذ۔ ۴۔ آمین۔“

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ تسمیہ کو بلند آواز سے پڑھنا دیہاتی طریقہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے اور یہ روایت کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد (۸۲، ۸۳) میں بھی موجود ہے۔

آمین کے متعلقہ چند ضروری مباحث:

قارئین کے استفادے کے لیے آمین کے متعلقہ چند ضروری مباحث یہاں درج کی جاتی ہیں۔

امام کے آمین کہنے کے متعلقہ چند احادیث:

دیگر کتب احادیث سے امام کے آمین کہنے کے متعلقہ چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِنُوا فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۴، ۴)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام (سورۃ فاتحہ کے

ختم پر) ”آمین“ کہے تو تم مقتدی بھی آمین کہو، جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“ اسے ایک جماعت (بخاری: ۷۸۰، مسلم: ۴۱۰، ابوداؤد: ۹۳۶، ترمذی: ۲۵۰، ابن ماجہ: ۸۵۱، نسائی: ۹۲۸، احمد: ۹۹۲۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۰، سنن ابی داؤد: ۹۳۶، سنن الترمذی: ۲۵۰، سنن ابن ماجہ: ۸۵۱، سنن النسائی: ۹۲۸، مؤطا مالک: ۴۴، مؤطا محمد: ۱۳۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۹۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۳۳، معرفة السنن والآثار: ۳۱۵۲۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب وابي سلمة بن عبد الرحمن انهما اخبرا عن ابي هريرة... الخ. (صحیح البخاری: ۷۸۰)

یہ حدیث بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ایک۔۔۔۔۔ (صاحب) کہنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا: ”اذا امن الامام فامنوا“ اس سے معلوم ہوا کہ امام بلند آواز سے آمین کہتا ہے۔ اس کی آمین سن کر تم بھی آمین کہو یہ بالکل ایسا ہے جیسے اس حدیث میں ہے ”اذا کبر فکبروا“ جب امام اللہ اکبر کہے، تو تم بھی اللہ اکبر کہو تو ظاہر ہے کہ امام بلند آواز سے ہی اللہ اکبر کہتا ہے۔ میں نے کہا اس سے مقتدیوں کا بلند آواز سے آمین کہنا تو بالکل نہیں نکلتا کیونکہ جیسے امام اللہ اکبر بلند آواز سے کہتا ہے تو مقتدی سن کر امام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں مگر مقتدی آہستہ آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اس لیے ”امنوا“ تو ”فکبروا“ کی طرح ہوا کہ جیسی مقتدیوں کی تکبیر آہستہ ہے ایسے ہی آمین آہستہ۔ رہا امام کا آمین کہنا تو اس کو امام کی تکبیر پر قیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ امام اور مقتدی کی تکبیر کا ایک ہی وقت میں ہونا ضروری نہیں اس لیے اگر امام کی تکبیر سن کر امام کے بعد مقتدی اللہ اکبر کہہ دے تو بالکل جائز ہے۔ لیکن آمین کے متعلق بہت سی روایات میں ہے کہ امام، مقتدی اور فرشتوں کی آمین بالکل ایک وقت میں ہونی چاہئے۔ تو اب ”اذا امن“ کا معنی ہوگا ”اذا اراد الامام التأمین“ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے۔ اور ارادہ دل کی بات ہے پس جہر امام کا ثابت نہ ہوا۔

یا ”اذا امن الامام فامنوا“ کے معنی ہوں گے ”اذا بلغ الى موضع استدعى التأمین فامنوا“ یعنی جب امام اس جگہ پہنچ جائے جو آمین کو چاہتا ہے تو تم آمین کہنا کرو اور بہ معنی دوسری حدیث ”اذا قال الامام غیر

المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین “ کے مطابق ہیں اور یہی معنی بعض علماء امت نے لئے ہیں۔ (تجلیات صفدر: ج ۳ ص ۱۲۴)

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهُ.

(آثار السنن: ۴۷۴)

☆ ☆ انہی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} کہے تو تم آمین کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔“ اسے بخاری (۷۸۲) نے روایت کیا ہے اور مسلم (۴۰۹) نے ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۲، صحیح مسلم: ۴۰۹، مؤطا مالک: ۴۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۲۲، سنن ابی داؤد: ۹۳۵، سنن النسائی: ۹۲۹، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۱۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۹۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۳۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۵۵۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن سمی مولى ابی بكر عن ابی صالح السمان عن ابی هريرة. الخ. (صحیح البخاری: ۷۸۲)

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں ہیں۔

☆ وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف ختم فاتحہ پر آمین کہتے ہیں۔

☆ ان کی آمین کا وقت خاص وہی ہے جب امام ولا الضالین کہے وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

☆ ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

ہم اہل سنت والجماعت احناف اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں کہ وقت اور صف میں ہر طرح ہماری آمین فرشتوں سے موافق ہے۔ ہماری آمین فرشتوں کی طرح ہے کہ جس طرح فرشتے امام کی

فاتحہ کے ساتھ خود فاتحہ نہیں پڑھتے بلکہ خاموش اور غور سے سن کر جب امام کی فاتحہ ختم ہوتی ہے آمین کہتے ہیں، اسی طرح ہم اہل سنت احناف بھی۔ جبکہ غالی حضرات فرشتوں کے طریقہ کے خلاف بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔ اور پھر ان غالی حضرات کا وقت بھی فرشتوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکتا کیونکہ آج کل جماعت میں اکثر نمازی بعد میں آ کر شریک ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر وہ خود فاتحہ نہ پڑھتے اور انتظار میں حنیفوں کی طرح خاموش کھڑے رہتے کہ کب امام ولا الضالین کہے اور جب ہم آمین کہیں تو پھر فرشتوں کے ساتھ موافقت وقت میں ممکن تھی لیکن یہ غالی جب فاتحہ شروع کر لیتے ہیں اور بعد میں آنے کی وجہ سے ان کی فاتحہ ختم نہیں ہوئی اب اگر تو یہ اپنی فاتحہ کے درمیان آمین کہیں تو تحریف قرآن لازم آتی ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ کے اندر وہ کلمہ کہا جو ختم سورۃ پر کہنا تھا تو وہ لوگ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق ہو گئے۔ اگر وہ مقتدی اپنی فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہتے ہیں تو ایک تو فرشتوں کی مخالفت سے نامرادی اور بد قسمتی میں پڑے، دوسری طرف آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی جائز رہا۔ کیونکہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کے مقتدی باری باری جب جس کی فاتحہ ختم ہو آمین آمین پکارتا ہو۔ الغرض وصف اخفاء میں تو غالی احباب کا امام اور تمام مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں اور وقت کے بارے میں اکثر مقتدی فرشتوں کے مخالف ہیں، گویا پوری نامرادی غالی احباب ہی کے حصہ میں آئی ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَوَاتَنَا فَقَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيُؤْمَكُم أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَثُرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِبْكُمْ اللَّهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۴۷۵)

☆ ☆ (سیدنا) ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے بھی لمبی حدیث میں روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو ہماری سنتیں ہمیں بتائیں اور ہمیں نماز کا طریقہ سکھلایا، پھر فرمایا: ”جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفیں اچھی طرح درست اور سیدھی کرو، پھر تم میں سے کوئی امام بنے، پھر جب وہ امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ سورۃ فاتحہ کی آخری آیت ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھے تو تم کہو آمین (یعنی اے اللہ! قبول فرما۔ جب تم ایسا کرو گے) تو اللہ تعالیٰ سورۃ فاتحہ میں مانگی ہوئی ہدایت کی دعا قبول فرمائے گا۔“ اے مسلم (۴۰۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۴، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۵۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۹۵، سنن الداری: ۱۳۵۱، مسند البزار: ۳۰۵، سنن النسائی: ۸۳۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۷۲۲۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۸۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۸۹۱، السنن الکبری: ۲۶۱۸۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سعيد بن منصور وقتيبة بن سعيد وابو كامل الجعدي و محمد بن عبد الملك الأموي واللفظ لابي كامل قالوا حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله الرقاشي قال صليت مع ابي موسى الاشعري... الخ. (صحيح مسلم: ۴۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ آمین در اصل قبولیت دعا کی درخواست ہے، اور بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو قبول ہی کر لے اس لئے ساکلاً نہ دعا کرنے کے بعد وہ آمین کہہ کے پھر درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! محض اپنے کرم سے میری حاجت پوری فرما دے اور میری دعا قبول فرما لے۔ اس طرح یہ مختصر سا لفظ رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے والی ایک مستقل دعا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ابو زہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”ایک رات ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے جا رہے تھے ایک شخص کے پاس سے گزر رہا جو بڑے الحاح اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی دعا پر مہر لگا دے تو یہ ضرور قبول کرالے گا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کس چیز کی مہر؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آمین کی مہر۔“ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ختم پر آمین کہنا ان چیزوں میں سے ہے جن سے دعا کی قبولیت کی خاص امید کی جاسکتی ہے۔

۲۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا صرف اور صرف امام کا کام ہے، مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا اور انصاف کرنا ہے۔ کیونکہ ان احادیث کا مضمون یہ ہے کہ جب امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} پڑھے تو تم آمین کہو۔ اگر مقتدیوں پر بھی سورت فاتحہ کی قراءت لازم ہوتی تو ”اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ (جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے) کے بجائے ”اذا قلتہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ (جب تم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھو) ہوتا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَأَنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ وَأَنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ فَمَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۳۶۶)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} کہے تو تم آمین کہو اور فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔“

پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ "اسے احمد (۷۱۸۷) نسائی (۹۲۷) اور دارمی (۱۲۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۸۷، سنن النسائی: ۹۲۷، سنن الدارمی: ۱۲۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۶۴۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۲۳۱، حدیث السراج: ۴۱۷، شرح السنۃ للبغوی: ۵۸۹۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن علي عن معمر بن الزهري عن سعيد بن المسيب وعن أبي سلمة بن عبد الرحمن انهما حدثاه عن أبي هريرة... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۸۷)
یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولا الضالین سن کر آمین کہے، مقتدی کی آمین کو ولا الضالین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔
- ۲۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ اس لئے بتانے کی ضرورت پیش آئی کہ فرشتوں کی آمین مقتدی سن نہیں سکتے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ "ان الامام يقول آمین" یعنی امام بھی آمین کہتا ہے۔ یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کی آمین کی طرح امام کی آمین بھی مقتدیوں کو نہیں سنائی دیتی۔ اگر مقتدی خود سن سکتے تو پھر آنحضرت ﷺ کا اطلاع دینا ایک لغو کام ہوگا۔ معاذ اللہ۔
- ۳۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی حضرات سب کیلئے آمین کہنا سنت ہے۔

آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ آواز سے؟

نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہی جائے یا بلند آواز سے؟ اس سلسلے میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔

مسلك اہل سنت والجماعت (احناف):

اذکار و ادعیہ میں افضل اخفاء ہے۔ اس لئے نماز میں تمام اذکار اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں گی۔ ہاں کسی خاص عارض کی وجہ سے کہیں جبر ہو تو وہ خلاف اصل ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر ہی رہے گا۔ چونکہ آمین بھی نماز میں دیگر ادعیہ کی طرح اذکار میں ہے اس لئے تمام نمازوں میں آہستہ کہی جائے گی۔ اہلسنت والجماعت کے دلائل آگے ذکر کریں گے۔

مخالفین تقلید محمود کا مسلک:

- ۱۔ دورِ حاضر کے بعض حضرات جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو ہر نماز میں خواہ فرض ہو خواہ سنت یا نفل، آمین آہستہ کہتے ہیں۔
- ۲۔ اگر فرض باجماعت ادا کریں تو امام اور مقتدی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی گیارہ رکعات میں آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔

۳۔ باقی تمام دعائیں اور اذکار ہر حال میں آہستہ پڑھتے ہیں جیسے ثناء، تسبیحات، رکوع، سجود، تشہد، درود، آخری دعائیں وغیرہ۔

الغرض ان حضرات کے دعوے کے تین حصے ہیں آج تک پہلے اور تیسرے حصے کو یہ زیر بحث نہیں لائے، ان کے آمین کے رسائل اس سے بالکل خالی ہیں۔ صرف دوسرے حصے پر یہ قلم اٹھاتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی چھ رکعات کی کوئی تخصیص نہیں دکھاتے کہ ہمارے یہ دلائل صرف چھ رکعات سے متعلق ہیں۔ باقی گیارہ رکعات اس حکم میں داخل نہیں۔

آمین کا تلفظ اور معنی:

امین ایک دعائیہ کلمہ ہے جس کے معنی ہیں اے اللہ قبول فرما۔ اس کا تلفظ الف کی مد کے ساتھ آمین۔ جیسا کہ حدیث میں ہے مد بہا صوتہ۔

جہر اور اخفاء کے درجات:

- جہر کے معنی بلند آواز کے ہیں اور اخفاء کے معنی چھپانے کے ہیں۔
- ۱۔ اخفاء کا اعلیٰ درجہ ہے کہ دل میں تکلم ہو لیکن زبان اور ہونٹ شریک نہ ہوں۔
- ۲۔ اخفاء کا اوسط درجہ یہ ہے کہ دل کے ساتھ زبان بھی شریک ہو اور اپنے کان تک آواز جائے۔
- ۳۔ اخفاء کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ پھسپھساہٹ کی آواز قریب والا بھی سن لے۔
- ۴۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قریب والے دو چار سن سکیں ایک دو صفوں تک آواز جائے۔
- ۵۔ جہر کا اوسط درجہ وہ ہے جو روزانہ جہری قراءت میں ہوتا ہے۔ لاجہر بصلّا تک ولا تخافت بہا و اتخف بین ذلک سبیلًا ”یعنی اتنی آواز بلند بھی نہ ہو کہ دور دور جائے اور اتنی پست بھی نہ ہو کہ اپنے مقتدی بھی سن نہ سکیں تو درجہ اوسط یہ ہوا کہ چار پانچ صفوں تک آواز پہنچ جائے۔

۶۔ جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ خوب کڑک کر الفاظ ادا کئے جائیں۔

آمین بلند آواز سے کہنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

پہلے آمین بلند آواز سے کہنے والوں کے دلائل کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیں بعد میں آمین آہستہ آواز سے کہنے کے دلائل نقل کریں گے۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَآخَرُونَ. (آثار السنن: ۴۷۷)

☆ ☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب {ولا الضالین} پڑھتے تو آمین کہتے اور اس کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد (۹۳۲) ترمذی (۲۴۸) اور دوسروں (مثلاً ابن ماجہ: ۸۵۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۹۳۲، سنن الترمذی: ۲۴۸، سنن ابن ماجہ: مسند البزار: ۴۴۸۱، فوائد تمام: ۱۵۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۴۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۶۰، جمع الفوائد: ۱۳۹۰۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن كثير، اخبرنا سفيان عن سلمة عن حجر ابى العنيس الحضرمي عن وائل بن حجر.... الخ. (سنن ابی داؤد: ۹۳۲)

مگر خصوصاً غالی حضرات کو اس روایت کو صحیح کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی سفیان ثوری ہے جو کہ ان حضرات کے نزدیک غضب کا مدلس ہے اور اس کی معتن روایات ضعیف ہیں۔ یہاں پر ان حضرات کے محققین امام سفیان ثوری کی تدلیس سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور ترک رفع یدین والے مسئلے میں ان کی تدلیس یاد آ جاتی ہے۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو تعلیم پر محمول ہے یعنی آپ نے آمین جہراً کہ کر لوگوں کو تعلیم دی کہ اس مقام پر آمین کہنا سنت ہے۔ واضح رہے کہ اس روایت کا راوی سفیان ثوری خود آمین آہستہ کہنے کا قائل تھا۔ (فقہ سفیان: ج ۵ ص ۵۶۱)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ آمِينَ. رَوَاهُ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ وَالتَّحَاكُمُ وَفِي إِسْنَادِهِ لَيْثٌ. (آثار السنن: ۴۷۸)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ام القرآن کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کر کے آمین کہتے تھے۔ اسے دارقطنی (۱۲۷۴) اور حاکم (۸۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن اسماعيل الفارسي ثنا يحيى بن عثمان بن صالح ثنا اسحاق بن ابراهيم حدثني عمرو بن الحارث حدثني عبد الله بن سالم عن الزبيدي حدثني الزهري عن ابي سلمة وسعيد عن ابي هريرة... الخ. (سنن الدارقطني: ١٢، ٢)

یہ روایت بلحاظ سند سخت ضعیف ہے، اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء بن زبریق زبیدی الحمصی واقع ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”لیس بشی“ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”لیس بشقة“ ثقہ نہیں ہے۔ اور محدث حمص امام محمد بن عوف طائی رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۸۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن عوف طاہی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ما اشك ان اسحاق بن زبريق يكذب. (تهذيب: ج ۱ ص ۲۱۶)
اسحاق بن زبرق کے جھوٹ بولنے میں میں (محمد بن عوف) شک نہیں رکھتا۔ (یعنی اسحاق بن زبرق کا جھوٹا ہونا یقینی ہے۔)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صدوق يهم كثيرا واطلق محمد بن عوف انه يكذب.
اسحاق بن زبرق (فی نفسہ) سچا ہے مگر کثیر الادہام ہے اور امام محمد بن عوف طائی رحمہ اللہ نے علی الاطلاق اس کو جھوٹا کہا ہے۔

علامہ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسحاق بن زبرق قلت وتأتى احاديث بمقلوبها. (مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۸۱)
اسحاق بن زبرق کے بارے میں میں (بیہقی) کہتا ہوں کہ اس کی حدیثیں مقلوب (الٹی) ہو کر آتی ہیں۔ (یعنی صحیح حدیثوں کے بالکل خلاف ہوتی ہیں)
حافظ ذہبی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ابن زبریق ضعیف ہے۔

(میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۲۸۴ ترجمہ عمرو بن الحارث الحمصی)

نیز فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کو بلحاظ سند ضعیف کہا ہے، چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں وجہ ضعف صرف یہ ہے کہ امام زہری مدلس ہیں۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۴ ص ۱۹)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تَرَكْتُ النَّاسَ التَّائِمِينَ وَكَانَ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ حَتَّى يَسْمَعَ أَهْلُ الصَّفِّ
 الْأَوَّلِ فَيَرْجِعُ بِهَا الْمُسْجِدُ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. (آثار السنن: ۴۶۹)
 ☆☆ ابو ہریرہ کے بھتیجے ابو عبد اللہ سے روایت ہے، وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے
 آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھتے تو آمین
 کہتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے اور اس سے مسجد گونج اٹھتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۸۵۳) نے روایت کیا
 ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا صفوان بن عيسى قال حدثنا بشر بن رافع عن ابي عبد الله ابن
 عم ابی هريرة عن ابی هريرة... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۸۵۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو الاسباط بشر بن رافع الحارثی النخرازی ہے جو کہ روایت حدیث
 میں مجروح ہے۔ (ملاحظہ ہو: تذکرہ مقدسی: ۱۶۵، میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۱۷۷، سنن الترمذی: ج ۱ ص ۱۲۱، تقریب: ۳۴،
 مجمع الزوائد: ج ۱ ص ۱۹۲) خود غیر مقلد علماء نے اس پر جرح کر رکھی ہے مثلاً دیکھئے:

نزل الابرار: ص ۲۱۵

نیل الاوطار: ج ۲ ص ۷۷

تحفة الاحوذی: ج ۲ ص ۱۳۹

فریق مخالف کے محققین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

(دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۴، ص ۲۰، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۸۵۳)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ أُمِّ الْحَصَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا صَلَّتْ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ
 فَسَمِعَتْهُ وَهِيَ فِي صَفِّ النِّسَاءِ. رَوَاهُ ابْنُ رَافِعٍ وَهُوَ فِي مُسْنَدِهِ وَالطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَفِيهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ
 مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ. (آثار السنن: ۴۸۰)

☆☆ ام الحسین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر جب آپ
 نے (ولا الضالین) کہا تو آمین کہی تو میں نے اُسے سن لیا۔ اور وہ عورتوں کی صف میں تھیں۔ اسے ابن راہویہ نے
 اپنی مسند میں (قلبی ص ۲۸۱) اور طبرانی نے الکبیر (ج ۲ ص ۱۵۸ رقم: ۳۸۳) میں روایت کیا ہے اور اس میں
 اسماعیل بن مسلم کی ضعیف ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابراهيم بن هاشم البغوي ثنا هبة بن خالد ثنا هارون بن موسى النحوي ثنا اسماعيل بن مسلم عن ابى اسحاق عن ابن ام الحصين عن جدته ام الحصين.... الخ.

(المعجم الكبير للطبرانی: ۲۸۴)

یہ روایت بھی بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی اسماعیل بن مسلم الکی روایت حدیث میں ضعیف ہے، فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ:

اس کی سند ضعیف ہے اور بے شک اسماعیل بن مسلم الکی ضعیف ہے۔۔۔ الخ۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۲ ص ۲۱)

آہستہ آواز سے آمین کہنے کے دلائل:

اب آہستہ آواز سے آمین کہنے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

قَالَ عَطَاءٌ أَمِينَ دُعَاءٍ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى 'ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً'.

☆ ☆ عطاء (رحمہ اللہ) نے کہا: آمین دعا ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۷۹) اور اللہ رب العزت کا فرمان ہے: تم اپنے

پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارو۔ (سورۃ الاعراف: ۵۵)

مطلب یہ ہے کہ آمین ایک دعا ہے اور دعاء میں اصل اخفاء ہے لہذا آمین میں اصل اخفاء ہے۔ واضح رہے کہ اصل قاعدہ یہی ہے کہ دعا اور ذکر آہستہ پڑھے جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ تو دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں۔ ہاں بعض اذکار میں خدا کی یاد کے ساتھ انسانوں کو اطلاع دینا بھی مقصود ہوتا ہے۔ اور انسان دل کی آواز کو سن نہیں سکتا اس لئے انسانوں کو سنانے کیلئے وہاں آواز بلند کی جاتی ہے جیسے۔۔۔ ۱۔ اذان میں انسانوں کو بلانا۔ ۲۔ اقامت میں مقتدیوں کو بتانا مقصود ہوتا ہے۔ امام تکبیرات انتقالات اور سلام اونچی آواز سے کہتا ہیں۔ کیونکہ مقتدیوں کو اطلاع دینا مقصود ہے لیکن مقتدی اور اکیلے نمازی کو یہ ضرورت نہیں اس لئے وہ آہستہ کہتا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ

فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا

اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السان: ۲۸۱)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں سکھاتے ہوئے فرماتے کہ تم امام سے

آگے نہ بڑھو، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جب وہ "ولا الضالین" کہے تو تم (لوگ) آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم (بھی) رکوع کرو، اور جب وہ "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "اللهم ربنا لك الحمد" کہو۔ اسے مسلم (۴۱۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۱۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۹۰۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۹۳، شرح السنن للبخاری: ۸۴۷، مشکاة المصابیح: ۱۱۳۸، تحفۃ الاشراف: ۱۲۴۴۹، الجمع بین الصحیحین: ۲۴۴۱۔
اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم وابن خشرم قالوا اخبرنا عيسى بن يونس حدثنا الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة... الخ. (صحیح مسلم: ۴۱۵)

فائدہ:

قَالَ التَّيْمَوِيُّ يُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَجْهَرُ بِأَمِينٍ. (آثار السنن: ۴۸۱)
محقق تیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات اخذ ہوتی ہے کہ امام آمین اونچی آواز سے نہ کہے۔ (کیونکہ آپ نے مقتدی کو حکم دیا کہ وہ امام کی ولا الضالین سن کر آمین کہے، مقتدی کی آمین کو ولا الضالین کے ساتھ معلق فرمانا صاف دلیل ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا۔)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدَبٍ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةٌ إِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةٌ إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ فِي كِتَابِهِمَا أَوْفَى رَدِّهِ عَلَيْهِمَا أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَالِحٌ. (آثار السنن: ۴۸۲)

☆ ☆ حسن (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا آپس میں مذاکرہ ہوا (سیدنا) سرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں (یعنی سرہ رضی اللہ عنہ) نے دوبار خاموش ہونا آنحضرت ﷺ کا محفوظ کیا ہے ایک تکبیر افتتاح کے وقت اور ایک "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کی قراءۃ سے فارغ ہونے کے وقت۔ (سیدنا) عمران رضی اللہ عنہ نے

اس کا انکار کیا تو دونوں نے (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے خط لکھا۔ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ (سیدنا) سرہ اللہ عنہ نے یہ مسئلہ صحیح یاد رکھا ہے۔ اسے ابوداؤد (۷۷۹) اور دوسروں (مثلاً احمد: ۲۰۲۴۵، خزیمہ: ۱۵۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صالح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۷۷۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۲۴۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۱۰، ۶۸۷۵، سنن الدارقطنی: ۱۲۷۵، المستدرک للحاکم: ۷۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۰۷۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۲۳، التمهید لابن عبد البر: ج ۱۱ ص ۴۱

اور اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد حدثنا يزيد حدثنا سعيد حدثنا قتادة عن الحسن ان سمرة بن جندب وعمران بن حصين... الخ. (سنن ابی داؤد: ۷۷۹،)

اور صحیح و ثابت ہے، اور مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے جن میں بعض ضعیف اور بعض صحیح ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ ص ۷۵ لکھتے ہیں:

وقد صحيح حديث السكتين من رواية سمرة وابي بن كعب وعمران بن حصين ذكر ذلك

ابو حاتم في صحيحه. (زاد البعاد: ج ۱ ص ۵۲ بحوالہ اظہار التحسين: ص ۱۱۱)

کہ بے شک دو سکتوں (خاموشی) والی حدیث صحیح ہے حضرت سرہ اور ابی بن کعب اور عمار بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایت سے اور ان سب روایتوں کا ذکر کیا ہے ابو حاتم نے اپنی صحیح میں۔

فریق مخالف کے متحق احمد شا کر صاحب نے لکھا ہے کہ:

وهو حديث صحيح رواه ثقات. یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(شرح ترمذی: ج ۲ ص ۳۱)

نیز احمد شا کرنے نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ:

حسن کاسماع حضرت سرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (شرح ترمذی: ج ۱ ص ۳۴۳ بحوالہ اظہار التحسين: ص ۱۱۲)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْهُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا صَلَّى بِهِمْ سَكَتَ سَكَّتَيْنِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ سَكَتَ أَيْضاً هُنَيْئَةً فَأَنْكَرُوا ذَلِكَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ إِلَى أَبِي بَنِي كَعْبٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ إِلَيْهِمْ أَبِي أَنَّ الْأَمَرَ كَمَا صَنَعَ سَمُرَةَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارُ قُطْنِي وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۴۸۴)

☆☆ حسن (رحمہ اللہ) سے ہی روایت ہے کہ (سیدنا) سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو دو جگہ خاموش رہتے، (ایک) جب نماز شروع کرتے، (دوسرا) جب ”ولا الضالین“ کہتے تو تھوڑی دیر خاموش رہتے، پس (بعض) لوگوں نے ان پر اس بارے میں نکیر کی تو انہوں نے (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا، تو انہوں نے ان (لوگوں) کی طرف (جواب) لکھا کہ معاملہ ایسا ہی ہے جیسا سمرہ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اسے احمد (۲۰۲۶۶) اور دارقطنی (۱۲۷۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هشيم اخبرنا منصور ويونس عن الحسن عن سمره بن جندب... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۲۶۶)

اور صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

مذکورہ دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تکبیر افتتاح کے بعد جو سکتہ ہوتا ہے وہ ثناء (یعنی سبحانک اللہم وبحمدک.... الخ) پڑھنے کیلئے ہوتا ہے اور دوسرا سکتہ (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) کے بعد ہوتا ہے، وہ آمین کہنے کے لیے ہے چونکہ یہ دونوں چیزیں پوشیدہ پڑھی جاتی ہیں اس لیے اسے سکتہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اعتراض:

عبداللہ روپڑی لکھتا ہے کہ:

دوسرے سکتے میں چار احتمال ہیں:

۱۔ یہ کہ دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہو۔

۲۔ یہ کہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں ہے۔

۳۔ آمین آہستہ کہنے کے لیے ہے۔

۴۔ یہ دم (سانس) کے لیے ہے اور مسلمہ قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ۱۰۹)

جواب اول:

سکتے اول میں اتفاق ہے کہ اس میں ثناء یا دوسری دعا خفیہ پڑھی جاتی ہے۔

(۱) اس لحاظ سے دوسرے کو بھی پہلے سکتہ پر قیاس کرتے ہوئے خفیہ پڑھیں گے تاکہ دونوں سکتوں کے درمیان مطابقت ہو جائے۔

(۲) سبحانک اللہم... الخ. یا اللہم باعد... الخ۔ پڑھنا سنت ہے اور آمین کہنا بھی سنت۔

(۳) سبحانک اللہم کا کبھی کبھار بطور تعلیم کے جہر کرنا جائز ہے۔

(۴) سبحانک اللہم کے خفیہ پڑھنے میں امام و مقتدی کے لیے یکساں حکم ہوگا۔

اتنی چیزوں میں احتمالات فاسدہ پیش کر کے صحیح حدیث کا رد کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب ثانی:

جناب روپڑی صاحب نے اس حدیث کے رد کرنے کیلئے چار احتمال پیدا کر کے بعینہ وہی ڈھونگ اختیار کیا ہے جو کہ ایک منطقی نے اختیار کیا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے منطقی عالم سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر گیا ہے کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے منطقی عالم نے سوچا کہ مسئلہ تو آتا نہیں اس لیے احتمالات فاسدہ پیدا کر کے اصل مسئلہ کو ہی رد کر دیا جائے تاکہ کسی طرح اس مسئلہ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اس منطقی نے بھی روپڑی صاحب کی طرح کہا کہ اس مسئلہ میں چار شقیں ہیں (۱) کنویں میں جوہا بھاگتے ہوا گرا ہے۔ (۲) یا آہستہ سے۔ (۳) منہ کے بل گرا ہے۔ (۴) یا سرین کے بل۔ ان چار شقوں میں سے ہر شق کا مسئلہ علیحدہ ہے اب سائل کو چاہیے کہ کسی شق کو متعین کرے تاکہ مسئلہ کا جواب دیا جاسکے۔ سائل نے کہا میں کسی شق کو متعین نہیں کر سکتا منطقی نے گرجتے ہوئے کہا پھر مسئلہ بھی ختم۔ یہی حال روپڑی صاحب کا ہے کہ جب اس حدیث میں چار احتمال ہیں تو یہ حدیث کسی مسئلہ میں بھی پیش نہیں ہو سکتی لہذا بے فائدہ ہے (معاذ اللہ)

روپڑی صاحب کے پہلے دو احتمال دراصل ایک احتمال ہے کیونکہ عبارت اس طرح ہو جائے گی دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہوتا تا کہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں۔ مگر روپڑی صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔ اس حدیث کے رد کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں اس لیے ان کو بھیجئے آدمی کی طرح ایک کے دو احتمال نظر آتے ہیں اور پھر یہ احتمال بھی محض شوافع کا وضع کردہ ہے مگر وہ اس میں خاصے پریشان نظر آتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ فاصلہ کے لیے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ اس لیے ہے کہ سورۃ فاتحہ کی قراءۃ مقتدی کر سکے۔ الحاصل وہ اس احتمال میں خاصے خبط میں پڑھے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ احتمال خبط کی نظر ہو گیا ہے۔

تیسرا احتمال سراسر باطل و کم فہمی پر مبنی ہے اس لیے کہ اس سکتہ کا سانس ٹکانے سے کیا تعلق ہے جب کہ سانس ہر آیت کے

ختم ہونے کے وقت تقریباً نکالنا پڑتا ہے۔ کیا فریق مخالف کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سورۃ فاتحہ کو ایک سانس سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اس کے بعد سکتے کے لیے سانس نکالا کرتے تھے معلوم ہوا کہ یہ احتمال محض احتمال ہی ہے جو سراسر باطل و غلط ہے۔ باقی رہا اخفاء آمین والا احتمال تو وہ سکتہ اول کے ساتھ کئی چیزوں میں موافقت اور مشابہت کی بناء پر متعین ہے۔ واللہ الحمد۔ (اظہار التحسین: ص ۱۱۳، ۱۱۴)

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ وَاِئِيلَ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَرَأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالترمذی وَأَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالحَاكِمُ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ..... الخ. (آثار السنن: ۲۸۴)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، تو جب آپ ﷺ نے ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ پڑھا تو آمین کہا اور اس سے اپنی آواز کو پست کیا۔ اور آپ ﷺ نے (قیام کی حالت میں) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا اور (پہلے) دائیں اور (پھر) بائیں جانب سلام پھیرا۔ اسے احمد (۱۸۸۵۴)، ترمذی (۲۳۸)، ابوداؤد الطیالسی (۱۱۱۷)، دارقطنی (۱۲۷۰)، حاکم (۲۹۱۳) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۵۴، سنن الترمذی: ۲۳۸، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۱۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۲۷۰، المستدرک للحاکم: ۲۹۱۳، حدیث السراج: ۴۲۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۴۷، جامع الاصول: ۳۴۲۸۔ اور مسند ابی داؤد الطیالسی میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا ابوداؤد قال حدثنا شعبة قال اخبرني سلمة بن كهيل قال سمعت حجرا ابا العنابس قال سمعت علقمة بن وائل يحدث عن وائل وقد سمعته من وائل انه..... الخ.

(مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۱۱۷)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، چنانچہ امام حاکم م ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ م ۷۲۸ھ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين. (المستدرک: ۲۹۱۳، باب قراءة النبي ﷺ)
کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شوکانی نے بھی اس حدیث کو درست قرار دیا ہے اور اس پر امام بخاری وغیرہ کے

اعترض کو کالعدم قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار: ۱/۳۸۶)

فریق مخالف کے مصنفین میں سے نواب نور الحسن نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

نماز میں آہستہ آمین کہنے کی احادیث بھی صحیح ہیں۔ (عرف الجادی: ص ۲۹، ۳۰)

ان ٹھوس اور واضح دلائل کی وجہ سے ہی محدث کبیر، مجتہد شہیر امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ ۳۱۰ھ نے آمین آہستہ کہنے کو

ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے:

وان كنت مختارا خفض الصوت بها، اذ كان اكثر الصحابة والتابعين على ذلك.

(الجوهر النقي: ۲/۵۸)

میں نماز میں آمین آہستہ کہنا پسند کرتا ہوں، کیونکہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا بھی اسی پر عمل ہے۔

فریق مخالف کے شیخ الکلی نذیر حسین دہلوی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا بھی مستحب ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ: ۱/۴۴۸)

فائدہ:

یہ بھی واضح رہے کہ جن علماء نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے ان کے نزدیک بھی صرف امام کو ہی آمین بالجہر کہنا چاہیے باقی مقتدیوں کیلئے ان کے ہاں بھی آمین بالسر کہنا ہی مسنون ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے متحقق ناصر الدین البانی صاحب نے لکھا ہے کہ:

نص الشافعی علی ان الامام یجہر بآمین دون مقتدیین وهذا هو الصواب.

(الحاوی من فتاویٰ الالبانی: ص ۲۲۲)

امام شافعی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ صرف امام ہی جہر سے آمین کہے نہ کہ مقتدی اور یہی بات درست ہے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

الرَّحِيمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِأَمِينٍ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَابْنُ جَرِيرٍ. (آثار السنن: ۲۸۵)

☆ ☆ ابو وائل (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ تسمیہ، تعوذ اور آمین کو

ب آواز بلند نہیں پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۲۰۸) اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن شعيب الكيساني قال ثنا علي بن معبد قال ثنا ابوبكر بن عياش عن ابی سعد عن ابی وائل..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۰۸)

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے، ابوسعید بن مرزبان العیسیٰ البقال کی وجہ سے اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اگرچہ بعض حضرات نے (کسی قوی دلیل کے بغیر ہی) امام ابوسعید بن مرزبان العیسیٰ البقال کی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ جمہور ائمہ رجال کے ہاں ثقہ ہیں۔ چنانچہ

(۱)۔ امام ابوہشام رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وکان ثقة۔

(۲)۔ امام ابو زرعمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق کان لا یکذب۔

(۳)۔ ابواسامہ فرماتے ہیں: حدثنا ابوسعید وکان ثقة کہ ابوسعید نے ہم سے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے۔

(۴)۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق۔

(۵)۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث سے لکھی جاسکتی ہے۔

(۶)۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اقرء الناس کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ہیں۔

(۷)۔ امام عقیلی رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وثقه وکیع امام وکیع نے ابوسعید کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(۸)۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شریک نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ ابوسعید البقال کو پہچانتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: اعرفہ عالی الاسناد۔ میں ابوسعید کو پہچانتا ہوں۔ وہ اونچی سند والے ہیں۔

(۹) علامہ بیہقی فرماتے ہیں: ہو ثقة مدلس

(دیکھئے: تہذیب الکمال: ۷/۲۹۰، تہذیب التہذیب: ۴/۷۱، مجمع الزوائد: ۲/۱۰۸، ۳۳۸)

(۱۰)۔ علامہ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابو سعد قد وثق یعنی ابوسعید کی توثیق کی گئی ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۴/۸۰)

(۱۱)۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ابوسعید البقال کی مختلف روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مثلاً تاریخ طبری: ۱/۱۱، ۲۵، ۲۸، ۲۹)

(۱۲)۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی جامع میں مختلف مقامات پر ان کی احادیث کو حسن کہا ہے۔

(مثلاً دیکھئے جامع الترمذی: ۲/۱۷۵)

(۱۳)۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں ابوسعید کی ایک حدیث کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباری: ۶/۱۸۶)

(۱۴)۔ ابوسعید البقال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں بھی ثقہ ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلل الکبیر میں اپنے

استاذ امام بخاری سے ابوسعید کے بارے میں مقارب الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔ (نصب الراية: ۳/۳۶۶)

فریق مخالف کے متحقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ: لفظ مقارب الحدیث ہر حال میں الفاظ تعدیل اور

توثیق میں سے ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۱۹۵) خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ادب المفرد میں ان سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ ابوسعید البقال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: روی له البخاری فی الادب والترمذی وابن ماجہ۔ (تہذیب الکمال: ۷/ ۲۹۱) معلوم ہوا کہ ابوسعید بقال امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور ان سے ابوسعید کے بارے میں جو منکر الحدیث ہونا نقل کیا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ جس راوی کو امام بخاری مقارب الحدیث کہہ کر اس کی توثیق کر رہے ہیں اور ان سے روایت بھی بیان کرتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہہ دیں۔ حالانکہ فریق مخالف کے متحقق عبداللہ روپڑی کے بقول امام بخاری کہتے ہیں کہ جس کے حق میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ۳۲)

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس جرح کی نسبت غلط ہے اور اگر اس جرح کی نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہو تو فریق مخالف کے متحقق ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۵۳۴) لہذا اثری صاحب کے اصول کی روشنی میں بھی ابوسعید بقال کے بارہ میں امام بخاری کی توثیق ہی رائج ہے۔ (۱۵) فریق مخالف کے ضابطہ کی روشنی میں تو ابوسعید بقال امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے روایت لی ہے (تہذیب الکمال: ۷/ ۲۸۹) اور فریق مخالف کے نزدیک امام شعبہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے ہیں۔

(۱۶)۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ابوسعید بقال کو کوفہ کے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے جن کی احادیث مشرق سے لیکر مغرب تک بطور تبرک جمع کی جاتی ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۳۲۷) ان ٹھوس حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ ابوسعید البقال جمہور کے ہاں ثقہ اور صدوق ہیں۔ نیز اس اثر کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے:

عن ابراهيم قال قال عمر اربع يخفيهن عن الامام التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم وآمين
واللهم ربنا لك الحمد۔ (رواہ ابن جریر) (کنز العمال: ج ۲ ص ۲۴۹)

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزوں میں اخفاء کرنے کا حکم ہے (۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) اللہم ربنا لك الحمد

ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي الامام اربعاً التعوذ وبسم الله الرحمن الرحيم
وامين وربنا لك الحمد۔ (عینی شر الہدایہ: ج ۱ ص ۷۰)

ابو معمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں میں اخفاء کرے۔ (۱) تعوذ
(۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) وربنا لك الحمد

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی ان عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعاً التعوذ وبسم الله الرحمن

الرحیم و آمین وربنا لك الحمد۔ (محلی ابن حزم: ج ۲ ص ۲۲۹، ج ۲ ص ۴۶۲)

عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام چار چیزیں پوشیدہ کر کے پڑھے۔ (۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد

عن ابی وائل قال کان علی وابن مسعود لا یجھران ببسم الله الرحمن الرحیم، ولا بالتعوذ ولا بآمین (المعجم الكبير للطبرانی: ۹۳۰۴)

ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ تو تسمیہ میں جہر کرتے اور نہ تعوذ میں اور نہ ہی آمین میں۔

عن ابراهيم النخعي عن علقمة والاسود كلاهما عن عبد الله بن مسعود قال يخفي الامام ثلاثاً

الاستعاذة وبسم الله الرحمن الرحيم و آمین۔ (المحلی بالآثار: ج ۲ ص ۲۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام تین چیزوں کو پوشیدہ کرے۔ (۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) اور آمین۔

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ الْإِمَامُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَآمِينَ وَاللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۳۸۶)

☆☆ (ثقة وصدوق تابعی امام) ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو امام آہستہ کہتا ہے۔

(۱) ثناء (۲) تعوذ (۳) تسمیہ (۴) آمین (۵) اللھم ربنا لك الحمد۔ اسے عبدالرزاق نے اپنی مصنف

(۲۵۹۷) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوري عن منصور عن ابراهيم.... الخ۔ (مصنف عبدالرزاق: ۲۵۹۷)

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، امام عبدالرزاق کی طرح امام و کعب رحمہ اللہ نے بھی اسے سفیان سے نقل

کیا ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۸۴۹)

{ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نماز میں تسمیہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے }

۱۶۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ: صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ جَهَرَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، فَقَالَ لَهُ: أَعْنِ عَنِّي كَلِمَاتِكَ، فَإِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَوُ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ، فَلَمْ أَسْمَعْهَا مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ.

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے تسمیہ کو بلند آواز سے پڑھا، (جب وہ نماز پڑھا چکا تو) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ نے یہ کلمات کس سے لئے ہیں؟ کیونکہ میں نے نبی مکرم ﷺ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے مگر میں نے ان سے تسمیہ (بلند آواز) سے نہیں سنی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۱۲۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۸۷، ۲۰۵۳۵، سنن الترمذی: ۲۴۴، سنن ابن ماجہ: ۸۱۵، سنن النسائی: ۹۰۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۱۹۶۔

تحقیق:

حسن ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حسن کہا ہے۔

ابو سفیان سے مراد طریف بن شہاب سعدی رحمہ اللہ ہیں جو کہ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں ان کی سنن اربعہ کے ثقہ راوی امام ابونعامة قیس بن عبا یہ الحنفی الرماني رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ جو کہ ثقہ ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۹۱۳)

فائدہ:

{بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے، جن مرفوع احادیث میں بلند آواز سے پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ روایات بلحاظ سند کمزور ہیں اور اگر بالفرض کوئی روایت صحیح بھی ہو تو تعلیم پر محمول ہوگی۔ تسمیہ کے متعلقہ چند مزید روایات مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانُوا يُبْزَوْنَ الْبَسْمَلَةَ وَالتَّعَوُّذَ فِي الصَّلَاةِ. رَوَاهُ سَعِيدُ ابْنُ مَنْصُورٍ فِي سُنَنِهِ

وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۴۰)

☆ ☆ ابو وائل (شقیق بن مسلم رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نماز میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھتے تھے۔ اسے سعید بن منصور (رحمہ اللہ) نے اپنی سنن میں (نصب الراية ج ۱ ص ۳۵۸، الدرایه ج ۱ ص ۱۳۵) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷-۱۲۸ ص ۳۶) ثقہ بالا جماع محدث و ناقد حافظ زیلعی رحمہ اللہ م ۶۲ھ نے اسے سنن سعید بن منصور کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خالد عن حصين عن ابی وائل..... الخ. (نصب الراية: ج ۱ ص ۳۵۸)

فائدہ:

ثناء کے بعد فاتحہ سے پہلے تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھنا مسنون ہے جمہور اہل اسلام کا یہی موقف ہے۔
وَعَنْ نَعِيمِ الْمُجَمَّرِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ فَقَالَ النَّاسُ آمِينَ وَيَقُولُ كُلَّمَا سَجَدَ اللَّهُ أَكْبَرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْإِسْتِثْنَيْنِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَا شَبَهَكُمْ صَلَوةً مِ بَرَسُولِ اللَّهِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ الْجَارُودِ وَابْنُ جَبَانَ وَالحَاكِمُ وَالبَيْهَقِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۴۱)

☆ ☆ نعیم الجمر (ثقہ تابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے تسمیہ پڑھی، پھر سورہ فاتحہ پڑھی حتیٰ کہ جب آپ (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی، جب آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دو رکعتوں کے بعد تشهد سے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے تھے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ اسے نسائی (۹۰۵) طحاوی (۱/۱۹۹) ابن خزیمہ (۴۹۹) ابن الجارود (۱۸۴) ابن حبان (۱۸۰۱) حاکم (۸۴۹) اور بیہقی (۲۳۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۰۵، المستفی لابن الجارود: ۱۸۴، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۹، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۱، المسند رک علی الصحیحین

الحاکم: ۸۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۹۳، مسند البزار: ۸۱۵۶، سنن الدارقطنی: ۱۱۶۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۹۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۰۷۳۔

اور صحیح ہے، امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم، عن شعيب، حدثنا الليث، حدثنا خالد، عن سعيد بن ابی ہلال، عن نعيم المجر،..... الخ. (سنن النسائي: ۹۰۵)

فائدہ:

بعض حضرات نے اس روایت سے تسمیہ وغیرہ کے جہر پڑھنے پر دلیل پکڑی ہے مگر احادیث صحیحہ صریحہ کے مقابلے میں اس غیر صریح روایت سے تسمیہ کے جہر پڑھنے پر دلیل پکڑنا غلط ہے کیونکہ اس روایت میں ((فَقَرَأَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)) کے الفاظ ہیں اور قراءت کے لفظ سے نفس تسمیہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کا جہر۔ قراءت کے لفظ میں قراءت بالسر کا بھی احتمال موجود ہے۔ لہذا اس روایت کو جہر کی حتمی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ لَا يَذْكُرُونَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِي آخِرِهَا. (آثار السنن: ۳۴۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ، (سیدنا) ابو بکر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نماز کو ((الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)) کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۴۳، مسلم: ۳۹۹) نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ قراءت کے شروع یا آخر میں ((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)) کا ذکر (جہر) نہیں کرتے تھے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۴۳، صحیح مسلم: ۳۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۱۴، سنن الترمذی: ۲۴۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۷۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۸۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۵۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۱۵، معجم ابن عساکر: ۱۳۳۶، مسند الشافعی: ۲۱۹۔

اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا حفص بن عمر، قال: حدثنا شعبة، عن قتادة، عن انس بن مالك..... الخ.

(صحیح البخاری: ۷۴۳)

فوائد و مسائل:

- (۱) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنے زمانے میں، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانے میں جب امامت کرتے تو سورہ فاتحہ سے قراءت شروع کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن الترمذی (۲۳۶) کی روایت میں ((یفتتحون القراءۃ بالحمد لله رب العالمین)) کے الفاظ آئے ہیں۔ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسی مفہوم کو ظاہر و رائج کہا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش: ۱۲، ۱۲۸، ص ۳۸)
- (۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ بھی قراءت ہے۔ اس سے ان لوگوں کا نظریہ ٹوٹ گیا جو صرف فاتحہ کے بعد والی سورتوں کو ہی قراءت کہا کرتے ہیں اور فاتحہ کے قراءت ہونے کا انکار کیا کرتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۴۳)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، (سیدنا) ابو بکر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم (جہراً) پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اسے مسلم (۳۹۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۸۱۰، مسند البزار: ۱۴۴، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۵۶، سنن الدارقطنی: ۱۲۰۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۴۱۵، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۳۱۴۴۔

اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی، وابن بشار، كلاهما عن غندر، قال ابن المثنی: حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، قال: سمعت قتادة، يحدث عن انس..... الخ. (صحیح مسلم: ۳۹۹)

فائدہ:

بعض لوگوں کا اس حدیث سے یہ مطلب نکالنا کہ تسمیہ پڑھتے ہی نہیں تھے بالکل غلط ہے۔ تمام روایات کے پیش نظر اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ تسمیہ جہراً نہ پڑھتے تھے بلکہ سرا پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ (۴۹۵) کی روایت میں ((صلیٰ خلف النبی ﷺ وابی بکر وعمر وعثمان فلم یجہروا بسم الله الرحمن الرحيم)) کے الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۴۴)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، (سیدنا) ابو بکر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، لیکن ان میں سے کسی کو بھی ((بسم اللہ الرحمن الرحیم)) جہراً پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ اسے نسائی (۹۰۷) اور دیگر (محدثین) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۰۷، مسند ابن الجعد: ۹۲۲، ۱۹۸۶، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۱۹۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۸۱، شرح معانی الآثار: ۱۱۹۸، ۱۲۰۱، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۹، معجم ابن عساکر: ۲۲۔

اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۹۰۷، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۳۹)

وَعَنِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ لِي أُمِّي بُتَيْ مُحَمَّدٍ إِيَّاكَ وَالْحَدَّثَ قَالَ وَلَمْ أَرِ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَبْغَضَ إِلَيَّ الْحَدَّثَ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِي مِنْهُ وَقَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَمَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا فَلَا تُقْلَهَا إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَحَسَنُهُ. (آثار السنن: ۲۲۵)

☆ ☆ عبد اللہ بن مغفل کے بیٹے (یزید رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھ سے سنا، جبکہ میں نماز میں ((بسم اللہ الرحمن الرحیم)) (جہراً) پڑھ رہا تھا تو انہوں نے فرمایا: میرے بیٹے! یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا، ان کے نزدیک اسلام میں بدعت سے زیادہ ناپسندیدہ و مبغوض کوئی چیز نہیں تھی، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، اُن میں سے کسی کو بھی یہ (جہراً) پڑھتے ہوئے نہیں سنا، لہذا تو بھی اسے (جہراً) نہ پڑھ جب تو نماز پڑھے تو (الحمد لله رب العالمين) کہہ۔ اسے ترمذی رحمہ اللہ (۲۲۴) نے روایت کر کے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۲۴، سنن ابن ماجہ: ۸۱۵، سنن النسائی: ۹۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۹-۲۰۵۴۵، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۴۵۷، تنقیح التحقيق لابن عبد البہادی: ۷۰۵، تنقیح التحقيق للذہبی: ۱۲۳، ذیل طبقات الحنابلہ:

اور سے مشہور ثقہ محدث امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن منيع قال : حدثنا اسماعيل بن ابراهيم قال : حدثنا سعيد الجريري ، عن

قيس بن عباية ، عن ابن عبد الله بن مغفل الخ . (سنن الترمذی: ۲۴۴)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔ (دیکھئے: کتاب الآثار لابن یوسف: ۱۰۷، مسند

ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۲، امالی ابن بشران: ۱۲۳) امام ابو یسفی ترمذی رحمہ اللہ م ۲۷۹ھ اور ثقہ

وصدوق امام جمال الدین ابو محمد علی بن ابی یحییٰ انصاری خزرجی ملکی رحمہ اللہ م ۶۸۶ھ نے بھی کہا ہے کہ یہ حدیث

حسن ہے۔ (دیکھئے: سنن الترمذی: ۲۴۴، الباب فی الجمع بین النہ والکتاب: ج ۱ ص ۲۲۵) مخالفین احناف

جیسے شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن کہا ہے۔ (دیکھئے: تعلیق مسند احمد: ۲۰۵۵۹)

وَعَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْجَهْرِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ ذَلِكَ فَعَلُ

الْأَعْرَابِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۴۶)

☆☆ (ثقہ تابعی) عکرمہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے {بسم اللہ الرحمن

الرحیم} جہراً پڑھنے کے بارے میں فرمایا: یہ اعرابیوں (دیہاتیوں) کا فعل ہے۔ اسے طحاوی (۱۲۰۹) نے روایت

کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے ثقہ بالا جماع امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن شعيب ، قال : ثنا عبد الرحمن بن زياد ، قال : ثنا زهير بن معاوية ، قال :

سمعت عاصمًا وعبد الملك بن أبي بشير ، عن عكرمة ، عن ابن عباس رضي الله عنهما الخ .

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۰۹)

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی لکھا ہے کہ: اس کی سند حسن ہے۔

(ماہنامہ الحدیث ۱۲۷، ۱۲۸ ص ۳۱)

فائدہ:

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ نماز میں تسمیہ آہستہ پڑھنا احادیث صحیحہ صریحہ مرفوعہ سے ثابت ہے جبکہ ان احادیث کے

بالمقابل تسمیہ جہراً پڑھنے کی کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے عبدالرؤف صاحب لکھتے ہیں:

الحاصل بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح صریح حدیث نہیں۔ لہذا بسم اللہ آہستہ ہی پڑھنی چاہیے۔ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جہراً

کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے۔ اور نہ ہی مشہور سنن کے مصنفین مثلاً ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی نے اس

بارے میں کوئی حدیث روایت کی ہے۔ اس کو جہرا پڑھنے کا ذکر من گھڑت روایات میں ملتا ہے جس کو ثعلبی، ماوردی اور ان جیسے مفسرین نے ذکر کیا ہے یا پھر یہ روایات ان فقہاء کی کتب میں ملتی ہیں جو موضوع روایات میں تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کی حدیث سے حجت لے لیتے ہیں۔ (القول المقبول: ص ۳۵۵، ۳۵۶)

{سیدنا ابو ہریرہؓ ہر رکوع، وسجدہ اور اس سے اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے}

۱۰۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَكَانَ يُكَبِّرُ إِذَا رَكَعَ وَإِذَا سَجَدَ وَإِذَا رَفَعَ.

عثمان بن عبد اللہ بن مویہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ ہر رکوع، وسجدہ اور اس سے اٹھنے پر تکبیر کہتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

اس کے راوی امام ابو عبد اللہ عثمان بن عبد اللہ بن مویہ التیمی المدنی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

چند مزید روایات:

تکبیرات انتقال احادیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت ہیں، چند احادیث مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرُكْعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّنَائِينَ بَعْدَ الْجُلُوسِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۰۸)

☆☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر جب رکوع کیلئے جاتے تو اس وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر رکوع سے اپنی پشت کو اٹھاتے وقت (سمع اللہ لمن حمدہ) کہتے اور پھر جب رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے تو {ربنا ولك الحمد} کہتے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے کیلئے جھکتے۔ پھر سجدے سے اپنا سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر سجدے میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے، پھر سجدے سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے۔ پھر

جب دوسری رکعت کے بعد (شہید پڑھ کر) اٹھتے تو بھی اللہ اکبر کہتے۔ اسے تسبیح (مسلم: ۳۹۲، بخاری: ۷۸۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۲، صحیح البخاری: ۷۸۹، سنن النسائی: ۱۱۵۰، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۹۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۸۵۱، صحیح ابن خزیمہ: ۵۷۸، حدیث السراج: ۲۳۹۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۸۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۹۲۔

اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن رافع حدثنا عبدالرزاق اخبرنا ابن جريج اخبرني ابن شهاب عن ابي بكر بن عبد الرحمن انه سمع ابا هريرة يقول: كان..... الخ. (صحیح مسلم: ۳۹۲)

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفِضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَا شَيْبُهُكُمْ صَلَوةً مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۰۹)

☆☆ حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھاتے تو جب بھی (رکوع اور سجدے کیلئے) جھکتے اور (سجدے سے) اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے: اللہ کی قسم! یقیناً میں اپنی نماز میں تم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں۔ اسے بخاری (۷۸۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۵، صحیح مسلم: ۷۹۲، مؤطا مالک: ۲۳۸، مؤطا محمد: ۱۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۲۲۰، سنن النسائی: ۱۱۵۵، المستخرج لابن الجارود: ۱۹۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۳۱، صحیح ابن حبان: ۱۷۶۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۹۱۔

اور بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن ابي سلمة عن ابي هريرة انه كان..... الخ. (صحیح البخاری: ۷۸۵)

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۱۰)

☆☆ سعید بن حارث (رحمہ اللہ) نے کہا: ابو سعید (خدری) رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی پس انہوں نے

بلند آواز سے تکبیر کہی جس وقت اپنا سر سجدے سے اٹھایا اور جس وقت سجدے میں گئے اور جس وقت (سجدے سے) اپنا سر اٹھایا اور جس وقت دوسری رکعت سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ اسے بخاری (۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۱۳۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۲۳۴، صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۷۶، مشکاة الصالح: ۸۰۶۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن صالح قال حدثنا فليح بن سليمان عن سعيد بن الحارث قال صلى لنا.... الخ.

(صحیح البخاری: ۸۲۵)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَكْبِتُ فِي كُلِّ رَفْعٍ وَخَفِضٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدِّرَازِيُّ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۴۱۱)

☆ ☆ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ہر اٹھنے، جھکنے اور کھڑے ہونے اور بیٹھنے کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے۔ اسے احمد (۳۷۳۶) نسائی (۱۱۵۰) اور ترمذی (۲۵۳) نے روایت کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۶۰، سنن النسائی: ۱۱۵۰، سنن الترمذی: ۲۵۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷، مسند ابن الجعد: ۲۵۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۶، سنن الدارمی: ۱۲۸۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۰۱، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۲۱۔

اور مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبد الرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة عن عبد الله... الخ. (سنن النسائی: ۱۱۵۰)

فائدہ:

سنن نسائی کی روایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثٌ كَانَ يَفْعَلُهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَرَكَهُنَّ النَّاسُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا وَكَانَ يَقِفُ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ حُنَيْئَةً وَكَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفْعٍ. رَوَاهُ

النَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۱۲)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے لیکن لوگوں نے (سستی سے کام لیتے ہوئے) انہیں چھوڑ دیا ہے: آپ (نماز کے شروع میں) اچھی طرح ہاتھ اٹھا کر رفع الیدین کرتے تھے۔ آپ قراءت سے پہلے کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے۔ اور آپ ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ اسے نسائی (۸۸۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۰۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۴۵۹، مختصر الاحکام للطوسی: ۲۲۴، صحیح ابن حبان: ۱۷۷۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۵۶، ۷۸۱۔

اور حسن درجہ کی ہے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا عمرو بن علی حدثنا يحيى حدثنا ابن ابي ذئب حدثنا سعيد بن سمعان قال جاء ابو هريرة الى مسجد بني زريق..... الخ. (سنن النسائی: ۸۸۴)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ نماز میں جو تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں سے پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ، تکبیر افتتاح یا تکبیر اولیٰ کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ اب نماز میں داخلے کے بعد وہ سارے کام اور چیزیں حرام ہو گئیں جو نماز شروع کرنے سے پہلے حلال تھیں۔ باقی تکبیرات کو تکبیرات انتقال کہتے ہیں، یعنی ایک رکن نماز سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کی تکبیریں۔
- ۲۔ پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) واجب ہے اور باقی تکبیریں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سمیت جمہور کے نزدیک مسنون ہیں۔
- ۳۔ بنو امیہ کے دور میں بعض امراء نے ان تکبیروں کو اہمیت نہ دی اور معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا مگر اس دور کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لوگوں کو ان کے مسنون ہونے کی تعلیم و یاد دہانی کراتے رہتے تھے تاکہ لوگ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا رہیں اور سنت رسول ﷺ سے ان کا تعلق منقطع نہ ہونے پائے۔
- ۴۔ ہر دور میں علمائے حق کا فریضہ ہے کہ وہ نادان اور جاہل لوگوں کو سنت رسول ﷺ کی اہمیت و فضیلت سے آگاہ رکھیں اور انکار سنت کے فتنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں۔

{اگر امام نے نماز کی کسی رکعت میں قراءت نہ کی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۱۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: اَنَّهُ اَمَّ اَصْحَابَهُ فِي الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَقْرَأْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا حَتَّى انْصَرَفَ، فَقَالَ لَهُ: بَعْضُ اَصْحَابِهِ: مَا مَنَعَكَ اَنْ

تَقْرَأُ قَالَ: وَمَا فَعَلْتُ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: رَحَلْتُ عِزَّ الْعَشِيَّةِ فَلَمْ أَزَلْ أُرْجِلُهَا مُنْقَلَةً مُنْقَلَةً حَتَّى أَوْرَدْتُهَا الشَّامَ، فَأَعَادَ الصَّلَاةَ وَأَعَادَ أَصْحَابَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مغرب کی نماز پڑھائی تو کسی رکعت میں قراءت نہ کی جب فارغ ہوئے تو ان کے بعض ساتھیوں نے ان سے عرض کیا: کہ آپ کو قراءت سے کس چیز نے روک دیا؟ انہوں نے فرمایا: کیا میں نے قراءت نہیں پڑھی! میں نے ملک شام کی جانب شام کو لشکر تیار کیا تھا میں اسے منزل بہ منزل روانہ کرتا رہا یہاں تک کہ شام پہنچ گیا، چنانچہ پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے نماز لوٹائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۲، تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی: ۱۰۳۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۹۸۱، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۳۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند بیان کر دی ہے، چنانچہ تعظیم قدر الصلاة وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا ابو معاوية قال حدثنا الاعمش عن ابراهيم عن همام عن عمر رضي الله عنه... الخ.
(تعظیم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزی: ۱۰۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۲)

فائدہ:

اگر امام نے قراءت چھوڑ دی ہو تو نماز کو لوٹانا پڑے گا۔

{ایک دفعہ ابن مسعودؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی}

۱۷۲. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى بِعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ فِي بَيْتِهِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ، وَقَامَ وَسَطَهُمَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ کو اپنے

گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۳۴، مصنف: ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۰۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۸، السند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۷۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۱۰، طرح القریب: ج ۲ ص ۲۸۳، شرح ابی داؤد للنعیمی: ۸۴۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

”حدثنا محمد بن العلاء الهمدانی ابو کریب، قال: حدثنا ابو معاوية، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن الاسود وعلقمة قال اتينا عبد الله.... الخ“ (صحیح مسلم: ۵۳۴)

فائدہ:

شہر میں رہتے ہوئے اگر گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہو تو اذان و اقامت دونوں کہنا مستحب ہے، لیکن محلہ کی اذان و اقامت پر اکتفاء کرتے ہوئے بلا اذان و اقامت بھی گھر کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔

{ سیدنا عمرؓ رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے }

۱۴۲. یُؤَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي يَعْقُوبٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ، عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ رَأَاهُ رَاكِعًا قَدْ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ.

ایک شخص سے مروی ہے کہ اس نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے رکوع کی حالت میں اپنے ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر عند الامام محمد: ۹۶)

چند احادیث مرفوعہ:

رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کر کے گھٹنوں پر رکھ دیا جائے اور ایسا معلوم ہو

جیسا گھنٹوں کو پکڑ رکھا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلقہ چند منوع احادیث مع التحقیق حاضر خدمت ہیں:

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّى إِلَى جَنْبِ أَبِي قَتَبَةَ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ وَضَعْتُ يَمِينِي لِحَذَائِي فَتَهَانِي أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَنَهَيْتَنَا عَنْهُ أَمْرًا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكْبِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ (آثار السنن: ۴۱۴)

☆ ☆ مصعب بن سعد (رحمہ اللہ) نے کہا: ”میں نے اپنے والد (سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ بند کر کے اپنی ران کے درمیان رکھ لیے، مجھے میرے والد نے منع کیا اور کہا ہم ایسا کرتے تھے تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم اپنے ہاتھ اپنے گھنٹوں پر رکھیں۔“ اسے جماعت (صحیح البخاری: ۷۹۰، سنن ابی داؤد: ۸۶۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۸۰، مسند الحمیدی: ۷۹، سنن ابن ماجہ: ۸۷۳، سنن النسائی: ۱۰۳۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۹۰، سنن ابی داؤد: ۸۶۷، مسند ابی داؤد البطلانی: ۲۰۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۸۱۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۳۳، الکفایہ فی علم الروایۃ: ج ۱ ص ۷۴، شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۶۳، مسند الحمیدی: ۷۹، سنن ابن ماجہ: ۸۷۳، سنن النسائی: ۱۰۳۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۰۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۸۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۳۳

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو الوليد قال حدثنا شعبة عن ابي يعفور قال سمعت مصعب بن سعد..... الخ.
(صحیح البخاری: ۷۹۰)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ ”تطبیق“ کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو کوملا کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر رانوں کے درمیان ہاتھ رکھے جائیں۔ رکوع کا یہ طریقہ منسوخ ہو چکا ہے۔
- ۲۔ جو حکم منسوخ ہو چکا ہو، اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔
- ۳۔ رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدرے کشادہ کر کے گھنٹوں پر رکھ دیا جائے اور ایسا معلوم ہو جیسا گھنٹوں کو پکڑ رکھا ہے۔

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عُبَيْدَةَ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَكَعَ لِحَائِي يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ مِنْ وَرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ. (آثار السنن: ۴۱۴)

☆ ☆ ابو مسعود عقبہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھ (بغل سے) دور رکھے اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے اور اپنی انگلیوں کو اپنے گھٹنے کے سامنے حصہ پر کھول کر رکھا اور فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔“ اسے احمد (۱۷۰۸۱)، ابوداؤد (۸۶۳) اور نسائی (۱۰۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۸۱، سنن ابی داؤد: ۸۶۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۶۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۴، سنن الدارمی: ۱۳۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۶۹، المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۸۱۶، سنن النسائی: ۱۰۳۷، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حسين بن علي عن زائدة عن عطاء بن السائب عن سالم ابی عبد الله قال قال عقبه.
.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۸۱)

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ ص ۲۰۵ اور امام ذہبی رحمہ اللہ ص ۷۸ فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد. کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۸۱۶)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا مسنون ہے جب کہ تطبیق منسوخ ہے۔
- ۲۔ رکوع میں کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھنا چاہیے۔

{ جب بھی تم رکوع کرو یا قعدہ کرو، یا اپنے سر (رکوع یا سجدہ سے) اٹھاؤ تو تکبیر کہو }

۱۴۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ بِلَالٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: كَبِّرُوا كُلَّمَا رَكَعْتُمْ وَقَعَدْتُمْ وَرَفَعْتُمْ رُؤُوسَكُمْ، قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی تم رکوع کرو یا قعدہ کرو، یا اپنے سر (رکوع یا سجدہ سے) اٹھاؤ تو تکبیر کہو۔ اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ ﷺ ہمیں (نماز کا) تشہد اس طرح (اہتمام) سے سکھایا کرتے تھے جس طرح قرآن کریم کی سورت سکھایا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۸، سنن ابن ماجہ: ۹۰۲، سنن النسائی: ۱۱۷۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۲۳۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۷۵، المستدرک علی الصحیحین: ۹۸۲، ۹۸۳، مسند ابی حنیفہ وروایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۶۲، الدعوات الکبیر للسیوطی: ۱۰۹۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری وشواہد)

{منفرد اور امام کیلئے سورت فاتحہ اور سورت فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کا پڑھنا ضروری ہے}

۱۰۵۔ وَعَنْ أَبِيهِ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ الْحَنْظَلِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا تُجْزِئُ صَلَاةٌ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَعَهَا شَيْءٌ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”نماز سورۃ فاتحہ اور دوسری کسی سورت کے پڑھنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔“

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شواہد)

فائدہ:

(منفرد اور امام کیلئے) سورت فاتحہ اور سورت فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کا پڑھنا ضروری ہے، اس سلسلے کی چند مزید

احادیث ملاحظہ ہوں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَشَاءُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَآخَرُونَ وَأَبُو يَعْلَى وَابْنُ جَبَّانٍ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۵۰)

☆☆ (سیدنا) ابوسعید (الحذری) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی جو آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھا کریں۔ اسے ابوداؤد (۸۱۸) احمد (۱۰۹۹۸، ۱۱۳۱۵، ۱۱۹۲۲) ابو یعلیٰ (۱۲۱۰) اور ابن حبان (۱۷۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۹۹۸، ۱۱۳۱۵، ۱۱۹۲۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۲۱۰، صحیح ابن حبان: ۱۷۹۰، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۸۷۹، مسند البزار: ۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۰۶، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۳، ۳۵، التاریخ الکبریٰ للبخاری: ۳۱۳۴، الکامل لابن عسقلانی: ۱۳۱۹، تاریخ اصہبان: ج ۲ ص ۲۳۱۔
امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو الوليد الطيالسي، حدثنا همام، عن قتادة، عن ابی نضرۃ، عن ابی سعید۔۔۔۔ الخ۔

(سنن ابی داود: ۸۱۸)

یہ حدیث بلاغبار بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ اور مخالفین احناف نے بھی اسے صحیح کہا ہے مثلاً۔۔۔

امام مغلطائی رحمہ اللہ ۶۷۲ھ لکھتے ہیں:

رواہ ابوداود فی سننہ بسند صحیح۔

کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۴۱)

امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

کہ ماتیسر کی زیادت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (شرح المہذب ج ۳ ص ۳۲۹ بحوالہ احسن الکلام

: ج ۲ ص ۳۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث ابی داود بسند قوی۔

کہ ابوداود کی حدیث قوی سند کے ساتھ مروی ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۲۴۳ برقم: ۷۵۷)

حافظ موصوف اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

اسنادہ صحیح۔ کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ال تلخیص النخیر: ج ۱ ص ۵۶۷)

قاضی شوکانی، امام ابن سید الناس رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات۔

اس کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (نیل الاوطار: ج ۲ ص ۱۰۶)

شعیب ارناؤط لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔

اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۹۹۸)

غالی غیر مقلد ناصر الدین البانی لکھتا ہے کہ:

اسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (صحیح ابی داؤد: ۷۷۷)

الغرض یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے، زبیر علی زئی کا قتادہ کے عنعنہ کا بہانہ بنا کر اسے ضعیف قرار دینا غلط و مردود ہے کیونکہ امام قتادہ بن دحمانہ رحمہ اللہ کی عبدالعزیز بن عبید اللہ اور ابوسفیان (طریف بن شہاب السعدی) نے متابعت کر رکھی ہے اور اس حدیث کے متعدد صحیح شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔

اور یہ بات تو خود زبیر علی زئی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ متابعت اور شواہد سے تدلیس کا الزام رفع ہو جاتا ہے۔ مسند الشامیین للطبرانی (۱۳۶۰) کی روایت میں عبدالعزیز بن عبید اللہ نے قتادہ کی متابعت کر رکھی ہے اور ابوسفیان (طریف بن شہاب السعدی) کی متابعت کے حوالہ جات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں:

سنن ابن ماجہ: ۸۳۹

سنن الترمذی: ۲۳۸

کتاب الآثار بروایۃ محمد: ۴

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ۱۳۰

السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۹۷۳

کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۶

الکامل لابن عدی: ۹۶۲

فائدہ:

اس صحیح السند روایت سے معلوم ہوا کہ (منفرد اور امام کیلئے) جس طرح سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اسی طرح سورۃ فاتحہ کے بعد کسی اور سورۃ کا پڑھنا بھی واجب ہے۔ بعض حضرات کا مازاد علی الفاتحہ کے وجوب کا انکار کرنا غلط ہے۔

وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى قَرِيبًا مِنْهُ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُ أَعِدْ صَلَوَتَكَ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ إِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا شِئْتَ فَإِذَا رَكَعْتَ فَاجْعَلْ رَأْسِيكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ وَامْدُدْ

ظَهَرَكَ وَمَكِّنْ لِرُكُوعِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَلَقَمْ صُلْبَكَ حَتَّى تَرْجِعَ الْعِظَامُ إِلَى مَفَاصِلِهَا فَإِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ فَإِذَا رَفَعْتَ رَأْسَكَ فَاجْلِسْ عَلَى فُخْذِكَ الْيُسْرَى ثُمَّ اصْنَعْ ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۵۱)

☆ ☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اس نے آپ کے قریب نماز پڑھی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے فرمایا: ”اپنی نماز دوبارہ پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی (یعنی تیری نماز نہیں ہوئی)“ اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے سکھادیں کہ میں کس طرح کروں؟

آپ نے فرمایا: ”جب تم قبلے کی طرف منہ کرو تو تکبیر کہو، پھر سورۃ فاتحہ پڑھو، اور پھر اس کے بعد تم قرآن کا جو حصہ چاہو پڑھو، جب تم رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھ دو، اپنی پشت پھیلا دو، اپنا رکوع اطمینان سے کرو، پس جب تم اپنا سر اٹھاؤ تو اپنی کمر سیدھی کر دو، یہاں تک کہ ہڈیاں اپنے جوڑوں تک لوٹ جائیں۔ جب سجدہ کرو تو اپنا سجدہ اطمینان سے کرو، پھر جب (سجدہ) سے سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ جاؤ، پھر اسی طرح ہر رکعت میں کرو۔ اسے احمد (۱۸۹۹۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵، مسند الشافعی: ۲۵۴، صحیح ابن حبان: ۱۷۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۵۳۰، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۴۸۲، ۴۷۸، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۴۸۴۔
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن هارون، قال اخبرنا محمد بن عمرو، عن علي بن يحيى بن خلاد الزرقى وكان من اصحاب النبي ﷺ.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، حتیٰ کہ متعدد مخالفین احناف نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

اس کی سند حسن ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲، ۱۲۸ ص ۴۴)

اور شعیب ارناؤط نے لکھا ہے کہ:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۹۹۵)

فائدہ:

ثم اقرء بأم القرآن، ثم اقرء بما شئت. پھر تم سورۃ فاتحہ پڑھو اور پھر اس کے بعد تم قرآن کا جو حصہ چاہو پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورت کا پڑھنا بھی واجب ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فاتحہ کی طرح مازاد علی الفاتحہ کی قراءت کا بھی امر کے صیغہ (اقرء) سے حکم دیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ امام اور اکیلے نمازی کیلئے فرض نمازوں میں قراءت کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی دونوں رکعتوں جبکہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ لیکن ظہر، عصر اور عشاء کی آخری دو رکعتوں جبکہ مغرب کی تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان النبي ﷺ كان يقرء في الظهر الاوليين بأم الكتاب وسورتين، وفي الركعتين الاخيريين بأم الكتاب ويسبعنا الآية ويطول في الركعة الاولى ما لا يطيل في الركعة الثانية، وهكذا في العصر وهكذا في الصبح. (صحيح البخاري: ۴۴۲، صحيح مسلم: ۹۴۴)

نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ساتھ دوسری (یعنی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور ساتھ ایک دوسری سورت) پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بطور تعلیم) کوئی ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے رکعت زیادہ طویل کرتے تھے۔ اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔

اس حدیث میں راوی نے بطور مثال صرف ظہر، عصر اور فجر کا ذکر کیا ہے، مغرب اور عشاء کا اگرچہ اس میں ذکر نہیں ہے لیکن ان دونوں نمازوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت بھی ملانا چاہیے لیکن مغرب کی تیسری اور عشاء کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے اور فرض کی آخری دونوں رکعات میں فاتحہ کا پڑھنا بھی صرف مستحب ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۰۸، المعجم الکبیر: ۷/۳۳۷)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم صرف فرض نمازوں کا ہے سنتوں اور نوافل کا نہیں۔ بلکہ سنن اور نوافل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں ہر دو رکعتیں بمنزلہ مستقل نماز کے ہیں۔ چنانچہ مخالفین احناف میں سے محمد یونس دہلوی م ۱۳۸۸ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

سنتوں اور نفلوں کی چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورت یا آیتیں ملانی ضروری ہیں، اور فرضوں کی دونوں اخیر رکعت میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ (لماوی علمائے حدیث: ۳/۹۶)

{فرض کی آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے}

۱۴. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن أصحاب ابن مسعود رضي الله عنه أنهم كانوا يقرءون في الركعتين الأولىين بفاتحة الكتاب وشيء معها، ولا يقرءون في الأخرين شيئاً.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب پہلی دو رکعات میں، سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک اور سورت کی قراءت کیا کرتے تھے جبکہ آخری دو رکعات میں قراءت نہیں کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

فرض کی آخری دو رکعات میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں ہے، اس سلسلے کی ایک مرفوع حدیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي قتادة رضي الله عنه أن النبي ﷺ كان يقرء في الظهر في الأولىين بأمر الكتاب وسورتين وفي الركعتين الأخرين بأمر الكتاب ويسبعنا الآية ويطول في الركعة الأولى ما لا يطيل في الركعة الثانية وهكذا في العصر وهكذا في الضبح. رواه الشيخان. (آثار السنن: ۳۸۷)

☆ ☆ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ دوسورتیں (یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور ساتھ ایک دوسری سورت) پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (بطور تعلیم) کوئی ایک آیت سنا بھی دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے رکعت زیادہ طویل کرتے تھے۔ اسی طرح عصر اور فجر کی نماز میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۷۶، مسلم: ۹۴۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۷۶، صحیح مسلم: ۹۴۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۱۸، سنن الدارمی: ۱۳۲۸، سنن ابی داود: ۷۹۹، سنن النسائی: ۹۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۰۳، حدیث السراج: ۱۰۲، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۵۵، صحیح ابن حبان: ۱۸۳۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۰۰۰۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا همام عن يحيى عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه... الخ.

(صحيح البخاری: ۶۶۶)

یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱)۔ اس حدیث میں راوی نے بطور مثال صرف ظہر، عصر اور فجر کا ذکر کیا ہے، مغرب اور عشاء کا اگرچہ اس میں ذکر نہیں ہے لیکن ان دونوں نمازوں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی پہلی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت بھی ملانا چاہیے لیکن مغرب کی تیسری اور عشاء کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنی چاہیے اور فرض کی آخری دونوں رکعات میں فاتحہ کا پڑھنا بھی صرف مستحب ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۰۸، المعجم الکبیر: ۷/۳۳۷۶)

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ حکم صرف فرض نمازوں کا ہے سنتوں اور نوافل کا نہیں۔ بلکہ سنن اور نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت ملانا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں ہر دو رکعتیں بمنزلہ مستقل نماز کے ہیں۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے محمد یونس دہلوی م ۱۳۸۸ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

سنتوں اور نفلوں کی چاروں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ اور کوئی سورت یا آیتیں ملانی ضروری ہیں، اور فرضوں کی دونوں اخیر رکعت میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۹۶)

(۲)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی کبھی ظہر کی سری نماز میں ایک آدھ آیت آپ ﷺ اتنی آواز سے پڑھ دیتے تھے کہ پیچھے والے اس کو سن لیتے تھے۔ اور ایسا آپ کبھی کبھار بقصد تعلیم کرتے تھے یعنی بتانا چاہتے کہ میں فلاں سورۃ پڑھ رہا ہوں یا اس عمل سے یہ مسئلہ واضح فرمانا چاہتے کہ اگر سری نماز میں ایک آدھ آیت اتنی آواز سے پڑھ دی جائے کہ پیچھے والے مقتدی سن لیں تو اس کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ سے نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

{ ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے }

۱۶۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ أَمَّهُمْ فِي بَيْتِهِ عَلَى طَنْفِيسَةٍ قَدْ ظَبَقَتِ الْبَيْتَ سُجُودًا وَرَكُوعًا عَلَيْهَا.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں لوگوں کو ایسے قالین پر نماز پڑھائی جو پورے کمرے میں بچھا ہوا تھا اور آپ اسی پر رکوع اور سجدے کر رہے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق: ۶۵۶، ۱۵۴۱، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، جامع المسانید للبخاری: ج ۱

ص ۳۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

ہر پاک چیز پر سجدہ کرنا جائز ہے، متعدد روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خمرہ یعنی چھوٹی چٹائی پر اور بساط یعنی بڑی چٹائی پر نماز پڑھی ہے۔ دیکھئے: سنن الترمذی: ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳۔

{ آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے }

۱۷۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، فَسَأَلَهُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، كُلَّ ذَلِكَ يَسْكُتُونَ، ثُمَّ قَالَ رَجُلٌ: أَنَا، قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ نِيهَا.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سورۃ الاعلیٰ کی قراءت کی۔ جب نبی ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سورۃ الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی؟ سب لوگ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے ان سے تین بار پوچھا، ہر بار وہ سب خاموش ہی رہے۔ پھر ایک آدمی نے کہا: میں نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً مجھے معلوم ہو گیا ہے تھا کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو امام کی قراءت ہی کافی ہے }

۱۷۹. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي

الْوَلِيدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ قَالَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَنَاهُ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اتَّهَمَانِي أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ؛ فَتَذَاكَرَا ذَلِكَ حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی اقتداء میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے قراءت کی، تو ایک آدمی نے اس کی طرف اشارہ کر کے اسے منع کیا۔ مگر یہ قراءت کرنے سے باز نہ آیا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو کہا: کیا تم مجھے نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کر رہے تھے؟ پھر وہ دونوں اس مسئلہ میں بحث کرنے لگے۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ نے سن لیا، تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

واضح رہے کہ بعض حضرات کا ابو الولید کو مجہول کہنا غلط ہے کیونکہ ابو الولید کوئی الگ اور جدا گانہ شخصیت نہیں بلکہ ابو الولید سیدنا عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی ہی کنیت ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۴۰۵ لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن شداد وهو بنفسه ابو الوليد ومن تهاون بمعرفة الاسامي اور ثمة مثل هذا الوهم.

(معرفة علوم الحديث للحاكم: ص ۱۷۸)

یعنی ابو الولید خود بعینہ عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ تھے لیکن جن لوگوں نے روایت کے ناموں میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ان کو ایسا وہم ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

عبد اللہ بن شداد اصلہ مدینی و کنیتہ ابو الوليد. (ایضاً: ص ۱۷۸)

عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ دراصل مدنی تھے اور ابو الولید ان کی کنیت تھی۔

گویا اس لحاظ سے سند کی اصلی عبارت یوں تھی: عن عبد اللہ بن شداد ابی الوليد... الخ۔ روایت میں سے کسی نے یا ناخن یا کاتب نے ابو الولید کو سابق سے الگ سمجھ کر ایک جدا ہستی اور مستقل راوی سمجھ لیا ہے جو کہ غلط ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایۃ النسخہ میں اس کی سند کی عبارت یوں ہے:

عن موسى عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه... الخ. (مسند ابی حنیفہ: ص ۲۵)

۱۸۰. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَسَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ

الْإِمَامِ، قَالَ: اجْتَمَعَا أَنْ لَا يُقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْفَجْرِ قَالَ: إِبْرَاهِيمُ: وَلَا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ: اقْرَأُوا فِيهِمَا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ دونوں کا اتفاق ہے کہ مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے۔ مگر ظہر اور عصر کی نماز کے بارے میں ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان میں بھی قراءت نہ کی جائے جبکہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں کی قراءت کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام علقمہؒ فرماتے تھے امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیا جائے}

۱۸۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ: أَنَّهُ كَانَ يُشَدِّدُ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَيَقُولُ: بِفِيهِ الْحَجَرُ.

ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علقمہ بن قیس رحمہ اللہ امام کے پیچھے قراءت (کرنے والوں) پر سختی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ڈال دیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شاهد عند الامام محمد: ۸۴)

امام کے پیچھے قراءت کا مسئلہ اور اختلاف مذاہب:

ما قبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ امام یا اکیلے نمازی کے لئے فاتحہ اور فاتحہ کے بعد کسی اور سورت کی بھی قراءت ضروری ہے، لیکن جو امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو اس کے لئے امام کی قراءت کے وقت سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی قراءت جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

مخالفین تقلید کا مسلک:

دور حاضر کے اکثر مخالفین تقلید کا مسلک یہ ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا تو ضروری ہے، بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ (دیکھئے: فتاویٰ علماء حدیث: ج ۳ ص ۱۱۲، نماز نبوی از ڈاکٹر شفیق الرحمن: ص ۱۵۰، تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۱۲، فتاویٰ نزیریہ: ج ۱ ص ۳۹۸، فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۸۹) مگر سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورۃ کی قراءت منع ہے۔ مگر واضح رہے کہ ان کے پاس اس تفریق پر کوئی صریح دلیل نہیں ہے، جیسا کہ انہی حضرات کے اکابر میں سے محمد اسماعیل

سلفی نے لکھا ہے کہ:

ورنہ (سورہ فاتحہ کے) ماسوا کی نفی کے متعلق کوئی واضح حکم نہیں، حضرت عبادہ (رضی اللہ عنہ) کی روایت سے یہ شبہ ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس میں سورہ فاتحہ کے وجوب کا اظہار مقصود ہے، اس سے زیادہ کی نفی مطلوب نہیں۔ (رسول اکرم ﷺ کی نماز: ص ۷۷)

مسلب جمہور اہلسنت:

جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک امام کے پیچھے کسی بھی سورت کی قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ اسے خاموش رہنے کا حکم ہے، اس سلسلے میں احناف کا کہنا ہے کہ پہلے امام کے پیچھے قراءت مشروع تھی مگر بعد میں منسوخ و متروک ہو گئی۔

نکتہ اختلاف:

گویا نکتہ اختلاف یہ ہے کہ فریق مخالف کے نزدیک امام کے پیچھے قراءت ہمیشہ جاری رہی ہے منسوخ و متروک نہیں ہوئی۔ جبکہ جمہور اہلسنت والجماعت کے نزدیک منسوخ و متروک ہو گئی تھی۔

فریق مخالف کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

پہلے ہم ان روایات کا ذکر کرتے ہیں جنہیں فریق مخالف کے احباب اپنے بزرگ امام کے پیچھے قراءت کے وجوب کی زبردست دلیلیں خیال کرتے ہیں ہم ان روایات پر مختصر سا کلام کریں گے تفصیل کے طلب گار حضرات امام اہلسنت شیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف ”احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام“ کا مطالعہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۵۲)

☆ ☆ (سیدنا) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۵۶، مسلم: ۳۹۴) نے روایت کیا ہے۔

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۵۶، صحیح مسلم: ۳۹۴، سنن ابی داؤد: ۸۲۲، سنن الترمذی: ۲۴۷، سنن النسائی: ۹۱۱، سنن ابن ماجہ: ۸۳۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۶۷، مسند الحمیدی: ۳۹۰، مصنف ابی شیبہ: ۳۶۱۸، المستدرک لابن الجارود: ۱۸۵، صحیح ابن خزیمہ: ۴۸۸، مختصر الاحکام للطوسی: ۲۲۹۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علي بن عبدالله، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، عن محمود بن الربيع، عن

عبادة بن الصامت.... الخ. (صحيح البخاري: ٤٥٦)

فریق مخالف کے حضرات نے انتہائی تعصب سے کام لیتے ہوئے لکھ مارا ہے کہ اس حدیث میں لفظ {مَنْ} عام ہے جس میں امام، منفرد اور مقتدی سب داخل ہیں۔ (دیکھئے: ابکار المنن: ص ۱۲۰، تحقیق الکلام: ج ۱ ص ۱۱) لہذا مقتدی کیلئے بھی فاتحہ پڑھنا ضروری ہے جو نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر عرض ہے کہ ان حضرات کا حرف {مَنْ} کو تعمیم میں نص قطعی سمجھنا ہی غلط ہے کیونکہ حرف {مَنْ} استعمال میں عموم و خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتا ہے۔ چنانچہ علامہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ م ۸۱۶ فرماتے ہیں:

الموصلات لم توضع للعموم بل هي للجنس يَحْتَمِلُ العُيُومُ والخصوص.

(شرح مواقف ج ۲ ص ۵۸ طبع مصر و ص ۲۲، طبع نولکشور)

کہ تمام موصولات (جن میں مَنْ داخل ہے) عموم کے لیے موضوع ہی نہیں بلکہ ان میں عموم و خصوص دونوں کا احتمال ہے۔

امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ م ۳۹۰ لکھتے ہیں:

ومن هذا القسم كلمة من فانها كلمة مبهية وهي عبادة عن ذات من يعقل وهي تحتل

الخصوص والعموم.... الخ. (اصول سرخسی: ج ۱ ص ۱۵۵)

کہ اسی قسم سے کلمہ مَنْ بھی ہے کہ وہ مبہم اور مجمل ہے اور وہ عقل والی شخصیت پر دلالت کرتا ہے اور خصوص و عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔

نیز قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ میں بھی حرف {مَنْ} کئی مقامات پر خصوص کیلئے آیا ہے مثلاً۔۔۔

۱: اللہ رب العزت فرماتے ہیں: {وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ} کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لئے استغفار کر رہے ہیں۔ (الشوری: ۵)

اس آیت میں حرف مَنْ ہے اور اور ظاہر ہے کہ زمین پر سب بسنے والوں کے لئے فرشتے دعاء مغفرت نہیں کر رہے بلکہ صرف مومنوں کے لئے دعاء مغفرت کر رہے ہیں جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں: {وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا} کہ فرشتے صرف مومنوں کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ (المؤمن: ۷) نہ یہ کہ ہندوؤں، یہودیوں، نصرانیوں، سکھوں اور دیگر مشرک قوموں کے لیے خواہ وہ انسانوں میں ہوں یا جنوں میں تو یہاں حرف مَنْ تخصیص کے لیے آیا ہے۔

۲: نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا هَلِكُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.... الخ. (بخاری: ج ۲ ص ۱۰۰۳) کہ تم سے پہلے لوگ صرف اس لئے ہلاک ہوئے ہیں کہ احکام خداوندی میں امیر و غریب اور اعلیٰ و ادنیٰ کا فرق کرتے تھے۔ اس حدیث میں

حرف مَن ہے مگر مراد صرف بعض قومیں ہیں نہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے مومن ساتھی۔
الغرض حرف مَن عموم کیلئے نص قطعی نہیں بلکہ استعمال میں عموم و خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتا ہے اور غیر مقلدین کا مَن کو
تعمیم میں نص قطعی سمجھنا بالکل غلط ہے۔

اس حدیث میں حرف مَن تخصیص کیلئے ہے اور یہ حدیث امام و منفرد کیلئے خاص ہے مقتدی کو شامل نہیں ہے جس پر خارجی
دلائل و قرائن کا ایک انبار موجود ہے مثلاً۔۔۔۔۔

۱: اس حدیث میں ”فصاعدا“ کی زیادتی بھی پائی جاتی ہے، چنانچہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا۔ کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ کچھ اور نہ
پڑھا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (خلق افعال العباد للبخاری: ج ۱ ص ۱۰۶، صحیح مسلم ۳۹۴، سنن ابی داود: ۸۲۲، سنن
النسائی: ۹۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۷۴۹، کتاب القراءة للبيهقي: ۳۰)

یہ روایت بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، چنانچہ فریق مخالف کے متحققین میں سے ناصر الدین البانی کہتا
ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقيق البانی: ۹۱۱) اور شعيب ارناؤط لکھتا ہے کہ:
اسنادہ صحيح على شرط الشيخين۔ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۷۴۹)

نیز شعيب ارناؤط نے یہ بھی صراحت کر رہی ہے کہ ”فصاعدا“ کی زیادتی نقل کرنے میں امام معمر رحمہ اللہ متفرد نہیں ہیں
بلکہ معمر کے علاوہ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، امام عبدالرحمن بن اسحاق المدنی رحمہ اللہ، امام اوزاعی رحمہ اللہ اور امام شعيب
بن ابی حمزہ رحمہ اللہ نے بھی یہ زیادتی امام زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

اخرجه ابو داود (۸۲۲) من طريق سفیان بن عیینہ ، والبيهقي في القراءة (۲۹) من طريق
عبدالرحمن بن اسحاق المدنی ، و (۳۰) من طريق الاوزاعي وشعيب بن ابی حمزة ، اربعتهم عن
الزهري ، به وفيه لفظة فصاعدا . قال البخاري في القراءة عبدالرحمن يعني ابن اسحاق ربما
روى عن الزهري . ثم ادخل بينه وبين الزهري غيره . ولا نعلم ان هذا من صحيح حديثه ام لا .
قلنا: لم ينفرد به عبدالرحمن بن اسحاق كما سبق . وفي الباب عن ابی هريرة سلف برقم (۹۵۲۹) .
ولفظه : لا صلاة الا بقراءة بفاتحة الكتاب . فما زاد . وعن ابی سعيد الخدري سلف برقم (۱۰۹۹۸) .
ولفظه امرنا نبينا ﷺ ان نقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر . واسنادہ صحيح .

(تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۷۴۹)

کہ اسے فصاعدا کی زیادتی کے ساتھ ابوداؤد (۸۲۲) نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے اور بیہقی نے کتاب القراءۃ (۲۹-۳۰) میں عبدالرحمن بن اسحاق المدنی، اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزہ کے طریق سے نقل کیا ہے اور ان چاروں (یعنی سفیان بن عیینہ، عبدالرحمن بن اسحاق المدنی، اوزاعی اور شعیب بن ابی حمزہ) نے اسے زہری سے روایت کیا ہے۔ بخاری نے جزء القراءۃ میں کہا ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کبھی تو اسے براہ راست زہری سے روایت کرتا ہے اور کبھی اپنے اور زہری کے درمیان واسطہ ذکر کرتا ہے اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ روایت اس کی صحیح احادیث میں سے ہے یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں (یہ اعتراض قابل التفات نہیں ہے کیونکہ) عبدالرحمن بن اسحاق اسے نقل کرنے میں تنہا نہیں ہے جیسا کہ گزرا چکا ہے۔ اور اس باب کے متعلقہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۹۹۸) بھی گزر چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ: جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس سے زیادہ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اور سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۰۹۹۸) بھی گزر چکی ہے جس کے الفاظ ہیں کہ: ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم سورہ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی جو آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھیں اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

مختصر یہ کہ باقر افریق مخالف اس حدیث میں فصاعدا کی زیادتی بھی بسند صحیح ثابت ہے اب اگر فریق مخالف کے نزدیک مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ اور فصاعدا اس کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کو بھی شامل ہے، ورنہ یہ حدیث صرف اُس شخص کے حق میں ہوگی جس کو سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا واجب ہے اور وہ صرف امام و منفرد ہے اس سے مقتدی ہرگز مراد نہیں کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک بھی مقتدی کو سورہ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ پڑھنا جائز نہیں ہے تو اس فصاعدا کی صحیح و ثابت شدہ زیادتی نے یہ بات متعین کر دی کہ حرف من سے مراد امام یا منفرد ہے مقتدی اس میں ہرگز شامل نہیں۔ نیز فصاعدا کے زیادتی کے صحیح ثابت ہو جانے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منفرد اور امام کیلئے جس طرح سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی قرآن کا حصہ پڑھنا واجب ہے۔

بعض احباب نے سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور قرآن کے حصے کی قراءت کے وجوب کا انکار کرنے کی غرض سے اس حدیث میں وارد فصاعدا کی زیادتی کو ”تقطع الید فی ربع دینار فصاعدا“ (کہ چور کا ہاتھ ربع دینار اور اس سے زیادہ میں قطع کرنا چاہیے) پر قیاس کیا ہے مگر یہ قیاس سراسر باطل و مردود ہے۔

اولا۔۔۔ اس لئے کہ مازاد علی الفاتحہ کا وجوب متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے اور نصوص کی موجودگی میں قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔

ثانیا۔۔۔ اس لئے کہ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی اور سورۃ کا پڑھنا ثواب اور عبادت ہے اور ربع دینار یا اس سے زیادہ میں قطع ید کی سزا، عقوبت ہے اور محض عبادت کو محض عقوبت پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے، عبادت اور عقوبت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ثالثاً۔۔۔ اس لئے کہ چوری کے سلسلے میں تو صرف فصاعدا کا ہی لفظ آیا ہے جبکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ پڑھنے کے سلسلے میں احادیث میں فصاعدا کے علاوہ دیگر الفاظ جیسے ماتیسرا اور مازاد وغیرہ کے الفاظ بھی آئے ہیں ان میں صرف فصاعدا ہی نہیں تاکہ آسانی کے ساتھ اس پر قیاس کر لیا جائے۔

رابعاً۔۔۔ اگر اس قیاس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو تب بھی یہ ہمیں مضرب نہیں ہو سکتا کیونکہ جیسے ربع دینار ادنیٰ نصاب ہے جس میں ہاتھ کاٹا جائے گا تو فصاعدا میں تو بطریق اولیٰ کاٹا جائے گا، بالکل اسی طرح سورہ فاتحہ اقل درجہ کا وجوب ہے اور مازاد علی الفاتحہ کامل اور مکمل واجب ہوگا۔

۲: متعدد احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا آگے جا کر ہم متعدد احادیث نقل کرنے والے ہیں۔ اُن احادیث صحیحہ صریحہ کی موجودگی میں اس حدیث میں حرف من سے خاص یعنی امام اور منفرد مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس طرح اُن صحیح صریح احادیث سے تعارض نہیں ہوگا اور تمام احادیث میں تطبیق ہو جائے گی۔

۳: متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد اور اکیلا شخص ہی ہے تاہم ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے۔ اور مقتدی بہر حال اس سے خارج ہی ہے، چنانچہ سنن الترمذی میں ہے کہ:

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی ﷺ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده واحتج بحديث جابر بن عبد الله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی ﷺ تأول قول النبی ﷺ لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ان هذا اذا كان وحده.... الخ۔ (سنن الترمذی: ۲۱۳)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ قول کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اکیلے نماز پڑھنے والے پر محمول ہے ان کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص نے کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گویا کہ اس نے نماز پڑھی ہی نہیں سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور یہ نبی ﷺ کی اس حدیث کی تاویل کرتے ہیں ”جو فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ہوتی۔“ اس سے مراد وہ ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ م ۱۹۸ھ (جو کہ اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں:

لمن یصلی وحده۔ کہ یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔ (تفسیر سفیان بن عیینہ: ص ۲۰۲، سنن ابی داؤد: ۸۲۲، التہذیب لابن عبد البر المالکی: ج ۳ ص ۴۴۹)

امام ابو بکر اسماعیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کان وحده۔ کہ یہ حدیث اکیلے شخص کے بارے میں ہے۔ (بذل الجہود: ج ۲ ص ۵۴)

امام ابن عبدالبر المالکی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ فرماتے ہیں:

....خاص وواقع علی من صلی وحده او کان اماما۔ (التمہید لما فی الموطا من المعانی

والاسانید: ج ۲ ص ۴۲۸، ۴۲۹ الاستذکار: ج ۱ ص ۴۰)

کہ یہ حدیث خاص ہے اور اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا امام ہو۔

امام ابن قدامہ حنبلی مقدسی رحمہ اللہ ۶۲۰ھ فرماتے ہیں:

فهو محمول علی غیر المأموم۔

کہ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ (منفرد اور امام) پر محمول ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۱ ص ۶۰۶)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَثَقُلْتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ فَلَمَّا
فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ خَالٍ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ
وَأَخْرَجُون. قَالَ التِّرْمِذِيُّ فِيهِ مَكْحُولٌ وَهُوَ يُدَلِّسُ. رَوَاهُ مُعْنَعًا وَقَدْ اضْطَرَبَ فِي إِسْنَادِهِ وَمَعَ ذَلِكَ
قَدْ تَفَرَّدَ بِذِكْرِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عِبَادَةَ فِي طَرِيقِ مَكْحُولٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ وَهُوَ لَا يُحْتَجُّ بِمَا
انْفَرَدَ بِهِ فَالْحَدِيثُ مَكْحُولٌ بِثَلَاثَةِ وُجُوهِ. (آثار السنن: ۲۵۲)

☆ ☆ انہی (سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نماز فجر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے
تھے، رسول اللہ ﷺ نے قراءۃ فرمائی تو آپ پر قراءۃ بھاری گئی، جب آپ (نماز سے) فارغ ہوئے تو
فرمایا: ”شاید کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔“ ہم نے عرض کیا۔ جی ہاں! جلدی سے پڑھتے ہیں، یا رسول
اللہ! آپ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ بلاشبہ اس شخص کی نماز نہیں جس نے یہ نہیں پڑھی۔“ اسے ابوداؤد
(۸۲۳) ترمذی (۳۱۱) اور بخاری نے جزء القراءۃ (۱۵۸) میں اور دوسروں نے (بھی) اسے روایت کیا ہے۔
(محقق) نیوی (رحمہ اللہ) نے کہا: اس میں مکحول ہے جو تدلیس کرتا تھا، اس نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔
اور اسے اس کی سند میں اضطراب ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ مکحول کی سند میں محمود بن الربیع عن عبادۃ بیان کرنے
میں محمد بن اسحاق (بن یسار) منفرد ہیں اور اگر وہ منفرد ہوں تو ان کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔ پس یہ حدیث

تین وجہ سے معلول ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۲۳، سنن الترمذی: ۳۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۶۷۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۸۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۱۳، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۷۷، مشکاة المصابیح: ۸۵۳۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي، حدثنا محمد بن سلمة، عن محمد بن اسحاق، عن مكحول، عن

محمود بن الربيع، عن عبادة بن الصامت.... الخ. (سنن ابی داود: ۸۲۳)

یہ حدیث متعدد وجوہات کی بناء پر سخت ضعیف ہے مثلاً۔۔۔۔۔

(۱) محمد بن اسحاق بن یسار اس حدیث کو ”مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادة بن الصامت“ کے طریق سے روایت کرنے میں متفرد ہے اس کے علاوہ کوئی بھی راوی اسے اس طریق کے ساتھ روایت نہیں کرتا۔ (فیما علم) اور محمد بن اسحاق بن یسار جب متفرد ہوں تو پھر ان کی حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل اعتماد قرار دینے احباب کے ہی متحقق زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

امام بیہقی نے امام احمد سے نقل کیا کہ: محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں، گویا انہوں نے مغازی وغیرہ (وغیرہ سے مراد فضائل اعمال کی احادیث ہیں۔ ن) کی طرف اشارہ کیا، اگر حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو ہم یہ چاہتے ہیں، عباس الدوری نے مٹھی بند کر کے بتایا (کہ ہم مضبوط احادیث چاہتے ہیں) دلائل النبوة: ۱/ ۳۴ وسند صحیح۔ (حاشیہ ماہنامہ الحدیث: ش ۴ ص ۵)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق بن یسار، تاریخ مغازی اور فضائل اعمال میں حجت ہیں، لیکن احکام میں وہ حالت افراد میں حجت نہیں ہیں۔ زبیر علی زئی کے علاوہ فریق مخالف کے بڑے اکابرین نے بھی یہی بات لکھی ہے مثلاً۔۔۔۔۔ شوکانی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق ليس بحجة لاسيما اذا عنعن.

محمد بن اسحاق حجت نہیں بالخصوص جب وہ عن سے روایت کرے۔ (نیل الاوطار: ۱/ ۱۸۰)

البانی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

وما انفرد به لفیه نكارة فان في حفظه شيئا.

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق متفرد ہوں، اس میں نکارت ہوتی ہے، اس لئے کہ ان کے حافظہ میں کچھ

خرابی ہے۔ (ارواء الغلیل: ۲/۴۴)

نواب صدیق حسن خان کہتے ہیں کہ:

محمد بن اسحاق حجت نیست۔

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں۔ (دلیل الطالب: ص ۲۳۹، فتاویٰ علمائے حدیث: ۱/۴۶)

عبدالرحمان معلی لکھتا ہے کہ:

ابن اسحاق متکلم فیہ وفي حفظہ شیء۔

محمد بن اسحاق متکلم فیہ ہیں، اور ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔ (التکلیل: ۲/۹۶-۱۲۳)

عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

وهو لا يحتاج بما انفرد به۔

یہ حالت افراد میں حجت نہیں ہے۔ (ابکار السنن: ص ۵۴)

شمس الحق عظیم آبادی، ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

فانه انفرد به محمد بن اسحاق، وليس هو ممن يحتاج به في الاحكام۔

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور وہ احکام سے متعلق روایات میں قابل حجت نہیں ہیں۔

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۱/۲۳)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ خود فریق مخالف کے اکابرین کے ہاں بھی محمد بن اسحاق احکام میں حالت افراد میں حجت

نہیں ہیں۔ لہذا فریق مخالف کے بعض جدید محققین کا محمد بن اسحاق کو مطلقاً قابل حجت قرار دینے کا فیصلہ باطل و مردود ہے۔

(۲) اس حدیث کو مکحول شامی نے غن کے ساتھ بیان کیا ہے اور مکحول شامی طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں، اور مدلس کی غن والی روایت

خصوصاً فریق مخالف کے نزدیک ضعیف شمار ہوتی ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ فریق مخالف کے جدید محققین نے امام سفیان

ثوری رحمہ اللہ جیسے ثقہ معتمد ناقد کی غن والی روایات کو تو ضعیف قرار دے رکھا ہے مگر مکحول شامی مدلس کی اس غن والی روایت کو

اپنے مفاد میں سمجھتے ہوئے صحیح قرار دے رکھا ہے، حالانکہ مکحول تو اعلیٰ درجہ کا ثقہ بھی نہیں ہے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۵۴ فرماتے ہیں:

ان عامة حديث مكحول عن الصحابة حواله۔

(معرفة علوم الحديث: ص ۱۱۱ بحوالہ احسن الكلام: ج ۲ ص ۹۶)

کہ مکحول کی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس و ارسال کے حوالہ نظر ہیں۔

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ص ۵۴ بھی مدلس کہتے ہیں۔ (الثقات لابن حبان: ۵۶۴۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۷۴ھ لکھتے ہیں:

یرسل کثیر ویدلس عن ابی بن کعب وعبادة بن الصامت وعائشة والكبائر.

(تذکرۃ الحفاظ: ۹۶)

کہ مکحول، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، سیدنا عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کبار سے بکثرت ارسال اور تدلیس کرتا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

هو صاحب تدليس. کہ مکحول صاحب تدلیس تھا۔ (میزان الاعتدال: ۸۷۴۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے مکحول کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔

(دیکھئے: طبقات المدلسین: ۱۰۸)

فریق مخالف کے متحققین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔

(ابکار السنن: ص ۱۷۷ بحوالہ احسن الکلام: ج ۲ ص ۹۷)

ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

وهو مدلس. کہ مکحول مدلس ہیں۔ (ضعیف ابی داود: ج ۱ ص ۳۲۶ رقم: ۱۳۸)

بدیع الدین راشدی نے بھی مکحول کو مدلسین کے تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے۔ (جزء منظوم بحوالہ الفتح المبین: ص ۹۰)

اعتراض:

فریق مخالف کے بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مکحول اصطلاحی مدلس نہیں ہیں۔

الجواب:

ارسال کرنا اس کی الگ صفت ہے اور تدلیس سے اتصاف اس کی الگ شان ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے صراحت کر رکھی ہے کہ: ”یرسل کثیرا ویدلس.... الخ۔ مکحول بکثرت ارسال اور تدلیس کرتا ہے۔“ (تذکرۃ الحفاظ: ۹۶) اگر تدلیس کا معنی ارسال کرنا ہی ہے جیسا کہ فریق مخالف کا موقف ہے تو پھر ہر ایک کو داؤد عطف کے ساتھ الگ الگ کیوں کہتے ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے طبقہ ثالثہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے اور یہ تدلیس اصطلاحی معنی میں ہی ہے۔

(۳) پھر اس حدیث کی سند میں بھی اضطراب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: مکحول کبھی تو اسے براہ راست حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(دارقطنی: ۱۲۱، کتاب القراءة: ص ۴۴)

۲: اور کبھی نافع بن محمود بن ربیع کے واسطے سے۔ (سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۱۹، کتاب القراءة: ص ۴۴)

اور یہ بھی واضح رہے کہ نافع بن محمود بن ربیع مجہول ہیں۔

(دیکھئے: الجوهري النقي: ج ۲ ص ۱۶۵، تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۴۱۰، تعلیق الحسن: ص ۷۶)

۳: اور کبھی محمود بن ربیع عن ابی نعیم عن عبادہ کے واسطے سے۔ (مستدرک حاکم: ج ۱ ص ۲۳۸)

۴: اور کبھی نافع بن محمود عن محمود عن عبادہ کے طریق سے۔ (اصابہ: ج ۶ ص ۶۶)

۵: اور کبھی رجاء بن حیوہ عن محمود بن ربیع عن عبادہ کے طریق سے۔ (ایضاً)، (ماخوذ از: احسن الکلام: ج ۲ ص ۱۰۸)

مزید برآں اس حدیث میں اضطراب کا ذکر مشہور محدث امام ابن عبد البر المالکی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ومثل هذا الاضطراب لا يثبت فيه عند اهل العلم بالحديث شيء وليس في هذا الباب

مألامطعن فيه من جهة الاسناد۔ (التبہید: ج ۲ ص ۲۲۸)

الغرض یہ حدیث بلحاظ سند مضطرب بھی ہے اور یہ بات تو فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے کہ مضطرب حدیث ضعیف ہوتی

ہے۔ (دیکھئے: دلیل الطالب: ص ۸۸۲، تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۷) لہذا یہ حدیث متعدد وجوہات کی بناء پر سخت

ضعیف ہے، فریق مخالف کے اکابرین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن

ابی داود تحقیق الالبانی: تحقیق المشكاة: ۱/ ۲۷۰)

اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو منسوخ و متروک شمار ہوگی جیسا کہ فریق مخالف کے متحقق ناصر الدین نے بھی (بشرط

ثبوت) اسے منسوخ قرار دیا ہے، چنانچہ البانی صاحب نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے منسوخ ہونے کا عنوان

قائم کر کے اس کے تحت پہلے زیر بحث حدیث ذکر کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

پھر (آپ ﷺ نے) جہری نمازوں میں متقدموں کو قراءت کرنے سے منع کر دیا، ایسا اس وقت ہوا جب آپ کسی

جہری نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے کہا: کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے، تو ایک آدمی

نے کہا: ہاں! میں نے یا رسول اللہ۔ آپ (ﷺ) نے کہا: ”انی اقول مالی انا زع القرآن“، تبھی تو میں کہتا ہوں

کہ کیا بات ہے کہ قراءت قرآن میں میری آواز سے آواز لگرائی جا رہی ہے؟ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے

ہیں): کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی تو جہری نمازوں میں آپ کے ساتھ قراءت کرنا چھوڑ

دیا۔ امام کی قراءت پر خاموشی کو اقتدائے تام قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ: ”امام بتایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اسکی اقتداء

کی جائے، اس لیے جب وہ ”اللہ اکبر“ کہے تو تم بھی ”اللہ اکبر“ کہو، اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ جس

طرح سے کہ امام کی قراءت سننے کو مقتدیوں کے لئے کافی قرار دیا اور کہا کہ ”جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قراءت اسکی

قراءت مانی جائے گی۔“ (مترجم صفۃ صلاۃ النبی ﷺ: ص ۱۶۱، ۱۶۲)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ رَبِيعٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَبْطَأَ عِبَادَةُ عَنْ صَلَوةِ الصُّبْحِ فَأَقَامَ أَبُو نَعِيمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلَوةَ فَيُصَلِّي أَبُو نَعِيمٍ مِثْلَ النَّاسِ وَأَقْبَلَ عِبَادَةُ وَأَنَا مَعَهُ حَتَّى صَفَفْنَا خَلْفَ أَبِي نَعِيمٍ وَأَبُو نَعِيمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عِبَادَةُ يَقْرَأُ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ لِعِبَادَةَ سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَأَبُو نَعِيمٍ يَجْهَرُ قَالَ أَجَلَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يُجْهَرُ فِيهَا الْقِرَاءَةُ قَالَ فَالتَّبَسُّتُ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ هَلْ تَقْرَأُ وَنَ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ بَعْضُنَا إِنَّا لَنَصْنَعُ ذَلِكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا وَأَنَا أَقُولُ مَا لِي يُنَازِعُنِي الْقُرْآنَ فَلَا تَقْرَأُوا بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ وَالبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ وَخَلَقِ أَعْمَالِ الْعِبَادِ وَآخِرُونَ وَفِيهِ مَسْتَوْرٌ. قَالَ التَّيَمِيُّ إِنَّ حَدِيثَ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فِي التَّبَسُّتِ بِالْقِرَاءَةِ قَدْ دُرِيَ بِوُجُوهٍ كُلِّهَا ضَعِيفَةٌ. (آثار السنن: ۴۵۲)

☆ ☆ نافع بن محمد بن ربیع الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا، صبح کی نماز سے عبادہ رضی اللہ عنہ لیٹ ہو گئے تو ابو نعیم مؤذن نے نماز کھڑی کی، ابو نعیم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ عبادہ رضی اللہ عنہ آئے، میں ان کے ساتھ تھا، یہاں تک کہ ہم ابو نعیم کے پیچھے صف میں کھڑے ہو گئے، ابو نعیم اونچی آواز میں قراءت کر رہے تھے، عبادہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ پڑھنی شروع کر دی، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا، میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا جب کہ ابو نعیم اونچی آواز سے پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا ہاں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھائی جس میں اونچی آواز سے قراءت کی جاتی ہے تو آپ پر قراءت خلط ملط ہو گئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”کیا تم پڑھتے ہو جب میں اونچی آواز سے قراءت کرتا ہوں؟“ ہم میں سے کچھ لوگوں نے کہا، ہم تو ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو، (اور فرمایا) میں بھی تو کہوں میرے ساتھ قرآن کیوں جھگڑتا ہے، جب میں اونچی آواز سے پڑھوں تو تم سوائے سورۃ فاتحہ کے قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھو۔“ اسے ابوداؤد (۸۲۳) نسائی (۹۲۱) اور بخاری نے جزء القراءۃ (۳۳) اور خلق افعال العباد (ص: ۱۰۲) میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس (کی سند) میں مستور (راوی) ہے۔ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) نے کہا: قراءت کے خلط ملط ہونے کے بارے میں عبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کی حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے جو کہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۸۲۴، خلق افعال العباد للبخاری: ص ۱۰۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۱۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۸۰، جامع المسانید والسنن: ۵۸۱۷۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الربیع بن سلیمان الازدی، حدثنا عبد اللہ بن یوسف، حدثنا الہیثم بن حمید، اخبرنی زید بن واقد، عن مکحول، عن نافع بن محمود بن الربیع الانصاری.... الخ۔ (سنن ابی داود: ۸۲۴) یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نافع بن محمود بن ربیع مجہول و مستور ہیں، اسلام کی دوسویں میں ان کی کسی نے ثقاہت اور عدالت بیان نہیں کی۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ، حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ م ۴۶۳ھ، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ، امام ابن قدامہ رحمہ اللہ م ۶۲۰ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ وغیرہم نے انہیں مجہول و مستور قرار دیا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۹، ۱۳۲ ص ۲۹) بعض متاخرین حضرات کا امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تقلید میں نافع کو ثقہ کہنا غلط ہے کیونکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ مجہول راویوں اور مستور الحال اشخاص کی روایت کو لیتے ہیں اور اس کو دلیل بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے کتاب الحدود میں اس کی تصریح کی ہے فرمایا کہ جہالت اس سے اٹھ جاتی ہے کہ اس راوی سے دو شخص روایت کریں یا اس سے زائد۔ جبکہ ایسی صورت ہو تو اس کی حدیث معروف اور قابل قبول ہوگی۔ اس لحاظ سے نافع بن محمود کے نیچے دور راوی پائے گئے ہیں، لہذا اس کی حدیث مقبول ہوگی، یہ حضرت امام دارقطنی رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ملاحظہ ہو الدارقطنی: ج ۲ ص ۳۶۱)

لیکن جمہور محدثین اس کے خلاف ہیں، عدالت، دیانت داری اور امانت داری کی صفت ہے۔ اس کے نیچے دور راویوں کے ہونے سے شخص معروف تو بن جاتا ہے اور جہالت شخص رفع ہو جاتی ہے۔ لیکن جہالت وصفی یعنی عدالت کا ثبوت اس سے نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے کئی ماسٹر دو چھوڑ کر درجن اس کے شاگرد ہوتے ہیں اس سے شخص کی معروفیت تو ہو جائے گی لیکن امانت اور دیانت میں وہ کوڑی کے برابر قیمت نہیں رکھتا۔ اس سے ثقہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ الغرض امام دارقطنی رحمہ اللہ کے قول کو بنیاد بنا کر بعض متاخرین کا نافع کو ثقہ کہنا غلط ہے کیونکہ مجہول و مستور راویوں کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کا موقف جمہور محدثین کے خلاف ہے۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَلِيسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فَلَمَّا قَطَعَ صَلَوَتُهُ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَتَقْرَأُونَ فِي صَلَوَاتِكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فَسَكُّتُوا فَقَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ قَائِلٌ أَوْ قَائِلُونَ إِنْكَارًا لَتَفْعَلَ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا وَلِيَقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي

نَفْسِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي جُزْءِ الْقِرَاءَةِ وَآخَرُونَ وَأَعْلَاهُ الْبَيْهَقِيُّ بِأَنَّ هَذِهِ الطَّرِيقَ غَيْرُ مَحْفُوظَةٍ.

(آثار السنن: ۲۵۵)

☆ ☆ ابو قلابہ سے روایت ہے کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی، جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”کیا تم اپنی نماز میں امام کے پیچھے پڑھتے ہو جب کہ امام پڑھ رہا ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم خاموش رہے، یہ بات آپ نے تین بار ارشاد فرمائی، ایک صحابی رضی اللہ عنہم نے یا متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا (راوی کو شک ہے) ہم ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو، تم میں سے کوئی ایک اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔“ اسے بخاری نے جزء القراءة (۶۷) میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور بیہقی (۲۹۲۲) نے اسے معلول قرار دیا ہے کہ یہ سند محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۰۵، معجم ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۰۳، شرح معانی الآثار: ۱۳۰۲، صحیح ابن حبان: ۱۸۳۴، ۱۸۵۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۶۸۰، سنن الدارقطنی: ۱۲۸۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۲۳، کتاب القراءة للبیہقی: ۱۳۰، تنقیح التحقيق لابن عبد البہادی: ۷۶۱۔

امام ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني محمد بن ابي زميل، حدثنا عبيد الله بن عمرو الرقي، عن ايوب، عن ابي قلابه، عن انس.
.... الخ. (مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۰۵)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: عبيد الله بن عمرو الرقي، عن ايوب، عن ابي قلابه، عن انس.... الخ.

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۰۵، علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۲: ابن عليه وابن عيينة، وحامد بن زيد، عن ايوب، عن ابي قلابه، عن النبي ﷺ.... الخ.

(علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۳: خالد الحذاء، عن ابي قلابه، عن محمد بن ابي عائشة، عن رجل من اصحاب النبي ﷺ.... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۶۰، علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۴: ابن عليه، وخالد بن عبد الله، وشعبة، وعلى بن عاصم، عن خالد الحذاء، عن ابي قلابه، عن محمد

بن ابي عائشة، عن النبي ﷺ.... الخ. (علل الدارقطنی: ۲۶۶۴)

۵: الربیع بن ہدر، عن ایوب السختیاہی، عن الاعرج، عن ابی ہریرۃ.... الخ۔

(سنن الدار قطنی: ۱۲۸۴، علل الدار قطنی: ۲۶۶۳)

۶: سلام ابو المنذر، عن ایوب، عن ابی قلابہ، عن ابی ہریرۃ.... الخ۔

(سنن الدار قطنی: ۱۲۸۴، علل الدار قطنی: ۲۶۶۳)

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ م ۳۸۵ھ نے اس سندى اختلاف کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: علل الدار قطنی: ۲۶۶۳) اور روایت میں ایسے ہی اختلاف کو اضطراب کہا جاتا ہے اور مضطرب روایت بالاتفاق ضعیف شمار ہوتی ہے۔ مزید برآں خصوصاً فریق مخالف کو تو اسے صحیح کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوقلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی) ہے جو تدلیس کرتا تھا۔ (دیکھئے: طبقات المدلسین: ۱۵، میزان الاعتدال: ۴۳۳۴، حاشیہ صحیح ابن خزیمہ از ناصر الدین البانی: ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳) اور فریق مخالف کے متحققین میں سے خصوصاً زبیر علی زئی پارٹی کے نزدیک مدلس راوی خواہ کسی طبقہ کا بھی ہو اس کی معصن روایت ضعیف ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَعَلَّكُمْ تَقْرُءُونَ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا أَنْ يَقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. (آثار السنن: ۳۵۶)

☆ ☆ ابوقلابہ (رحمہ اللہ) سے ہی روایت ہے کہ محمد بن ابی عائشہ نے نبی ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”شاید تم قراءت کرتے ہو جب امام قراءت کرتا ہے؟“ آپ نے یہ بات دو یا تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے کوئی سورۃ فاتحہ پڑھ لے۔“ اسے احمد (۱۸۰۷۰) اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۷۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۵۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۲۲، معروض السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۹۰، کتاب القراءات للبیہقی: ۱۵۶۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الرزاق، حدثنا سفيان، عن خالد الحذاء، عن ابی قلابہ، عن محمد بن ابی عائشہ، عن رجل من اصحاب النبی ﷺ.... الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۰۷۰)

یہ روایت بھی بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے جس کی تفصیل سابقہ روایت کی تحقیق میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور پھر فریق مخالف کو تو اسے صحیح کہنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو قلابہ (عبداللہ بن زید الجری) ہے جو تدلیس کرتا تھا۔ (دیکھئے: طبقات المدلسین: ۱۵، میزان الاعتدال: ۴۳۳۲، حاشیہ صحیح ابن خزیمرہ از ناصر الدین البانی: ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳) اور فریق مخالف کے محققین میں سے خصوصاً زبیر علی زئی پارٹی کے نزدیک مدلس راوی خواہ کسی طبقہ کا بھی ہو اس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

مزید برآں اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى صَلَوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرَ تَمَامٍ فَقِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنْ أَنْتَ كُنْتَ وَرَاءَ الْإِمَامِ فَقَالَ اقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى حَمْدِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ قَالَ أَثْنَى عَلَى عَبْدِي وَإِذَا قَالَ مَا لِكَ يَوْمَ الدِّينِ قَالَ مُجَدِّدِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ قَالَ هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ وَإِذَا قَالَ إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۵۰)

☆☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے نماز پڑھی، اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے، تین بار فرمایا کہ ناقص ہے۔ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: تم اکیلے اور منفرد ہو کر تو اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھا کرو۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے اور بندے کے درمیان نماز آدمی آدمی تقسیم کر دی ہے اور بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔ جب بندہ { الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ } کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ اور جب وہ { الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ } کہتا ہے تو وہ (اللہ) فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثنائیاں کی، اور جب وہ (بندہ) { مَا لِكَ يَوْمَ الدِّينِ } کہتا ہے تو وہ (اللہ) فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعجید (بزرگی) بیان کی۔

جب وہ { إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ } کہتا ہے تو (اللہ) فرماتا ہے: یہ میرے اور بندے کے درمیان ہے اور بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔ جب وہ { إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ

الْمَغْضُوبُ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ } کہتا ہے تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔“

اسے مسلم (۳۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۹۵۹، حدیث السراج: ۲۵۱۰، صحیح ابن حبان: ۶۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۶۵، کتاب القراءة للبیہقی: ۶۵، مشکاة المصابیح: ۸۲۳۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم الحنظلي، اخبرنا سفيان بن عيينة، عن العلاء، عن ابيه، عن ابي هريرة، عن النبي ﷺ... الخ. (صحیح مسلم: ۳۹۵)
یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔

فوائد:

(۱) بعض حضرات نے {اقرأ بها في نفسك} کا معنی ”اپنے دل میں خفیہ آواز کے ساتھ اسے پڑھ“ کرتے ہوئے اس حدیث سے فاتحہ خلف الامام کے وجوب پر استدلال کیا ہے، مگر واضح رہے کہ اس حدیث کے دو حصے ہیں ایک حصہ مرفوع ہے اور دوسرا موقوف ہے۔ جہاں تک مرفوع حصے کا تعلق میں اس میں نہ تو مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی، اور امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ۶۲۰ھ وغیرہ نے صراحت فرما رکھی ہے کہ ”و كذا لك حديث ابي هريرة (فهو محمول على غير المأموم)“ یہ حدیث مقتدی کے علاوہ پر محمول ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۲ ص ۱۱۸) اور پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دیگر مفسر احادیث میں بھی اس بات کی تصریح ہے کہ امام کی قراءت کے وقت مقتدی خاموش رہے مثلاً۔۔۔۔۔

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرء فانصتوا. (سنن نسائی: ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔“

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كل صلاة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج الا صلاة خلف امام. (کتاب القراءة للبیہقی: ۴۰۴)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے جائے۔“

باقی رہا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث کا موقوف حصہ تو اس سے حتمی اور قطعی طور پر امام کے پیچھے فاتحہ کے وجوب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس میں { اقرء بہا فی نفسک } کے الفاظ ہیں اور قراءت فی النفس کے معنی زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ اپنے ہی دل میں تہجد اور غور کرنے اور منفرد اور اکیلے ہو کر پڑھنے کے بھی آتے ہیں اور جب تک یہ دو معنی اور بھی موجود ہیں تو فریق ثانی کا قطعی اور حتمی طور پر یہ دعویٰ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ قراءت فی النفس سے آہستہ پڑھنا ہی مراد ہے یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس موقوف اثر کا مطلب یہ ہو کہ اے سائل جب تم امام کے پیچھے اقتداء کر چکے ہو تو اپنے دل ہی دل میں سورۃ فاتحہ کا تہجد اور غور کیا کرو (اور زبان کو حرکت تک نہ دینا) یا یہ مطلب ہو کہ اے سائل جب تم اکیلے اور منفرد ہوا کرو تو اس وقت سورت فاتحہ پڑھا کرو۔

بلکہ اگر دیکھا جائے تو ان دونوں مطلبوں میں سے ہی کسی ایک کو لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان مطلبوں سے یہ اثر دیگر تفاسیر و احادیث سے متعارض نہیں ہوتا۔ قراءۃ فی النفس تدبیر کے معنی میں کئی احادیث میں آیا ہے مثلاً۔۔۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں یہ دوسو ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس دوسوہ کی بناء پر نماز نہ چھوڑ دینا بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ بت اے شیطان تم جھوٹ بک رہے ہو مگر یہ کہنا فی نفسہ ہو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں فی نفسہ کی زیادت روایت کی ہے۔ (بلوغ المرام: ص ۸ بحوالہ احسن الکلام: ج ۲ ص ۵۹) سوچئے کہ بحالت نماز دل کو شیطان لعین کو یہ کہنا کہ تم جھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بغیر تہجد اور غور کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ فی نفس کے اکیلے اور منفرد کے معنی میں استعمال ہونے کی بھی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

قل لہم فی انفسہم قولاً بلیغاً۔

آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بلیغ بات کہہ دیجئے۔ (النساء: ۶۳)

اس آیت میں فی نفس کے معنی مفسرین حضرات نے ایک ایک اور اکیلے اکیلے کئے ہیں ملاحظہ ہو:

تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ۶۹

تفسیر خازن: ج ۱ ص ۳۹۸

تفسیر کشاف: ج ۲ ص ۳۷۱

تفسیر کبیر رازی: ج ۳ ص ۳۷۰

البحر المدید للقاہی: ج ۲ ص ۸۸

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

فان ذکرنی فی نفسہ ذکر تہ فی نفسی وان ذکرنی ملاذ کر تہ فی ملاخیر منہم۔

(صحیح البخاری: ۴۰۵)

میرا بندہ جب مجھے تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس جماعت سے بہتر جماعت میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں فی نفسہ تنہا اور اکیلے کے معنی میں آیا ہے۔

(۲) اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ {بسم اللہ الرحمن الرحیم} داخل فاتحہ اور فاتحہ کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر بسم اللہ کو داخل فاتحہ اور اس کا جز قرار دیکر بجائے سات کے آٹھ آیتیں شمار کی جائیں تو تقسیم صحیح نہیں ہوگی، ایک طرف تو ساڑھے چار آیتیں ہو جائیں گی اور ایک طرف ساڑھے تین رہ جائیں گی، لہذا اس صورت میں نصف نصف کی تقسیم صحیح نہیں رہے گی۔

(۳) بعض احباب کا قیاس ہے کہ اس حدیث قسمت میں فاتحہ کو نماز کہا گیا ہے جس سے فاتحہ کی رکعت سمجھی جاسکتی ہے۔ مگر عرض ہے کہ یہ حدیث تو خبر واحدہ ہے، قرآن کریم کی متواتر آیت مبارکہ میں تو پوری قراءت کو نماز کہا گیا ہے: لا تجہر بصلاۃک ولا تخافت بها۔ (اور تم اپنی نماز نہ بہت اونچی آواز سے پڑھو، اور نہ بہت پست آواز سے۔) (بنی اسرائیل: ۱۱۰) یہاں باجماع قطعی مسئلہ سے مراد قراءۃ ہے، تو جب قراءت رکن نماز ہونے کے باوجود امام کے پڑھنے سے سب مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو گئی تو فاتحہ بھی ادا ہو جاتی ہے پس یہ قیاس صحیح نہ ہوا۔

جمہور کے دلائل:

دلیل نمبر ۱:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَبِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (الاعراف: ۲۰۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو“

”وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ“ کے بارے میں حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؓ اور ائمہ مفسرینؒ کی آراء:

جمہور اہل اسلام کے نزدیک اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے مسئلہ قراءت خلف الامام پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قراءت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رہیں اور خود خاموش رہیں۔ امام کا وظیفہ قراءت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ توجہ کرنا ہے اور ان کو استماع اور انصات کے علاوہ قراءت کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے اس آیت کے متعلق چند حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین کرام رحمہم اللہ اور مفسرین کرام کی آراء حاضر ہیں:

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے اقوال:

اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسن بن داود العلوی رحمہ اللہ انا ابو الحسن علی بن محمد بن حمشاذ العدل (رحمہ اللہ) حدثنی محمد بن الحسن الانماطی بغدادی، نا یحییٰ بن ایوب، نا عبد الوہاب الثقفی، نا ایوب، عن منصور، ثم لقیث منصور، فحدثنی عن ابی وائل، عن عبد اللہ بن مسعود قال فی القراءة خلف الامام: انصت للقرآن كما امرت فان فی القراءة لشغلا وسيكفيك ذلك الامام. (كتاب القراءة للبيهقي: ٢٥٤، السنن الكبرى للبيهقي: ٢٩٠٠)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیوں کہ قراءت میں شغل ہے۔ امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے۔

یہ اثر بلا غبار صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے محققین میں سے ارشاد الحق اثری نے بھی سنداً صحیح کہا ہے۔

(توضیح الکلام: ص ۵۲۳)

حدثنا ابو سعيد الأشج، ثنا ابن فضيل وابو خالد عن داود بن ابی هند عن ابی نصرقة عن اسير بن جابر المحاربي عن عبد الله قال: لعلكم تقرأون؛ قلنا نعم قال: الا تفقهون؛ مالكم لا تعقلون؛ واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. (تفسير ابن ابی حاتم الرازي: ٨٤٢٠)

اسیر بن جابر محاربی سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ شاید تم لوگ (امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہو تو ہم نے کہا جی ہاں! (ہم کرتے ہیں) تو (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم سمجھ اور عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ (اللہ رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں) اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔

یہ اثر بھی صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے اقوال:

اخبرنا ابو زكريا بن ابی اسحاق المزكي، انا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدوس، نا عثمان بن سعيد نا عبد الله بن صالح، حدثني معاوية بن صالح، عن علي بن ابی طلحة عن ابن عباس في قوله تعالى واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون يعني في الصلوة المفروضة.

(كتاب القراءة للبيهقي: ٢٥٢)

(حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”واذا قرء القرآن.. الآية“ فرض نماز کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور حکماً متصل ہے، علی بن ابی طلحہ کی براہ راست سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سماعت نہیں ہوئی بلکہ وہ سیدنا مجاہد بن جبر رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وساطت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مزید تحقیق کیلئے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں:

میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۲۲۸

فتح الباری: ج ۸ ص ۳۳۲

تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۶۱۴

تفسیر اتقان: ج ۱ ص ۳۰۸

اخبرنا ابو الحسن علی بن محمد بن عبد اللہ بن بشران ببغداد انا ابو جعفر محمد بن عمرو الرذاذنا سعدان بن نصر نا مسکین بن بکیر الحیرانی عن ثابت بن عجلان عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: المؤمن في سعة من الاستماع اليه الا في صلاة مفروضة او المكتوبة او يوم جمعة او يوم فطر او يوم اضحى يعني واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا. (كتاب القراءة: ۲۵۲) (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت ”واذا قرئ القرآن“ کے پیش نظر مومن پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس کو گنجائش ہے کہ سنے یا نہ سنے مگر مفروضہ نماز جمعہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے (ان حالات میں اس کو بہر حال خاموش رہنا اور استماع و انصات کرنا ضروری ہے)۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ ارشاد الحق اثری نے بھی اسے سنداً حسن کہا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۵۲۴)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول فرض نماز ہے اور اس روایت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما عموم الفاظ کے پیش نظر جمعہ اور عیدین کی نماز وغیرہ کا حکم بھی استماع و انصات بیان کر رہے ہیں اور یہ بات تو سب کو مسلم ہے کہ نصوص میں عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص اسباب کا۔

ثقة تابعي امام محمد بن كعب قرظي کا قول:

حدثنا يونس بن عبد الاعلى انبأ ابن وهب، ثنا ابو صفير عن محمد بن كعب القرظي قال: كان رسول الله ﷺ اذا قرء في الصلاة اجابه من وراءه اذا قال بسم الله الرحمن الرحيم قالوا مثل ما يقول حتى تنقضي الفاتحة والسورة فلبث ما شاء الله ان يلبث ثم نزلت واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون فقرء وانصتوا. (تفسير ابن ابي حاتم الرازي: ۸۶۲۴)

اس اثر کا ما حاصل یہ ہے کہ (ثقة تابعي) محمد بن كعب قرظي رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ

کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ اگلی سورۃ بھی پڑھا کرتے تھے جب تک اللہ کو منظور تھا معاملہ یوں ہی رہا، پھر سورۃ اعراف کی آیت ”واذا قرء القرآن“ نازل ہوئی تو صرف آنحضرت ﷺ ہی قراءت کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہا کرتے تھے۔

یہ اثر امام محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ تک بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کا قول:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں:

کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ”واذا قرء القرآن“ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ لابن

تیمیہ: ج ۲۲ ص ۱۵۰، المغنی لابن قدامہ: ج ۲ ص ۱۱۷)

امام ابو بکر بیہقی ۴۵۸ھ کا قول:

امام ابو بکر بیہقی ۴۵۸ھ (جن کی کتاب القراءۃ پر مسئلہ زیر بحث میں فریق ثانی کا مدار ہے) لکھتے ہیں:

انالا ننکر نزول هذه الآية في الصلوة او في الصلوة والخطبة كما ذهب اليه من ذكرنا قوله من

سلف هذه الامة غير انهم او بعض من روى عنهم اختصروا الحديث فقالوا في الصلوة

مطلقاً. (کتاب القراءۃ: ۲۶)

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں یا نماز اور خطبہ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے

جیسا کہ سلف امت کے اقوال ہم نے نقل کیے ہیں لیکن ہمارے ”عتراض“ یہ ہے کہ انہوں نے یا ان میں سے بعض نے

حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور اس آیت کا شان نزول مطلقاً نماز کو قرار دیا ہے (اور خطبہ وغیرہ کا ذکر تک نہیں کرتے۔)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ کو اس کا اقرار ہے کہ آیت مذکورہ کا شان نزول صرف نماز یا نماز اور خطبہ

دونوں ہیں اور جمہور امت کا بھی یہی قول ہے مگر ان کا اعتراض محض یہ ہے کہ آیت کو فقط نماز پر کیوں قصر کر دیا ہے؟ اس میں

خطبہ وغیرہ کا ذکر بھی آنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے لیکن امام موصوف کا یہ اعتراض محل نظر ہے کیونکہ جس حدیث کے

اختصار کا الزام امام موصوف نے عائد کیا ہے وہ حدیث سرے سے صحیح ہی نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی سب کو تسلیم ہے کہ آیت کا

حکم خطبہ کو بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے شامل ہے اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ (فیما علم)

دیگر حوالہ جات:

نیز مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ درج ذیل ائمہ نے بھی آیت مذکورہ کو نماز کے متعلق قرار دیا ہے:

☆ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ ۱۰۲ھ: (کتاب القراءۃ: ص ۷۳، ۷۴، ۷۵)

- ☆ امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ ۹۴ھ: (کتاب القراءة: ۷۵)
- ☆ امام حسن بصری رحمہ اللہ ۱۱۰ھ: (کتاب القراءة: ۷۵)
- ☆ امام ابو العالیہ الریاحی رحمہ اللہ ۹۳ھ: (کتاب القراءة: ۷۲)
- ☆ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ۱۲۴ھ: (کتاب القراءة: ۷۵)
- ☆ امام عبید بن عمیر رحمہ اللہ ۷۴ھ: (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۱۰ و ابن کثیر: ج ۳ ص ۶۲۳)
- ☆ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ ۱۱۴ھ: (تفسیر ابن جریر ج ۹ ص ۱۱۰ و ابن کثیر: ج ۳ ص ۶۲۳)
- ☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۷۴۴ھ: (تفسیر ابن کثیر: ص ۲۸۱)
- ☆ امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ ۶۲۰ھ: (المغنی لابن قدامہ: ج ۱ ص ۶۰۵)
- ☆ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ ۳۱۰ھ: (تفسیر ابن جریر: ج ۹ ص ۱۱۲)
- ☆ امام بغوی رحمہ اللہ ۵۱۶ھ: (تفسیر معالم التنزیل: ج ۳ ص ۶۲۳)
- ☆ علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ ۹۸۲ھ: (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر: ج ۴ ص ۵۰۳)
- ☆ امام ابوبکر الجصاص رحمہ اللہ ۳۰۰ھ: (احکام القرآن: ج ۳ ص ۴۹)
- ☆ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ ۱۲۷۰ھ: (روح المعانی: ج ۹ ص ۱۳۳)
- ☆ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ ۴۶۳ھ: (بخوالہ و جز المسالک: ج ۱ ص ۲۲۸ و بحوالہ احسن الکلام: ج ۱ ص ۱۶۴)
- ☆ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ: (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ج ۲۲ ص ۱۵۰)
- ☆ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ: (سنن نسائی: ۱۵۶)

چند شبہات کا ازالہ:

مفسرین کے اقوال کے بعد اس آیت کے سلسلہ میں فریق ثانی کی طرف سے پھیلائے جانے والے چند اہم شبہات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

شبہ نمبر ۱:

فریق ثانی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا خطاب مومنوں کو نہیں بلکہ کافروں کو ہے جو تبلیغ کے وقت شور و غل مچایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو۔ اس آیت میں اگر واقعی خطاب مومنوں کو ہوتا تو لعنکم کے لفظ کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ یہ لفظ ترجی کے لیے آتا ہے اور مومن بہر حال رحمت خداوندی کا مورد اور مستحق ہیں۔

الجواب:

اولا۔۔۔۔۔ یہ اعتراض بالکل بے بنیاد ہے کیونکہ ماقبل میں حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی حضرات سے بلکہ تمام امت کا اجماع و اتفاق نقل کیا چکا ہے کہ اس آیت کا خطاب نہ صرف مومنوں سے ہے بلکہ اس کا شان نزول ہی نماز ہے۔ اس اجماع کے مقابلے میں ایسے بے بنیاد اور بے دلیل نظریہ کو کون سنتا ہے؟ تبلیغ کے وقت کافروں کی بیہودہ گوئی اور شور و غل کے سلسلہ میں ”وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون“ نازل ہوئی ہے نہ کہ واذا قرأ القرآن۔

ثانیا۔۔۔۔۔ باقی لفظ لعل سے استدلال تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ لفظ لعل اگرچہ ترجی کے معنی میں آتا ہے مگر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے وضاحت کر رکھی ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وجوب کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے، چنانچہ امام خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لعل وعسى من الله واجب. (تفسیر خازن: ج ۲ ص ۲۲۲)

امام عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ اسے لکھتے ہیں:

ولعل للترجی والاطماع ولكنه من کریم فیجری مجری وعدة المحتوم وفاء له وبه قال سیبویہ. (مدارك: ج ۱ ص ۵۰)

لعل کا لفظ ترجی اور طمع دلانے کے لیے آتا ہے۔ لیکن ذات باری سے یہ حتمی اور ضروری وعدہ کے طور پر آتا ہے اور سیبویہ اسی کا قائل ہے۔

ثقفہ وصدق امام علامہ تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

شاہی محاورہ میں لعل کے معنی عجب نہیں کے آتے ہیں۔ (بیان القرآن: ج ۱ ص ۱۰)

الغرض اگر اللہ رب العزت نے اپنی شان بے نیازی کے مطابق لعلکم کے لفظ کے ساتھ مومنوں سے خطاب کیا ہے تو اس میں خرابی کیا ہے؟

نیز قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مومنوں کیلئے لعل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نہ معلوم وہاں یہ منطق کیسے چلے گا؟ چہ آیات ملاحظہ ہوں:

۱: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون.

(البقرة: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

۲: وتوبوا الى الله جميعا ايه المؤمنين لعلكم تفلحون. (النور: ۳۱)
اور اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

۳: واذا قرأ الله كثير العلكم تفلحون. (الجمعة: ۱۰)
اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

شبہ نمبر ۲:

کہا جاتا ہے کہ ”واذا قرأ القرآن“ قرآن کی دوسری آیت ”فاقرؤا ماتیسر“ سے منسوخ ہے۔

الجواب:

”واذا قرأ القرآن“ کو ”فاقرؤا ماتیسر“ سے منسوخ قرار دینا بالکل بے دلیل اور بے بنیاد ہے کیونکہ ان دونوں آیات کا محل جدا جدا ہے ”واذا قرأ القرآن“ کا شان نزول نماز باجماعت ہے اور ”فاقرؤا ماتیسر“ کا محل نماز تہجد ہے (جو کہ اکیلے اکیلے پڑھی جاتی ہے)۔ ملاحظہ ہو:

سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۹۲

اعلام الموقعین لابن قیم: ج ۲ ص ۳۲۷

السراج الممیر: ج ۴ ص ۲۳۸

نیل الاوطار: ج ۲ ص ۲۱۸

تفسیر واضح البیان: ص ۴۴۳

جب دونوں آیات کا محل ہی جدا جدا ہے تو پھر ان میں نسخ منسوخ کی بات کیسے چل سکتی ہے؟

شبہ نمبر ۳:

کہا جاتا ہے کہ نماز باجماعت تو دار کعوا مع الراکعین سے شروع ہوئی جو مدنی آیت ہے اور بعد از ہجرت نازل ہوئی اور حنفیہ ”واذا قرأ القرآن“ والی کی آیت کو جو قبل از ہجرت نازل ہوئی نماز باجماعت کے بارے میں نازل ہونا بتاتے ہیں یعنی نماز باجماعت تو مدینہ منورہ شروع ہوئی جبکہ ”واذا قرأ القرآن“ کی آیت ہے تو اس کی آیت کو نماز باجماعت کے بارے میں کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

الجواب:

اولاً۔۔۔۔۔ ”واذا قرأ القرآن“ کو اگر کی آیت مانا جائے تو بھی فریق مخالف کا مذکورہ اعتراض جاری نہیں ہوتا کیونکہ ”وارکعوا مع الراکعین“ کے مدنی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز باجماعت بھی مدینہ میں شروع ہوئی کیونکہ

بسا اوقات آیت کا نزول تقریر حکم کے لیے بھی ہوتا ہے مثلاً احادیث میں آتا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے ابتدائی زمانہ نزول میں آپ ﷺ کو وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا۔ (ملخصاً: مشکوٰۃ الصالح: ۱۳۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۶۵۷) حالانکہ آیت وضو "اذا قمتہ الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوہکم... الایۃ۔" ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو ابتداء زمانہ نبوت (یعنی مکہ مکرمہ) سے ہے مگر آیت وضو مدینہ میں تقریر حکم کیلئے نازل ہوئی تاکہ حکم محکم ہو جائے۔ اسی طرح نماز باجماعت کی ابتداء بھی مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن آیت جماعت مدینہ میں نازل ہوئی تاکہ حکم پختہ ہو جائے۔ اب نماز باجماعت کے مکہ مکرمہ سے ہی شروع ہونے کی اختصار کے پیش نظر دو دلیلیں ملاحظہ ہوں:

۱: حدثنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ہشیم قال حدثنا ابو بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بها قالی نزلت ورسول اللہ ﷺ مختلف بمکۃ کان اذا صلی باصحابہ رفع صوته بالقرآن فاذا سمع المشرکون سبوا القرآن ومن انزلہ ومن جاء به فقال اللہ تعالیٰ لنبیہ ﷺ ولا تجہر بصلاتک ای بقراءۃ نک فیسمع المشرکون فیسبوا القرآن ولا تخافت بها عن اصحابک فلا تسمعہم وابتغ بین ذلک سبیلاً۔

(صحیح البخاری: ۴۷۲۲، صحیح مسلم: ۴۴۶)

(حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اور آپ نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ (بالکل) چپکے ہی چپکے پڑھیے۔" کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپ کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے تھے اور بلند آواز سے قراءت قرآن فرماتے تھے۔ جب مشرکین قرآن سننے لگتے تو وہ قرآن اور اس کے نازل کرنے والے اور اس کو لانے والے کو برا کہتے تو اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین آپ ﷺ کی تلاوت سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی نہ سن سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان راستہ نکالیں۔

۲: حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال ما قرء رسول اللہ ﷺ علی الجن ولا راہم انطلق رسول اللہ ﷺ فی طائفۃ من اصحابہ عامدین الی سوق عکاظ وقد حیل بین الشیاطین و بین خبر السماء۔ وارسلت علیہم الشہب۔ فرجعت الشیاطین الی قومہم فقالوا: مالکم۔ قالوا: حیل بیننا و بین خبر السماء وارسلت علینا الشہب۔ قالوا: ما ذاک الا من شیء حدث۔ فاضربوا مشارق الارض ومغاربہا۔ فانظروا ما هذا الذی حال بیننا و بین خبر السماء فانطلقوا یضربون مشارق الارض ومغاربہا۔ فمر النفر الذین اخذوا نحو تحامۃ وهو ینخل عامدین الی سوق عکاظ وهو یصلی باصحابہ صلاۃ الفجر۔ فلما

سمعوا القرآن استمعوا له . وقالوا هذا الذي حال بيننا وبين خبر السماء فرجعوا الى قومهم . فقالوا : يا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا يهدي الى الرشداً فآمنّا به ولن نشرك بربنا احداً . فانزل الله عز وجل على نبيه محمد ﷺ : قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن .

(صحیح مسلم : ۴۴۹، صحیح البخاری : ۴۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کے سامنے قرآن پڑھا نہ ان کو دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بازارِ عکاظ کا ارادہ کر کے جا رہے تھے اور شیطانوں اور آسمانی خبروں کا درمیانی واسطہ بند ہو گیا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جانے لگے تو شیطان اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو انہوں نے کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان کے کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے ہیں۔ انہوں نے کہا ضرور کوئی نئی بات پیش آ گئی ہے۔ پس پھر تم مشرق و مغرب میں اور دیکھو کہ ہمارے اور آسمان کے درمیان کیا چیز حائل ہو گئی ہے۔ پس وہ چلے اور مشارق و مغارب میں پھرے۔ پس ان میں سے کچھ جنات تہامہ کی طرف گزرے اور آپ ﷺ مقام نخل پر بازارِ عکاظ کو گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو نمازِ فجر پڑھائی۔ جب انہوں نے توجہ اور غور سے قرآن کی آواز سنی تو انہوں نے کہا کہ یہ وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے، ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے اکیلے رب کے ساتھ شرک نہیں کریں گے، تو اللہ نے اپنے محمد ﷺ پر {قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن} یعنی سورۃ الجن نازل فرمائی۔

ثانیاً۔۔۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ص ۴۷۷ نے اپنی تفسیر میں اور فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان نے اپنی تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ سورہ اعراف مدنی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج ۴ ص ۲۵۴، فتح البیان: ج ۳ ص ۳۱۳ بحوالہ احسن الکلام: ج ۱ ص ۱۸۹) کیونکہ اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت یہود کا واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہود کا مرکز مدینہ طیبہ تھا نہ کہ مکہ مکرمہ۔ معلوم ہوا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور نواب صدیق حسن خان کی تحقیق کے مطابق تو سورۃ اعراف ساری ہی مدنی ہے۔

دلیل نمبر ۲:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فليؤمّكُمْ أَحَدُكُمْ وَإِذَا قَرَأَ الرَّمَامُ فَأَنْصِتُوا . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ . (آثار السن: ۲۵۹)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کیلئے

کھڑے ہو تو تم میں سے کوئی ایک تمہاری امامت کرائے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ اسے احمد (۱۹۷۲۳) اور مسلم (۴۰۴) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۷۲۳، صحیح مسلم: ۴۰۴، سنن ابن ماجہ: ۸۴۷، مسند البزار: ۳۰۵۹، مسند الرویانی: ۵۶۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۹۸، سنن ابی داود: ۹۷۳، مسند ابی یعلیٰ الوصلی: ۷۳۲۶، سنن الدارقطنی: ۱۲۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۸۸۹۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادة عن ابی غلاب، عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی، عن ابی موسیٰ... الخ۔ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۷۲۳)

یہ حدیث صحیح مسلم سمیت حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے اور بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ فریق مخالف کے متحققین میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو درج ذیل محدثین اور علماء نے صحیح قرار دیا ہے:

۱۔ امام مسلم رحمہ اللہ:

۲۔ ابو عوانہ الاسفرائینی رحمہ اللہ: (المستخرج علی صحیح مسلم: ۲/۱۳۳)

۳۔ ابو نعیم الاصبہانی رحمہ اللہ: (المستخرج علی صحیح مسلم: ج ۲ ص ۲۸۸ ج ۸۹۸)

۴۔ ابن جریر الطبری رحمہ اللہ: (جامع البیان: ۹/۱۱۲)

۵۔ المنذری (رحمہ اللہ۔ ن): (عون المعبود: ۲۳۵/۱ مختصر سنن ابی داود: ۳۱۳)۔

۶۔ حافظ ابن تیمیہ (رحمہ اللہ۔ ن): (مجموع الفتاوی: ۲۲/۲۹۵)

۷۔ حافظ ابن کثیر (رحمہ اللہ۔ ن): (التفسیر: ۱/۳۶۹)

۸۔ حافظ ابن حجر (رحمہ اللہ۔ ن): (فتح الباری: ۲/۲۲۲ تحت ج ۵۸)

۹۔ معاصرین میں سے شیخ البانی: (ارواء الغلیل: ۲/۳۳۲ ج ۳۳۲)

۱۰۔ حافظ ابن عبد البر (رحمہ اللہ۔ ن): (المتمہید: ۱۱/۳۴)

۱۱۔ معاصرین میں سے شیخ سلیم الہلالی السلفی

۱۲۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ: (العلل للخلال بحوالہ الجوہر النقی: ۲/۱۵۵، المتمہید: ۱۱/۳۴، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۳۴۰)

۱۳۔ محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری (رحمہ اللہ۔ ن): (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱/۱۲۱، نیز دیکھئے الاوسط لابن

المنذر: ۳/۱۰۶، ۱۰۷)

۱۴۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المالکی (رحمہ اللہ۔ ن): (احکام القرآن ۲/ ۸۲۸، تحت آیت: ۲۰۳ من سورۃ الاعراف)

۱۵۔ ابواسحاق الاسر فرائی (رحمہ اللہ۔ ن)

۱۶۔ ابن الصلاح الشہر زوری الشافعی (رحمہ اللہ۔ ن): (مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۹۲)

۱۷۔ ابن القیسرانی ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی (رحمہ اللہ۔ ن): (صلۃ التصوف ورقہ ۸۸، ۸۷ بحوالہ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین ص ۲۰)

۱۸۔ امام محمد بن مسلم بن عثمان بن عبداللہ الرازی المعروف بابن وادہ رحمہ اللہ

۱۹۔ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی (رحمہ اللہ۔ ن): (الفیہ العراقی مع التعليقات ص ۲۰، شعر: ۴۰، فتح المغیث للسخاوی ۵۰/۱)

۲۰۔ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی: (الجامع الصغیر ۱/ ۵۱ ح ۹۳، فیض القدیر للمناوی ۱/ ۵۳۳)

۲۱۔ ابن حزم اندلسی (رحمہ اللہ۔ ن): (دیکھئے: المحلی لابن حزم: ۳/ ۲۴۰، مسئلہ: ۳۶۰)

۲۲۔ حسین بن مسعود البغوی (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۳۔ خطیب بغدادی (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۴۔ قاضی ابویعلی الموصلی (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۵۔ ابن عدی (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۶۔ ابن مندہ (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۷۔ عبدالغنی بن سعید (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۸۔ حاکم نیشاپوری (رحمہ اللہ۔ ن)

۲۹۔ اسحاق (رحمہ اللہ۔ ن)

۳۰۔ ابن عبداللہادی (رحمہ اللہ۔ ن): (دیکھئے: نصب الراية: ج ۱ ص ۲۳۷)، (ملخصاً: مقالات: ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۳۶، ۲۴۹)

نیز اس حدیث کو فریق مخالف کے متعدد متحققین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی اور شعیب ارنؤط وغیرہم نے بھی صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: مقالات: ج ۲ ص ۲۳۶، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۹-۱۳۲ ص ۵۶، نصر الباری: ص ۲۸۳، ارداء الغلیل: ۳۳۲، تعلیق مسند احمد: ۱۹۷۲۳)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ قراءت کرنا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔ مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور

انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر انصات کے اور کوئی گنجائش نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث مطلق ہے لہذا سری اور جبری تمام نمازوں کو شامل ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ. رَوَاهُ الْحُمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۶۰)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} کہے تو تم آمین کہو۔“ اسے ترمذی کے سوا پانچوں (ابوداؤد: ۶۰۴، ابن ماجہ: ۸۴۶، نسائی: ۹۲۲، ۹۲۳، احمد: ۸۸۸۹) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۸۸۹، سنن ابی داؤد: ۶۰۴، سنن النسائی: ۹۲۱، شرح معانی الآثار: ۱۲۹۲، سنن الدارقطنی: ۱۲۳۳، فوائد تمام: ۹۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۸۸۹، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۴۲۔

یہ حدیث مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے امام ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن زيد بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ... الخ۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۴۶)

یہ حدیث بلاغبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے ائمہ محدثین کی ایک بہت بڑی جماعت نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور فریق مخالف کے متحققین میں سے ناصر الدین، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۸۴۶، ماہنامہ الحدیث ش: ۱۲۹-۱۳۲ ص ۵۷، نصر الباری: ۲۸۵، تعلیق مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۸۸۹)

فائدہ:

اس حدیث میں مقتدی کو ”ولا الضالین“ تک خاموش رہنے کا حکم ہے اور صرف آمین کہنے کی اجازت ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں مقتدی کو سورۃ الفاتحہ کی قراءت سے منع کیا گیا ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا احادیث ”ماعد الفاتحة“ پر محمول ہیں۔

الجواب:

ان حضرات کا ان احادیث کو ماعد الفاتحة پر محمول کرنا قطعاً باطل و مردود ہے اس لیے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کی جا چکی ہے:

وَإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا وَإِذَا قَالْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ.

اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب امام (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) کہے تو تم آمین کہو۔

یہ عقدہ تو غالی حضرات ہی حل کریں گے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے پہلے وہ کنسی قراءت جس میں امام کا وظیفہ قراءت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ خاموش رہنا بتلایا گیا ہے؟ اس صحیح حدیث کو پیش نظر رکھ کر بخوبی یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ غالی حضرات کی مذکورہ تاویل قطعی طور پر باطل اور مردود ہے۔ نیز فریق مخالف کے اکابرین میں سے محمد گوندلوی نے لفظ قراءت پر بحث کرتے ہوئے (ایک اثر کے ذیل میں) لکھا ہے کہ:

یہ اثر مطلق ہے مگر قراءت بالا جماع چونکہ فاتحہ سے شروع ہوتی ہے اس واسطے اس اثر سے فاتحہ خلف الامام کا پڑھنا ہوتا ہے۔ (خیر الکلام: ص ۵۲۱ بحوالہ احسن الکلام: ج ۱ ص ۲۶۳)

اس اعتبار سے مقتدی کو سورہ فاتحہ کی قراءت کے وقت اولاً وبالذات خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ بالا جماع قراءت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ مزید برآں فریق مخالف کے اکابرین میں سے محمد گوندلوی صاحب کہتے ہیں:

ہمارہ تو یہ مسلک ہے فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فرعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری یا سری ہو اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔ (خیر الکلام: ص ۳۳)

مزید لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص اپنی تحقیق کی بناء پر امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے۔ (ایضاً: ص ۲۴۵)

فریق مخالف کے متحقق ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

امام بخاریؒ کے دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کی کسی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے

والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہیں وغیرہ۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۴۳)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَكْبَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بِأَصْحَابِهِ صَلَوةً تَنْظُرُ أَتَمَّهَا الصُّبْحُ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَا لِي أَنَا زُغُ الْقُرْآنَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۶۱)

☆ ☆ سفيان بن عيينه (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ (ابن شہاب) الزہری (رحمہ اللہ) سے بیان کرتے ہیں وہ ابن اکیمہ سے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایک نماز پڑھائی، ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی، پھر آپ نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کسی نے (میرے پیچھے قرآن) پڑھا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں نے۔ آپ نے فرمایا: ”میں کہتا ہوں کہ مجھے کیا ہے کہ میرے ساتھ قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے۔“ اسے ابن ماجہ (۸۴۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۴۸، مؤطا مالک: ۲۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۸۱۹، سنن ابی داود: ۸۴۷، سنن ترمذی: ۳۱۴، سنن النسائی: ۹۱۹، شرح معانی الآثار: ۱۲۹۰، صحیح ابن حبان: ۱۸۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۸۹۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۷۔

اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وهشام بن عمار قالا حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن ابن اكيمه قال سمعت ابا هريرة... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۸۴۸)

یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے متعدد محققین جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (سنن النسائی بتحقیق البانی: ۹۱۹، ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۹-۱۳۲ ص ۵۸) ابن اکیمہ سے مراد امام ابوالولید عمارہ بن اکیمہ اللیثی المدنی ہیں جو کہ ثقہ راوی ہیں۔ ملاحظہ ہو:

تہذیب: ج ۷ ص ۴۱۱

الجوہر النقی: ج ۲ ص ۱۵۸

مرقات: ج ۱ ص ۵۳۴

تقریب: ص ۲۷۶

تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۵۴

ابکار الحسن: ۲۴

عون المعبود: ج ۱ ص ۳۰۶

فائدہ:

مؤطا مالک (۲۸۶) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ:

فانتہی الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه رسول الله بالقراءة حين سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ.

اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ ﷺ جہر سے قراءت کیا کرتے تھے، لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءت ترک کر دی تھی۔

یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جس میں تقریباً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قراءت کرنے والا صرف ایک شخص تھا اور آپ ﷺ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے قراءت نہیں کی تھیں بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قراءت کی تھی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے تو خود قراءت کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر کیا ممانعت کا کوئی جدید حکم آیا ہے؟ اور محال ہے کہ آپ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے کا حکم دیا ہو اور اس پر عمل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور آپ نے قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تسبیح، تحمید اور تشہید کو نا کو ا نہیں فرمایا۔ اگر ناگواری گزری ہے تو صرف مقتدی کی قراءت، جہری نمازوں میں اس سے بڑھ کر امام کے پیچھے قراءت کے منع ہونے کا اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

دلیل نمبر ۵:

اخبرنا ابو الحسن علی بن احمد بن الحماوی المقرء انا احمد بن سلمان الفقیہ نا ابراہیم بن الہیثم نا آدم نا ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله ﷺ: ما كان من صلوة يجهر فيها الامام بالقراءة فليس لاحد ان يقرء معه. (کتاب القراءة للبيهقي: ۲۲۹)

(حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس نماز میں امام جہر سے قراءت کرتا ہو، اس نماز میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قراءت کرے۔“

دلیل نمبر ۶:

اخبرنا ابو عبد الله الحافظ انا ابو بكر بن اسحاق الفقیہ انا احمد بن بشر بن سعد البرثدی نا فضیل

بن عبد الوہاب نا خالد یعنی الطحان ح قال ابو عبد اللہ واخبرنی ابو بکر بن عبد اللہ نا الحسن بن سفیان نا محمد بن خالد بن عبد اللہ الواسطی نا ابی عن عبد الرحمن بن اسحاق عن سعید المقبری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: کل صلاة لا یقرء فیہا بام الكتاب فہی خداج الا صلاة خلف امام۔ (کتاب القراءة للبیہقی: ۴۰۴)

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص ہوتی ہے، مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنیٰ ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔“ یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے اور بعض غالی حضرات کا ”الا صلاة خلف امام“ کی زیادتی پر کلام غلط و مردود ہے کیونکہ اس زیادتی کو روایت کرنے والے امام خالد بن عبد اللہ الطحان رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی اصول حدیث کی روشنی میں صحیح شمار ہوتی ہے۔

اس حدیث میں خلف امام اور امام الکتاب کی قید خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہیے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے تمام نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قراءت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی اور غالی حضرات جہاں قراءت سے مازاد علی الفاتحہ سے مراد لے کر گلو خاصی کیا کرتے ہیں یہ حدیث ان کی اس تاویل کو بھی باطل ٹھہراتی ہے کیونکہ اس میں خاص طور پر امام الکتاب کی قید موجود ہے جو نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ اور اس صحیح حدیث سے غالی حضرات کا یہ مطالبہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے کی ایک ہی صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کرو۔

دلیل نمبر ۷:

عَنْ عَمْرِانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ أَوْ أَيُّكُمْ الْقَارِءُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَافَ جَنِّيَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۳۶۲)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے ”سبح اسم ربک الاعلیٰ“ پڑھنی شروع کر دی، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ”تم میں سے کس نے پڑھا“ یا فرمایا: ”تم میں سے کون پڑھنے والا ہے۔“ (راوی کو شک ہے) ایک شخص نے عرض کیا: میں نے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں سمجھا کہ تم میں سے کوئی میرے ساتھ جھگڑ رہا ہے۔“ اسے مسلم (۳۹۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۹۹، مسند الحمیدی: ۸۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۸۱۵، سنن ابی داود: ۸۲۸، مسند ابی یانی: ۱۰۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۹۳، صحیح ابن حبان: ۱۰۱۸۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۱۹، سنن الدارقطنی: ۵۰۰

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنیٰ وشهدنا به بشارة قال حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت زرار بن اوفیٰ يحدث عن عمران بن حصین... الخ. (صحیح مسلم: ۳۹۸)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بالاتفاق ثابت ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے سری نماز میں بھی اپنے پیچھے قراءت کرنے والے کی قراءت کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی لہذا سری نمازوں میں بھی قراءت کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَقْرَأُونَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ خَلَطْتُمْ عَلَى الْقِرَاءَةِ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۶۳)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کہ تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قراءت خلط ملط کر دی ہے۔ اسے طحاوی (۱۲۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۳۰۹، مسند البزار: ۲۰۷۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۰۰۶، ۵۳۹۷، سنن الدارقطنی: ۱۲۹۰، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۳۶۵، التہذیب لمافی النوطا من المعانی والاسانید: ج ۱۱ ص ۴۹۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال ثنا ابو احمد محمد بن عبد اللہ بن الزبیر قال ثنا یونس بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۳)

یہ حدیث بلحاظ سند کم از کم حسن ہے اس کے شواہد بھی پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے متحققین میں سے ناصر الدین

البانی اور شعیب ارناؤط نے بھی اسے بلحاظ حسن کہا ہے۔

(حاشیہ اصل صفحہ صلاۃ النبی: ص ۳۶۷، تعلیق مسند الامام احمد: ۴۳۰۹)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے پیچھے قراءت کرنے والوں کی قراءت کو گوارا نہ فرمایا اور مخصوص لہجہ میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی اور اس حدیث میں چونکہ جہری نماز کی قید نہیں۔ اس لیے سب نمازوں کو یہ حدیث شامل ہوگی۔

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً. رَوَاهُ الْحَافِظُ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ فِي مُسْنَدِهِ وَفُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْمُؤَطَّلِ وَالطَّحَاوِيُّ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۶۴)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کا امام ہو تو اس امام کی قراءت ہی اس (مقتدی) کی قراءت ہے۔“ اسے (امام اہل سنت) محمد بن حسن (الشیبانی) نے مؤطا (ص ۹۶) میں، طحاوی (۱۲۹۳) نے اور دارقطنی (۱۲۳۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا محمد: ص ۹۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۹۳، سنن الدارقطنی: ۱۲۳۳، احکام القرآن للطحاوی: ۴۸۹، تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ۱۴۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۳۲، التحقیق فی مسائل الخلاف: ۴۷۴، تنقیح التحقيق لابن عبدالبہادی: ۷۴۸، اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد الماسنید العشرۃ للبویری: ۱۰۷۵، فتح القدیر للکمال ابن الہمام: ج ۱ ص ۳۴۶۔ اور مختلف اسانید کے ساتھ مروی ہے، امام احمد بن ابوبکر بوسیری رحمہ اللہ ص ۸۴۰، حافظ ابن الہمام رحمہ اللہ ص ۸۶۱ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ ص ۱۲۰ نے اسے مسند احمد بن منیع کے حوالے سے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

قال احمد بن منيع انبأنا اسحاق الازرق ثنا سفيان وشريك عن موسى ابن ابی عائشة عن عبد الله بن شداد عن جابر... الخ.

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۱۰۷۵، فتح القدیر: ج ۱ ص ۲۴۶، تفسیر روح المعانی: ج ۵ ص ۱۴۱)

امام سفیان اور شریک رحمہما اللہ کے علاوہ امام اہل سنت ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حسن بن عمارہ رحمہ اللہ نے بھی اسے موسیٰ بن ابی عائشہ سے بیان کیا ہے اور یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

چنانچہ امام احمد بن ابوبکر بوسیری رحمہ اللہ ۸۴۰ھ نے اسے مسند احمد بن منیع اور مسند عبد بن حمید سے بالسند نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

اسناد حدیث جابر الاول صحیح علی شرط الشیخین والثانی علی شرط مسلم۔

(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۱۲۶۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی پہلی سند (مسند احمد بن منیع والی) صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرط پر، جب کہ اس کی دوسری سند (مسند عبد بن حمید والی) صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔
فریق مخالف کے متحقق ناصر الدین صاحب لکھتے ہیں:

وقواہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کما فی الفروع لابن عبد الہادی (ق ۴۸/۲) و صحیح بعض طرقہ البوصیری (صفة صلاة النبی ﷺ: ص ۱۰۰)
کہ اس حدیث کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے قوی قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ ابن الہادی کی کتاب الفروع میں ہے اور امام بوسیری نے اس کے بعض طرق کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ:

اس حدیث کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قراءت کرنے کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے بلکہ امام کا پڑھنا گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

اعتراض:

بعض حضرات نے لکھ مارا ہے کہ اس حدیث ”فقرأوا الامام له قراءة“ میں ”له“ کی ضمیر حرف ”من“ کی طرف نہیں لوٹتی بلکہ یہ ضمیر ”الامام“ کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت صرف امام کے لیے ہے یعنی مقتدی کو اپنی الگ اور جدا قراءت کرنا ہوگی۔

الجواب:

یہ اعتراض یا بزعم خود جواب محض یہودہ اور لغو ہے:

۱۔۔۔۔۔ اس لیے کہ سو فیصدی نجات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب جملہ خبر واقع ہو تو لا بدی ہے کہ اس جملہ میں ربط پیدا کرنے والی کوئی چیز ہو مظہر ہو یا ضمیر جو مبتداء کی طرف راجع ہو، عام اس سے کہ مذکور ہو یا مقدار اس حدیث میں ”من کان له امام“ حرف ”من“ مبتداء ہے جو شرط کے معنی کو متضمن ہے اور جملہ ”فقرأوا الامام له قراءة“ اس کی خبر ہے جو جزاء پر مشتمل ہے۔ اگر ”له“ کی ضمیر حرف ”من“ کی طرف راجع نہ ہو تو پھر (غالی حضرات۔ ن) اور ان کے اتباع ہی یہ

ارشاد فرمائیں کہ ”مَنْ“ کی طرف کوئی ضمیر راجع ہوگی یا ربط پیدا کرنے والی یہاں کیا چیز ہے؟ کیا علم نحو (غالی حضرات سے) اتنا مرعوب یا ان کا اتنا خیر خواہ ہے کہ اس کو یہاں اپنا عمل کرنے کی توفیق ہی نہیں اور نہ اس میں اس کی ہمت اور جرات ہے۔۔۔ الخ۔ مؤلف خیر الکلام ص ۴۹۵ لکھتے ہیں کہ بلکہ ضمیر مقدر بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ الخ۔

الجواب:

بے شک مقدر بھی ہو سکتی ہے مگر وہاں جہاں ظاہر اور مذکور نہ ہو یہاں مقدر ماننے کا کونسا داعیہ ہے جبکہ ضمیر ظاہر موجود ہے؟
ثانیاً۔۔۔ چونکہ فریق مخالف کا عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ہے (اور ان کے زعم میں دوسرے لوگ جو ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں صرف فقہ اور اماموں کے قول سے احتجاج کیا کرتے ہیں) اس لیے بطور نمونہ صرف چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس خود ساختہ قاعدہ کے تحت ان کا مطلب ہمیں سمجھا دیا جائے:

- ۱۔ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ. (بخاری وغیرہ)
غالی حضرات کے مذکورہ قاعدہ کے رُوسے اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہی حاجات پوری کرتا رہتا ہے۔ (عیاذ باللہ)
- ۲۔ مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كَرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ. (بخاری وغیرہ)
غالی حضرات کے قاعدہ کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا: اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے مصائب دور کرتا ہے۔ (عیاذ باللہ تعالیٰ)
- ۳۔ مَنْ بَنَى لِلَّهِ مَسْجِدًا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (متفق علیہ)
غالی حضرات کے گھریلو ضابطہ کے لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے لیے جنت میں گھر بناتا ہے۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ)، (ماخوذ از احسن الکلام)

دلیل نمبر ۱۰:

سری نمازوں کے سلسلے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی ایک فیصلہ کن حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے، جسے یہاں پر دوبارہ نقل کیا جاتا ہے:

يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا قَرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ قَالَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَنَاهُ فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَتْنَاهُ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ، فَتَنَّاكَ أَذَلِكَ حَتَّى سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

(کتاب الآثار روایت ابی یوسف: ۲۲)

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی اقتداء میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھتے

ہوئے قراءت کی تو ایک آدمی نے اس کی طرف اشارہ کر کے اسے منع کیا۔ مگر یہ قراءت کرنے سے باز نہ آیا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو کہا: کیا تم مجھے نبی ﷺ کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کر رہے تھے؟ پھر وہ دونوں اس مسئلہ میں بحث کرنے لگے، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے سن لیا، تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کو (الگ قراءت نہیں کرنی چاہیے بلکہ) امام کی قراءت ہی اس کو کافی اور بس ہے۔“ یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے، بعض حضرات کا ابو الولید کو مجہول کہنا غلط ہے کیونکہ ابو الولید کوئی الگ اور جداگانہ شخصیت نہیں بلکہ ابو الولید سیدنا عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کی ہی کنیت ہے۔ چنانچہ امام ابو عبداللہ حاکم رحمہ اللہ م ۵۴۰ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن شداد وہو بنفسه ابو الولید ومن تہا ون بمعرفة الاسامی اور ثلہ مثل هذا الوهم۔
(معرفة علوم الحديث للحاکم: ص ۱۷۸)
یعنی ابو الولید خود بعینہ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ تھے لیکن جن لوگوں نے روات کے ناموں میں غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ان کو ایسا وہم ہو جانا کچھ بعید نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

عبداللہ بن شداد اصلہ مدینی و کنیتہ ابو الولید۔ (ایضاً: ص ۱۷۸)
عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ در اصل مدنی تھے اور ابو الولید ان کی کنیت تھی۔

گویا اس لحاظ سے سند کی اصلی عبارت یوں تھی: عن عبداللہ بن شداد ابی الولید۔۔۔ الخ۔ رات میں سے کسی نے یا ناخ یا کاتب نے ابو الولید کو سابق سے الگ سمجھ کر ایک جدا ہستی اور مستقل راوی سمجھ لیا ہے جو کہ غلط ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایت انحصاری میں اس کی سند کی عبارت یوں ہے:

عن موسیٰ عن عبداللہ بن شداد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ... الخ۔ (مسند ابی حنیفہ: ص ۲۵)

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحُسْبُهُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَإِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْظَافَةِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ص ۳۶۵)

☆ ☆ نافع (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب وہ اکیلا نماز پڑھے تو چاہیے کہ وہ قراءت کرے۔ اسے مالک نے مؤطا (۲۸۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۲۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۱۷، شرح السنۃ للبغوی: ج ۳ ص ۸۵، کتاب القراءۃ للسیبکی: ۳۹۸، الاستذکار لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۴۶۲، التمهید لابن عبدالبر: ج ۱ ص ۳۷، جامع الاصول: ۳۹۱۸۔
مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر... الخ. (مؤطا مالک: ۲۸۳)
یہ اثر بلحاظ سند بالاتفاق صحیح بخاری و صحیح مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، حتیٰ کہ فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی نے بھی اس کی سند کو صحیح بلکہ اصح الاسانید کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۱۷)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۶۶)
☆☆ (حضرت سیدنا) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی مگر اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔ اسے مالک (۳۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۳۸، مؤطا محمد: ۱۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۲۷۴۵، سنن الترمذی: ۳۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۰۰، السنن الکبریٰ للسیبکی: ۲۸۹۹، معرفۃ السنن والآثار للسیبکی: ۳۲۰۳، کتاب القراءۃ للسیبکی: ۳۵۸، الاستذکار: ۳۸، جامع الاصول: ۳۴۲۶۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالک عن ابی نعیم و وهب بن کيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول... الخ. (مؤطا مالک: ۲۸)
یہ اثر بھی بخاری و مسلم کی شرط پر بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، مخالفین احناف میں سے زبیر علی زئی اور محمد گوندلوی وغیرہ نے بھی صحیح کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۱۸، خیر الکلام: ص ۵۱۹)

دلیل نمبر ۱۳:

وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي تَابِ سُجُودِ التَّلَاوَةِ. (آثار السنن: ۲۶۷)

☆ ☆ عطاء بن یسار (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قراءت نہیں کی جاسکتی۔“ اسے مسلم (۵۷۷) نے سجود تلاوت والے باب میں روایت کیا ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۷۷، سنن النسائی: ۹۶۰، مستخرج ابی: عنوان: ۱۹۵۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۲۷۴، کتاب القراءۃ للبیہقی: ۴۴۸، جامع الاصول: ۳۷۹۸، جمع الفوائد: ۱۸۲۵، شرح معانی الآثار: ۱۳۱۴۔
امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى ويحيى بن ايوب وقتيبة بن سعيد وابن حجر قال يحيى بن يحيى اخبرنا وقال الآخرون حدثنا اسماعيل وهو ابن جعفر عن يزيد بن خصيفة عن ابن قسيط عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت... الخ. (صحیح مسلم: ۵۷۷)
یہ اثر بھی بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالُوا لَا تَقْرَأُ وَلَا خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۶۸)

☆ ☆ عبید اللہ بن مقسم (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، (سیدنا) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے (امام کے پیچھے قراءت کے بارے میں) پوچھا تو ان سب نے فرمایا: ”کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی قراءت نہ کرو۔ اسے طحاوی (۱۳۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يونس قال ثنا ابن وهب قال اخبرني حيوة بن شريح عن بكر بن عمرو عن عبید الله بن مقسم انه سأل.... الخ. (شرح معانی الآثار: ۱۳۱۲)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَنْصِتْ لِلْقَرَاءَةِ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا

وَسَيَكْفِيكَ ذَلِكَ الْإِمَامُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۳۶۹)
 ☆☆ ابوداؤد (شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ قرآن کیلئے خاموش رہو۔ امام نماز کے اندر قراءت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قراءت کافی ہے۔ اسے طحاوی (۱۳۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۰۷، مؤطا محمد: ۱۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۲۸۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۱۱، ۱۰۴۳۵، اسنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۰۰، نصب الراية للزيلعي: ج ۲ ص ۱۲، اتحاف المهر: ۱۲۶۲۸۔
 اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن مرزوق قال ثنا الخصب قال ثنا وهيب بن خالد عن منصور بن المعتمر عن ابي وائل عن ابن مسعود... الخ. (شرح معانی الآثار: ۱۳۰۷)
 یہ اثر بلاغبار صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔
 (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۰)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنْ عُلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِيًّا قُوَّةً ثَرَابًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۶۰)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے کاش اس کا منہ مٹی سے بھر جائے۔“ اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
 امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر قال ثنا ابو داود قال ثنا حجاج بن معاوية عن ابي اسحاق عن علقمة عن ابن مسعود... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۱۰)

یہ اثر بلحاظ سند کم از کم حسن ہے، امام ابو معاویہ حدیج بن معاویہ بن الرحیل رحمہ اللہ پر بعض حضرات کی غیر مفسر جرح مردود ہے، امام ابن عدی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ نے لکھا ہے کہ حدیج میں کوئی خرابی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی منکر حدیث مجھے معلوم ہے۔ (الکامل لابن عدی: ۵۴۵)

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَقْرَأُ وَالْإِمَامُ بَيْنَ يَدَيَّ فَقَالَ لَا. رَوَاهُ

الطحاوی وَاِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۷۱)

☆ ☆ ابو حمزہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: جب امام میرے سامنے ہو تو کیا میں قراءت کروں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔ اسے طحاوی (۱۳۱۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا ابو صالح الحرانی قال ثنا حماد بن سلمة عن ابی حمزة.... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۱۶)

ہمارے نزدیک یہ اثر حسن درجہ کا ہے جبکہ فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک صحیح ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۱)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرْقَةَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ آفِي كُلِّ صَلَاةٍ قُرْآنٌ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَ هَذَا فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَا كَثِيرُ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ لَا أَرَى الْإِمَامَ إِذَا أَمَرَ الْقَوْمَ إِلَّا قَدْ كَفَاهُمْ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَآخَرُونَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۲۷۲)

☆ ☆ کثیر بن مرہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر نماز میں قرآن (کی قراءت) ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جی ہاں!“۔ تو لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا: یہ ضروری ہوگئی۔ پھر (سیدنا) ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کثیر! اور میں ان کے پہلو میں تھا۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ جب امام لوگوں کو جماعت کرائے تو وہ ان کی طرف سے کافی ہے۔ اسے دارقطنی (۱۲۸۰) طحاوی (۱۲۸۹) اور احمد (۲۷۵۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۲۸۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۲۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۵۳۰، مسند ابی حنیفہ: ۳۳،

سنن النسائي: ۹۳۳، السنن الكبرى للبيهقي: ۲۹۰۹، معرفة السنن والآثار للبيهقي: ۳۸۱۲۔

اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر النيسابوري عبد الله بن محمد بن زياد وعبد الملك بن احمد بن الدقاق قالا: نا بخر

بن نصر لنا عبد الله بن وهب حدثني معاوية بن صالح، عن ابی الزاهرية، عن كثير بن مرقاة عن ابی

الدرداء... الخ. (سنن الدار قطنی: ۱۲۸۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے، زبیر علی زئی نے بھی حسن کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۱۳۳ ص ۲۲)
اور اس باب میں تابعین کے بھی کافی آثار مروی ہیں۔ جنہیں احسن الکلام (ج ۱ ص ۳۹۵ تا ۴۰۹) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فائدہ:

ہم نے ترک قراءت کے مسئلہ میں قصداً اختصار سے کام لیا ہے تفصیل کے طلب گار حضرات امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ”احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام“ کا مطالعہ فرمائیں۔

{ مغرب کی ایک رکعت پانے والا شخص باقی ماندہ نماز کیسے پڑھے گا؟ }

۱۸۳. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ مَسْرُوقًا وَجُنْدُبًا أَدْرَكََا رُكْعَةً مِنَ الْمَغْرِبِ، فَقَامَا يَقْضِيَانِ، فَقَرَأَ فِيهِمَا جَمِيعًا، وَقَعَدَ مَسْرُوقٌ فِيهِمَا، وَقَامَ جُنْدُبٌ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا، فَأَتَيَا ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: كُلُّ قَدْ أَحْسَنَ وَمَا فَعَلَ مَسْرُوقٌ أَحَبُّ إِلَيَّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مسروق رحمہ اللہ اور سیدنا جندب رضی اللہ عنہ کو مغرب کی نماز میں (امام کے ساتھ) ایک رکعت ملی (دو رکعتیں فوت ہو گئیں) چنانچہ ان دونوں حضرات نے امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی پھر کھڑے ہو کر باقی نماز پوری کی، مسروق رحمہ اللہ تو (باقی) دونوں رکعتوں میں بھی بیٹھے جبکہ سیدنا جندب رضی اللہ عنہ پہلی (یعنی اپنی دوسری) رکعت میں کھڑے ہو گئے (اور دوسری یعنی امام والی کو ملا کر تیسری میں بیٹھ گئے)، (سلام پھیرنے کے بعد) پھر یہ دونوں حضرات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے (اور انہیں واقعہ بتلایا) تو انہوں نے فرمایا: ”تم دونوں میں سے ہر ایک نے ٹھیک کیا ہے البتہ جو مسروق رحمہ اللہ نے کیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۳۱ باب من سبق بشیء من صلاتہ، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۸۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۰: ۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ حضرت امام مسروق بن اجدع ہمدانی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات معجمی: ۱۵۶۱)
- ۲۔ جناب سے مراد جناب الخیر الازدی الغامدی رضی اللہ عنہ مراد ہیں چنانچہ جامع المسانید (ج ۱ ص ۴۲۳) میں ازدی کی تصریح موجود ہے۔ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ صحابی ہیں۔ (الکاشف: ۸۱۹)

فائدہ:

امام کے ساتھ مغرب کی ایک رکعت پانے والا شخص جب باقی ماندہ نماز پڑھے گا تو زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ وہ دوسری رکعت میں بھی بیٹھے اور تیسری میں بھی۔ کیونکہ مغرب کی دوسری اور تیسری رکعت میں قعدہ کیا جاتا ہے البتہ پہلی رکعت میں قعدہ نہیں لیکن امام کی اتباع کی وجہ سے یہ شخص پہلی رکعت میں بھی بیٹھا تھا تو گویا تینوں رکعتوں میں قعدہ ہو گیا، یہ طریقہ زیادہ پسندیدہ ہے۔

{ جس شخص کی امام کے ساتھ کوئی رکعت رہ گئی ہو وہ اس کو ادا کرتے وقت قراءت کرے }

۱۸۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يَفُوتُهُ بَعْضُ الصَّلَاةِ مَعَ الْإِمَامِ: إِنَّهُ يَقْرَأُ فِيمَا يَقْضِي.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جس شخص کی امام کے ساتھ کوئی رکعت رہ گئی ہو وہ اس کو ادا کرتے وقت قراءت کرے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۴۱۶ باب ما یقرء فیما یقضى، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۵۲ فی الرجل یفوتہ بعض الصلاة مما یجہر فیہ الامام۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ شروع زمانہ میں دوران نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا }

۱۸۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا يَرُدُّونَ السَّلَامَ عَلَى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، لَجَاءَ رَجُلٌ ذَاتَ يَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَوَجَدَ الرَّجُلُ فِي نَفْسِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَتَاهُ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ

سُحِطَ نِعْمَةُ اللَّهِ، كُنْتَ تَرُدُّ عَلَى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْكَ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ؛ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا عَنْ رَدِّ السَّلَامِ، فَتَرَكَ الرَّدَّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نماز میں ہوتے ہوئے بھی سلام کرنے والے کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے، ایک دن ایک شخص آیا اور اس نے آپ کو سلام کیا جبکہ آپ نماز میں تھے تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا، پس اس شخص کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے (کہ جواب نہ دینے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟) جب نبی مکرم ﷺ سے نماز سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔، آپ سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیا کرتے تھے مگر جب میں نے آپ پر سلام کیا تو آپ نے مجھے جواب نہ دیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ یہ نماز میں ایک مشغولیت ہے۔“ چنانچہ (اس واقعہ کے بعد) آپ ﷺ نے سلام کا جواب دینا چھوڑ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داؤد: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبہ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

فائدہ:

یہ واقعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی ہے، چنانچہ دیگر مفصل روایات میں ان کا نام موجود ہے۔

۱۸۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ سَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُحُطِ نِعْمَةِ اللَّهِ. قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: سَلَّمْتُ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ؛ قَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا عَنْ رَدِّ السَّلَامِ، فَلَمْ تَرُدَّ السَّلَامَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب حبشہ کے علاقے سے واپس آئے تو

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کیا مگر آپ ﷺ نے انہیں جواب نہ دیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس وجہ سے؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔“ کہا: اس دن کے بعد ہم نے کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبہ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبہ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

بخاری کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے، چنانچہ بخاری میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا يحيى بن حماد حدثنا ابو عوانة عن سليمان عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله رضي الله

عنه..... الخ. (صحیح البخاری: ۲۸۷۵)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی ہجرت سے واپس آئے۔
- ۲۔ شروع زمانہ میں دوران نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔
- ۳۔ نبی مکرم ﷺ کے دور میں سلام کا جواب دینے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جواب نہ دینے کو ناراضگی پہ محمول کیا۔
- ۴۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اس سے پتہ چلا کہ

انہیں غائب کا علم نہ تھا۔

۵۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض خیال کر کے فوز اللہ کی پناہ لی۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی عذاب الہی کا باعث ہے اس لیے انہوں نے فوز اللہ کی پناہ حاصل کی۔
۶۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ اس لیے ان کی مزعومہ ناراضگی برداشت نہ کر سکے فوراً بول اٹھے: میں تو اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

۷۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو ”اللہ کی نعمت“ کہا۔ واقعہ آپ ﷺ میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت تھی۔

۸۔ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا: کس وجہ سے آپ نے اللہ کی پناہ مانگی۔ لہذا پریشان کہ دلا سہ دینا چاہیے۔

۹۔ نبی ﷺ نے اصل وجہ بتلائی کہ نماز میں سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ اس لیے نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس دن کے بعد کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اب دوران نماز سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

۱۱۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث نبوی ﷺ کو قابل عمل سمجھتے تھے۔

۱۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جتنا علم حاصل ہو جاتا اس پر عمل شروع کر دیتے، یعنی ان کا علم پر عمل تھا۔

۱۸۷۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَقُولُ إِذَا تَشَهَّدَ: السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، فَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ؛

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی کو سلام کرے جبکہ وہ نماز پڑھا رہا ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا کہ وہ التحیات میں {السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين} نہیں پڑھتا؟ یہ پڑھ کر گویا اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا ہے۔

محقق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۸۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُسَلِّمُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ عَنْ يَمِينِهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدَّيْهِ الْأَيْسَرِ،

وَعَنْ يَسَارِיהَ حَتَّى يُزَيَّ بَيَاضُ خَدَيْهِ الْأُثْمَنِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (نماز کے اختتام پر) نبی مکرم ﷺ جب دائیں طرف سلام پھیرتے تو {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہتے اور اس قدر منہ موڑتے کہ آپ کے بائیں رخسار اطہر کی سفیدی دکھائی دینے لگتی، اور جب بائیں طرف سلام پھیرتے تو بھی {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہتے اور اس قدر منہ موڑتے کہ آپ کے دائیں رخسار اطہر کی سفیدی دکھائی دینے لگتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۹۵، سنن ابن ماجہ: ۹۱۴، سنن ابی داؤد: ۹۹۶، سنن النسائی: ۱۳۱۹، ۱۳۲۴، مسند الامام احمد: ۳۶۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۵۰، مسند البزار: ۱۹۶۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۰۲، مسند السراج: ۱۲۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۸۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد و مسائل:

۱۔ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے وقت اپنا چہرہ مبارک اتنا پھیرتے تھے کہ آپ کا منور رخسار نظر آنے لگتا تھا، واضح رہے کہ جمہور کے نزدیک الفاظ سلام کہہ کر نماز سے باہر نکلنا واجب ہے۔

۲۔ قعدہ کی دعاؤں سے فارغ ہو کر نمازی دائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ سلام کہے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ (تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو) اور پھر بائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے ان ہی الفاظ سے سلام کہے۔

{سلام پھیرتے وقت کیا نیت کی جائے؟}

۱۸۹۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: يُسَلِّمُ الْإِمَامُ عَنْ يَمِينِهِ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، وَيَنْوِي مَنْ عَنْ يَمِينِهِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْحَفَظَةِ، وَيُسَلِّمُ عَنْ يَسَارِهِ كَذَلِكَ، وَيَنْوِي كَذَلِكَ، وَيُسَلِّمُ الَّذِي خَلْفَ الْإِمَامِ، وَيَنْوِي كَذَلِكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے {السلام علیکم ورحمۃ اللہ} کہے اور دائیں طرف کے تمام مردوں، عورتوں اور محافظ فرشتوں (پر سلامتی و رحمت خداوندی) کی نیت کرے، اور بائیں طرف بھی

انہی کلمات کے ساتھ سلام پھیرے اور وہی نیت کرے، اور جو شخص امام کے پیچھے ہو وہ بھی سلام پھیرے اور اسی طرح نیت کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ الفاظِ تشہد میں اضافہ مناسب نہیں }

۱۹۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ: أَنَّهُ عَلَّمَ رَجُلًا التَّشَهُّدَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقُولُ: بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ، وَجَعَلَ عَلْقَمَةُ يَقُولُ: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، وَجَعَلَ يَقُولُ فِي آخِرِهَا: أَشْهَدُ إِلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَجَعَلَ عَلْقَمَةُ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو تشہد سکھایا، وہ شخص بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ کہہ رہا تھا جبکہ علقمہ رحمہ اللہ {التَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ} کہہ رہے تھے، وہ شخص تشہد کے آخر میں {أَشْهَدُ إِلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ} کہہ رہا تھا جبکہ علقمہ رحمہ اللہ {أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ} کہہ رہے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اللہ پر سلام مت کہا کرو، اللہ تو خود سراپا سلام ہے }

۱۹۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَى جِبْرَائِيلَ، السَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَقُولُوا السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ وَمِنْهُ السَّلَامُ، وَلَكِنْ قُولُوا: التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے: اللہ پر سلام ہو، جبریل پر سلام ہو، اللہ کے رسول پر سلام ہو، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ پر سلام مت کہا کرو، اللہ تو خود سراپا سلام ہے اور سلامتی اسی کی طرف سے ہے۔ البتہ یوں کہا کرو: {التَّحِيَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، (تمام قوی، فعلی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔ اس لئے کہ جب تم نے یہ کہہ لیا تو اللہ کے ہر نیک بندہ کو جو آسمان میں ہو اور زمین میں ہو اس کو (تمہارا سلام) پہنچے گا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۳۱، صحیح مسلم: ۴۰۲، سنن ابن ماجہ: ۸۹۹، سنن ابی داؤد: ۹۶۸، سنن الترمذی: ۲۸۹، مؤطا محمد: ۱۳۸، مسند ابی داؤد: الطیالسی: ۲۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۶۱، مسند ابن الجعد: ۳۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۸۵، مسند احمد: ۳۶۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابوداؤد اکل سے امام ابوداؤد اکل شقیق بن سلمہ الاسدی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۷۶۷)

{ الفاظ تشہد کا بیان }

۱۹۲. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ: أَنَّهُ عَلَّمَهُمُ التَّشَهُّدَ: التَّحِيّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ تشہد سکھایا تھا: (التَّحِيّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، (تمام قوی، فعلی اور مالی عبادتیں صرف اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۱۶۰، سنن النسائی: ۱۱۶۳، سنن ابی داود: ۹۶۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۰۲، صحیح ابن خزیمہ: ۷۰۳، حدیث السراج: ۷۲۱، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۱۱، السنن الکبری للبیہقی: ۲۸۷۸، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۷۳۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱) مذکورہ بالا کلمات تشہد کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں میں دو قعدے شروع ہیں، ان کے پہلے قعدہ میں صرف ان ہی کلمات پر اکتفا کرنا ضروری ہے، اور ان کے دوسرے قعدہ میں صرف ان ہی کلمات پر اکتفا کرنا ضروری ہے، اور ان کے دوسرے قعدہ میں، نیز جن نمازوں میں صرف ایک قعدہ شروع ہے، ان کے قعدہ میں بھی ان کلمات کے پڑھنے کے بعد درود شریف اور مسنون دعاؤں میں سے کسی ایک یا زیادہ دعاؤں کا پڑھ لینا بھی مستحب ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے عبداللہ روپڑی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (فتاویٰ الہمدیث: ۱/۵۲۸)

(۲) واضح رہے کہ اس دور میں مبتدعین نے ایک نیا عقیدہ گھڑا ہے کہ نبی کریم ﷺ بیک وقت ہر جگہ اور ہر مقام پر اللہ رب العزت کی طرح حاضر و ناظر ہیں۔ اور اس کیلئے وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر نبی ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو نماز میں آپ ﷺ کو ”السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ“ (اے نبی! آپ پر سلام ہو) سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس خطاب سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ ﷺ کو خطاب کرتا ہے۔ (دیکھئے: تسکین الخواطر: ص ۵۸، جاء الحق: ص ۱۳۵، مقیاس حنفیت: ص ۲۸۲ وغیرہ)

مبتدعین کے اس بے تکے استدلال کی دو شقیں ہیں۔

(۱)۔۔۔۔۔ آپ ﷺ حاضر و ناظر نہیں تو ”عَلَیْكَ“ (تجھ پر) سے کیوں خطاب کیا جاتا ہے؟

(۲)۔۔۔۔۔ ”اَیُّهَا النَّبِیُّ“ (اے نبی!) سے کیوں خطاب ہوتا ہے؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ شارحین حدیث نے صراحت فرما رکھی ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی کہ (التَّحِیَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ... الخ.) سب زبانی عبادتیں، سب بدنی عبادتیں صرف اللہ کیلئے ہیں تو اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا کہ:

السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی! آپ پر سلام ہو۔

آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے حضور میں چونکہ اس وقت حاضر تھے اس لئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی امت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو جس طرح کہ اللہ رب العزت سے سنا تھا برقرار رکھا۔

چنانچہ شارحین حدیث لکھتے ہیں:

اگر کہیں کہ خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے اور آپ ﷺ اس مقام پر حاضر نہیں ہیں تو اس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغہ خطاب وارد ہوا ہے اور اس کو اس پر برقرار رکھا گیا ہے اور اس میں کوئی تغیر نہ کیا گیا۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ بر حاشیہ اخبار الاخیار: ص ۳۱۶ واللفظ لہ، مرقات ملا علی القاری: ج ۱ ص ۵۵۶۔ بحر الرائق: ج ۱ ص ۳۲۲، شامی: ج ۱ ص ۷۸۷)

اور قرآن کریم میں اور کتب حدیث میں متعدد ایسی مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی وقت کسی فرد اور شخصیت کو اس کی موجودگی اور حاضری میں خطاب ہوا تھا تو آج بھی حرف یا اور خطاب کی ضمیر سے اسے یاد کیا جاتا ہے، اس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے کوئی بھی اس کا حاضر و ناظر ہونا مراد نہیں لیتا۔ مثلاً۔۔۔۔۔

(۱) عزیز مصر کی بیوی نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی و طہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان سے ہی ایک شیر خوار بچے کو کواد بنا یا اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تو بالکل کوئی قصور نہیں بلکہ سارا قصور ہی میری بیوی کا ہے تو اس پر وہ اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

واستغفري لذنبك انك كنت من الخاطئين۔ (سورۃ یوسف پارہ نمبر ۱۲)
تو اپنے گناہ پر معافی مانگ بے شک تو ہی خطا کاروں میں تھی۔

اس آیت مبارکہ میں ”لذنبك“ اور ”انك“ سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے اور سارے مسلمان قرآن کی اس آیت کو اسی طرح پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا۔

(۲) مصر کے جیل خانہ میں جس قیدی کی رہائی ہونے والی تھی، سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا کہ:

اذكري عند ربك۔ (پارہ ۵: ۱۲ یوسف: ۴۲)

میرا بھی ذکر اپنے آقا کے سامنے کر دینا۔

اس آیت میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج بھی مسلمان ”عند ربك“ کے الفاظ سے ہی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں کہتا۔

اگر ”السلام عليك“ سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ ف اور محض دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے جیسا کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں، بھائیوں اور اکابر کو ”السلام عليكم“

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ لکھا کرتے ہیں تو اس کا یہ معنی تو نہیں ہوتا کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر اور موجود ہوتے ہیں ورنہ ان کو خط لکھنے کی ہی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط بزرگوں اور دوستوں کو پہنچ جائے گا تو اس وقت ان کو خطاب ہو جائے گا، جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بادشاہ روم کو خط میں لکھا تھا:

ادعوك بدعاية الاسلام۔ میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ ہر قل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود اور حاضر تھا، اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھئے کہ ہم ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ سے خطاب کرتے ہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ ﷺ ہمارے پاس موجود اور حاضر ہوتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچائیں۔ (سنن النسائی: ج ۱ ص ۱۴۳)

اس حدیث مبارکہ میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ تک امت کی طرف سے درود و سلام پہنچانے کیلئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین اور مامور ہیں، آنحضرت ﷺ اگر حاضر و ناظر ہوتے اور ہر جگہ بنفس نفیس خود درود و سلام سنتے تو فرشتوں کے تعین کی کیا ضرورت ہے؟ لہذا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ کے الفاظ سے حاضر و ناظر کا عقیدہ کشید کرنا غلط باطل و مردود ہے۔

شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا مسئلہ:

اس مقام پر تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کا مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کے استفادے کیلئے دیگر کتب حدیث سے اس مسئلہ کے متعلق بھی چند احادیث مع التحقیق پیش کرتے چلیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخْذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ السَّبَابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أَصْبَعِهِ الْوُسْطَى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۶۲)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب دعا (تشہد) کے لئے بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور اپنے انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھتے اور اپنے بائیں ہاتھ سے بایاں گھٹنا پکڑ لیتے تھے۔ اے مسلم (۵۷۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۳۴۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۹۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۱۸، مستخرج ابی عوانہ: ۲۰۱۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۴۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۲۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۸۳، مشکاة المصابیح: ۹۰۸۔ اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتيبة حدثنا ليث عن ابن عجلان. ح قال وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واللفظ له قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن ابن عجلان عن عامر بن عبدالله بن الزبير عن ابيه قال كان رسول الله ﷺ.... الخ. (صحیح مسلم: ۵۷۹)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِينَ وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۶۴)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اپنا بائیں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھتے اور تہین کی گرہ دیتے اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔ اسے مسلم (۵۸۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبد بن حميد حدثنا يونس بن محمد حدثنا حماد بن سلمة عن ايوب عن نافع عن ابن عمر.... الخ. (صحیح مسلم: ۵۸۰)

فوائد:

۱۔ (سبابہ) ”با“ پر تشدید ہے۔ انگوٹھے کے ساتھ متصل انگشت کو کہتے ہیں۔ اس انگشت کا نام سبابہ، یعنی گالی دینے والی کیوں پڑ گیا؟ اس لیے کہ دور جاہلیت میں گالی گلوچ کے موقع پر لوگ اس انگلی سے اشارہ کرتے تھے بلکہ ہمارے مہذب زمانے میں بھی آج کل لوگ اس طرح اشارہ کرنے سے گالی مراد لیتے ہیں۔

۲۔ (عقد ثلاثة وخمسين) اپنی انگلیوں کو گرہ دے کر تہین کے عدد کی شکل بنا لیتے۔ اس کی صورت اس طرح ہوتی کہ اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو سبابہ (انگشت شہادت) کے نیچے کر لیتے۔ موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ذہن نشین رہے کہ حساب کا شمار کرنے کیلئے اہل عرب بھی ایک معروف طریقہ استعمال کرتے رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک کے عدد کیلئے خضر (چھوٹی انگلی) کو ہتھیلی کے باطن (اندرونی طرف) کے قریب گرہ کی شکل میں موڑ دینا۔ اور دو کے عدد کیلئے خضر اور بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) دونوں کو ہتھیلی کے اندرونی طرف موڑ دینا۔ اور تین کیلئے انگشت وسطی (بڑی، درمیانی) کو بھی خضر اور بنصر کے ساتھ بند کر دینا۔ اور چار کے عدد کیلئے خضر کو کھول دینا۔ اور پانچ کیلئے بنصر کو خضر کے ساتھ کھول دینا اور وسطی کو بدستور بند

رکھنا۔ اور چھ کے عدد کیلئے تنہا بنصر کو بند کر دینا اور باقی انگلیوں کو بند رکھنا۔ اور سات کے عدد کیلئے خنصر کو ہتھیلی سے ملے ہوئے انگوٹھے کے حصے کی طرف دراز کر دینا۔ اور آٹھ کے عدد کیلئے بنصر کو اس کے اوپر پھیلا دینا۔ اور نو کے عدد کیلئے ان پر انگشت وسطیٰ کو پھیلا دینا۔ یہ طریقہ تو تھا اکائی کی گنتی کیلئے۔ اب دہائی کو لے لیں۔ دس کے عدد کو نمایاں کرنے کیلئے انگوٹھے کے سر کو انگشت شہادت کے سرے کی طرف کرہ کی صورت میں موڑ دیا جائے۔ اور بیس کے عدد کیلئے انگشت شہادت اور وسطیٰ کے درمیان میں انگوٹھے کو داخل کرنا۔ اور تیس کے عدد کیلئے انگشت سبابہ کے سر کو انگوٹھے کے سر پر گرہ کی شکل دے دیں، یعنی دس کے عدد کے اظہار کیلئے جو صورت بنتی ہے یہ اس کے برعکس ہے۔ اور چالیس کے لیے انگوٹھے کو انگشت سبابہ کے درمیان جہاں گرہ پڑتی ہو، سوا کر دینا اور انگوٹھے کو اس کی جڑ کی طرف موڑ دینا۔ اور پچاس کیلئے انگوٹھا سبابہ کی جڑ کی طرف موڑ دینا، یعنی انگوٹھے کے اندرونی حصے کو اس خط پر رکھنا جو سبابہ اور انگوٹھے کے درمیان ہے۔ اور ساٹھ کے عدد کیلئے سبابہ کو انگوٹھے کی پشت پر سوار کر دینا، یعنی چالیس کی جو صورت بنتی ہے اس کے برعکس۔ اور ستر کے عدد کیلئے انگوٹھے کے سر کو سبابہ کی وسطیٰ گرہ (باطنی حصہ) پر ڈال دینا اور سبابہ کے سرے کو انگوٹھے کی طرف لوٹا دینا۔ اور اسی کے عدد کیلئے سبابہ کے کنارے کو اس کی جڑ کی طرف لوٹا دینا اور انگوٹھے کی جانب سے سبابہ کے پہلو پر انگوٹھے کو پھیلا دینا۔ اور نوے کے عدد کیلئے سبابہ کو انگوٹھے کی جڑ کی طرف موڑ دینا اور انگوٹھے کے ساتھ ملا دینا۔ رہا سینکڑوں کی گنتی کا طریقہ تو وہ اکائیوں کی طرح ہے، نو سو تک بائیں ہاتھ پر۔ اور ہزاروں کی گنتی کا طریقہ شمار دہائیوں کی طرح ہے وہ بھی بائیں ہاتھ پر۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ خَلَقَ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَرَفَعَ الْيَمْنَى تَلِيْهَا يَدْعُوْهَا فِي التَّشْهُدِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التُّرْمِذِيَّ وَاسْتِزَادَهُ صَحِيْحُ. (آثار السنن: ۴۶۴)

☆ ☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے انگوٹھے اور درمیان کی انگلی سے حلقہ بنایا اور اس کے قریب کی انگلی (شہادت کی انگلی) کو اٹھایا، آپ تشہد میں اس کے ساتھ (اشارہ کرتے ہوئے) دعا کر رہے تھے۔ اسے سوائے ترمذی کے اصحاب خمسہ (ابن ماجہ: ۹۱۲، ابوداؤد: ۹۵۷، نسائی: ۱۲۶۵، احمد: ۱۸۸۷۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۹۱۲، سنن ابی داؤد: ۹۵۷، سنن النسائی: ۱۲۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۷۶، صحیح ابن حبان: ۱۹۳۵، جامع المسانید و السنن: ۱۰۶۵، المسند الجامع: ۱۲۰۶۵۔

اور صحیح و ثابت ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا علي بن محمد حدثنا عبد الله بن ادریس عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر۔

... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۹۱۲)

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرٍ الْخَزَاعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَاضِعاً يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فُجْدِهِ الْيُمْنَى فِي الصَّلَاةِ وَيُشِيرُ بِأَصْبَعِهِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۶۵)

☆ ☆ (سیدنا) نمیر خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو نماز میں دائیں ران پر دایاں ہاتھ رکھے ہوئے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے دیکھا۔ اسے ابن ماجہ (۹۱۱)، ابوداؤد (۹۹۱) اور نسائی (۱۲۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۹۱۱، سنن ابی داؤد: ۹۹۱، سنن النسائی: ۱۲۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۴۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۶۷، ال آحاد والمثنائی لابن ابی عاصم: ۲۳۲۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۱۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۴۶۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا وكيع عن عاصم بن قدامة، عن مالك بن نمير الخزاعي عن ابيه... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۹۱۱)

فوائد و مسائل:

- (۱) تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا بالاتفاق مسنون ہے۔ امام ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے رفع سبابہ پر دو مستقل رسالے لکھے ہیں جن میں متعدد احادیث لا کر ثابت کیا ہے کہ رفع سبابہ مسنون ہے اور خلاصہ کیدانی وغیرہ میں جو اسے حرام لکھا گیا ہے اس کی بڑی سخت تردید کی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔
- (۲) احادیث صحیحہ میں تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کے تین طریقے وارد ہوئے ہیں۔ ۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ خنصر (چھوٹی انگلی)، بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) اور وسطی (درمیانی انگلی) کو بند کر کے انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھ کر انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۵۸۰) میں مروی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔ ۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خنصر (چھوٹی انگلی) اور بنصر (چھوٹی کے ساتھ والی) کو بند کر کے، انگوٹھے اور وسطی (درمیانی انگلی) سے حلقہ بنایا جائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے جیسا کہ سنن ابن ماجہ (۹۱۲) میں مروی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ تینوں انگلیوں کو بند کر کے انگوٹھے کو درمیانی انگلی کے اوپر رکھ کر انگشت شہادت سے اشارہ کیا جائے۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۵۷۹) میں مروی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ ان تین طریقوں میں سے ہر ایک طریقے پر عمل کرنا جائز ہے البتہ ترجیح سب سے آخری طریقہ کو حاصل ہے۔

- (۳) تشہد پڑھتے ہوئے "اشھد ان لا الہ" کہتے وقت شہادت کی انگلی اٹھالینی چاہیے اور "الا اللہ" کہتے وقت اس کو نیچے کر لینا چاہیے تاکہ آدمی کا قول، فعل اور اعتقاد تینوں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیں۔ صادق سیالکوٹی صاحب اس

کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ انگشت شہادت کو اشد کہتے ہی اٹھائیں (کہ زبان کے ساتھ انگلی بھی توحید کی شہادت دینے لگے) اور ”الا اللہ“ ختم ختم کر کے گرا دیں۔ گویا بارگاہ رب الارباب میں غلام دوزانو بیٹھ کر اپنے قول و فعل سے اس کی وحدانیت کی صدق دل سے گواہی دے، تاکہ دل کی تصدیق سے زبان کی شہادت علامہ الغیوب کی رضا کا موجب ہو۔ اور شہادت کی نیت سے انگلی کی تلوار بے نیام (یعنی کھڑی) ہو کر شیطان کو مجروح و مایوس کر دے۔

(صلوة الرسول: ص ۲۶۸، ۲۶۹)

(۴) یہ بھی واضح رہے کہ کلمہ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ ایک صحیح السند حدیث میں انگلی ہلانے کی صراحتاً نفی کی گئی ہے چنانچہ سنن ابی داؤد وغیرہ میں ہے کہ:

حدثنا ابراهيم بن الحسن البصري حدثنا حجاج عن ابن جريج عن زياد عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبدالله عن عبدالله بن الزبير انه ذكر ان النبي ﷺ كان يشير باصبعه اذا دعا ولا يحركها. (سنن ابی داؤد: ۹۸۹ واللفظ له. صحيح ابی عوانه: ۱۵۹۳، سنن النسائی: ۱۲۷۰، مشكاة الصابيح: ۹۱۲)

(سیدنا) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ نبی ﷺ (قعدہ میں) جب دعا کرتے (یعنی کلمہ شہادت پڑھتے) تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو ہلاتے نہیں تھے۔

ابن جریج رحمہ اللہ نے زیاد سے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ (دیکھئے: صحیح ابی عوانہ: ۱۵۹۳، سنن النسائی: ۱۲۷۰) یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ فرماتے ہیں:

رواه ابو داود باسناد صحيح. (شرح مہذب: ۲/۴۵۲)

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے اس حدیث کو صحیح جب کہ امام بغوی رحمہ اللہ ۵۱۶ھ نے حسن قرار دیا ہے۔

(الاستذکار: ۱/۴۷۸، مصابيح النور: ۱/۱۱۵)

احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ (دیکھئے:

مشكاة المصابيح بتحقيق الالباني: ۹۱۲، تعليق مسند الامام احمد: ۱۸۸۷۰)

نیز امام ابو عوانہ رحمہ اللہ کا اپنی ”صحیح“ میں اس حدیث کو روایت کرنا بھی مخالفین احناف کے نزدیک اس حدیث کے

صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ عبد الرحمن مبارکپوری، عبد اللہ روپڑی، ابویحییٰ شاہ جہان پوری، اور عبد السلام

مبارکپوری وغیرہ اکابر علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح“ میں صحت کا

التزام کیا ہے، اور ان کی ”صحیح“ میں ذکر کردہ تمام احادیث صحیح ہیں۔ (دیکھئے: تحقیق الکلام: ۲/۱۲۲، رسالہ رفع

یدین اور آمین: ص ۲۲، الارشاد الی سبیل الرشاد: ص ۲۴۹، سیرۃ البخاری: ص ۱۴

ان تصریحات کے باوجود بعض اصاغر غیر مقلدین کی طرف سے اس حدیث کے ایک راوی امام محمد بن عجلان رحمہ اللہ (جو کہ اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ عون المعبود: ۱/ ۳۸۹) پر تدلیس کا الزام لگا کر اس حدیث کو ضعیف قرار دے دیا ہے، حالانکہ اگر بالفرض محمد بن عجلان کا عنعنہ مضرب بھی ہو تو خصوصاً اس روایت میں اس پر تدلیس کا الزام بالکلیہ باطل ہے کیونکہ اس روایت میں عمرو بن دینار بن عجلان کا متابع موجود ہے، (دیکھئے: سنن ابی داود: ۹۸۹) نیز اس حدیث کی تائید ان صحیح احادیث سے بھی ہو رہی ہے جن میں تشہد پڑھتے وقت انگلی کو حرکت دینے کی بجائے اس سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔

الغرض اس صحیح السند حدیث میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلانے کی صراحت نفی ہے۔ البتہ ایک دوسری حدیث میں جو حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سحر کہا کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی نبی ﷺ شہادت پڑھتے وقت انگلی کو ہلاتے تھے۔ ان دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ اس حدیث میں بھی ”سحر کہا“ سے مراد انگلی ہلاتے رہنا نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ صرف انگلی اٹھاتے تھے اور اس سے اشارہ کرتے تھے کیونکہ انگلی اٹھاتے وقت بھی خفیف سی حرکت ہوتی ہے جس کو راوی نے ”سحر کہا“ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ ص ۳۰۳ اور امام بیہقی رحمہ اللہ ص ۴۵۸ نے بھی ان حدیثوں میں یہی تطبیق دی ہے۔ (سنن النسائی مع التعليقات السلفية: ۲/ ۲۳۹، رقم الحدیث: ۱۲۷۶، السنن الکبریٰ: ۲/ ۱۳۲)

شوکانی م ۱۲۵۵ھ، امیریمانی م ۱۱۸۲ھ، محمد پنجابی م ۱۳۱۵ھ اور عطاء اللہ حنیف وغیرہ مخالفین احناف نے بھی اسی تطبیق کو پسند کیا ہے۔ (نیل الاوطار: ۱/ ۴۲۸، بل السلام: ۱/ ۱۹۸، التعليقات السلفية: ۲/ ۲۳۶)

مخالفین احناف میں سے ابوعمار عمر فاروق سعیدی نے لکھا ہے کہ:

حرکت کی تکرار اور کثرت، جیسا کہ رواج ہوتا جا رہا ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں۔ (سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۳ رقم الحدیث: ۹۸۹ بفوائد السعیدی)

نیز ابن حزم ظاہری م ۴۵۶ھ نے بھی تصریح کی ہے: مستحب یہ ہے کہ تشہد پڑھتے وقت انگلی سے صرف اشارہ کیا جائے، اس کو حرکت نہ دی جائے۔ (المحلی: ۴/ ۹۷)

{ مردوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان }

۱۴۳. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّهُ كَانَ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى: يَضَعُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَنْصِبُ الْيُمْنَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا فِي الصَّلَاةِ، وَيَكْرَهُ أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْيُمْنَى إِلَّا مَنْ عُدَّ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (تہجد میں بیٹھتے وقت) اپنا دایاں پاؤں بچھاتے اور بایاں پاؤں کھڑا کر کے اس پر بیٹھ جاتے تھے اور عذر کے بغیر دائیں پاؤں پر بیٹھنے کو مکروہ ناپسند کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر میں قعدہ کا جو طریقہ بیان ہوا ہے یہ طریقہ احادیث مرفوعہ سے ماخوذ ہے، اختصار کے پیش نظر یہاں صرف تین احادیث مع تحقیق پیش کی جاتی ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالتَّحْمُدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ مَبْنً ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ إِفْتَرَاشَ السَّبْعِ وَكَانَ يُحْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۵۶)

☆ ☆ (حضرت ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ نماز کو تکبیر سے اور قراءت کو ”الحمد للہ رب العالمین“ سے شروع کرتے تھے، اور جب رکوع کرتے تو نہ اپنا سر اوپر اٹھاتے نہ (زیادہ) جھکاتے لیکن اس کے درمیان رکھتے، اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تہجد نہیں کرتے یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب اپنا سر جدہ سے اٹھاتے تو (دوبارہ) سجدہ نہیں کرتے یہاں تک کہ سیدھے بیٹھ جاتے، اور ہر دو رکعت کے بعد التحیات (پورا تہجد) پڑھا کرتے تھے اور (تہجد میں بیٹھتے وقت) آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑے رکھتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح چوڑی سے منع فرماتے تھے اور منع فرماتے کہ آدمی اپنے بازوؤں کو درندے کی طرح بچھائے اور نماز کو سلام سے ختم فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۹، معرکۃ السنن والاثار للبیہقی: ۳۶۳۵، شرح السنن للبغوی: ج ۳ ص ۱۵۵، مشکاة المصابیح: ۷۹۱، بلوغ المرام: ۲۷۲، خلاصۃ الاحکام: ۱۰۵۴، نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ

ج ۱ ص ۴۱۸، کنز العمال: ۲۲۳۹۳۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابو خالد يعنى الاحمر عن حسين المعلم ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراهيم واللفظ له قال اخبرنا عيسى بن يونس حدثنا حسين المعلم عن بديل بن ميسرة عن ابى الجوزاء عن عائشة.... الخ. (صحيح مسلم: ۴۹۸)

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے قعدہ کا جو طریقہ بیان کیا ہے قعدہ کا یہی طریقہ مسنون و افضل ہے اور ہر قعدہ کو شامل ہے خواہ وہ پہلا قعدہ ہو یا دوسرا۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے قعدہ کا ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے اور اس کو صرف قعدہ اولیٰ کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ جن لوگوں نے اس کو قعدہ اولیٰ پر محمول کیا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد عالم شوکانی م ۱۲۵۵ھ صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

ان روا تها ذکر و ا هذه الصفة لجوس التشهد ولم يقيدوه بالاول، واقتصارهم عليها من دون تعرض لذكر غيرها مشعر بانها هي الهيئة المشروعة في التشهدين جميعا، ولو كانت مختصة بالاول لذكروا هيئة التشهد الاخير ولم يمهلوه، لا سيما وهم بصدد بيان صلوة رسول الله ﷺ وتعليقه لمن لا يحسن الصلاة، فعلم بذلك ان الهيئة شاملة لهما. (نيل الاوطار: ۱/۲۲۲)

ان احادیث کے راویوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم) نے (نبی ﷺ کے) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کو پہلے قعدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ لہذا ان حضرات کے قعدہ کی صرف یہی کیفیت بیان کرنے اور دوسری کسی کیفیت کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تشہدوں میں قعدہ کی یہی کیفیت مشروع ہے اور اگر یہ کیفیت صرف تشہد اول کے ساتھ خاص ہوتی تو یہ حضرات دوسرے تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت ضرور ذکر کرتے اور اس کے ذکر کو کبھی ترک نہ کرتے، خصوصاً جب کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلا رہے ہیں اور آپ ﷺ کی اعرابی شخص کو جو نماز اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتا تھا، تعلیم دینے کا ذکر کر رہے ہیں۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں بیٹھنے کی یہ کیفیت دونوں تشہد کو شامل ہے۔

وَعَنْ وَاَيْلِ بْنِ جَحْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَعَدَ وَتَشَهَّدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْأَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا. رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۴۵۷)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، پس جب آپ بیٹھ گئے اور آپ نے تشہد پڑھا تو آپ نے اپنے بائیں پاؤں مبارک کو زمین پر بچھایا اور اس پر بیٹھ گئے۔ اسے سعید بن منصور اور طحاوی (۱۵۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا صالح بن عبد الرحمن وروح بن الفرغ قال حدثنا يوسف بن عدي قال ثنا ابو الاحوص عن عاصم بن كليب الجرمي عن ابيه عن وائل بن حجر الحضرمي.... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۴۲)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنَى وَاسْتَقْبَالَهُ بِأَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوسُ عَلَى الْيُسْرَى. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۵۸)

☆☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نماز کی سنتوں میں سے (جلسہ میں) دائیں پاؤں کو کھڑا رکھنا اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا بھی ہے۔ اسے نسائی (۱۱۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا الربيع بن سليمان بن داود قال حدثنا اسحاق بن بكر بن مضر قال حدثني ابي عن عمرو بن الحارث عن يحيى ان القاسم حدثه عن عبد الله وهو ابن عبد الله بن عمر عن ابيه.... الخ.

(سنن النسائي: ۱۱۵۸)

{عورتوں کیلئے قعدہ کے طریقہ کا بیان}

۱۹۴. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الْمَرْأَةِ تَقْعُدُ فِي صَلَاتِهَا كَيْفَ شَاءَتْ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جس طرح چاہے اپنی نماز میں بیٹھ سکتی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عورتوں کے لئے قعدہ کا مسنون و افضل طریقہ وہی ہے جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ حضرت نافع رحمہ اللہ ۱۱۵ھ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا:

کیف کن النساء یصلین علی عہد رسول اللہ ﷺ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن۔

(مسند الامام الاعظم، کتاب الصلوٰۃ: ص ۲، بروایت امام حنفی، مسند ابی حنیفہ:

ص ۴۰، رقم الحدیث: ۹، للہجاری، جامع المسانید: ۴۰۰/۱، الامام الخوارزمی)

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں (حالت تشہد میں) کس طرح بیٹھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا: پہلے وہ

چار زانو بیٹھا کرتی تھیں۔ پھر ان کو حکم ہوا کہ وہ سرین کے بل بیٹھیں (اور اپنے پاؤں دائیں طرف نکال لیں)۔

اس حدیث کی سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔ کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام نافع رحمہ اللہ دونوں جلیل القدر تابعی

اور نہایت ثقہ محدث ہیں۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مشہور صحابی ہیں۔ اور یہ حدیث ”مسند امام اعظم“ للہجاری

میں مروی ہے۔ امام حارثی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ محدثین کے نزدیک ثقہ اور ان کی یہ مسند قابل اعتماد اور مستند

کتاب ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ”امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام“: ص ۵۳۵-۵۴۱)

حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے تلامذہ نے بھی ”مسند امام اعظم“ کو حدیث کی

معتبر اور مقبول کتب میں شمار کیا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ: ۱/۲۴۳)

نیز عبد الجبار غزنوی (م ۱۹۱۳ء) نے بھی قعدہ میں عورتوں کے لیے بسبب تستر دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر

بیٹھنا اولیٰ (بہتر) قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ غزنویہ: ص ۲۸، فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۱۴۹)

{ نماز اطمینان و سکون سے پڑھو }

۱۵۰- یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: وَقَرُّوْا فِي الصَّلَاةِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”نماز کی تعظیم کرو (یعنی اسے اطمینان و سکون سے پڑھو)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۳۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۰/۲، السنن الکبریٰ

للبيهقي: ۲۸۰/۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شاهد عند عبدالرزاق، وابن ابی شیبہ والبیہقی)
یہ اثر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے معن بن عبد الرحمن سے، انہوں نے قاسم بن عبد الرحمن سے، انہوں نے اپنے والد عبد الرحمن سے اور انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد میں اس کی سند یوں ہے:

- اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا معن بن عبد الرحمن عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابيه عن
عبد الله بن مسعود رضي الله عنه..... الخ. (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱۳)
۱۔ امام معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود البہذلی المسعودی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۱۴، تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۱۲)
۲۔ امام ابو عبد الرحمن قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود البہذلی المسعودی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۷۹۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۶۷)
۳۔ امام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود البہذلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۷۷)

{ لوگوں کو نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے }

۱۹۶۔ قال حدثنا يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ صَلَّى بِهِمْ: فَسَمِعَ صَوْتَ صَبِيٍّ فِي صَفِّ النِّسَاءِ، فَأَخَفَّ الصَّلَاةَ وَأَكْمَلَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَصِرَتِ الصَّلَاةُ؛ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: خَفَّفْتَ، قَالَ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَبِيٍّ فِي صَفِّ النِّسَاءِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُخَفِّفَ حَتَّى تَنْصَرِفَ أُمُّهُ إِلَى صَبِيَّهَا لَا يَشْغُلُهَا، فَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ بِهِمْ وَلْيَكْمِلْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكِبِيرَ وَالْمَرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَلِكَ الْحَاجَةُ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی (اور دوران نماز) آپ نے عورتوں کی صف میں سے کسی بچہ کی (رونے کی) آواز سنی تو آپ نے نماز مختصر کر دی اور مکمل پڑھائی، آپ نے جب سلام پھیرا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا نماز کم کر دی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ آپ نے نماز مختصر پڑھائی ہے، تو آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: میں نے عورتوں کی صف سے بچے کی (رونے کی) آواز سنی تو میں نے نماز کو مختصر کرنا زیادہ پسند کیا تا کہ بچے کی ماں کو پریشانی نہ ہو، پس جب کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ نماز ہلکی اور مکمل پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور حاجت مند لوگ بھی ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۰۳، صحیح مسلم: ۴۶۷، سنن ابی داؤد: ۷۹۳، مؤطا محمد: ۲۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۳۷۱۲، مسند السراج: ۲۰۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۳۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۷۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۱۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۸۷۹۔ جامع المسانید للنحوارزمی: ۷۳۱، ۷۳۲۔

تخریج:

حسن ہے۔ (وللحدیث طرق اُخری)

فوائد و مسائل:

۱۔ جب آدمی فریضہ امامت ادا کر رہا ہو تو اس وقت نماز میں لمبی قراءت سے احتیاط کرنی چاہیے، اس لیے کہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ سب کی ضروریات و حاجات پیش نظر رکھنی چاہئیں، البتہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اپنے اشغال، ضروریات اور حالات کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی فرصت اور قوت کے مطابق جتنی چاہے لمبی قراءت کرے اسے اختیار ہے۔

۲۔ نماز ہلکی اور مکمل پڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز قراءت کے لحاظ سے ہلکی مگر رکوع، سجود اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے پرسکون اور کامل و اعلیٰ ہو۔

۱۹۷۔ یُؤَسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يُصَلِّي صَلَاةً وَجِيزَةً خَفِيفَةً يُكْثِرُ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ: أَنْتَ صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ وَتُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ فَقَالَ أَلَمْ أَتِمَّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: مَنْ سَجَدَ لِلَّهِ سَجْدَةً رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَرْفَعَ دَرَجَاتٍ أَوْ تُكْتَبَ لِي دَرَجَاتٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) ایک شخص کا سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا

(اور اس نے دیکھا کہ) آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل ہلکی پھلکی نماز پڑھائی اور کثرت سے رکوع اور سجدے کیے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہو کر اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! پھر سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی مکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے میری خواہش ہوئی کہ میرے لئے کئی درجات کا فیصلہ کیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
مسند الامام ابو حنیفہ روایۃ الحنفی: ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث: ۸۰، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۳۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آ کے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:
ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن عبید بن نضلة عن ابی ذر رضی اللہ عنہ..... الخ۔

(جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۴۰)

امام ابو معاویہ عبید بن نضلة الخزامی الکوفی المقری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب المعجم: ۱۶۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۸۵)

۱۹۸۔ یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ قَوْمًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّوْا، فَأَنْتَهَى إِلَيْهِمْ رَجُلٌ عَلَى بَعِيرَتِهِ فَعَقَلَهُ وَدَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، فَأَتْبَعَتْ الْبَعِيرُ فَذَهَبَ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الرَّجُلُ صَلَّى فِي تَاجِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ لَحِقَ بَعِيرَتَهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: لَا تُنْقِرُوا، وَكُونُوا مُؤَلِّفِينَ وَلَا تَكُونُوا مُنْفِرِينَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ میں سے بعض حضرات نے باجماعت نماز پڑھی اور ان کے پاس ایک شخص اونٹ پر آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو باندھا اور نماز میں شریک ہو گیا، اس کا اونٹ کھل گیا جب اس آدمی نے محسوس کیا کہ اس کا اونٹ اس سے مسلسل دور ہوتا جا رہا ہے (اور امام لمبی قراءت میں مصروف ہے) تو اس نے مسجد کے ایک کونے میں (اپنے طور پر) نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے اونٹ سے جا

ملا، اس بات کی اطلاع نبی مکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”نفرتیں نہ دلاؤ، محبتیں پیدا کرنے والو بنو، نفرتیں پیدا کرنے والے نہ بنو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۱۹۲ باب تخفیف الصلاة جامع المسانید للغوارزمی:
ج ۱ ص ۲۴، رقم الحدیث: ۴۱۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

۱۹۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَبَا مُوسَى وَحَدِيثَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَأُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا جَمِيعًا فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: تَقَدَّمَ يَا فُلَانٌ، تَقَدَّمَ يَا فُلَانٌ، فَأَمَّهُمْ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةً خَفِيفَةً وَجِزْزَةً، وَتَمَّمَ السُّجُودَ وَالرُّكُوعَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ الْقَوْمُ: قَدْ حَفِظَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ ایک گھر میں) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر چند صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے، نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے کہ اے فلاں! تم آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ، اے فلاں! تم آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ، بالآخر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت کرائی اور ہلکی پھلکی اور مختصری نماز پڑھادی جس میں انہوں نے رکوع سجدہ مکمل کیا، آپ رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین کہنے لگے کہ ابو عبدالرحمن (یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو خوب یاد رکھا ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ فُلُطَى سَے بادلوں کے دن قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی }

۲۰۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَنْ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فِي يَوْمٍ غَنِمَ

أَجْزَأُ عَنْهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس آدمی نے (غلطی سے) بادلوں کے دن قبلے کے علاوہ کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۴۴۰۱)

فائدہ:

اگر کسی پر قبلہ مشتبہ ہو جائے تو وہ تحری کر کے جس طرف غالب گمان ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے، اگر نماز کے دوران کسی قابل اعتماد ذریعہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ قبلہ رخ نہیں تو قبلہ کی طرف پھر جائے اور باقی ماندہ نماز اس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے نماز ہو جائے گی، اور اگر نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز ہو گئی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

{ کشتی میں نماز کیسے پڑھی جائے؟ }

۲۰۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الصَّلَاةِ فِي السَّفِينَةِ، قَالَ: صَلِّ قَائِمًا، تَيَمَّمِ الْقِبْلَةَ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا تَيَمَّمِ الْقِبْلَةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور (نماز کے دوران کشتی کے مڑنے پر) قبلہ کی رخ کرتے جاؤ اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھو اور (کشتی کے مڑنے پر) قبلہ کی طرف رخ کرتے جاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۱/۴۷۳)

{ صرف ایک ہی بڑا کپڑا میسر ہو تو اس بڑے کپڑے کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے }

۲۰۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: وَحَدَّثَنِي أَبُو الْعَطُوفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، قَالَ: مَا كَلَّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں

پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ہر کسی کو دو کپڑے میسر نہیں ہوتے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
صحیح البخاری: ۳۵۸، صحیح مسلم: ۲۷۶، سنن النسائی: ۷۶۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۸۸۸، صحیح ابن خزيمة: ۷۵۸، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۵، سنن ابن ماجہ: ۷۱۰۴، سنن ابی داود: ۶۲۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۸۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۳۴، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۶۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۴۹، سنن الدارمی: ۱۴۱۰، مسند السراج: ۴۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۶۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۲۲۲، صحیح ابن حبان: ۲۲۹۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۲۳۵، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۴۹، سنن الدارقطنی: ۱۰۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

- ۱۔ ابو العطف سے غالباً جراح بن منہال الشامی الجزری رحمہ اللہ مراد ہیں، ان کی ثقہ بالا جماع محدث امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ (وغیرہ) نے متابعت کر رکھی ہے۔ (صحیح البخاری ۳۵۸، مؤطا مالک: ۳۰)
- ۲۔ زہری سے امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری المدنی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
- ۳۔ امام ابو محمد سعید بن مسیب بن حزن المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۶۳)

فائدہ:

افضل تو یہی ہے کہ نماز پورے لباس میں پڑھی جائے لیکن اگر کسی کو صرف ایک ہی بڑا کپڑا میسر ہو تو اس بڑے کپڑے کو اچھی طرح لپیٹ کر نماز ادا کرنا بھی جائز ہے۔

۲۰۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَضَعَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَأُمَّتِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأَتَى بِهِ فِي جَفَنَةٍ فِيهَا أَكْرُ عَجْنٍ، فَاغْتَسَلَ وَصَلَّى أَرْبَعًا أَوْ رَكْعَتَيْنِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِهِ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: کہ فتح مکہ کے دن مکہ کے کے بالائی حصے میں رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ ڈالا، اور آپ ﷺ نے پانی منگوایا، چنانچہ ایک بڑے برتن میں جس میں آنے کے اثرات تھے پانی لایا گیا، آپ نے غسل کیا اور چار رکعات یا دو رکعات ایک کپڑا اوڑھے ہوئے جو آپ کے جسم پر لپٹا ہوا تھا نماز پڑھی۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند احمد: ۲۶۸۹۲، ۲۶۸۹۶)

فائدہ:

نبی مکرم ﷺ کو امت کی تعلیم کی خاطر ہر معاملے میں ایسی سنت قائم کرنا ہوتی تھی، جس پر ہر شخص عمل پیرا ہو سکے، ہر شخص کو ہر وقت دو کپڑے میسر نہیں آ سکتے، لہذا ایک ہی کپڑے میں نماز کا جواز بیان کرنے کی غرض سے فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ کر دکھائی تاکہ ہر شہری و دیہاتی اور امیر و غریب عبادت بآسانی ادا کر سکے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ بوقت ضرورت ایک بڑے کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

۲۰۴. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن عطاء بن یسار: أَنَّ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَّهُمْ فِي قَمِيصٍ صَفِيْقٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ، وَلَا أَرَاهُ أَرَادَ إِلَّا لِيُرِيَنَّا أَنَّهُ لَكِبَاسٌ بِالصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ان کی امامت ایک کھلی اور مکمل قمیص میں کرائی اور اس وقت آپ پر اس کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور آپ نے یہ عمل محض ہمیں یہ دکھانے کے لیے کیا تھا کہ (بوقت ضرورت) ایک کپڑے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عطاء بن یسار الہلالی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۹۴۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۳۵)

۲۰۵. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَمَّ قَوْمًا فِي بَيْتِهِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ ظَرْفَيْهِ، وَآلَى جَنْبِهِ مِشْجَبٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ لَوْ شَاءَ أَنْ يَتَنَاوَلَ مِنْهُ ثَوْبًا لَفَعَلَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے گھر میں چند لوگوں کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھائی کہ اس کے دونوں کناروں کو الگ الگ رکھا حالانکہ آپ کے ایک طرف کپڑے لٹکانے کی کھوئی تھی جس پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے اگر آپ اس سے کپڑا لینا چاہتے تو لے سکتے تھے۔

تحقیق:

سند صحیح ہے۔

{ بعض دفعہ آپ ﷺ جوہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے }

۲۰۶. وَثَنَا أَبُو يُوسُفَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيُ مُخْتَبِئًا.

حسن (بھری) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (بعض دفعہ) آپ ﷺ جوہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

مرسل معتقد ہے۔

ابوسفیان سے امام ابوسفیان طلحہ بن نافع القرشی الواسطی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۹۸۳)۔

فائدہ:

جوہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سرین کے بل بیٹھ کر گھٹنے کھڑے کر کے ان کے گرد سہارا لینے کے لئے دونوں ہاتھ باندھ لے۔ یہ عمل جمہور کے نزدیک حالتِ عذر یا بیانِ جواز پر محمول ہے۔ مسنون و افضل یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھا جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے جیسا کہ سابقہ صفحات میں اس سلسلے کی احادیث گزر چکی ہیں۔

{ تلو اور کمان چادر کی طرح ہیں }

۲۰۷. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: السَّيْفُ وَالْقَوْسُ بِمَنْزِلَةِ الرِّدَاءِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: کہ تلو اور کمان چادر کی طرح ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ کیا سترہ کو سیدھا کھڑا کرنا ضروری ہے؟ }

۲۰۸. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَعْزُضُ بَيْنَ يَدَيْهِ سَوْطَهُ وَهُوَ يُصَلِّي أَوْ قَصَبَةً أَوْ عُودًا: لَا يُجْزِئُهُ دُونَ أَنْ يَنْصِبَهُ نَصْبًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کافی نہیں کہ کوئی شخص سترہ کے لیے اپنے سامنے کوڑا یا بانس کا ٹکڑا یا لکڑی عرض میں

لبی لبی رکھ دے جب تک اسے سیدھا کھڑا نہ کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سترہ کھڑا کرنا ہمارے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہ کیا تو تب بھی نماز ہو جائے گی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱۸)

۱۰. بَابُ الْإِمَامَةِ

امامت کے مسائل

{امامت کا زیادہ ہتھار کون؟}

۲۰۹. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: يَوْمُ الْقَوْمِ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوا فِي الْهَجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِنًا.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر اس وصف میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اور اگر اس وصف میں بھی لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جو ان میں عمر رسیدہ ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امامت کا زیادہ ہتھار کون ہے؟ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند احادیث مع تحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمُ الْقَوْمِ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَاهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي

الْهَجْرَةَ سَوَاءً فَأَقْدَمَهُمْ سِلْمًا وَلَا يُؤَمِّنُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِ مَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۱۱)

☆ ☆ (سیدنا) ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”لوگوں کا امام ایسا آدمی ہو جو قرآن حمید زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر اس وصف میں لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جسے سنت نبوی کا علم زیادہ ہو۔ اور اگر سنت کے علم میں بھی لوگ مساوی ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اور اگر اس وصف میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امام بنے جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو (ایک روایت میں سلما (اسلام) کی بجائے سنا (عمر) کا لفظ بھی ہے۔ ن)۔ اور کوئی آدمی کسی آدمی کے دائرہ اقتدار میں امامت نہ کرائے اور نہ گھر میں اس کی مخصوص نشست پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔“ اسے مسلم (۶۷۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۳، سنن ابن ماجہ: ۹۸۰، سنن ابی داود: ۵۸۲، سنن الترمذی: ۲۳۵، سنن النسائی: ۷۸۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۶۵۲، مسند الحمیدی: ۴۶۲، مسند ابن الجعد: ۸۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۶۳، المستدرک لابن الجارود: ۳۰۸۔

اور لحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ وابو سعید الاشج کلہما عن ابی خالد قال ابوبکر حدثنا ابو خالد الاحمر عن الاعمش عن اسماعیل بن رجاء عن اوس بن ضمیع عن ابی مسعود..... الخ۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيُؤَمِّمُهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَبُهُمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ. (آثار السنن: ۵۱۲)

☆ ☆ (سیدنا) ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے اور امامت کا زیادہ حق دار ان میں سے وہ ہے جو ان میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔“ اسے احمد (۱۱۱۹۰) مسلم (۶۷۲) اور نسائی (۷۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۲، سنن النسائی: ۷۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۱۹۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۵۲، سنن الدارمی: ۱۲۸۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۲۹۱، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۰۸، حدیث السراج: ۱۲۳۷، مسند السراج: ۱۲۷۸، مستخرج ابی عوانہ: ۱۲۶۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن ابی نصرقة عن ابی سعيد الخدري... الخ.

(صحیح مسلم: ۶۶۲)

فائدہ:

اگر کسی مسجد میں امام متعین ہو یا کسی کے مکان میں جماعت ہو رہی ہو تو سب کا اتفاق ہے کہ وہ متعین امام یا گھر والا (بشرطیکہ امامت کا اہل ہو) امامت کرنے کا حقدار ہے اور اگر مسجد میں کوئی متعین امام موجود نہ ہو اور حاضرین میں بہت سے لوگ امامت کے قابل ہوں تو اس میں اختلاف ہے کہ کون امامت کا زیادہ حقدار ہے؟ مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ زیادہ حقدار ہے۔ جبکہ جمہور اہل علم کا موقف یہ ہے کہ جو شخص احکام شریعت کا علم زیادہ رکھتا ہو وہ زیادہ حقدار ہے جس پر دلیل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے اپنے مرض وفات میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا تھا حالانکہ اس وقت لوگوں میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ موجود تھے جن کے متعلق نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اقرء ہم ابی بن کعب۔ (کہ صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں) مگر آپ ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لئے فرمایا کہ وہ صحابہ میں احکام شریعت کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ باقی رہیں مذکورہ بالا احادیث تو ان کے جواب میں جمہور کہتے ہیں کہ ”اقرء“ کی امامت کو ابتداء میں ترجیح اس لئے دی گئی تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ قرآن مجید یاد کریں اور اس کو سیکھیں پھر جب مقصود حاصل ہو گیا ہو تو اب ترجیح والی بات نہیں رہی، لہذا مرض وفات میں آپ ﷺ نے علم اور افتقہ کو امام مقرر فرمایا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مذکورہ بالا احادیث میں اقرء سے مراد علم ہی ہے قرآن کو زیادہ جاننے والا یعنی احکام شریعت سے زیادہ واقف۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس کو قرآن زیادہ آتا تھا وہ قرآن کے معانی سے بھی بخوبی واقف ہوتا تھا جبکہ ہمارے زمانہ میں حفاظ نے عموماً صرف الفاظ قرآن کو ہی رٹا لگایا ہوا ہوتا ہے معانی کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہوتی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ”موسى الجعفی عن زاذان عن عابس الغفاری رضی اللہ عنہ“ کے طریق سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ:

آپ ﷺ ان نوجوانوں سے اندیشہ ظاہر کرتے تھے جو قرآن کو گانے کے طور پر پڑھیں گے اور ”يقدمون الرجل ليس بأفقههم ولا افضلهم يغنيهم غناء“ ایسے شخص کو آگے بڑھائیں گے جو نہ علم وفقہ میں سب سے زیادہ ہے نہ فضیلت میں، بس آواز بنا کر گانے کی طرح (ان کو قرآن) سنا دیگا۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس بات سے کراہت ظاہر فرمائی ہے کہ ایسے شخص کو آگے بڑھایا جائے جو علم وفقہ و فضیلت میں سب سے زیادہ نہیں، پس معلوم ہوا کہ علم والا امامت میں دوسروں سے مقدم ہے۔

{ ولد الزنا اگر پرہیزگار متقی عالم ہو، احکام و مسائل سے واقف ہو تو امامت کرا سکتا ہے }

۲۱۰. وَحَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّوْمُهُ وَلَدُ الزَّانَا، قَالَ: نَعَمْ، أَوْلَيْسَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ أَكْثَرُ مِنَّا صَلَاةً وَصَوْمًا.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا والد الزنا امامت کرا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جی ہاں، کیا ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ہم سے زیادہ نمازی اور ہم سے زیادہ روزے رکھنے والا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۶۰۹۲)

فائدہ:

ولد الزنا اگر پرہیزگار متقی عالم ہو، احکام و مسائل سے واقف ہو تو امامت کرا سکتا ہے۔

{ آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں }

۲۱۱. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَا زَادَ عَلَى وَاحِدٍ فَهُوَ جَمَاعَةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”آدمی ایک سے زائد ہوں تو جماعت کے حکم میں ہیں۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کے کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۴)

{ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دو لوگوں کو نماز پڑھائی تو انہیں اپنے پیچھے کھڑا کیا }

۲۱۲. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلَيْنِ لِيَجْعَلَهُمَا خَلْفَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو لوگوں کو نماز پڑھائی تو انہیں اپنے پیچھے کھڑا کیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طریق آخر عند الطحاوی: ۱۸۴۴)

فائدہ:

زیادہ پسندیدہ عمل یہی ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں تو انہیں پیچھا کر دیا جائے۔

{ حضرت عمرؓ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے }

۲۱۳. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ..... يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{ ایک دفعہ نبی ﷺ نے ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھی جو کہ آپ کے پیچھے تھے }

۲۱۴. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِرَجُلٍ وَصَبِيٍّ وَامْرَأَةٍ خَلْفَ ذَلِكَ، صَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی ﷺ نے ایک مرد، ایک بچے اور ایک عورت کے ساتھ نماز پڑھی جو کہ آپ کے پیچھے تھے اور آپ نے ان کی امامت کی۔

تحقیق:

یہاں یہ حدیث اختصار کے ساتھ آئی ہے جبکہ دیگر کتب میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قَوْمُوا فَلَا صَلَی لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قِدَاسُ دَمِنْ طَوِيلٍ

مَا لَيْسَ فَتَضَحُّهُ بِالنَّارِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَفَّتْ اَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَأَى الْوَجُوزُ مِنْ وَرَاءِ نَا
فَصَلَّى لِنَارٍ كَعَتْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ. (آثار السنن: ۵۰۵)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری نانی یادادی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا جو کہ انہوں نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، آپ نے اس سے تناول فرمایا، پھر فرمایا: ”اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں، (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اپنی ایک چٹائی لانے کیلئے اٹھا جو کہ کثرت استعمال سے سیاہ ہو چکی تھی تو میں نے اسے پانی سے دھویا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی، بوڑھی عورت نے ہمارے پیچھے، آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی، پھر آپ تشریف لے گئے۔“ اسے ابن ماجہ کے علاوہ محدثین کی جماعت (بخاری: ۳۸۰، مسلم: ۶۵۸، ابوداؤد: ۶۱۲، ترمذی: ۲۳۴، نسائی: ۸۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۰، صحیح مسلم: ۶۵۸، سنن ابی داؤد: ۶۱۲، سنن الترمذی: ۲۳۴، سنن النسائی: ۸۰۱، مؤطا مالک: ۵۲۲، مؤطا محمد: ۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۳۲۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۴۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۵۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن اسحاق بن عبدالله بن ابي طلحة عن انس بن مالك.... الخ. (صحیح البخاری: ۳۸۰)

فائدہ:

تین مرد ہوں تو امام آگے اور باقی دو اس کے پیچھے صف بنائیں اور عورت کی علیحدہ صف ہوگی خواہ اکیلی ہی ہو۔

{ایک دفعہ عبداللہؓ نے اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور درمیان میں کھڑے ہوئے}

۲۱۵. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى بِعَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ فِي بَيْتِهِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ، وَقَامَ وَسَطَهُمَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ اور اسود رحمہ اللہ کو اپنے گھر میں بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی اور ان کے درمیان کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۰۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۱۰، طرح القریب: ج ۲ ص ۲۸۳، شرح ابی داؤد للعنینی: ۸۴۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس اثر کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

"حدثنا محمد بن العلاء الهمداني ابو كريب، قال: حدثنا ابو معاوية، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن الاسود وعلقمة قال اتينا عبد الله.... الخ" (صحیح مسلم: ۵۴۴)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ شہر میں رہتے ہوئے اگر گھر کے اندر جماعت ہو رہی ہو تو اذان و اقامت دونوں کہنا مستحب ہے، لیکن محلہ کی اذان و اقامت پر اکتفاء کرتے ہوئے بلا اذان و اقامت بھی گھر کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔
- ۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ابن سیرین رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شاید جگہ کی تنگی کی وجہ سے ان کے درمیان کھڑے ہو گئے تھے۔ جبکہ دیگر متعدد حضرات نے اسے منسوخ کہا ہے (کیونکہ اس میں تطبیق وغیرہ ایسے احکام بھی مذکور ہیں جو منسوخ و متروک ہیں) اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کو ان کی عدم اطلاع پر محمول کیا ہے۔ مگر نہ عام حالات میں اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو پھر سب امام کے پیچھے کھڑے ہوں چنانچہ آثار السنن میں ہے:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَذَانِي حَتَّى أَقَامَنِي مِنْ يَمِينِهِ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَطْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخَذَ بِأَيْدِينَا جَمِيعاً فَذَفَعَنَا حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۰۶)

☆☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: "نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پوری طرح گھمایا، یہاں تک کہ مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا، پھر (سیدنا) جبار بن صطر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے ہم دونوں کے

ہاتھ پکڑ کر ہمیں پیچھے کیا یہاں تک کہ ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کر لیا۔“ اسے مسلم (۳۰۱۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۳۰۱۰، سنن ابی داؤد: ۶۳۴، المستفی لا بن الجارود: ۱۷۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۴۰، صحیح ابن حبان: ۲۱۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۹۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۲۸۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۹۲، معروضۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۸۰۱، شرح السنۃ للبخاری: ۸۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا هارون بن معروف ومحمد بن عباد وتقارباني لفظ الحديث والسياق لهارون قال حدثنا حاتم بن اسماعيل عن يعقوب بن مجاهد ابى حذرة عن عباد بن الوليد بن عباد بن الصامت قال خرجت انا وابي..... حتى اتينا جابر بن عبد الله..... الخ. (صحیح مسلم: ۳۰۱۰)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے۔ اور اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو پھر سب امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ ہاتھوں کو ایک مرتبہ یا بغیر وقفہ سے دو مرتبہ حرکت میں لانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

{ امام اور مقتدی کے درمیان راستہ وغیرہ حائل ہو تو کیا حکم ہے؟ }

۲۱۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْإِمَامِ طَرِيقٌ أَوْ امْرَأَةٌ أَوْ نَهْرٌ أَوْ بِنَاءٌ أَوْ امْرَأَةٌ فَلَيْسَ مَعَهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس شخص اور امام کے درمیان راستہ، نہر یا دیوار یا عورت ہو تو وہ اس کے ساتھ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۱۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۸۲، جامع السانید للخوازمی: ۷۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں اور امام کی صفوں میں اتصال ہونا چاہیے اگر انقطاع نہ ہو تو دیوار وغیرہ کے حائل ہونے سے کچھ نہیں ہوگا لیکن اگر راستہ یا نہر یا عورتیں وغیرہ حائل ہو جائیں تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی، راستہ یا نہر کی صورت میں اس لیے کہ صفوں میں انقطاع آگیا اور عورتوں کی صورت میں اس لیے کہ عورتوں کی صف پیچھے ہونی چاہیے۔

{ مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی! }

۲۱۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يَدْخُلُ مَعَ الْإِمَامِ وَهُوَ لَا يَنْوِي صَلَاةَ الْإِمَامِ (فَصَلَاةَ الْإِمَامِ) تَأَمَّةٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو مگر اس نے امام کی نماز کی نیت نہ کی ہو تو امام کی نماز ہو جائے گی (اور اس شخص کی نماز نہ ہوگی)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدی اور امام کی نماز ایک ہی ہونی چاہیے، اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، ہاں البتہ امام کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہو سکتے ہیں۔

{ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں }

۲۱۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: سَوْوَا صُفُوفَكُمْ، سَوْوَا مَنَاكِبِكُمْ، تَرَاصُّو التَّرَاصُّنَ أَوْ لَيْتَخَلَّلَنَّكُمْ كَأَوْلَادِ الْحَذَفِ (يَعْنِي الشَّيْطَانَ) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مُقِيمِي الصُّفُوفِ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرمایا کرتے تھے: اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کاندھوں کو برابر کرلو، بل کرکھڑے ہو جاؤ ورنہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہاری صفوں میں گھس جائے گا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفیں سیدھی کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۲۴۳۳، ۲۴۳۳، کنز العمال: ۲۲۹۹۲، کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۸۹، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۵۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

احادیث مرفوعہ میں بھی صفوں کو سیدھا کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے، دیگر کتب حدیث سے چند مرفوع احادیث مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِوَجْهِهِ فَقَالَ أَقْبِمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاثَوْا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءَ ظَهْرِي. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ. (آثار السنن: ۵۰۰)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”(ایک روز جب) نماز کھڑی ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کر کے فرمایا کہ اپنی صفیں سیدھی کرو اور آپس میں مل کر کھڑے ہو، بلاشبہ میں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔“ اسے بخاری (۷۱۹) نے روایت کیا ہے اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ: ”اور ہم میں سے (ہر) ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۹، سنن النسائی: ۸۱۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۸۵۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۱۱، المستحب من مسند عبد بن حمید: ۱۴۰۶، مسند السراج: ۷۲۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۶۲۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۷۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۸۸، شرح السنن للبیہقی: ۸۰۷۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن ابی رجا قال حدثنا معاوية بن عمرو قال حدثنا زائدة بن قدامة قال حدثنا حميد الطويل حدثنا انس بن مالك... الخ. (صحیح البخاری: ۷۱۹)

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ النَّصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ يَقُولُ اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلْبِسَ مِنْكُمْ أَوْلُوا الْأَخْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ

يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ أَشَدَّ اخْتِلَافًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۰۱)

☆☆ (سیدنا) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (جب نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو) ہمارے مونڈھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرماتے تھے کہ برابر برابر ہو، مختلف (یعنی آگے پیچھے کھڑے) نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم میں سے جو لوگ دانش مند اور سمجھ دار ہیں وہ میرے قریب ہوں، ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا نمبر اس صفت میں ان کے قریب ہو، اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (سیدنا) ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کے سامنے یہ حدیث بیان کر کے) فرمایا کہ آج تم لوگوں میں اختلاف بہت زیادہ ہے۔ اسے مسلم (۴۳۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۳۲، سنن النسائی: ۸۱۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۶۴۷، مصنف ابی شیبہ: ۳۵۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۲، المستدرک لابن الجارود: ۳۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۲، حدیث السراج: ۵۵، صحیح ابن حبان: ۲۱۷۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۱۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبہ حدثنا عبد الله بن ادريس وابو معاوية وو كيع عن الاعمش عن عمارة بن عمير التيمي عن ابی معير، عن ابی مسعود... الخ. (صحیح مسلم: ۴۳۲)

فوائد و مسائل:

(۱) ”مختلف نہ ہو“ کا مطلب یہ ہے کہ جب صف بندی کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو تو اس بات کا بطور خاص خیال رکھو کہ سب کے بدن برابر رہیں، ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہو کر کھڑے نہ ہو اور اپنے بدن کا کوئی عضو صف سے باہر نہ نکالو، اگر تم لوگ صف میں اپنے بدن کے ظاہری اعضاء کو غیر برابر اور ناہموار رکھو گے تو اس کا اثر باطنی طور پر یہ ہوگا کہ تمہارے قلوب میں اختلاف پیدا ہو جائے گا، کیونکہ بدن کے ظاہری اعضاء اور قلب کے درمیان بڑا طیف تعلق ہے، اور ایک دوسرے کی تاثیر بڑی عجیب ہے، اس کو مثال کے طور پر یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے ظاہری اعضاء کی ٹھنڈک باطنی اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے اور باطنی اعضاء کی ٹھنڈک ظاہری اعضاء کو متاثر کرتی ہے، اسی طرح صف میں ظاہری بدن کو برابر رکھنا قلوب پر اثر انداز ہوتا ہے جس کا خاصہ ہے کہ دلوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث میں صفوں کی برابری کے علاوہ صف بندی ہی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ایک دوسری ہدایت یہ بیان ہوئی ہے کہ میرے قریب وہ لوگ کھڑے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم و دانش میں امتیاز عطا فرمایا ہے، ان کے بعد اس لحاظ سے

دوم درجہ والے اور انکے بعد سوم درجے والے۔ ظاہر ہے کہ یہ ترتیب بالکل فطری بھی اور تعلیم و تربیت کی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اچھی اور ممتاز صلاحیتوں والے درجہ بدرجہ آگے اور قریب رہیں۔

(۳) آخر میں مروی سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ آج تمہارے اندر افتراق و انتشار کی جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے اور آپس میں تم لوگ جو اتنا اختلاف کرتے ہو، نیز فتنوں کی جو بھرمار ہو رہی ہے ان سب کی وجہ یہی ہے کہ تم لوگ اپنی صفیں برابر نہیں کرتے لہذا تم لوگ اگر ان فتنوں اور اختلافات سے بچنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے ظاہری اختلاف کو ختم کر ڈالو، پھر اللہ تعالیٰ تمہارے باطنی اختلاف کو بھی ختم کر دے گا۔

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ رُضُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْتَاكِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خِلَالِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ جَبَّانَ. (آثار السنن: ۵۰۲)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی صفوں کو مضبوطی سے ملاؤ اور ان کے درمیان فاصلہ نہ رکھو اور گردنوں کو بھی برابر رکھو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ خالی جگہوں میں سے تمہاری صفوں میں گھس آتا ہے گویا وہ بکری کا بچہ ہو۔ اسے ابو داؤد (۶۶۷) نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۶۶۷، سنن النسائی: ۸۱۵، صحیح ابن خزيمة: ۱۵۳۵، مسند السراج: ۷۴۱، صحیح ابن حبان: ۲۱۶۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۰۱۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۱۷۹، شرح السنن للبیہقی: ۸۱۳، الاحادیث الخیارۃ: ۲۳۳۳، مشکاة المصابیح: ۱۰۹۳۔

اور صحیح ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابان عن قتادة عن انس بن مالك عن رسول الله ﷺ.... الخ. (سنن ابی داؤد: ۶۶۷)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَقْبِمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَتَاكِيبِ وَسُدُّوا الْخِلَالَ لِيُنْزِلَ بِأَيْدِي أَخَوَانِكُمْ وَلَا تَلْدُوا فُرْجَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ. (آثار السنن: ۵۰۲)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صفوں کو درست کر لو، کندھوں کو برابر رکھو، درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم بن جاؤ، اور شیطان کے

لیے خلا نہ چھوڑو۔ جس نے صف کو ملایا، اللہ اسے ملائے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے کاٹے۔“ اسے ابوداؤد (۶۶۶) اور حاکم (۷۷۴) نے روایت کیا ہے جبکہ ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۶۶۶، سنن النسائی: ۸۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۷۲۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۱۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۵۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۷۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۱۸۶۔

اور صحیح ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عيسى بن ابراهيم الغافقي حدثنا ابن وهب ح وحدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث
وحدثنا ابن وهب اتم عن معاوية بن صالح عن ابي الزاهرية عن كثير بن مرة عن عبد الله بن
عمر.... الخ. (سنن ابی داؤد: ۶۶۶)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَتَمُوتُوا الصَّفَّ الْمُقَدَّم ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ فَمَا كَانَ مِنْ
تَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۵۰۴)

☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو پہلے اگلی صف پوری کیا کرو، پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کی کسر رہے وہ آخری صف میں رہے۔ اسے ابوداؤد (۶۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۶۷۱، سنن النسائی: ۸۱۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۴۳۹، مسند البزار: ۷۰۷۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۱۶۳، صحیح ابن حبان: ۲۱۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۱۹۱، شرح السنن للبیہقی: ۸۲۰، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۳۹۰۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سليمان الانباري حدثنا عبد الوهاب يعني ابن عطاء عن سعيد عن قتادة عن
انس بن مالك... الخ. (سنن ابی داؤد: ۶۷۱)

یہ حدیث صحیح ہے۔ سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی امام شعبہ رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۷)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھی جائے تو لوگوں کو چاہیے کہ آگے والی صف پوری کر لینے کے بعد پیچھے والی صف میں کھڑے ہوں اور جب تک کسی اگلی صف میں جگہ باقی رہے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلی صفیں سب مکمل ہوں گی اور جو کمی کسر رہے گی وہ سب سے آخری صف ہی صف میں رہے گی!

{ سلام پھیرنے کے بعد امام کو جلد ہی رخ پھیر لینا چاہیے }

۲۱۹. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ وَسَلَّمَ، فَكَأَنَّمَا هُوَ عَلَى الرَّضْفِ حَتَّى يَنْحَرِفَ.

مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز کا سلام پھیر کر فارغ ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوئے ہیں یہاں تک کہ ادھر سے پھر جایا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۰۵، مصنف عبدالرزاق: ۳۲۱۳، ۳۲۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۱۵، کنز العمال: ۲۲۳۷۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابوالطعمی مسلم بن صبیح الہمدانی الکوفی العطار رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۳۱)
- ۲۔ امام مسروق بن اجدع بن مالک الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۵۶۱)

فائدہ:

سلام پھیرنے کے بعد امام کو جلد ہی رخ پھیر لینا چاہیے تاکہ آنے والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے ورنہ ان کی نماز خراب ہوگی وہ سمجھیں گے کہ جماعت ہو رہی ہے حالانکہ نماز ختم ہو چکی ہوگی، لہذا امام کو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دائیں یا بائیں جانب پھر کر بیٹھ جانا چاہیے۔

{ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سنتیں یا نوافل ادا نہ کیے جائیں }

۲۲۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامُ تَأَخَّرَ وَتَقَدَّمَ الْقَوْمُ يَعْنِي إِذَا أَرَادُوا التَّطَوُّعَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: جب امام سلام پھیر چکے اور لوگ نفل نماز پڑھنا چاہیں تو امام پیچھے ہٹ جائے اور لوگ آگے بڑھ جائیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ کی ثقہ و صدوق راوی امام منصور رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۸۳ رقم الحدیث: ۶۰۸۳)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے وہاں سنتیں یا نوافل ادا نہ کیے جائیں بلکہ اس جگہ سے قدرے آگے یہ پیچھے ہو کر ادا کیے جائیں تاکہ فرض نماز اور نفل نماز میں امتیاز ہو سکے۔

{ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا میں }

۲۲۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ (عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ)، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَرِّیْ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَرْسَلْتُ، فَقَالَ: قُولِي إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ رَقِيقٌ، مَتَى أَقُومَ مَقَامَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَشُقُّ عَلَيَّ، فَقُولِي لَهُ يَا مَرْءَ عَمْرٍ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: مَرِّیْ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ أَعْنُونِي أَنْتِ وَحَفْصَةُ وَقُولَا لَهُ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَقِيقٌ، فَمَرَّ عَمْرٌ فَقَالَ: إِنَّكَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ، مَرِّیْ أَبَا بَكْرٍ!! قَالَ: وَأَقْبَبَتِ الصَّلَاةَ، فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ: إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَوْ لَشُقُّ عَلَى نَفْسِكَ، قَالَ: جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ، حَتَّى دَخَلْتُ فِي الْمَسْجِدِ، فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حَسَّ النَّبِيِّ ﷺ فَذَهَبَ لِيَسْتَأْخِرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ: أَنْ مَكَانَكَ، فَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ، فَكَبَّرَ النَّبِيُّ ﷺ وَكَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَكَثُرَ النَّاسُ بِتَكْبِيرِ أَبِي بَكْرٍ، فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ، وَيُصَلِّيَ النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ.

اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب نبی ﷺ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ایک دن) نبی ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھیج دیا (کہ نبی ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)، انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ میرے والد بہت بوڑھے اور نرم دل ہیں، جب میں رسول اللہ ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوں گا (اور آپ ﷺ کو ان کی جگہ پر نہ پاؤں گا) تو مجھ پر رقت طاری ہو جائے گی۔ اس لئے تم نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کرو کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو نبی ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک قاصد کے ذریعے یہ پیغام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا (کہ آپ ﷺ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دے رہے ہیں)۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا کہ تم اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اکٹھے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نرم دل ہیں لہذا آپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں، چنانچہ جب ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم (عورتیں) تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ راوی کا بیان ہے کہ جب نماز کھڑی ہو گئی تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس فرمائی تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر (مسجد میں) تشریف لے جانے لگے تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے یا عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کو تکلیف ہوگی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے، آپ ﷺ جب دو آدمیوں کے سہارے مسجد پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا، لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں اشارہ کے ذریعے پیچھے ہٹنے سے منع فرما دیا اور (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں) بیٹھ گئے، اب نبی ﷺ تکبیر کہتے اور (نبی ﷺ کی تکبیر پر) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے، پس ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھانے لگے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایہ: المحصلی: ۱۲۹، صحیح البخاری: ۶۸۷، صحیح مسلم: ۴۱۸، سنن النسائی: ۸۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۷۹، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۰۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۱۳، سنن الدارمی: ۱۲۹۲، المستفی لابن الجارود: ۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۶۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۱۱۶

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند البخاری ومسلم والنسائی وغیرہم)

فوائد ومسائل:

- ۱۔ یہ حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں نبی ﷺ نے صرف سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمایا۔
- ۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کبری (خلافت) کے منصب پر فائز کیا۔
- ۳۔ امہات المؤمنین کے اصرار کے باوجود آنحضرت ﷺ نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں فرمایا، اس لیے قائد کو چاہیے کہ جو فیصلہ اسے دلائل کی روشنی میں بہتر اور صحیح محسوس ہو، اس پر پختگی سے قائم رہے، اپنے ساتھیوں کے اصرار سے فیصلہ تبدیل نہ کرے۔
- ۴۔ نبی مکرم ﷺ کو سہارا دے کر مسجد لانے والوں کی بابت مختلف روایتوں میں مختلف نام مذکور ہیں سنن ابن ماجہ (۱۲۳۴) وغیرہ کی ایک روایت میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور ایک آدمی کا ذکر ہے جبکہ صحیح بخاری (۶۸۷) کی روایت میں حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔
- ان دونوں روایتوں کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں امام نووی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ ان کے درمیان اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اور نامعلوم آدمی آپ ﷺ کو گھر سے مسجد تک اور اس سے آگے نماز کی جگہ تک حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ لے کر آئے یا پھر دو الگ الگ واقعات پر محمول ہے۔ واللہ اعلم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (فتح الباری: ۲/۲۰۱، حدیث: ۶۶۵)
- ۵۔ ”لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے“ مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چونکہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں کھڑے تھے، اس لیے حضور اکرم ﷺ جو فعل کرتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو فعل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے دوسری مقتدی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ لہذا جن احادیث میں آیا ہے کہ ”جب امام (کسی عذر کی وجہ سے) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۳۲) وہ احادیث منسوخ ہیں اور مذکورہ حدیث ان کے لیے ناسخ ہے۔

{اگر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۲۲۲۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الْهَيْثَمِ : أَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا الظُّهْرَ فِي بُيُوتَيْهِمَا وَهُمَا يَزَيَّانِ أَنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا، ثُمَّ أَتَيَا الْمَسْجِدَ، فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَقَعَدَا. وَهُمَا يَزَيَّانِ أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَحِلُّ لَهُمَا، فَلَمَّا رَأَاهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتِي بِهِمَا وَفَرَأَيْصُهُمَا تَرَعَدُ مِنْ خَافَةٍ أَنْ يَكُونِ قَدْ حَدَثَ فِيهِمَا شَيْءٌ، فَسَأَلَهُمَا، فَأَخْبَرَاهُ الْخَبْرَ، فَقَالَ: إِذَا فَعَلْتُمَا ذَلِكَ، فَصَلِّيَا مَعَ النَّاسِ، وَاجْعَلَا الْأُولَى هِيَ الْفَرِيضَةُ.

ہیثم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (نبی مکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے) دو آدمیوں نے ظہر کی نماز یہ سمجھ کر کہ جماعت ہوگئی ہوگی اپنے گھر میں پڑھ لی، پھر یہ حضرات مسجد میں آئے تو نبی مکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، یہ دونوں (ایک طرف) یہ سمجھ کر کہ اب ان کے لیے دوبارہ نماز پڑھنا درست نہیں ہے بیٹھ گئے (اور جماعت میں شریک نہ ہوئے)، نبی مکرم ﷺ نے نماز کے بعد جب انہیں ایک طرف بیٹھا دیکھا تو آپ ﷺ کے کہنے پر انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو وہ اس حالت میں آئے کہ (گھبراہٹ کے مارے) ان کے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا کہ شاید ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہو، آپ ﷺ نے ان سے جماعت میں شریک نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے پوری بات بتلا دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا کر بیٹھو تو جماعت میں شریک ہو جایا کرو اور پہلی کو فرض گردانا کرو (اور دوسری کو نفل)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ۷۴۹، سنن النسائی: ۸۵۸، سنن ابی داود: ۵۷۵، سنن الترمذی: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۶۳۲، سنن الدارمی: ۱۴۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۵، المعجم الاوسط: ۴۳۹۸

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخرى عند النسائی: ۸۵۸ و ابی داود: ۴۵۵ و غیرہما)

جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنيفة عن الهيثم عن جابر بن الاسود والاسود بن جابر عن ابيه ان رجلين... الخ.

(جامع البسائيد: ٤٣٩)

(۱) صحیح یہی ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہی ہے جن روایات میں ظہر کی بجائے صبح کا لفظ وارد ہوا ہے وہ راوی کا وہم ہے۔ چنانچہ

کتاب الآثار روایت الامام محمد (۹۷) اور مسند ابی حنیفہ روایۃ النحسکی (۵۸) کی روایت میں بھی صراحت ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے اور مسند ابی حنیفہ کی روایت اُن روایات سے کہیں زیادہ قوی و مضبوط ہے جن میں صبح کا لفظ آیا ہے۔

(۲) ”کانپ رہے تھے۔“ کانپنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میں قدرتی طور پر رعب اور ہیبت تھی۔ جو نیا آدمی آپ کو دیکھتا تھا یا جو کبھی کبھار دیکھتا تھا، مرعوب ہو جاتا تھا۔ انہیں بلایا گیا تھا بلکہ پکڑ کر لایا گیا تھا، لہذا مرعوب ہونے کے علاوہ ان کا خوف زدہ ہونا قرین قیاس تھا۔

(۳) یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر انسان اکیلا نماز پڑھ لے یہ سمجھ کر کہ جماعت نہ ملے گی یا جماعت ہو چکی ہے یا شاید میں مسجد میں نہ جا سکوں وغیرہ، پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز باجماعت مل جائے تو اسے نماز دہانی چاہیے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے۔ اور یہ بعد والی نماز نفل شمار ہوگی۔

البتہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفلی نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

{ فتنہ و فساد کا خوف نہ ہو تو عورتیں مسجد میں جا سکتی ہیں }

٢٢٣. وَحَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ إِلَى صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ: إِذَا يَتَّخِذُ نَهْ دَغْلًا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَحَدَيْتُكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَقُولُ هَذَا.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو نماز فجر اور نماز عشاء میں آنے کی اجازت

دی رکھی تھی، ایک آدمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اس زمانے کی عورتیں تو اسے اپنے لیے دلیل بنالیں گی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اپنی بات کہہ رہے ہو؟

تحقیق:

صحیح ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن الشعبي عن ابن عمر رضی اللہ عنہما..... الخ۔ (مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۱۳۵)

عورتوں کے مسجدوں کی طرف جانے کا مسئلہ:

عورتوں کے مسجدوں کی طرف جانے کے مسئلہ کے متعلق ہم دیگر احادیث بھی دوسری کتب سے مع تحقیق نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آسکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأُذِنُوا لَهُنَّ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ. (آثار السنن: ۳۰۱)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔“ اسے سوائے ابن ماجہ کے ایک جماعت (بخاری: ۸۶۵، مسلم: ۴۴۲، نسائی: ۷۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۵، صحیح مسلم: ۴۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۴۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۶۸، شرح السنن للبیہقی: ۸۶۲۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا موسى بن عبيدة الله، عن حنظلة، عن سالم بن عبد الله، عن ابن عمر رضي الله عنهما.... الخ“ (صحیح البخاری: ۸۶۵)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ وَلِيَعْرِجَنَّ تِفْلَاتُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ خُرَيْمَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۳۰۲)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی بندوں (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زینب وزینت کے (اپنے گھروں سے) باہر نکلنا چاہیے۔“
اسے احمد (۹۶۳۵) ابو داؤد (۵۶۵) اور ابن خزیمہ (۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۳۵، سنن ابی داؤد: ۵۶۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۹۱۵، ۵۹۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۵۱۲۱، مسند الحمیدی: ۱۰۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۹، سنن الدارمی: ۱۳۱۵، المنشی لابن الجارود: ۱، ۳۳۲، المعجم الاسوط للطبرانی: ۵۶۸۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
”حدثنا يحيى، عن محمد بن عمرو، قال: حدثنا ابو سلمة، عن ابی هريرة..... الخ“ (مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۳۵)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ الْمَسَاجِدَ وَلْيَخْرُجْنَ تَفْلَاطٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۰۲)
☆☆ (سیدنا) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی بندوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زینب وزینت کے باہر نکلنا چاہیے۔“ اسے احمد (۲۱۶۷۴) بزار (کشف الاستار: ۴۴۵) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۰۹۸ میں) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۶۷۴، مسند البزار: ۳۷۷۲، مسند السراج: ۷۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۲۳۹۔

اور حسن ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا اسماعيل، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن محمد بن عبد الله بن عمرو بن هشام، عن بسر بن سعيد، عن زيد بن خالد الجهني..... الخ“ (مسند الامام احمد: ۲۱۶، ۴)

فوائد ومسائل:

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل باتیں ثابت و واضح ہوئیں۔

(۱) عورت اپنے خاوند سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے۔ استیذان کی شرط سے پتا چلا کہ وہ بغیر اجازت کے مسجد میں نہیں جاسکتی۔ اگرچہ خاوند کو نرم روی کا مشورہ دیا گیا ہے کہ عورت جب اجازت طلب کرے (اور عورت کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو) تو وہ اجازت دیدے۔ تاہم عورت کیلئے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے: ”تین شخصوں کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ان میں سے ایک ”المرأة تخرج من بیحہا بغیر اذن“ وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۵) لہذا اذن شوہر شرط ہے۔ مزید برآں عورت کے مسجد میں جانے کی اجازت دیگر کئی اور شرائط کے ساتھ بھی مشروط ہے مثلاً۔۔۔۔۔

عن عروۃ بن الزبیر ان عائشة اخبرته قالت کن نساء المؤمنات یشہدن مع رسول اللہ ﷺ صلاة الفجر متلفعات بمروطھن الی بیوتھن حین یقضین الصلوۃ لا یعرفھن احد من الغلس۔ (صحیح البخاری: ج ۱ ص ۸۲، صحیح مسلم: ج ۱ ص ۲۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حالت میں حاضر ہوتیں کہ اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی ہوتیں پھر نماز ادا کر کے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں تو تاریکی کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہم مین سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ عید گاہ کی طرف نہ نکلے تو کیا حرج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لتلبسھا صاحبھا من جلبابھا“ اس کی دوست عورت اس کو اپنی بڑی چادر پہنا دے۔ (صحیح البخاری: ج ۱ ص ۴۶)

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ دوست اس کو اپنی چادر عاریۃ دیدے یا ایک چادر دونوں اوڑھ لیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے مسجد یا عید گاہ کی طرف جانے کے لئے پردہ کی شرط ضروری ہے کہ جس کے پاس پردہ کی چادر نہ ہو وہ بھی دوسری عورت سے چادر عاریتاً لے کر پردہ پوش ہو کر مسجد اور عید گاہ میں جائے۔

☆ عورت کے مسجد میں جانے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں جاسکتی ہے دن کو نہ جائے۔ احادیث میں یہ شرط صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ آثار السنن کی حدیث نمبر ۳۰۱ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔“ (صحیح البخاری: ۸۶۵)

اس حدیث میں صراحتاً رات کی شرط مذکور ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ کرمانی رحمہ اللہ اپنی شرح میں باللیل کے تحت لکھتے ہیں:

فیہ دلیل ان النهار بخلاف اللیل لنصہ علی اللیل وحديث لا تمسحوا اماء اللہ مساجد اللہ

محمول علی اللیل ایضاً۔ (صحیح بخاری مع شرح کرمانی: ج ۲۰، ص ۲۰۰)
 اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ (عورتوں کے لئے) دن کا حکم رات کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ اس حدیث میں رات کی صراحت ہے اور ”لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ“ والی مطلق حدیث بھی رات پر محمول ہے (یعنی جس حدیث میں اللیل کی قید ہے اس کے قرینہ سے ان حدیثوں کو جن میں یہ قید مذکور نہیں اس قید کے ساتھ مقید کیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور امام ابو یوسف یا نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النہی عن منعہن من الخروج محمول علی کراہۃ التنزیہ۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۱۸۴)
 عورتوں کو روکنے سے نہی کراہت پر محمول ہے۔

پس عورتوں کے لئے دن کو نکلنا خلاف اولیٰ اور مردوں کے لئے رات کو روکنا خلاف اولیٰ ہے یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والذی یظهر انہ جنح الی ان ہذا المطلق یحمل علی ذالک المقید۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۲۸۷)
 ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان اس طرف ہے کہ مطلق حدیث کو بھی اس مقید پر محمول کیا جائے گا۔
 امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ہذا الحدیث مطلق والذی قبلہ مقید فکان البخاری حمل ہذا المطلق علی ذالک المقید۔

(عمدة القاری: ج ۳ ص ۲۲۸)

یہ حدیث مطلق ہے اور اس سے پہلے والی مقید ہے پس گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مطلق کو اس مقید پر محمول کیا ہے۔

لیکن رات کی قید شرط اولویت ہے شرط وجوب نہیں یعنی اولیٰ یہ ہے کہ دن کو نہ جائیں رات کو جائیں لیکن اگر دن کو مسجد میں جائیں تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔

☆ ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورتیں مسجد اور عید گاہ کی طرف جائیں تو خوشبو نہ لگائیں بلکہ اس حالت میں جائیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آ رہی ہو اس مضمون کی کئی احادیث پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

عن زینب امرأة عبد اللہ قالت قال لنا رسول اللہ ﷺ اذا شهدت احد کن المسجد فلا تمسحی طیباً۔ (صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۱۷)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا جب تم عورتوں میں سے کسی عورت کا مسجد میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ ایما امرأة اصابہ بخور فلا تشهد معنا

العشاء الآخرة. (صحیح مسلم : ج ۱ ص ۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت نے خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔“

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولكن لیخرجن وھن تغلات. (مسند احمد ج ۱۹ ص ۱۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بند یوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو لیکن وہ گھر سے اس حالت میں نکلیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آتی ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شرائط کتب حدیث میں منقول ہیں۔

(۲) جب عورت مسجد میں جانے کے لئے خاوند سے اجازت مانگنے کی پابند ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورت پر مسجد میں جانا واجب نہیں ورنہ جو کام فرض یا واجب ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کے لیے اجازت مانگنا ضروری نہیں ہوتا جیسے اگر عورت نے رمضان کا فرض روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت شرط نہیں لیکن اگر نفل روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت کے ساتھ رکھے گی بغیر اجازت کے عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا درست نہیں۔

(۳) یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے اگر اجازت دینے کا پابند ہو اور یہی شق متعین ہو تو اس اجازت لینے کا کیا مطلب؟

(۴) ایک حدیث میں امر ہے ”فأذنوا لھن“ ان کو اجازت دے دو، دوسری حدیث میں ”لا تمنعوا“ صیغہ نہی ہے یعنی نہ روکو۔ یہاں ہر ایک کا ادنیٰ درجہ مراد ہے امر کا ادنیٰ درجہ رخصت و اباحت ہے اور نہی کا ادنیٰ درجہ مکروہ تزیہی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند کے لئے اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے وہ ایک چیز کا پابند نہیں۔ لیکن جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد و فتنہ کا خوف نہ ہو تو اجازت دینا اولیٰ ہے اور اجازت نہ دینا اور وکنا خلاف اولیٰ اور مکروہ تزیہی ہے۔

(۵) رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبکہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز بہ نفس نفیس آپ ﷺ خود پڑھاتے تھے تو آپ ﷺ کی طرف سے اس کی دنساحت کے باوجود کہ عورتوں کے لیے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے، بہت سی نیک بخت عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کم از کم رات کی نمازوں میں (یعنی عشاء اور فجر میں) مسجد میں جا کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کریں، لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ان کا یہ اجازت نہ دینا کسی فتنہ کے اندیشہ سے یا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہ تھا (کیونکہ اس وقت کا پورا اسلامی معاشرہ اس لحاظ سے ہر طرح قابل اطمینان تھا) بلکہ ایک غیر شرعی قسم کی غیرت اس کی بنیاد تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں اگر رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دینا چاہیے لیکن خود عورتوں کو آپ ﷺ

برابر یہی سمجھاتے رہے کہ بی بیو تمہارے لیے زیادہ بہتر اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اس مضمون کی احادیث آگے آرہی ہیں۔ بہر حال جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد و فتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتیں رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر انہیں اجازت دینا اولیٰ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَذْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۰۴)

☆ ☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کر لی ہیں تو آپ ﷺ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے، جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عبادت گاہوں میں) جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔“ اسے شیخین (بخاری: ۸۶۹، مسلم: ۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵، سنن ابی داود: ۵۶۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مسند السراج: ۸۰۴، مؤطا مالک: ۶۷۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۶۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مستخرج ابی عوانہ: ۱۴۵۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۷۱۳۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبد الله بن يوسف، قال اخبرنا مالك، عن يحيى بن سعيد، عن عمرة، عن عائشة رضي الله عنها.... الخ“ (صحیح البخاری: ۸۶۹)

فائدہ:

یہ بات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اپنے زمانے میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسی بناء پر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہیے۔ بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ (شرائط کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے) اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ج ۲ ص ۲۶)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَلْجَأُ امْرَأَةً أَصَابَتْ بِخُورٍ فَلَا تَشْهَدُ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ. (آثار السنن: ۴۰۵)

☆ ☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز (مسجد میں) میں نہ پڑھے۔“ اسے مسلم (۴۴۴) ابوداؤد (۴۱۷۵) اور نسائی (۵۱۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۴۴، سنن ابی داؤد: ۴۱۷۵، سنن النسائی: ۵۱۲۸، مسند السراج: ۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۰۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۹۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۷۳، شرح السنن للبیہقی: ۸۶۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۹۹۵، صحیح مسلم: ۴۴۴، سنن ابی داؤد: ۴۱۷۵، سنن النسائی: ۵۱۲۸، مسند السراج: ۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۰۰۔

اور لحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن يحيى، واسحاق بن ابراهيم، قال يحيى: اخبرنا عبد الله بن محمد بن عبد الله بن ابي فروة، عن يزيد بن خصيفة، عن بسر بن سعيد، عن ابي هريرة..... الخ“ (صحیح مسلم: ۴۴۴)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ مُحَمَّدٍ أُمِّ امْرَأَةٍ أَبِي مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا جَاءَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَحْبَبْتُ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعِيَ وَصَلَوْتُكَ فِي بَيْتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَوَتِكَ فِي حُجْرَتِكَ وَصَلَوْتُكَ فِي حُجْرَتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَوَتِكَ فِي دَارِكَ وَصَلَوْتُكَ فِي دَارِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَوَتِكَ فِي مَسْجِدِكَ وَصَلَوْتُكَ فِي مَسْجِدِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَوَتِكَ فِي مَسْجِدِي قَالَ فَأَمَرْتُ فَبُيِّنَ لَهَا مَسْجِدٌ فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۰۶)

☆ ☆ عبد اللہ بن سوید انصاری (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنی پھوپھی ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جو ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے علم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، اور تمہاری نماز (گھر کے بیرونی) کمرے (بیٹھک) کے مقابلے میں گھر (کے اندرونی کمرے) میں بہتر ہے اور کھلے گھر (کے صحن) کے مقابلے میں (بیرونی) کمرے میں بہتر ہے اور میری اس مسجد کے مقابلے میں تمہاری نماز کھلے گھر یعنی اس صحن میں بہتر ہے۔“ پھر انہوں نے حکم دیا تو گھر کے دور والے اور تاریک کونے میں ان کے لئے مسجد بنادی گئی، پھر وہ (اپنی وفات تک) اس میں نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملیں۔ اسے احمد (۲۷۰۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد النظم آن: ۳۲۸، التہذیب لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲، ص ۳۴۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۰۶، اتحاف المہرۃ: ۲۳۶۲۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد النظم آن: ۳۲۸، التہذیب لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲، ص ۳۴۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۰۶، اتحاف المہرۃ: ۲۳۶۲۰۔

اور سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا هارون، حدثنا عبدالله بن وهب، قال: حدثني داود بن قيس، عن عبدالله بن سويد

الانصاري، عن عمته ام حميد امرأة ابي حميد الساعدي... الخ“ (مسند الامام احمد بن حنبل

: ۲۷۰۹۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۳، ص ۴۵، صحیح ابن خزیمہ بتحقیق الالبانی: ۱۶۸۹، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۷۰۹۰) اس کے راویوں کا مختصر سماع درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوعلی ہارون بن معروف مروزی خزازی رضیر رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۷۱۲)

(۲) امام ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم قرشی فہری مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۹۰۶)

(۳) امام ابو سلیمان داود بن قیس الفراء الدباغ القرشی المدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً بخاری کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۷۸۱)

(۴) امام عبد اللہ بن سويد الانصاری الخطمی رحمہ اللہ کو ”ثقة“ راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة لابن قطلوبغا: ۵۹۱۰، الثقات لابن حبان: ۳۸۴۱)

فوائد ومسائل:

(۱) قارئین اس حدیث پر ذرا دوبارہ نظر ڈالیں: عورت کی چھوٹے کمرے والی نماز بڑے کمرے والی نماز سے افضل، اور بڑے کمرے والی نماز صحن والی نماز سے افضل، اور صحن والی نماز محلہ کی مسجد والی نماز سے افضل، اور محلہ کی مسجد والی نماز مسجد نبوی ﷺ والی نماز سے افضل، نتیجہ یہ کہ عورتوں کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے اور گھر کے بھی جس قدر مخفی گوشہ میں عورتیں نماز پڑھیں گی اسی قدر اس نماز کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اتنی عظیم خوشخبری سننے اور نبی ﷺ کا منشا معلوم کرنے کے بعد عورت کے مسجد میں اور عید گاہ میں جانے پر اصرار اور منشا نبوت کے خلاف ترغیب دینی دے سکتا ہے جو نفس پرست، مفاد

پرست اور دنیا کا پجاری ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث پر عنوان لگایا گیا ہے: ”باب اختیار صلاة المرأة... الخ“ یہ باب ہے اس بیان میں کہ عورت کی اپنے بڑے کمرے کی نماز اس کے صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور محلہ کی مسجد کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہتر ہے۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ قرآن کریم کی رو سے بھی عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فِي بُيُوتِ أَخْنَانِهِ ان تَرَفِعَ وَيدَكَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة. (سورة النور: ۳۱، ۳۲)

جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، ان میں صبح و شام وہ لوگ اس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔

رجال، رجال کی جمع ہے بمعنی مرد، بیوت اللہ (مساجد) میں عبادت کیلئے مردوں کی تخصیص کرنے سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ ص ۵۱۰ لکھتے ہیں:

خص الرجال بالذکر في هذه المساجد لانه ليس على النساء جمعة ولا جماعة في المسجد.

(معالم التنزيل المعروف تفسیر بغوی: ج ۱ ص ۵۱)

اس مساجد میں ذکر کرنے کیلئے مردوں کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ مساجد میں جا کر جمعہ پڑھنا اور جماعت میں شامل ہونا عورتوں پر لازم نہیں۔

امام محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ ص ۱۶۷ فرماتے ہیں:

لما قال الله تعالى (رجال) وخصهم بالذکر دل على ان النساء لا حظ لهن في المساجد اذ لا جمعة عليهن ولا جماعة وان صلاتهن في بيوتهن افضل روى ابو داود عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في مخدعها افضل من صلاتها في بيتها. (تفسير القرطبي: ج ۱ ص ۲۵۷)

اللہ تعالیٰ کا اپنے فرمان ”رجال لا تلهيهم“ میں صرف مردوں کو ذکر کرنا دلیل ہے کہ عورتوں کیلئے مساجد میں (ثواب کا) کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ ان پر نہ جمعہ واجب ہے اور نہ جماعت واجب ہے۔ اور عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے ابو داود نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے کمرے میں اس کی صحن والی نماز سے افضل ہے اور اس کی نماز چھوٹی کوٹھڑی میں کمرے کی نماز

سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ ص ۱۷۱ فرماتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی هذه المساجد لان النساء ليس عليهن حضور المساجد لجمعة ولا جماعة (تفسير الخازن: ج ۵ ص ۱۰)

ان مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جماعت کیلئے مساجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی رحمہ اللہ ص ۶۰۶ لکھتے ہیں:

السؤال الثاني: لم خص الرجال بالذکر؟ والجواب لان النساء لسن من اهل التجارات او الجماعات (تفسير كبير: ج ۱۱ ص ۳۳۵)

دوسرا سوال: صرف مردوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ جواب: کیونکہ (از روئے شریعت) عورتیں تجارتی کاروبار یا جماعتوں میں شمولیت کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

علامہ ابراہیم بن عمر البقاعی رحمہ اللہ ص ۸۸۵ فرماتے ہیں:

وخص الرجال مع ان حضور النساء المساجد سنة شهيرة، اشارة الى ان صلاتهن في بيوتهن افضل لهما.... الخ. (نظم الدر: ج ۵ ص ۴۶۴)

(مساجد میں عبادت کیلئے) مردوں کی تخصیص کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کی نماز ان کے گھروں میں افضل ہے۔

ثقة و صدوق محقق و مفسر امام محمود بن عبد اللہ آلوسی رحمہ اللہ ص ۱۲۰ لکھتے ہیں:

وتخصيص الرجال بالذکر لانهم الاحقاء بالمساجد. فقد اخرج احمد والبيهقي عن ام سلمة عن رسول الله ﷺ خير مساجد النساء قعر بيوتهن. (روح المعاني: ج ۱۳ ص ۴۵۲)

مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ مساجد میں عبادت کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ امام احمد اور امام بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین مساجدان کے گھر کا مخفی گوشہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ امْرَأَةً خَيْرَ لَهَا مِنْ قَعْرِ بَيْتِهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ أَوْ مَسْجِدُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا امْرَأَةً تَخْرُجُ فِي مَنْقَلَتِهَا يَغْنِي خَفِيُّهَا. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ. (آثار السنين: ۳۰۶)

☆ ☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی جو اس کیلئے اس کے گھر کی پوشیدہ جگہ نماز پڑھنے سے بہتر ہو۔ سوائے مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ کے، الا یہ کہ وہ (بوڑھی) عورت (پاؤں میں) چمڑے کے موزے پہن کر نکلے۔ اسے طبرانی نے الکبیر (المعجم الکبیر: ۱: ۹۳، ۹۴، ۹۵) میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۳ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے دو مختلف طرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ مِنْ مَنِيَّ إِسْرَائِيلَ يُصَلُّونَ جَمِيعًا فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا كَانَ لَهَا خَلِيلٌ تَلْبَسُ الْقَالِبِينَ تَطُولُ بِهَا لِحْيَتُهَا فَالْقَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهَا الْحَيْضَ فَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَقُولُ أَخْرِجُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجَهُنَّ اللَّهُ قُلْنَا مَا الْقَالِبِينَ قَالَ رَفِضَتَيْنِ مِنْ خُشْبٍ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ. (آثار السنن: ۲۰۸)

☆ ☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں اکٹھے نماز پڑھتے تھے، پھر اگر کسی عورت کا کوئی (پسندیدہ شخص) دوست ہوتا تو دو قابین (ایڑی والی جوتی) پہنتی تھی تاکہ اپنے دوست کے سامنے لمبی ہو کر ظاہر ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض کی بیماری مسلط کر دی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جہاں سے اللہ نے انہیں نکال دیا ہے • شرائط مفقود ہو جانے کی وجہ سے (تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔ ہم نے پوچھا: قابین کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں کو کہتے ہیں یعنی کھڑاویں یا ایڑی والی۔ اسے طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۹۳۸۴، ۹۳۸۵ میں) روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۲۰ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۸۴، ۹۳۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج ۱ ص ۴۰۰، حاشیۃ السيوطي على النسائي: ۳۳۸، مجمع الزوائد للبيهقي: ۲۱۲۰، المطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۸۴، ۹۳۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج ۱ ص ۴۰۰، حاشیۃ السيوطي على النسائي: ۳۳۸، مجمع الزوائد للبيهقي: ۲۱۲۰، المطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا اسحاق بن ابراهيم، عن عبدالرزاق، عن الثوري، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن ابي معمر، عن ابن مسعود... الخ“ (المعجم الکبیر: ۹۳۸۴)

”حدثنا محمد بن النضر الازدی، ثنا معاوية بن عمرو، ثنا زائدة، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن عبد الله... الخ“ (ایضاً: ۹۳۸۵)

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور متعدد حضرات جیسے امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ، امام احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ ۹۲۳ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح السند کہا ہے۔ (دیکھئے: البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰، فتح الباری: ج ۱ ص ۴۰۰، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج ۱ ص ۳۴۱، حاشیہ السیوطی علی سنن النسائی: ۳۴۸) مزید برآں اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰)

وَعَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِي أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقُولُ أَخْرِجْنَ إِلَى بُيُوتِكُنَّ خَيْرًا لَّكُمْ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُهُ مُوثِقُونَ. (آثار السنن: ۴۰۹)

☆ ☆ ابو عمرو الشیبانی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے: ”اپنے گھروں کو جاؤ، وہ تمہارے لیے بہتر ہیں۔ اے طبرانی نے الکبیر (۹۳۷۵) میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۹) میں کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق الصنعانی: ۵۲۰۱، مسند ابن الجعد: ۴۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۷۵، السنن الکبری للبیہقی: ۵۶۵۱، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۱۹، العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: ۴۹۳۰۔

اور صحیح ہے، احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی صحیح لغیرہ کہا ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب: ۳۴۹) امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”عبد الرزاق، قال اخبرنا معمر، عن ابی اسحاق، عن ابی عمرو الشیبانی انه رأى... الخ“

(مصنف عبد الرزاق: ۵۲۰۱)

{ اگر آدمی ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے؟ }

۲۲۵. يُوَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا صَلَّى الرَّجُلُ رَكْعَةً ثُمَّ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ، وَصَلَ إِلَيْهَا أُخْرَى، ثُمَّ دَخَلَ فِي صَلَاةِ الْقَوْمِ، فَإِذَا صَلَّى مَعَهُمُ ثَلَاثِينَ

وَتَشْهَدُ، سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَصَلَّى مَعَهُمْ مَا بَقِيَ وَيَجْعَلُهَا سُبْحَةً.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب آدمی ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور پھر جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے سات دوسری رکعت ملا لے اور (پھر تکبیر کہہ کر) لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے امام جب دو رکعتیں پڑھ لے اور (بیٹھ جائے) التحیات پڑھ لے تو یہ شخص (دل میں) دائیں بائیں سلام پھیر لے پر (کھڑا ہو کر اللہ کبر کہے) اور امام کے ساتھ باقی نماز نفل کی نیت سے پڑھ لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۲۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ فِي ذَلِكَ: يُضَيَّفُ إِلَيْهَا أُخْرَى، ثُمَّ يُسَلِّمُ وَيَجْعَلُهَا سُبْحَةً، وَيَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ وَيَجْعَلُهَا الْفَرِيضَةَ.

عامر شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر پھر سلام پھیرے دے اور اسے نفل بنا لے اور پھر جماعت میں شامل ہو جائے اور اسے فرض بنا لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۲۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا صَلَّيْتَ الْفَرِيضَةَ فِي بَيْتِكَ، ثُمَّ صَلَّيْتَ مَعَ الْقَوْمِ فَاجْعَلْهَا نَافِلَةً فَإِنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَجْعَلَهَا الْفَرِيضَةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تم نے گھر میں (فرض) نماز پڑھ لی ہو تو پھر نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جاؤ کیونکہ اب تم اسے فرض بنانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

جماعت کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کا مسئلہ:

جماعت کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کے متعلق دیگر کتب سے چند احادیث مع تحقیق ملاحظہ ہوں۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أَمْرًا يُؤَخَّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ يُمَيِّتُونَ الصَّلَاةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ

أَذَرْتُهَا مَعَهُمْ فَصَلَّيَ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۹)

☆ ☆ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکمران مسلط کر ہوں گے جو نماز کو اس کے (مستحب) وقت سے تاخیر کریں گے یا اسے قضا کر دیں گے؟ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تو نماز کو اس کے (مستحب) وقت پر ادا کرنا، پھر اگر ان کے ساتھ نماز کے پالے تو دوبارہ پڑھ لے، بلاشبہ یہ دوسری نماز تیرے لئے نفل ہو جائے گی۔“ اسے مسلم (۶۳۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۷، سنن النسائی: ۸۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۱۷۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۷۸، سنن الدارمی: ۱۲۶۳، صحیح ابن خزيمة: ۱۶۳۹، حدیث السراج: ۱۷۷۰، مستخرج ابی عوانہ: ۲۴۰۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۳۴، صحیح ابن حبان: ۱۳۸۲۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خلف بن هشام حدثنا حماد بن زيد ح قال وحدثني ابو الربيع الزهراني وابو كامل الجعدي قالا حدثنا حماد عن ابی عمران الجونی عن عبد الله بن الصامت عن ابی ذر..... الخ۔ (صحیح مسلم: ۶۳۸)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی امام وقتِ مستحب کے نکل جانے کے بعد تاخیر سے نماز پڑھاتا ہو تو آدی کو چاہیے کہ اپنی نماز علیحدہ مستحب وقت میں ادا کر لے اور اس کے بعد اگر مسجد سے گزر ہو اور دوبارہ امام کے ساتھ بھی شریک ہونا چاہیے تو شرکت کر سکتا ہے اور یہ دوسری نماز اس کے لیے نفل ہو جائے گی۔ البتہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفل نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَاضِي اللَّهِ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَذَّنَ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى ثُمَّ رَجَعَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَاضِيٍّ جَالِسٌ فِي مَجْلِسِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ النَّاسِ أَلَسْتَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَقَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَكِنِّي قَدْ صَلَّيْتُ فِي أَهْلِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ. (آثار السنن: ۵۰)

☆ ☆ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں تھے کہ نماز کی اذان کہی گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ اٹھے، پھر (نماز پڑھ کر) واپس تشریف لائے تو (دیکھا کہ) محسن رضی اللہ عنہ اپنی جگہ ہی میں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا تم مسلمان آدمی نہیں ہو؟“ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں گھر میں نماز پڑھ آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں آؤ (اور جماعت مل جائے) تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھو، اگرچہ تم نماز پڑھ چکے ہو۔“ اسے مالک (۴۳۵) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۴۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۳۹۵، سنن النسائی: ۸۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۳۰۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۹۷، سنن الدار قطنی: ۱۵۴۱، المستدرک علی الصحیحین: ۸۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۶۳۸، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۴۳۰۷، شرح السنن للبغوی: ۸۵۶۔

اور صحیح ہے۔ مؤطا مالک میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن زيد بن اسلم عن رجل من بنی الدیل یقال له بسر بن محجن عن ابیه محجن۔
..... الخ. (مؤطا مالک: ۴۳۵)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ انْحَرَفَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي أُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَىٰ بِهِمَا لَيْعَىٰ بِهِمَا تَرَعُدُ فَرَأَيْتُهُمَا فَقَالَ ۖ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمْ نَافِلَةٌ. رَوَاهُ الْخُمْسَةُ إِلَّا ابْنَ مَاجَةَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ الشَّكَنِ وَابْنُ جِبَّانٍ. (آثار السنن: ۵۱)

☆ ☆ یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج میں حاضر تھا پس میں نے فجر کی نماز مسجد خیف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو آپ نے لوگوں (نمازیوں) کے آخر میں دو آدمی دیکھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا: ”انہیں میرے پاس لاؤ۔“ انہیں آپ کے پاس لایا گیا تو (گھبراہٹ کے مارے) ان کے کندھوں کا گوشت کانپ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟“ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”ایسے مت کرو۔ جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ چکے ہو

پھر تم مسجد میں آؤ اور جماعت پاؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو۔ وہ (بعد والی) تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔“ اسے ابن ماجہ کے سوا اصحاب خمسہ (نسائی: ۸۵۸، ابوداؤد: ۵۷۵، ترمذی: ۲۱۹، احمد: ۱۷۴۷۴) نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی (۲۱۹)، ابن حبان (۲۳۹۵) اور ابن السکن نے اس کی تصحیح کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۸۵۸، سنن ابی داؤد: ۵۷۵، سنن الترمذی: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۷۴، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۹۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۶۴۲، سنن الدارمی: ۱۴۰۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۵، المعجم الاوسط: ۴۳۹۸

امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا زیاد بن ایوب قال حدثنا هشيم قال حدثنا يعلى بن عطاء قال حدثنا جابر بن يزيد بن الاسود العامري عن ابيه.... الخ. (سنن النسائی: ۸۵۸)

یہ حدیث صحیح ہے، البتہ اس میں صبح کے الفاظ راوی کا وہم ہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے۔ چنانچہ کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد (۹۷) کتاب الآثار وروایۃ ابی یوسف (۹۷) اور مسند ابی حنیفہ وروایۃ الحاکمی (۵۸) کی روایت میں صراحت ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے اور مسند ابی حنیفہ کی روایت اُن روایات سے کہیں زیادہ قوی و مضبوط ہے جن میں صبح کا لفظ آیا ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱) مسجد خیف منیٰ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ ظہر کی نماز کا ہے جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے۔
- (۲) ”کانپ رہا تھا۔“ رسول اللہ ﷺ میں قدرتی طور پر رعب اور ہیبت تھی۔ جو نیا آدمی آپ کو دیکھتا تھا یا جو کبھی بکھار دیکھتا تھا، مرعوب ہو جاتا تھا۔ انہیں بلایا گیا تھا بلکہ پکڑ کر لایا گیا تھا، لہذا مرعوب ہونے کے علاوہ ان کا خوف زدہ ہونا قرین قیاس تھا۔
- (۳) مذکورہ بالا دونوں احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ اگر انسان اکیلا نماز پڑھ لے یہ سمجھ کر کہ جماعت نہ ملے گی یا جماعت ہو چکی ہے یا شاید میں مسجد میں نہ جا سکوں وغیرہ، پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز باجماعت مل جائے تو اسے نماز دہرائی جا ہے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے۔ اور یہ بعد والی نماز نفل شمار ہوگی۔
- البتہ جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ شرکت صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہی ہو سکتی ہے فجر، عصر اور مغرب کے بعد نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دوسری نماز نفل ہے اور فجر اور عصر کے فرائض پڑھ لینے کے بعد نفل نماز جائز نہیں ہے اور مغرب دوبارہ پڑھنے کی صورت میں تین نفل بن جائیں گے اور نفل تین نہیں ہوتے۔

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ إِنِّي أُصَلِّي فِي بَيْتِي ثُمَّ أُدْرِكُ الصَّلَاةَ مَعَ الْإِمَامِ أَفَأُصَلِّي مَعَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ أَيَّتَهُمَا أَجْعَلُ صَلَاتِي فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَوْ ذَلِكَ إِلَيْكَ إِنَّمَا ذَلِكَ إِلَى اللَّهِ أَيَّتَهُمَا شَاءَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَآخَرُونَ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۵۲)

☆ ☆ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ بسا اوقات میں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور پھر امام کے ساتھ نماز پالیتا ہوں تو کیا میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں؟ تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں، تو اس شخص نے کہا کہ ان دونوں میں سے کون سی نماز کو نماز بناؤں؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا یہ بات تیرے سپرد ہے؟ یہ تو اللہ کے سپرد ہے، دونوں میں سے جسے چاہیں۔ اسے مالک (۴۳۶) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

موطا مالک: ۴۳۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۶۴۹، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۳۲۶، شرح السنۃ للبیہقی: ج ۳ ص ۴۳۳، مشکاة المصابیح: ۱۱۵۶، جامع الاصول: ۳۹۲۹، خلاصۃ الاحکام: ۲۳۰۸، تلخیص الخیر: ۵۶۳۔
اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ موطا میں اسے درج ذیل سند سے بیان کیا گیا ہے:
مالک عن نافع ان رجلا سأل عبد الله بن عمر رضي الله عنهما..... الخ. (موطا مالک: ۴۳۶)

فائدہ:

واضح رہے کہ متعدد احادیث صحیحہ مرفوعہ سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں نمازوں میں سے پہلی نماز فرض ادا ہوتی ہے اور دوسری نفل بن جاتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّهُ سَيَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ عَنْ مِيقَاتِهَا وَيَخْتَفِقُونَهَا إِلَى شَرْقِ النَّوْثَى فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ قَدْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلُوا صَلَاتَكُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۲)

☆ ☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”عنقریب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نمازوں کو اس وقت تک مؤخر کریں گے، جس قدر مرنے والا شخص گلے میں سانس اٹکنے کے بعد زندہ رہتا ہے۔ پس جب تم انہیں دیکھو کہ انہوں نے ایسا کیا ہے تو نماز اپنے وقت پر ادا کرو اور ان کے ہمراہ اپنی نماز کو نفل بناؤ۔“ اسے مسلم (۵۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۳۴، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۳۷۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۵۹۱، مسند البزار: ۱۵۵۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۳۶، صحیح ابن حبان: ۱۵۵۸، حدیث السراج: ۲۶۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۰۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۵۴۲، الجمع بین الصحیحین: ۳۲۰۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن العلاء الهمدانی ابو کریب قال حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابراهيم عن

الاسود وعلقمة قال اتینا عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ..... الخ. (صحیح مسلم: ۵۳۴)

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ أَوْ الصُّبْحَ ثُمَّ أَذَرَ كَهْمَا

مَعَ الْإِمَامِ فَلَا يُعَذِّبُهُمَا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۵۴)

☆ ☆ نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ: ”جو مغرب یا صبح کی

نماز پڑھ لے پھر ان دونوں نمازوں کو امام کے ساتھ پائے تو وہ ان کا اعادہ نہ کرے۔“ اسے مالک (۴۳۹) نے

روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

موطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما..... الخ. (موطا مالک: ۴۴۹)

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صبح اور عصر کی نماز ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

{ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی، ننگے پاؤں بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے:

۲۴۰. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَضَعُ

قَائِمًا وَقَاعِدًا وَخَافِيًا وَمُنْتَعِلًا وَيَنْصَرِفُ عَنْ تَمْيِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر بھی اور بیٹھ کر بھی، ننگے پاؤں بھی

اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے اور نمازیوں کی طرف دائیں طرف سے بھی مڑ جاتے تھے اور بائیں

طرف سے۔

تحقیق:

سچ ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی (۱۲۴) میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس ان رسول الله صلى قاعدا وقائما..... الخ. (مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ۱۲۴)

فائدہ:

- ۱۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا حالتِ عذر پر محمول ہے یا اس کا تعلق نوافل کے ساتھ ہے کیونکہ نوافل بیٹھ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔
- ۲۔ جوتے پاک صاف ہوں تو انہیں پہن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ البتہ اگر جوتے پاک صاف نہ ہوں ان پر نجاست وغیرہ لگی ہو تو ایسے جوتے پہن کر نماز پڑھنا درست نہیں۔
- ۳۔ نماز سے فراغت کے بعد گھر جاتے وقت دائیں طرف سے بھی مڑا جاسکتا ہے اور بائیں طرف سے۔ البتہ دائیں جانب کو ترجیح دینا اچھی بات ہے، سنن نسائی (۱۳۵۹) کی ایک حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ زیادہ تر دائیں جانب کو اختیار کرتے تھے۔

{ قراءت قرآن کے ساتھ بنا سنوار کر کچھ اور بھی پڑھ دینے والے شخص کی امامت درست نہیں }

۲۴۱۔ ثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا آمَهُمْ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ وَفِيهِمْ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَرَأَ الْأَعْرَابِيُّ: وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْحَبْلَ فَجَعَلَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعَى، قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْبِلَةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ.

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مکہ کے کسی راستے میں ایک دیہاتی نے لوگوں کو نماز پڑھائی جن میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، چنانچہ اس دیہاتی نے یہ پڑھا: (وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ الْحَبْلَ فَجَعَلَ مِنْهَا نَسَمَةً تَسْعَى)، (قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور دن کی جب اُس کا اجالا پھیل جائے اور وہ ہے جس نے حاملہ کو پیدا کیا اور اس سے ایک جان کو نکالا جو) وحشت ناک کالیف کے درمیان) دوڑ دھوپ کرتی ہے) تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: (مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْبِلَةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ)، (ہم نے تو یہ کلام کہیں نہیں سنا، اور کچھ نہیں، یہ تو ایجاد کیا ہوا ہے)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر کوئی شخص لوگوں کی امامت کرتا ہو اور قراءت قرآن کے ساتھ بنا سنوار کر کچھ اور بھی پڑھ دیتا ہو تو ایسے شخص کی امامت درست نہیں ہے اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ دیگر روایات میں صراحت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ جواب کے بعد یہ دیہاتی پیچھے ہٹ گیا تھا اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

{ عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے }

۲۲۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّهَا كَانَتْ تَوُضُّ النِّسَاءَ فِي رَمَضَانَ تَطَوُّعًا، وَتَقُومُ فِي وَسْطِ الصَّغَبِ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں نفل نماز میں عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں اور صبح کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۹۵۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۲۲، ۵۳۵۶، عوالی ابی حنیفہ: ۲۲، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۱۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق، وابن ابی شیبہ والبیہقی والحاکم)

فائدہ:

عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے، اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ ہوں۔
عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ الْأَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ انْطَلِقُوا بِنَا إِلَى الشَّهِيدَةِ فَتَزُورُهَا وَأَمْرًا أَنْ يُؤْذَنَ لَهَا وَيُقَامَ وَتَوُضُّ أَهْلَ دَارِهَا فِي الْفَرَائِضِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْفَرَائِضِ. (آثار السنن: ۵۱۴)
☆ ☆ ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے کہ: ”ہمیں شہیدہ (یعنی

ام ورقہ بنت نوفل) کے پاس لے چلو تا کہ ہم اس سے ملاقات کریں اور آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ان کے لئے اذان و اقامت کہی جائے اور اپنے گھر والوں کو فرائض میں امامت کرائے۔“ اسے حاکم (۷۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور ابوداؤد (۵۹۲) نے بھی اسے نقل کیا ہے مگر فی الفرائض کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۰، سنن ابی داؤد: ۵۹۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۸۳، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۲۲، صحیح ابن خزمیہ: ۱۶۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۲۶، سنن الدارقطنی: ۱۵۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۵۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۹۷۲

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الصفار ثنا احمد بن یونس الضبی ثنا عبد اللہ بن داؤد الخریبی ثنا الولید بن جمیع عن لیلی بنت مالک وعبد الرحمن بن خالد الانصاری عن اہم ورقہ الانصاریہ..... الخ. (المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۰)

فوائد و مسائل:

- (۱) یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر عورت اہلیت رکھتی ہو تو وہ عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔ لہذا عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے البتہ دیگر احادیث کے پیش نظر افضل یہی ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔
- (۲) اس حدیث سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے کہ گھر کے افراد میں تو مرد بھی ہوتے ہوں گے، لہذا اس سے تو عورت کا مرد کی امام بننا بھی ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ قطعاً درست نہیں کیونکہ مردوں پر فرض نماز کیلئے مسجد میں حاضری ضروری ہے، اس لیے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ مرد نبی اکرم ﷺ کی اقتداء چھوڑ کر عورت کی اقتداء و امامت میں نماز پڑھتے ہوں۔ ابوداؤد کی روایت میں بوڑھے مؤذن کے اذان دینے کا ذکر ہے، اس سے بھی بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ مؤذن بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوگا، لیکن یہ محض ایک احتمال ہی ہے، کسی بھی حدیث میں صراحتاً مؤذن کے نماز پڑھنے کا قطعاً ذکر نہیں ملتا، اس لیے غالب احتمال یہی ہے کہ مؤذن اذان دے کر نماز مسجد نبوی ہی میں پڑھتا ہوگا۔ بعض حضرات نے لفظ ”دار“ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں ”بیت“ سے زیادہ وسعت ہے اور یہ محلے کے مفہوم میں ہے یعنی یہ اہل محلہ کی امامت کرتی تھیں جن میں عورتوں کے ساتھ مرد بھی ہوتے ہوں گے۔ لیکن یہ استدلال بھی احتمالات ہی پر مبنی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ”دار“ کا لفظ حویلی کے لیے، خاندان اور قبیلے کے لیے اور گھر لیے، سب ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یہ گھر ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، کیونکہ سنن دارقطنی کے الفاظ ہیں: (وتؤم نساءہا) ”وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کرے۔“

(سنن الدار قطنی باب فی ذکر الجماعة۔۔۔ حدیث: ۱۰۸۴) کے ان الفاظ سے (تو اہل دارہا) کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد نہ محلے یا حویلی کے لوگ ہیں اور نہ اس میں مردوں کی شمولیت کا کوئی احتمال ہے۔ بلکہ اس سے مراد صرف اپنے گھر کی عورتیں ہیں۔ اور عورت کا، عورتوں کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

وَعَنْ رَيْطَةَ الْحَنْفِيَّةِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا آمَتُهُنَّ وَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۱۳)

☆ ☆ ربطہ حنفیہ (رحمہا اللہ) سے روایت ہے کہ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کرائی اور فرض نماز میں ان کے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔ اسے عبدالرزاق (۵۰۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۶، سنن الدار قطنی: ۱۵۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۵۵، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۵۴۔
امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوري عن ميسرة بن حبيب النهدي عن ربيعة الحفية. الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۶)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی یزید بن ابی حکیم اور کعب نے متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھئے: سنن الدار قطنی: ۱۵۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۵۵)

وَعَنْ حُجْرَةَ بِنْتِ حُصَيْنٍ قَالَتْ آمَتْنَا أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ فَقَامَتْ بَيْنَنَا. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۱۵)

☆ ☆ حیرہ بنت حصین سے روایت ہے کہ: ”ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ہمارے درمیان میں کھڑی ہوئیں۔“ اسے عبدالرزاق (۵۰۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۰۸۲، مصنف ابن ابی حنیہ: ۴۹۵۲، سنن الدار قطنی: ۱۵۰۸۔
امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے بیان کیا ہے:

عن الثوري عن عمار الدهني عن حميدة بنت حصين. الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۵۰۸۲)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ عبدالرزاق کی امام ابو بکر اور عبدالرحمن رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: مصنف ابن ابی حنیہ: ۴۹۵۲، سنن الدار قطنی: ۱۵۰۸)

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث اس بات کی دلیل ہیں محض عورتوں کی جماعت بلا کراہت جائز ہے البتہ دیگر احادیث کے پیش نظر افضل یہ ہے کہ عورتیں تنہا تنہا نماز پڑھیں۔



۱۱۔ بَابُ الْحَدِيثِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان

{حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ جائز ہے}

۲۳۳. حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَسْبِقُهُ الْحَدِيثُ فِي الصَّلَاةِ: إِنَّهُ يَنْصَرِفُ فَيَتَوَضَّأُ، فَإِنْ تَكَلَّمَ اسْتَقْبَلَ الصَّلَاةَ، وَإِنْ لَمْ يَتَكَلَّمْ اعْتَدَّ بِمَا مَضَى وَصَلَّى مَا بَقِيَ. وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ: يَتَكَلَّمُ وَيَسْتَقْبِلُ الصَّلَاةَ أَحَبُّ إِلَيَّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس شخص کا نماز میں وضو جاتا رہے وہ واپس ہو کر وضو کر لے پس اگر اس نے اس دوران بات کر لی تو از سر نو نماز پڑھے اور اگر نہ کی ہو تو باقی ماندہ نماز کو پورا کر لے اور جتنی پہلے پڑھ لی ہے وہ ہوگئی۔ البتہ بات کر لے اور از سر نو نماز پڑھ لے تو مجھے زیادہ پسند ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مصنف میں متعدد جلیل القدر فقہاء صحابہؓ اور تابعین کے آثار نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ افضل یہی ہے کہ جس کا وضو ٹوٹ جائے تو وہ واپس جائے اور از سر نو وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے کہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا فَسَأَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَحَسَنَةُ الزُّرْمَذِيُّ وَضَعَفَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ. (آثار السنن: ۵۰۹)

☆☆ (سیدنا) علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کے دوران جو کوئی پھسکی مارے تو چاہیے کہ وہ (نماز چھوڑ کر) چلا جائے، وضو کرے اور نماز دہرائے۔“ اسے اصحاب ثلاثہ (ابوداؤد: ۲۰۵،

ترمذی: ۱۱۶۴، احمد: ۳۳ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن جبکہ ابن القطان نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۲۰۵، سنن الترمذی: ۱۱۶۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۹۷۵، صحیح ابن حبان: ۴۱۹۹، شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۹۰، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۲۰۳، ۱۳۰۱۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا جریر بن عبد الحمید عن عاصم الاحول عن عیسیٰ بن

حطان عن مسلم بن سلام عن علی بن طلق.... الخ. (سنن ابی داؤد: ۲۰۵)

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں جس کا وضو ٹوٹ جائے تو اس کے افضل یہی ہے کہ وہ واپس جائے

اور از سر نو وضو کرے اور نماز دوبارہ پڑھے۔

۲۴۴. حَدَّثَنَا يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مَعْبِدِ بْنِ صُبَيْحٍ أَنَّ رَجُلًا
مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَخَذَتْ خُلْفَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ، فَانْقَطَلَ، فَتَوَضَّأَ
ثُمَّ أَقْبَلَ وَهُوَ يَقُولُ: (وَلَمْ يُصِرُّ وَاعَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ)، فَأَعْتَدَ بِمَا مَضَى وَصَلَّى مَا بَقِيَ.

معبد بن صبیح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک صاحب نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، ان صاحب کا وضو ٹوٹ گیا وہ چپکے سے گئے (بات نہیں کی) وضو کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس آئے: (وَلَمْ يُصِرُّ وَاعَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ)، (اور یہ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے ابھر رہے نہیں کرتے۔ آل عمران: ۱۳۵)۔ چنانچہ انہوں نے جو نماز چھوٹ گئی اس کو یاد رکھا اور باوجود مانعہ نماز کو پڑھ لیا۔

مخرج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۴۴، رقم الحدیث: ۱۴۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۴۲، کتاب الحجۃ علی

اہل المدینہ: ج ۱ ص ۶۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

۱۔ امام عبد الملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ القرشی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۳۵)

۲۔ امام معبد بن صبیح القرشی التیمی رحمہ اللہ بھی ثقہ ہیں۔ (الثقات لابن حبان: ۵۵۷، الآثار بمعرفۃ رواۃ الآثار: ۲۴۰)

فائدہ:

یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حالت نماز میں بے وضو ہو جانے والا آدمی نیا وضو کرے اور اپنی نماز پر بناء کر لے تو یہ جائز ہے۔

{ جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی }

۲۳۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ قَدْ تَشَهَّدَ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ، بقدر تشہد ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے۔

{ اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا }

۲۳۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي فِي الْإِنْسَانِ فَجَرَى الدَّمَ فِي الْعُرْوِ، فَإِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ أَتَاهُ فَتَفَخَّ فِي دُبُرِهِ لِيُذِرِيَهُ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ، فَإِذَا أَحْسَسَ أَحَدُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”بلاشبہ شیطان ابن آدم کی رگوں کی اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون، پس جب تم میں سے کوئی سجدہ کرتا ہے تو اس کے پاس آتا ہے اور اس کی سرین میں پھونک مارتا ہے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو ایسا محسوس ہو تو اس وقت تک نماز نہ چھوڑے جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز نہ سنے یا بدبو محسوس کرے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۲۸، ۵۲۹ باب الرجل يشتبه عليه في الصلاة احدث او لم يحدث، مصنف
ابن ابی شيبه: ۸۰۰۰ باب الرجل يرى انه قد احدث في الصلاة، المعجم الكبير للطبرانی: ۹۲۳۰.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ انسان کے جسم میں شیطان کی گردش کی نتیجہ اوہام، وساوس اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اس کے فتنوں سے بچنے کا واحد ذریعہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر ہے، ورنہ اس کے حملوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔
- ۲۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے ہوا خارج ہونے کا شک ہو تو محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا، جب تک ہوا خارج ہونے کی آواز یا ہوا خارج ہونا بدبو یا دیگر قرائن سے محسوس نہ کرے۔
- ۳۔ جب طہارت کا یقین ہو اور وضو ٹوٹنے کا محض شبہ ہو تو نمازی کو چاہیے کہ اپنے یقین پر عمل کرے۔ اور ویسے بھی مسلمان کو شبہات کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے بلکہ شبہات سے بچنا چاہیے۔ اسی لیے فقہ کا قاعدہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ (الاشباہ والنظائر)

{ جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی }

۲۲۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَعَدَ الرَّجُلُ قَدَرَ التَّشْهَدِ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قائدہ:

معلوم ہوا کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ، بقدر تشہد ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں ہے۔

۲۲۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا تَكَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ أَوْ

صَلَاتُكَ فَفَقَّهَهُ، فَإِنْ كَانَ قَدَرَ تَشَهُّدٍ (فَصَلَاتُهُ تَامَّةٌ، وَإِنْ لَمْ يَقْعُدْ قَدَرَ تَشَهُّدٍ) فَصَلَاتُهُ فَاسِدَةٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جب کوئی امام کے سلام پھیرنے سے پہلے بات کر لے یا قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اگر تشہد کی مقدار بیٹھا ہو تو (اس کی نماز مکمل ہوگئی اور اگر تشہد کی مقدار نہ بیٹھا ہو تو) اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام عطاء رحمہ اللہ سمیت اکثر فقہاء کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے لہذا جب کوئی تشہد کی مقدار بیٹھ جائے گا تو اس کی نماز ہو جائے گی، چنانچہ مذکورہ بالا امام نخعی رحمہ اللہ کے اثر کو نقل کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں حضرت عطاء رحمہ اللہ کے قول کا قائل ہوں۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم بھی امام عطاء رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۱۸۳) مزید برآں سنن الکبریٰ للبیہقی میں باسند مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ أَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلَاتُهُ. (السان الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۶۳، سندہ

حسن)

جب کوئی شخص تشہد کی مقدار بیٹھ گیا، پھر وہ بے وضو ہو گیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔

۲۳۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: حَتَّى يَقْعُدَ قَدَرَ التَّشَهُّدِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”(نماز مکمل نہ ہوگی) یہاں تک کہ تشہد کی مقدار بیٹھ جائے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۲- بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا

ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں

{ شروع زمانہ میں دوران نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا }

۲۴۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ مِنْ أَرْضِ الْحَبَشَةِ سَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ، قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُخْطِ نِعْمَةِ اللَّهِ. قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: سَلَّمْتُ فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ، قَالَ: إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا عَنْ رَدِّ السَّلَامِ، فَلَمْ تَرُدَّ السَّلَامَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب حبشہ کے علاقے سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام کیا مگر آپ ﷺ نے انہیں جواب نہ دیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: اللہ کی نعمت کی ناراضگی سے میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس وجہ سے؟ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بلاشبہ سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔“ کہا: اس دن کے بعد ہم نے کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبہ: ۲۱۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۶۳، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۷۱۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۲۶، صحیح البخاری: ۳۸۷۵، صحیح مسلم: ۵۳۸، سنن ابی داود: ۹۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۳۵۹۲، مسند ابن ابی شیبہ: ۲۱۹، مسند البزار: ۱۵۰۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۸۸، صحیح ابن خزیمہ: ۸۵۵، مستخرج ابی

عوانہ: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

بخاری کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے، چنانچہ بخاری میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا يحيى بن حماد حدثنا ابو عوانة عن سليمان عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله رضي الله عنه..... الخ. (صحيح البخاري: ۲۸۷۵)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اسی ہجرت سے واپس آئے۔
- ۲۔ شروع زمانہ میں دورانِ نماز کلام کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا مگر بعد میں منسوخ ہو گیا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔
- ۳۔ نبی مکرم ﷺ کے دور میں سلام کا جواب دینے کا اہتمام کیا جاتا تھا اس لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر جواب نہ دینے کو ناراضگی پہ محمول کیا۔
- ۴۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اس سے پہلے چلا کہ انہیں غائب کا علم نہ تھا۔
- ۵۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض خیال کر کے فوراً اللہ کی پناہ لی۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی عذاب الہی کا باعث ہے اس لیے انہوں نے فوراً اللہ کی پناہ حاصل کی۔
- ۶۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ اس لیے ان کی مزعومہ ناراضگی برداشت نہ کر سکے فوراً بول اٹھے: میں تو اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔
- ۷۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو ”اللہ کی نعمت“ کہا۔ واقعہً آپ ﷺ میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت تھی۔
- ۸۔ نبی مکرم ﷺ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا: کس وجہ سے آپ نے اللہ کی پناہ مانگی۔ لہذا پریشان کو دلا سے دینا چاہیے۔
- ۹۔ نبی ﷺ نے اصل وجہ بتلائی کہ نماز میں سلام کا جواب دینا نماز میں ایک مشغولیت ہے۔ اس لیے نماز میں سلام کا جواب نہیں دیا جاتا۔

۱۰۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے اس دن کے بعد کسی کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اب دوران نماز سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے۔

۱۱۔ دوسرا یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث نبوی ﷺ کو قابل عمل سمجھتے تھے۔

۱۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جتنا علم حاصل ہو جاتا اس پر عمل شروع کر دیتے، یعنی ان کا علم پر عمل تھا۔

۲۴۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَى الرَّجُلِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: أَلَيْسَ يَقُولُ إِذَا تَشَهَّدَ: السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ؟ فَقَدْ رَدَّ عَلَيْهِ؟

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی کو سلام کرے جبکہ وہ نماز پڑھا رہا ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا کہ وہ التحیات میں (السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین) نہیں پڑھتا؟ یہ پڑھ کر گویا اس نے اس کے سلام کا جواب دے دیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی}

۲۴۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ: أَنَّهُ يُعَيِّدُ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ.

یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے، وہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، وہ حماد رحمہ اللہ سے اور وہ وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”جو آدمی بے وضو ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دے وہ بھی نماز دہرائے گا اور اس کے پیچھے والے لوگ بھی دہرائیں گے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدیوں کی نماز صحیح بھی اور فساد بھی دونوں لحاظ سے امام کی نماز پر مبنی ہوتی ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۲۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا فَسَدَتْ صَلَاةُ الْإِمَامِ فَسَدَتْ

صَلَاةٌ مِّنْ خَلْفِهِ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ آدمی کا نماز میں منہ ڈھانکنا اور عورت کا نقاب کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے }

۲۴۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُغْطِيَ الرَّجُلُ فَاةَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، وَيَكْرَهُ أَنْ تُصَلِّيَ الْمَرْأَةُ وَهِيَ مُتَنَقِّبَةٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی نماز میں منہ ڈھانکے اور یہ بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ عورت نقاب کر کے نماز پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۴۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: لَا بَأْسَ بِأَنْ يُغْطِيَ الرَّجُلُ رَأْسَهُ فِي الصَّلَاةِ.

امام حماد رحمہ اللہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نماز میں آدمی سر ڈھک سکتا ہے۔ (بشرطیکہ منہ نہ ڈھکے)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے }

۲۴۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) قَالَ وَبَلَغَنِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: فِي الرَّجُلِ يَوْمُ الْقَوْمِ وَهُوَ يَنْظُرُ فِي الْمُصْحَفِ: أَنَّهُ يَكْرَهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: كِفْعَلُ أَهْلِ الْكِتَابِ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ روایت مجھے پہنچی ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی

قرآن مجید دیکھ کر تلاوت کرتے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائے، اور آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ اہل کتاب کے عمل کے مشابہ ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں آیتیں گننے کو ناپسند کرتے ہیں}

۲۴۷۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم: اَنَّهُ كَرِهَ عَدَدَ الْآيِ فِي الصَّلَاةِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں آیتیں گننے کو ناپسند کرتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نماز کے اندر سدل مکروہ ہے}

۲۴۸۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم: اَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ السُّدْلَ فِي الصَّلَاةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں سدل کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سنن ابی داؤد اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند حسن مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے نماز میں سدل سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی کہ انسان منہ ڈھانپ کر (ڈھانٹا باندھ کر) نماز پڑھے۔ (سنن

ابی داؤد: ۶۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۵۳)

نماز کے اندر ”سدل“ جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور ”سدل“ کی شارحین حدیث نے دو تفسیریں کی ہیں۔

۱۔ چادر کو اس کے درمیان سے اپنے سر یا کندھوں پر ڈال لیا جائے اور اس کی دائیں بائیں اطراف لٹکتی رہیں۔

۲۔ کپڑے کو اس انداز سے لپیٹ لیا جائے کہ ہاتھ بھی اندر ہی بند ہو جائیں اور پھر رکوع اور سجدے میں بھی ان کو نہ نکالا

جائے۔

{ ایک شخص نے نماز میں اپنی چادر لٹکائی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے اسے ان پر لپیٹ دیا }

۲۴۹. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ سَادِلًا رِدَاءَهُ فَعَظَّمَهُ عَلَيْهِ.

علی بن اقرم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے نماز میں اپنی چادر لٹکائی ہوئی تھی تو آپ نے اسے ان پر لپیٹ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۳۷، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۱۵، کشف الاستار: ۵۹۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۵۳، الکامل لابن عدی: ج ۲ ص ۷۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۲۴۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابوالوازع علی بن اقرم بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۷۵)، جامع المسانید (ج ۱ ص ۴۱۸) اور مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی (۲) وغیرہ کی روایت میں علی بن اقرم رحمہ اللہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ موجود ہے۔

{ اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدی کی نماز نہ ہوگی }

۲۵۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ (لَا) يَنْوِي عَنْ صَلَاةِ الْإِمَامِ كَأَنَّهُ مُشَاقٌّ لِلْإِمَامِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ آدمی مسجد میں جماعت کے ساتھ شریک ہو اور اس نماز کی نیت نہ کرے جس کی امام نے کی ہے گویا یہ آدمی امام کی مخالفت کر رہا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۵۳، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۳۵، مصنف ابی حنیفہ: ۶۸/۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقتدی اور امام کی نماز ایک ہی ہونی چاہیے اگر مقتدی نے اس نماز کی نیت نہ کی ہو جس کی امام نے نیت کی ہے تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ البتہ امام کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہو سکتے ہیں۔

{ ایک شخص اکیلا صف میں نماز پڑھے اور لوگ مسجد کے اوپر نماز پڑھیں تو لوگوں کی نماز ہو جائے گی }

۲۵۱. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي الصَّفِّ وَحْدَهُ وَالْقَوْمُ يُصَلُّونَ فَوْقَ الْمَسْجِدِ: إِنْ صَلَّاهُمْ تَامَةً.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو اکیلا صف میں نماز پڑھے اور لوگ مسجد کے اوپر نماز پڑھیں فرمایا: ان لوگوں کی نماز مکمل ہوگئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر بھی ہوں اور نیچے بھی ہوں تو سب کی نماز درست ہے }

۲۵۲. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فَوْقَ الْمَسْجِدِ مَعَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ فِي أَسْفَلٍ أَوْ يُصَلِّي فِي الصَّفِّ وَحْدَهُ: إِنَّهُ يُجْزِئُهُ ذَلِكَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو مسجد کے اوپر امام کے ساتھ نماز پڑھے حالانکہ امام نیچے ہو یا ایک صف میں اکیلا نماز پڑھے فرمایا: اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر بھی ہوں اور نیچے بھی ہوں تو سب کی نماز درست ہے لیکن اگر کوئی مقتدی امام سے آگے بڑھ جائے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

{عشاء کے بعد خیر کی باتوں کے سوا باتیں کرنا مکروہ ہے}

۲۵۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ الْحَدِيثَ بَعْدَ الْعِشَاءِ
الْآخِرَةَ إِلَّا فِي خَيْرٍ.

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ سے وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ امام ابراہیم
نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عشاء کے بعد خیر کی باتوں کے سوا باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

صحیح بخاری (۱۷۷۷) وغیرہ کی احادیث میں صراحت ہے: کہ نبی مکرم ﷺ عشاء کے بعد باتیں کر۔ نے کو ناپسند
فرماتے تھے۔ عشاء کے بعد باتیں کرنا اس لیے ناپسند ہے کہ اس کی وجہ سے نماز فجر کے لیے اٹھنے میں تاخیر ہو جانے
کا خطرہ ہے، البتہ کوئی ضروری بات چیت یا علمی مسائل کا بیان اور وعظ و نصیحت جائز ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۱۵، ۱۱۶)

تاہم خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا سلسلہ زیادہ طویل نہ ہو جائے تاکہ فجر کی نماز بروقت ادا کی جاسکے۔ بنا بریں اکثر دینی
تبلیغی جلسوں کا رات گئے تک جاری رہنا شرعاً محل نظر ہے۔ اس عام رواج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

{فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں لیٹنا اس کو واجب و عبادت سمجھ کر درست نہیں ہے}

۲۵۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ
أَنَّ قَوْمًا إِذَا صَلُّوا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعُوا، فَقَالَ: مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يَتَمَرَّغُ تَمَرَّغَ الْحِمَارِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جب) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ لوگ فجر کی دو رکعت
(سنت) پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ایسے زمین پر لوٹ پوٹ
ہو جاتے ہو جیسے کوئی گدھا لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۶۴۸۹)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی سنتوں کے بعد مسجد میں لیٹنا اس کو واجب و عبادت سمجھ کر درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزار دیتا ہو تو اس کیلئے گھر میں فجر کی سنتوں کے بعد استراحت کی غرض سے لیٹنا سنت عادت اور مباح ہے جیسا کہ بخاری (ج ۱ ص ۱۵۳) کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد گھر میں دائیں کروٹ پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

{بدبودار چیز کھاپی کر منہ سے بدبوز اکل کیے بغیر مسجد میں آنا منع ہے}

۲۵۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ وَجَدَ رِيحَ الثَّوْمِ فَقَالَ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الْبَقْلَةِ شَيْئًا فَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَلَا يُؤْذِنَا بِهَا.

ہیثم رحمہ اللہ، نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) آپ ﷺ کو لہسن کی بدبو محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”جو شخص یہ سبزی یعنی لہسن کھائے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے اور اس کی وجہ سے ہمیں تکلیف نہ دے۔“

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متصل طرق کے ساتھ مروی ہے۔ مثلاً دیکھئے: صحیح مسلم: ۵۶۱، سنن ابی داؤد: ۳۸۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۵۶، ۸۶۵۴، ۸۶۵۳، ۸۶۵۲، ۸۶۵۱، ۸۶۵۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۲۰۵، ۱۸۲۰۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۷۲، مستخرج ابی عوانہ: ۱۲۲۱، ۱۲۳۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۸۲۶، ۶۶۲۳، ۶۶۱۵، ۶۶۰۴۔

فوائد مسائل:

- ۱۔ لہسن اور پیاز کا استعمال اگرچہ جائز ہے مگر اسے کھا کر منہ سے بدبوز اکل کیے بغیر مسجد میں آنا منع ہے۔
- ۲۔ بدبودار چیز کھاپی کر مسجد میں آنا منع ہے۔
- ۳۔ تمباکو نوشی سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ تمباکو، حقہ اور سگریٹ وغیرہ کی بو لہسن اور پیاز کی بو سے بھی زیادہ سخت اور زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔
- ۴۔ بعض علماء نے مولیٰ کو بھی پیاز اور لہسن کے حکم میں رکھا ہے کیونکہ اس میں بھی ایک حد تک ناگوار بو پائی جاتی ہے۔

{سجدے میں بائیں پھیلا نا اور پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا مکروہ ہے}

۲۵۶. حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَفْرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ. وَأَنْ يَقْعُدَ فِي الثَّالِثَةِ وَالْأُولَى بَعْدَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ يَعْنِي يَقُومُ كَمَا هُوَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ آدمی کے (سجدے میں) بائیں پھیلا نے کو اور پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ یعنی آدمی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد سیدھا کھڑے ہو جائے (بیٹھے نہیں)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر رکھنا چاہیے چنانچہ صحیح بخاری (۸۲۲) وغیرہ میں بسند صحیح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی اپنی بائیں سجدے میں اس طرح نہ بچھا دے جس طرح کتا زمین پر بائیں بچھا دیتا ہے۔“ سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوز اٹھالیا۔ اور بعض شارحین نے اعتدال کے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح کہ اس کو رہنا چاہیے۔ دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شامت اور قباحت: یہی طرح سامعین کے ذہن نشین ہو جائے۔

۲۵۷. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَقْعُدَ فِي الصَّلَاةِ بَعْدَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ يَعْنِي فِي الْأُولَى وَالثَّالِثَةِ، إِنَّهُضْ كَمَا أَنْتَ وَلَا تَقْعُدْ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نماز میں یعنی پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے (اور فرماتے تھے) کہ تو سیدھا کھڑا ہو جا اور بیٹھ مت۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بعض حضرات کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت کے بعد جلسہ استراحت مسنون ہے جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک مسنون

نہیں ہے، ہم دیگر کتب سے فریقین کے دلائل کو مع تحقیق نقل کرتے ہیں:
فریق اول کی دلیل:

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فَإِذَا كَانَ فِي وَثْرٍ مِّنْ صَلَوَاتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۴)

☆ ☆ (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے۔ اسے بخاری (۸۲۳) نے روایت کیا ہے۔
 یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۲۳، سنن ابی داود: ۸۴۴، سنن الترمذی: ۲۸۷، سنن النسائی: ۱۱۵۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۶۰۷۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۳۰۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۶، صحیح ابن حبان: ۱۹۳۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۵۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۶۰۲۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن الصباح قال اخبرنا هشيم قال اخبرنا خالد الحذاء عن ابي قلابه قال اخبرنا مالك بن الحويرث الليثي... الخ. (صحیح البخاری: ۸۲۳)

اس حدیث کے پیش نظر شوافع اور غیر مقلدین پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر جلسہ استراحت (کچھ دیر راحت حاصل کرنے کی غرض سے بیٹھے رہنے) کو مسنون کہتے ہیں۔ جبکہ باقی تینوں ائمہ اور جمہور اہل علم اسے مسنون نہیں کہتے البتہ احناف اور حنابلہ جواز کے قائل ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھنے کی بجائے سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہونا افضل اور مسنون ہے (جمہور کے دلائل ہم آگے نقل کرنے والے ہیں) البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھ کر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار اور بھاری جسم والے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ جمہور کا کہنا ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ ﷺ کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا اور ضعف بھی آ گیا تھا اس وقت آپ کا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تبادروني بالركوع ولا بالسجود..... الى قد بدنت. (سنن ابن ماجہ: ۹۶۴، سنن ابی داود: ۶۱۹)

مجھ سے رکوع و سجدہ میں سبقت نہ کرو۔ کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں۔

الغرض آپ ﷺ کا بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم۔ (دیکھئے: الجوهري النعتی: ۱۶۰/۲) اور حضرت سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی نماز کا نقشہ پیش فرمایا ہے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب مجددی رحمہ اللہ نے بھی سیدنا مالک بن

حورث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو عذر پر محمول کیا ہے۔ (مجموعہ مؤلفات شیخ محمد بن عبدالوہاب: ۳/۹۵)

فریق ثانی کے دلائل:

اب چند دلائل جمہور کے ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ مِنْ بَنِي كَثَرٍ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرًا فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَحَقُّ فَقَالَ ثَكَلْتُكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ۖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۳۸)

☆ ☆ عکرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ میں نے مکہ کے ایک شیخ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بائیس تکبیریں کہیں، میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: یہ نادان شخص ہے تو (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”تجھے تیری ماں گم پائے یہ تو ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔“ اسے بخاری (۷۸۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۸۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۹۷، مشکاة الصالح: ۸۰۷، الجمع بین الصحیحین: ۱۱۴۶، جامع الاصول: ۳۳۹۳، تحفۃ الاشراف بمعرفة الاطراف: ۶۱۹۳، اتحاف اللمبة لابن حجر: ۸۲۶۳۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال اخبرنا همام عن قتادة عن عكرمة قال صليت خلف شيخ بمكة فكبر... الخ. (صحیح البخاری: ۷۸۸)

فائدہ:

قَالَ النَّبِيُّ يُسْتَفَادُ مِنْهُ تَرْكُ جَلْسَةِ الْإِسْتِرَاحَةِ وَالْأَلْكَانِبِ التَّكْبِيرَاتِ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً لِأَنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ۖ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفِعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ. (آثار السنن: ۴۳۸)

☆ ☆ (محقق) نبوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے جلسہ استراحت کا چھوڑنا سمجھا جاتا ہے ورنہ تکبیرات چوبیس مرتبہ ہوتیں، اس لیے کہ (صحیح احادیث سے) ثابت ہے کہ نبی مکرم رضی اللہ عنہ ہر ہر جھکتے، اٹھتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تکبیر کہتے تھے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمَعَ قَوْمَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ

الْأَشْعَرِيَّيْنِ اجْتَمِعُوا وَأَجْمِعُوا نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ أَعْلَمُكُمْ صَلَوةَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَّيْ لَنَا بِالْمَدِينَةِ فَاجْتَمِعُوا وَأَجْمِعُوا نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ فَتَوَضَّأُوا وَارَاهُمْ كَيْفَ يَتَوَضَّأُ فَأَخَصَّنِي الْوُضُوءَ إِلَى أَمَا كِنِهِ حَتَّى لَمَّا أَنْ فَاءَ الْفَيْءِ وَانْكَسَرَ الظِّلُّ قَامَ فَأَذَّنَ فَصَفَّ الرِّجَالُ فِي أَذْنِ الصَّفِّ وَصَفَّ الْوِلْدَانُ خَلْفَهُمْ وَصَفَّ النِّسَاءُ خَلْفَ الْوِلْدَانِ ثُمَّ أَقَامَ الصَّلَاةَ فَتَقَدَّمَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَكَبَّرَ فَكَبَّرَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةِ يُسْرٍ هُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَرَعَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَاسْتَوَى قَائِمًا ثُمَّ كَبَّرَ فَانْتَهَضَ قَائِمًا فَكَانَ تَكْبِيرُهُ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ سِتِّ تَكْبِيرَاتٍ وَكَبَّرَ حِينَ قَامَ إِلَى الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ فَلَمَّا قَطَعَ صَلَوةَهُ أَقْبَلَ إِلَى قَوْمِهِ بِوَجْهِهِ فَقَالَ احْفَظُوا تَكْبِيرِي وَتَعَلَّمُوا رُكُوعِي وَسُجُودِي فَإِنَّهَا صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كَانَ يُصَلِّي لَنَا كَذَا السَّاعَةَ مِنَ النَّهَارِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۵۰)

☆ ☆ عبد الرحمن بن غنم (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابوما لک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے اشعریو! خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنے بیوی بچوں کو بھی جمع کر لو، میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کی وہ نماز سکھاؤں گا جو آپ نے ہمیں مدینہ میں پڑھائی تھیں، پس لوگ جمع ہو گئے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی جمع کر لیا، پھر انہوں نے وضو کیا اور قوم کو دکھایا کہ آپ ﷺ کیسے وضو فرماتے تھے اور انہوں نے اعضاء وضو کو اچھی طرح گھیر لیا (یعنی خوب اچھی طرح احاطہ کر کے دھویا) یہاں تک جب سایہ بڑھنے لگا اور سایہ (اصلی) ٹوٹا تو کھڑے ہوئے اور اذان دی، اور قریبی صف مردوں کی، اور ان کے پیچھے بچوں کی، اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی، پھر نماز کی اقامت کہی، (خود) آ کے بڑھ گئے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور تکبیر کہی اور سورۃ فاتحہ اور ایک سورت پڑھی ان دونوں کو آہستہ آواز میں پڑھا، پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا، اور تین بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھا، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے، پھر تکبیر کہی اور سجدے میں جھک گئے، پھر تکبیر کہہ کر اپنا سر اٹھایا، پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا، پھر تکبیر کہی اور کھڑے ہو گئے، اور پہلی رکعت میں ان کی چھ تکبیریں تھیں اور جس وقت دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی، جب اپنی نماز پوری کر لی تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ: میرے تکبیر کہنے (کی تعداد) کو یاد رکھو، اور میرے رکوع اور سجدہ کو سیکھ لو، اس لئے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ دن کی اس گھڑی ہمیں پڑھایا کرتے تھے۔ اسے احمد (۲۲۹۰۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۰۶، فایہ المقصد فی زوائد المسند: ۸۰۴، مجمع الزوائد و منبع الفوائد للبیہقی: ۱، ۲، ۸۸، المسند

الجامع: ۱۳۵۹۸

اور لمحاظ سند حسن درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا عبد الحمید بن بہرام الفزاری عن شہر بن حوشب حدثنا عبد الرحمن بن غنم ان ابامالك الاشعري.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۰۶)

فائدہ:

اس حدیث میں صراحت ہے کہ: ”ثم کبر فسجد فانہض قائماً“ (سیدنا) ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے جلسہ استراحت کے بغیر نماز پڑھی اور پھر اپنے اس طریقہ کو آپ ﷺ کی سنت کے موافق قرار دیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضور مکرم ﷺ دونوں سجدوں کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور جس رکعت میں قعدہ نہ ہوتا اس میں جلسہ استراحت نہ فرماتے تھے۔ نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دیہاتی کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلاتے ہوئے فرمایا:

اذا قمت الى الصلوة فاسبغ الوضوء، ثم استقبل القبلة، فكبروا قراء بما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعاً، ثم ارفع رأسك حتى تعتدل قائماً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تستوي وتطمئن جالساً، ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً، ثم ارفع حتى تستوي قائماً، ثم افعل ذالك في صلاتك كلها.

(صحیح البخاری: ۶۶۶۶، ۶۶۵۱..... مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۰۶)

جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو (پہلے) اچھی طرح وضو کر لو، پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور (سورت فاتحہ کے بعد) قرآن مجید میں سے جو (سورت) تمہارے لیے آسان ہو وہ پڑھو، پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، پھر (رکوع سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جائے، پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو، پھر (سجدہ سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ، پھر اطمینان کے ساتھ (دوسرا) سجدہ کرو، پھر (سجدہ سے) سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اپنی ساری نماز میں اس طرح کرو۔

یہ حدیث قوی ہے جس کا مرتبہ فعلی حدیث سے بڑھ کر ہوتا ہے اعلیٰ درجہ کی صحیح روایت ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کو دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑے ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ اس موقع پر اگر جلسہ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ﷺ اس کو دوسرے سجدہ کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھنے کا حکم فرماتے۔ معلوم ہوا کہ یہ جلسہ مسنون نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے بحوالہ امام احمد بن حنبل اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

واستدل به على انه لا يجلس قبل قيامه. (فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن رجب: ۵/۱۴۲)

نیز دیکھئے نتائج الافکار: ۲/۱۴۲

امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ (دوسرے سجدے کے بعد) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھنا نہیں چاہیے۔

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ ۴۶۳ھ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ سے نقل کیا ہے کہ:

اکثر الاحادیث علی هذا۔ (التبہید: ۴/۱۶۰)

اکثر احادیث اسی (دوسرے سجدے کے بعد جلسہ کرنے کی بجائے سیدھے کھڑے ہونے) پر دلالت کرتی ہیں۔ اس لیے نبی ﷺ کا مسنون عمل یہی ہے۔ جس حدیث میں جلسہ استراحت منقول ہے وہ جمہور علمائے امت کے نزدیک نبی ﷺ کے اس عمومی عمل کے مقابلہ میں عذر پر محمول ہے۔ (دیکھئے: الجوہر النقی: ۱۶۰/۲)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَالَ أَذْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَالثَّالِثَةِ قَامَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۵۱)

☆ ☆ نعمان بن ابی عیاش (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور بیٹھے نہیں تھے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۳۹۸۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو خالد الاحمر عن محمد بن عجلان عن النعمان بن ابی عیاش قال..... الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۹۸۹)

فائدہ:

علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”الاسوس فی کیفیۃ الجلوس“ میں محب الدین عبدالسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ کی شرح ہدایہ ابی الخطاب سے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحت کے ترک پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

(بحوالہ توضیح السنن: ج ۲ ص ۱۰۹)

دلیل نمبر ۴:

وَعَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ وَلَا يَجْلِسُ قَالَ يَنْهَضُ عَلَى صُنُورٍ قَدَعْنَاهُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّالِثَةِ. رَوَاهُ الطَّبْرَايُ فِي الْكَبِيرِ

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي السُّنَنِ الْكُبْرَى وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۴۵۲)

☆ ☆ عبد الرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) کہتے ہیں: ”میں نے (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو غور سے دیکھا کہ جب وہ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاتے تو وہیں سے کھڑے ہو جاتے اور بیٹھتے نہیں تھے۔ اسے طبرانی نے (المعجم) الکبیر (۹۳۲۷) میں اور بیہقی نے السنن الکبریٰ (۲۷۶۳) میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے صحیح کہا ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۲۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۲۹۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۶۳، مجمع الزوائد و منبع الفوائد للبیہقی: ۲۸۱۲

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم عن عبد الرزاق عن ابن عيينة عن عبد الله بن ابي لبابة قال سمعت عبد الرحمن بن يزيد... الخ. (المعجم الكبير للطبراني: ۹۳۲۷)

یہ اثر بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی امام ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن اسد رحمہ اللہ تعالیٰ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۶۳)

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الثَّانِيَةَ قَامَ كَمَا هُوَ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۵۲)

☆ ☆ (حضرت) وہب بن کیسان (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (سیدنا) ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ دوسرا سجدہ کر لیتے تو وہیں سے اپنے قدموں کے سینے پر (پنجوں کے بل) کھڑے ہو جاتے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۳۹۸۳، ۳۹۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن هشام بن عروة عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير... الخ. (مصنف ابن أبي شيبة: ۴۹۸۴)

حدثنا وكيع عن هشام بن وهب بن كيسان عن ابن الزبير... الخ. (ایضاً: ۴۹۸۴)

{سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب طویل سجدہ کرتے تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے}

۲۵۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ كَانَ يَعْتَمِدُ بِيَدَيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ إِذَا طَالَ السُّجُودَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب طویل سجدہ کرتے تو کہنیاں رانوں پر ٹیک لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱۹ باب الصلاة قاعدا والتعبد على شيء او يصلي الى ستره. مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۶۰ من رخص يعتمد بمرفقيه، جامع البسائید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۲۲.

تحقیق:

صحیح مرسل معضد ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۲۶۶۰)

فائدہ:

نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے نبی مکرم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اس طرح کرتے کہ اگر بھیڑ کا بچہ نیچے سے گزرنے لگا تو گزر جائے۔ البتہ اگر عذر کی وجہ سے کہنیاں رانوں پر لگالی جائیں تو نماز ہو جاتی ہے، کہنیاں اور پیٹ دور رکھنے کا اس لئے حکم دیا گیا ہے تاکہ ہر عضو خود بنفسہ سجدہ میں مشغول ہو دوسرے پر ٹیک نہ لگائے ہو، لیکن جماعت کی صورت میں صف میں کہنیاں اتنی زیادہ بھی نہ پھیلائی جائیں کہ ساتھ والے آدمی کو تکلیف ہو۔

{نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے}

۲۶۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَأَفْرَشْتُ ذِرَاعِي، فَلَمَّا انْصَرَفْتُ قَالَ: أَنْتَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ، قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ: إِذَا سَجَدْتَ فَأَعْتِمِدْ عَلَى رَاخَتَيْكَ وَأَبَدًا ضَبْعَيْكَ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ كُلُّ عَضْوٍ مِنْكَ، وَلَا تَفْرِشْ ذِرَاعَيْكَ أَفْتَرَأَشَ السَّبْعَ.

آدم بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنی کہنیاں زمین پر بچھا دیں، جب میں نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ اہل عراق میں سے ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب تو سجدہ کرے تو درندوں کی طرح اپنے بازو بچھا کر مت بیٹھ، بلکہ اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ اور اپنی کہنیوں کو پہلو سے دور رکھ، کیونکہ جب تو ایسا کرے گا تو تو تیرا ہر ایک عضو سجدہ کر لے گا۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند عبدالرزاق: ۲۹۲۷)
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام آدم بن علی النخعی رحمہ اللہ“ صحیح بخاری اور سنن نسائی وغیرہما کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۹۶، تاریخ اسماء الثقات: ۹۳، الکاشف: ۲۴۶)

فائدہ:

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نماز میں سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے اور کہنیوں کو پہلو سے دور رکھنا چاہیے۔

سجدہ کیلئے جھکتے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں یا گھٹنے؟

بعض جدید مستحقین نے انتہائی شدت کے ساتھ یہ موقف اختیار کر رکھا ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھوں کو اور پھر گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے جبکہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ پہلے گھٹنوں کو اور پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔

فریق اول کے دلائل:

ہم پہلے فریق اول کے دلائل کو دیگر کتب سے نقل کر کے ان کی حیثیت واضح کرتے ہیں اور بعد میں فریق ثانی کے دلائل مع تحقیق نقل کریں گے۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْزُكْ كَمَا يَبْزُكُ الْبَعِيرُ وَلِيَضَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ وَهُوَ حَدِيثٌ مَعْلُومٌ. (آثار السان: ۴۲۹)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے، اور چاہیے کہ گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے۔“ اسے احمد (۸۹۵۵) اور اصحاب ثلاثہ (ابوداؤد: ۸۳۰، نسائی: ۱۰۹۱، ترمذی: ۲۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۹۵۵، سنن ابی داود: ۸۴۰، سنن النسائی: ۱۰۹۱، سنن الدارمی: ۱۳۶۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۸۲، شرح معانی الآثار: ۱۵۱۵، فوائد تمام: ۷۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۶۳۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۴۹۴۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سعيد بن منصور قال حدثنا عبد العزيز بن محمد قال حدثني محمد بن عبد الله بن الحسن

عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۹۵۵)

یہ حدیث بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی عبد العزیز بن محمد در اوردی روایت حدیث میں ضعیف ہے، کتب رجال میں اس پر مفسر جروحات موجود ہیں۔ سند ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایک علت یہ بھی ہے کہ اس روایت کے متن کا پہلا حصہ دوسرے حصے کے متضاد ہے کیونکہ پہلے حصے میں اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے اور اونٹ کی عادت ہے کہ وہ پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتا ہے لہذا اس حصے کا مقصد یہ ہوا کہ پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتا کہ اونٹ کی مخالفت ہو سکے۔ مگر دوسرے حصے میں پہلے ہاتھوں کو زمین پر رکھنے کا حکم ہو رہا ہے جو بالکل اونٹ کی طرح بیٹھنا ہے۔ دراصل اس حدیث کے الفاظ یوں تھے: ”ولیضع رکبتيه قبل يديه“ (کہ چاہیے کہ اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے۔) راوی سے غلطی ہو گئی ہے۔ لہذا یہ حدیث مقلوب ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ (۲۷۰۲) کی روایت میں اس حدیث کے الفاظ اس کے برخلاف یوں ہیں: ”إذا سجد احدكم فليبتدء بركبتيه قبل يديه ولا يبرك بروك الفحل“ (کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو چاہیے کہ اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور فحل کی طرح نہ بیٹھے۔)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ..... وَهُوَ مَعْلُولٌ. (آثار السنن: ۴۲۰)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھتے تھے۔ اسے دارقطنی رحمہ اللہ (۱۳۰۳)، حاکم (۸۴۱) اور ابن خزیمہ (۶۲۷) نے روایت کیا ہے۔۔۔۔ اور یہ حدیث معلول ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۳۰۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۸۴۱، صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۷، شرح معانی الآثار للطحاوی

۱۵۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۶۳۸، شرح السنۃ للبیہقی: ۳۴۲۔

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن الحسين بن عبد الرحمن القاضي ثنا محمد بن اصبع بن الفرج ثنا ابی ثنا
عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر . . . الخ. (سنن
الدارقطنی: ۱۲۰۲)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبد العزیز بن محمد الدراوردي روایت حدیث میں
ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔

- ۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بشیء“ کہ یہ کچھ نہیں ہے۔
- ۲۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بالقوی“ یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز
فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔
- ۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: ”وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا
ہے۔“

- ۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطا کار بتلاتے ہیں۔
- ۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۷۷ھ فرماتے ہیں: ”لا یحتج بہ“ کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔
(تہذیب الکمال: ۱۱/۵۲۷، ۵۲۸، تہذیب التہذیب: ۳/۴۱، ۴۲، ۴۳، الجرح والتعديل: ۵/۳۹۵)
- ۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے
احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/۲۰۷)
- ۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بشیء“ یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ:

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہ ہم کو باطل روایات نقل کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کرتا ہے۔ (میزان الاعتدال

: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)

- ۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال
: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)
- احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/ ۳۷۹)

مخالفین احناف میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

جس شخص کی روایات میں خطا وادہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)

۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابو زرہ جن کی تعریف میں نزیر احمد رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: وہ ابو زرہ جن کی خصوصیات

اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ”تہذیب التہذیب“ میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے ”ابو زرہ

الرازی احد الائمة الحفاظ۔“ الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)

مخالف احناف زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: امام ابو زرہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے

جاتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)

یہ ابو زرہ مخالفین احناف کے انتہائی مدوح امام فرماتے ہیں کہ:

عبد العزیز دروردی سی الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو

غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/ ۳۷۲)

مخالف احناف سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سی الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات الحدیث: ص ۲۰)

محمد کوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۱۳)

ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سی الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔ (توضیح الکلام

: ۲/ ۶۳۰، ابکار السنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض باقر افریق مخالف عبدالعزیز دروردی پر جرح مفسر ہے لہذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز فریق مخالف کے متعدد علماء نے بھی دروردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی اس

کی ایک روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔ (فتاویٰ نذیریہ

: ۳/ ۳۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی دروردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور دروردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابو زرہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہذا ان کا اس حدیث کو

مرفوع روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

در اوروی ضعیف ہیں۔ (ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بخاظ سند ضعیف ہے تاہم امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس کی تحقیق یہ ہے کہ جن روایات میں سجدہ کو جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنے کا ذکر ہے، وہ منسوخ ہیں، اور اس کی دلیل میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث (کہ ہم (سجدہ کرتے وقت) ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھا کرتے تھے، پھر ہمیں گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا حکم دیا گیا) ذکر کی ہے۔

(دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱/۲۶۶، رقم الحدیث ۶۲۸، ۶۲۹)

فائدہ:

مذکورہ بالا دونوں روایات کے پیش نظر جدید متحقق کا کہنا ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھوں کو اور پھر گھٹنوں کو زمین پر رکھنا چاہیے (مگر ان روایات سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں) جبکہ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ پہلے گھٹنوں کو اور پھر ہاتھوں کو زمین پر رکھنا چاہیے۔

فریق ثانی کے دلائل:

اب جمہور کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ. رَوَاهُ الْأَزْبَعَةُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ جِبَّانَ وَابْنُ الشَّكَنِ وَحَسَنَةُ التِّرْمِذِيُّ. (آثار السنن: ۴۴۱)

☆ ☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے اور جب اٹھتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔ اسے اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۸۸۲، ابوداؤد: ۸۳۸، سنن الترمذی: ۲۶۸، سنن النسائی: ۱۰۸۹)، ابن خزیمہ: ۶۲۶، ۶۲۹، ابن حبان: ۱۹۱۲، اور ابن السکن نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۸۸۲، سنن ابی داؤد: ۸۳۸، سنن الترمذی: ۲۶۸، سنن النسائی: ۱۰۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۶، ۶۲۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۲، سنن الدارمی: ۱۳۵۹، مسند البزار: ۴۴۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۱۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۲، المعجم

الکبیر للطبرانی: ۹۷، سنن الدارقطنی: ۱۳۰۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۱۱، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۴۸، شرح السنۃ للبخاری: ۶۴۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۲۸، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۷۹۵، المعجم المختص بالمحدثین: ج ۱ ص ۲۱۸۔

اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن علی وحسین بن عیسیٰ قالا حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا شریک عن عاصم بن

کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر..... الخ. (سنن ابی داود: ۸۴۸)

جبکہ مسند ابی حنیفہ میں یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

عن عاصم عن ابیہ عن وائل بن حجر..... الخ. (مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۲۸)

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے، چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۷ھ اس کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہتے ہیں۔ (المستدرک: ۱/ ۳۴۹ مع تلخیص الذہبی) امام ترمذی رحمہ اللہ ۳۹۰ھ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن

الترمذی: ۲۶۸) امام بغوی رحمہ اللہ ۵۱۶ھ نے بھی اس حدیث کو راجح قرار دیا ہے۔ (مصابیح السنۃ: ۱/ ۱۱۳)

واضح رہے کہ بعض جدید محققین کا شریک القاضی کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنا فضول ہے کیونکہ شریک القاضی رحمہ اللہ یہ حدیث نقل کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ امام المحدثین والفقہاء امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: ۲۸)

اور پھر یہ حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (بروایت عبد الجبار بن وائل)، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی مؤید ہے۔

(دیکھئے: سنن ابی داود: ۸۳۹، المعجم الاوسط: ۵۹۱۱، صحیح ابن خزیمہ: ۶۲۸، المستدرک: ۸۴۲)

فائدہ:

فریق مخالف کے محقق محمد صادق سیالکوٹی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

معلوم ہوا کہ قومہ سے سجدہ کرتے وقت پہلے گھٹنے زمین پر زمین پر رکھنے چاہئیں پھر ہاتھ۔ جمہور ائمہ حنفی (رحمہم

اللہ)، شافعی (رحمہم اللہ) اور احمد (رحمہم اللہ) کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو ابتداء کرتے ساتھ گھٹنوں کے۔ (صلوۃ الرسول: ص ۲۴۴)

نیز صادق سیالکوٹی صاحب اس حدیث کو حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (جس میں سجدہ کو جاتے وقت ہاتھوں کو گھٹنوں

سے پہلے رکھنے کا ذکر ہے) پر ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحاصل ترجیح پہلی حدیث کو ہے۔ ابوسلیمان خطابی (رحمہ اللہ) نے فرمایا ہے کہ حدیث وائل بن حجر کی بہت ثابت

ہے اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے۔ پس اگر عمل حدیث وائل رضی اللہ عنہ پر چاہئے۔ (ایضاً: ۲۴۵)

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی رحمہ اللہ ۱۲۰۶ھ قلم طراز ہیں:

رسول اللہ ﷺ سجدہ میں جاتے ہوئے سب سے پہلے زمین پر اپنے گھٹنے رکھتے، پھر اس کے بعد اپنے ہاتھ اور پھر اپنا ماتھا اور ناک رکھتے تھے، اور یہی طریقہ صحیح ہے چنانچہ آپ ﷺ زمین پر سب سے پہلے اپنا وہ عضو رکھتے جو زمین کے سب سے زیادہ قریب ہوتا اور پھر اس کے بعد جو قریب ہوتا، اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اس کے برعکس سب سے پالے اپنا وہ عضو اٹھاتے جو سب سے اعلیٰ ہے اور پھر اس کے بعد جو اعلیٰ ہے وہ اس طرح کہ آپ سب سے پہلے اپنا سر، پھر اپنے ہاتھ اور پھر گھٹنے اٹھاتے تھے۔ (مجموعہ مؤلفات الشیخ محمد بن عبد الوہاب: ۱/۱۵)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي صَلَاتِهِ أَنَّهُ خَرَّ بَعْدَ رُكُوعِهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخْرُجُ الْبَعِيرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۴۲)

☆ ☆ علقمہ (رحمہ اللہ) اور اسود (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی نماز میں یہ بات یاد رکھی ہے کہ وہ اپنے رکوع کے بعد اپنے گھٹنوں کے بل پر جھکتے جیسا اونٹ جھکتا ہے اور اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے۔ اسے طحاوی (۱۵۲۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا فهد بن سليمان قال ثنا عمر بن حفص قال ثنا ابي قال ثنا الاعمش قال حدثني ابراهيم عن اصحاب عبد الله علقمة والاسود.... الخ. (شرح معاني الآثار: ۱۵۲۸)

عورتوں کے سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

عورتوں کی نماز مردوں سے جن چند صورتوں میں مختلف ہے ان میں سے ایک سجدہ بھی ہے کہ مردوں کو سجدے میں اپنے جسم کو زمین سے اور اپنی کہنیوں کو جسم سے علیحدہ رکھنا چاہیے۔ لیکن عورتیں سجدہ کرتے ہوئے اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے، اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لیں۔ چنانچہ حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ مر على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فضا بعض اللحم الى الارض فان المرأة ليست في ذلك كالرجل. (مراسيل ابی داود: ۸۹)

یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ البتہ یہ روایت مرسل ہے مگر اسے سلتی بالقبول کا شرف حاصل ہے اور پھر اس کی تائید دیگر کئی روایات سے بھی ہوتی ہے۔ بطور نمونہ ان میں سے صرف دو روایات کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

نمبر ۱:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے اس طرح ملا لے جو اسکے لئے زیادہ سے زیادہ پردے کا موجب ہو۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۲۲۳)

نمبر ۲:

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا کہ: وہ سجدہ میں (زمین کے ساتھ) سمٹ جائیں۔ (ایضاً: ۲/۲۲۲)

نیز حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہما کے آثار سے بھی اس حدیث مبارکہ کی تائید ہوتی ہے۔ (ایضاً، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲)

فریق مخالف کے اکابرین کے نزدیک بھی عورت کا حکم سجدے میں مردوں سے جدا ہے۔ چنانچہ امیر یمنی م ۱۱۸۲ھ نے ”صحیح مسلم“ کی حدیث، جس میں سجدہ کے دوران کہنیوں کو جسم سے دور رکھنے کا حکم ارشاد ہوا ہے، ذکر کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

وهذا في حق الرجل، لا المرأة، فانها تخالفه في ذلك.

یہ حکم مردوں کے بارے میں ہے، نہ کہ عورتوں کے بارے میں، اس لیے کہ عورتوں کا حکم سجدے میں مردوں سے جدا ہے۔ یعنی وہ اپنی کہنیاں سجدے میں اپنے جسم سے ملا کر رکھیں۔

پھر اس کے بعد موصوف نے اس پر بطور دلیل یزید بن حبیب رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا مرسل حدیث ذکر فرمائی۔ (سبل السلام: ۱/۱۹۲)

عبدالجارغزنوی م ۱۹۱۳ء نے بھی اس سلسلہ میں یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ وغیرہ کی روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اور اسی پر تعامل اہل سنت مذاہب اربعہ وغیرہ سے چلا آیا ہے۔

پھر اس کے بعد موصوف مذاہب اربعہ کی معتبر کتب کے حوالجات نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

غرض کی عورتوں کا انضمام و انخفاض (بحالت سجدہ جسم کا رانوں سے ملانا اور زمین کی طرف زیادہ جھکنا) نماز میں احادیث و تعامل جمہور اہل علم از مذاہب اربعہ وغیرہم سے ثابت ہے، اس کا منکر کتب حدیث و تعامل اہل علم سے بے خبر ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/۱۳۹)

عبداللہ روپڑی م ۱۳۸۳ھ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عورتوں کے سجدہ کرنے کا طریقہ مردوں سے جدا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: لیکن عورت کے متعلق بعض حدیثوں میں استثناء آئی ہے کہ عورت (سجدے میں) پیٹ نہ اٹھائے بلکہ رانوں سے

ملائے۔ اگرچہ ان احادیث میں کچھ کلام ہے لیکن ان کے مؤیدات بھی ہیں اس لئے ان پر عمل ہو سکتا ہے۔
(فتاویٰ الملحدیث: ۱/۵۲۳)

وحید الزمان م ۷۳۳ھ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (کنز الحقائق: ص ۲۲)

سجدوں کی مختلف حالتوں کے متعلق چند احادیث:

اب دیگر کتب سے سجدوں کی مختلف حالتوں کے متعلق چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ
يَدَايِهِ أَنْ يَسَاطَ الْكَلْبِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۴۲۲)
☆☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ”سجدہ اعتدال کے
ساتھ کرو اور کوئی اپنی بائیں سجدے میں اس طرح نہ بچھا دے جس طرح کتا زمین پر بائیں بچھا دیتا ہے۔ اسے
جماعہ (بخاری: ۸۲۲، مسلم: ۴۹۳، ابن ماجہ: ۸۹۲، ابوداؤد: ۸۹۷، ترمذی: ۲۷۶، نسائی: ۱۱۱۰) نے روایت کیا
ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۲۲، صحیح مسلم: ۴۹۳، سنن ابن ماجہ: ۸۹۲، سنن الترمذی: ۲۷۶، سنن النسائی: ۱۱۱۰، مسند ابی
داؤد الطیالسی: ۲۰۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۰۶۶، مسند البزار: ۷۰۸۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۵۳، مسند السراج
۳۴۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۶۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۲۷

اور بالاتفاق لمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبة قال سمعت قتادة عن انس
بن مالك عن النبي ﷺ..... الخ. (صحیح البخاری: ۸۲۲)

فائدہ:

سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوزا
اٹھالیا۔ اور بعض شارحین نے اعتدال کے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح کہ اس کو
رہنا چاہیے۔ دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔ اس
سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شامت اور قباحت اچھی طرح سامعین کے ذہن نشین ہو جائے۔
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ

وَأَشَارَ بِبِيَدِهِ إِلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكُفَّتِ الْغِيَابَ وَالشَّعْرَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۴۴)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر۔۔۔ اور اپنے دست مبارک سے اپنے ناک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ اور دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے کناروں پر۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔“ اسے شیخین (بخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۱۲، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، سنن الترمذی: ۲۷۳، سنن النسائی: ۱۰۹۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۸، سنن الدارمی: ۱۳۵۸، مسند البزار: ۵۱۵۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۶۴

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا معلى بن اسد قال حدثنا وهيب عن عبد الله بن طاوس عن ابيه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي ﷺ..... الخ. (صحیح البخاری: ۸۱۲)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث کے ذریعے بتایا جا رہا ہے کہ سجدہ میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہیے، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں اور دونوں پیروں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہیے۔ اکثر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ سجدہ ناک اور پیشانی دونوں سے کرنا چاہیے، بغیر ان دونوں کو زمین پر ٹیکے ہوئے سجدہ جائز نہیں ہوتا، مگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر محض پیشانی ہی ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے تو جائز ہے، البتہ بغیر کسی عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی ایسا عذر پیش ہو کہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے، اس سلسلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول قدیم یہ ہے کہ محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز ہے مگر بعد میں امام صاحب رحمہ اللہ نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الملہم: ۲/۹۸)

(۲) سجدہ میں دونوں پیروں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے، اگر کوئی شخص سجدہ میں دونوں پیروں سے اٹھالے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پیر اٹھالے گا تو سجدہ مکروہ ہوگا، سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی

رکھی جائے، اگر انگلیاں قبلہ کی سمت نہ ہوں گی تو جائز نہیں ہوگا۔

(۳) حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے۔ بالوں کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کر کے دستار وغیرہ کے اندر کر لیا جائے تاکہ سجدہ میں لٹکنے نہ پائیں، اس سے بھی منع کیا گیا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دینے چاہیے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ مُحَيْنَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَزَجَّ بِلَنْبِنِهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ ابْطِينِهِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۴۲۵)

☆ ☆ (سیدنا عبد اللہ بن مالک ابن محسنہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز ادا فرماتے اور سجدہ کرتے تو اس حالت میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔ اسے شیخین (بخاری: ۸۰۷، مسلم: ۴۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۰۷، صحیح مسلم: ۴۹۵، سنن النسائی: ۱۱۰۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۲۵، صحیح ابن حبان: ۱۹۱۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۰۹۵، مشکاة الصالح: ۸۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۲ ص ۲۴۶، بلوغ المرام: ۲۹۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثني بكر بن مضر عن جعفر عن ابن هرمرز عن عبد الله بن مالك ابن محينة ان النبي ﷺ.... الخ. (صحیح البخاری: ۸۰۷)

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ سجدہ کرتے وقت اپنے بازوؤں کو اپنی رانوں سے اتنا الگ رکھے کہ بغلوں کا اندرون بھی نمایاں ہو جائے۔

(۲) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو جب نماز پڑھتے دیکھا تھا، اس وقت آپ کے بدن کے بالائی حصہ پر چادر نہ ہو یا ہو لیکن چھوٹی ہو، یا ان کی مراد یہ ہوگی کہ آپ کی بغل کی جگہ معلوم ہوتی تھی اور بغلوں کی سفیدی اس لئے کہا کہ ہے کہ آپ ﷺ کی بغل مبارک بالکل سفید اور صاف و شفاف تھی، جیسا کہ آپ ﷺ کا پورا بدن ہی آئینہ کی طرح سفید و شفاف تھا، دوسرے لوگوں کی طرح آپ کی بغلیں سیاہ اور مکدر نہ تھیں۔ چنانچہ اس حدیث کی بناء پر

امام طبری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بغلیں جسم اطہر کے دوسرے اعضاء کی طرح سفید تھیں، سیاہ نہ تھیں۔ یہ آپ کی دیگر خصوصیات و امتیازات کی طرح ایک خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کی تصریح طبری نے کتاب الاحکام کے باب الاستقاء میں کی ہے کہ آپ کی بغلیں دوسری کی طرح سیاہ نہ تھیں بلکہ سفید تھیں۔

وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدَ أَمَكَّنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَابْنُ خُرَيْمَةَ فِي صَحِيحِهِ.

(آثار السنن: ۴۴۶)

☆☆ (سیدنا) ابو حمید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر جمادیتے اور اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو سے دور رکھتے، اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنے کندھوں کے برابر رکھتے۔ اسے ابو داؤد (۷۳۴)، ترمذی (۲۷۰) اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۶۴۰) میں روایت کیا ہے۔

وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا قُلْنَا سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۴۴۷)

☆☆ (سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اپنی ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ اسے مسلم (۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۸۴۴، مستخرج ابی عوانہ: ۱۵۹۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۵، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۸۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۲۳، معریۃ السنن و الآثار للبیہقی: ۳۲۴۰، مشکاة الصالح: ۷۹۷۔ اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا عفان حدثنا همام حدثنا محمد بن جحادة حدثني عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل ومولى لهم انهما حدثاه عن ابيه وائل بن حجر... الخ.

(صحیح مسلم: ۴۰۱)

وَعَنْهُ قَالَ رَمَقْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ جَذَاءً أَدْنَيْهِ. رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوِيَّةٍ وَعَبْدُ الرَّزَّازِ وَالنَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاسْتَبَادَهُ صَحِيحُ. (آثار السنن: ۴۴۸)

☆☆ انہی (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو غور سے دیکھا کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔ اسے اسحاق بن راہویہ (بحوالہ الدراية: ج ۱ ص ۱۴۴) عبد الرزاق (۲۹۴۸)، نسائی (۱۱۰۲) اور طحاوی (۱۵۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ..... الخ.

(مصنف عبدالرزاق: ۲۴۸)

{ نماز میں خارش کرنے کے بعد تھوک لگانا مکروہ ہے }

۲۶۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَطِيَّةٍ عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُحَّكَ الشَّيْءُ مِنْ جَسَدِهِ ثُمَّ يُبَلِّلَهُ بِبُزَاقٍ.

عمرو بن عطیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کوئی خارش کرے اور پھر اپنی جلد پر تھوک لگائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

عمرو بن عطیہ سے مراد امام عمرو بن عطیہ التیمی بن النمر بن قاسط رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ ثقہ ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ، امام ربیع رحمہ اللہ اور امام عاصم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (الثقات لابن حبان: ۴۴۰، الثقات لمن لم يقع فی الکتاب الستہ لابن قطلوبغا: ۸۴۴) نیز امام عمرو بن عطیہ التیمی رحمہ اللہ کی (کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی) امام ربیع بن حراش رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۸۹)

{ نماز میں سجدہ کرتے ہوئے بازو زمین پر بچھانا مکروہ ہے }

۲۶۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: أَكْرَهُ أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ فِي الصَّلَاةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ آدمی نماز میں (سجدہ کرتے ہوئے) بازو زمین پر بچھائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ نماز میں داڑھی وغیرہ سے نہ کھیلا جائے }

۲۶۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ: لَا تُفَرِّقُ أَصَابِعَكَ فِي الصَّلَاةِ، وَلَا تَغْبِثَ بِلَحْيَتِكَ. وَلَا تَدْفِنَ كِبَارَ الْحَصَى وَلَا تَمْسَهُ، وَلَا تَضَعُ يَدَكَ عَلَى خَاصِرَتِكَ، وَلَا تُغْطِيَنَّ فَاكًا، وَلَا تَلْقَى رِذَائِكَ عَلَى مَنْكِبِكَ، وَلَا تُقْعَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ۱۔ نماز میں انگلیاں مت چٹھاؤ۔ ۲۔ داڑھی سے مت کھیلو۔ ۳۔ بڑے کنگروں کو دُفن نہ کرو اور نہ ہی انہیں چھوؤ۔ ۴۔ اپنی کوکھ پر ہاتھ نہ رکھو۔ ۵۔ اپنے منہ کو نہ ڈھانپو۔ ۶۔ کاندھوں پر چادر نہ لٹکاؤ۔ ۷۔ ایزھیوں پر نہ بیٹھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ ہم بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ یہ کام بے فائدہ ہیں اور نماز سے غافل کر دیتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۳۹)

۲۶۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ رَأَيْتُ مُجَاهِدًا وَعَطَاءً وَطَاوُسًا يُقْعُونَ فِي الصَّلَاةِ، فَسَأَلْتُهُمْ عَنْ ذَلِكَ، قَالُوا رَأَيْنَا ابْنَ عُمَرَ يُقْعِي فِي الصَّلَاةِ، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: صَدَقُوا، قَدْ فَعَلَ ذَلِكَ بَعْدَ مَا كَبُرَ، قَالَ: فَأَخْبَرَنِي مَنْ رَأَاهُ وَهُوَ شَابٌّ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ وَيَنْهَى عَنْهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ، عطاء رحمہ اللہ اور طاووس رحمہ اللہ کو نماز میں ایزھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے اس سلسلے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایزھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، چنانچہ میں نے یہ بات ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ذکر کی تو انہوں نے کہا کہ ان حضرات نے بالکل سچ کہا ہے: آپ رضی اللہ عنہ نے ضعیف ہو جانے کے بعد ایسا کیا تھا، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے والے ایک شخص نے مجھے بتلایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ عالم جوانی میں ایسا کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس سے منع کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شاهد فی المؤطا روایۃ محمد بن الحسن : ۱۵۴)

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مختلف صورتیں:

واضح رہے کہ احادیث و آثار میں دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی تین صورتوں کا ذکر ملتا ہے ہم ہر ایک صورت کا حکم اور اس کے متعلق احادیث کو دیگر کتب حدیث سے مع التحقیق پیش کرتے ہیں۔

پہلی صورت کے متعلق احادیث:

عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً مِمَّا يَلِيزُ جُلٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۴۴۱)

☆ ☆ جناب طاؤس کہتے ہیں کہ ہم نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسجدوں کے درمیان ایڑیوں پر بیٹھنے کے متعلق پوچھا: تو انہوں نے کہا: یہ سنت ہے۔ ہم نے کہا: ہم تو اسے پاؤں پر بوجھ یا آدی کیلئے باعث مشقت خیال کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آپ کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اسے مسلم (۵۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۰۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۸۵۳، سنن ابی داؤد: ۸۴۵، سنن الترمذی: ۲۸۳، صحیح ابن خزیمہ: ۶۸۰، مستخرج ابی عوانہ: ۱۸۹۲، المعجم الکبریٰ للطبرانی: ۱۰۹۹۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۳۲، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۰۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق بن ابراهيم اخبرنا محمد بن بكر ح قال وحدثنا حسن الحلواني حدثنا عبد الرزاق وتعارها في اللفظ قال جميعا اخبرنا ابن جريج اخبرني ابو الزبير انه سمع طاوسا.... الخ. (صحیح مسلم: ۵۳۶)

وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْعُونَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۴۲)

☆ ☆ طاؤس کا بیان ہے کہ انہوں نے (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ، (سیدنا) ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور (سیدنا) ابن

عباس رضی اللہ عنہ کو ایڑھیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ اسے عبدالرزاق (۳۰۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

پہلی صورت کا حکم:

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کی پہلی صورت یہ ہے کہ نمازی دونوں پاؤں کو پنجوں کے بل کھڑا کر کے ایڑھیوں پر بیٹھ جائے، یہ بھی اقواء کی صورت ہے یہاں اقواء کی یہی صورت مراد ہے۔ اقواء کی اس پہلی صورت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور اہل علم کا کہ نزدیک اقواء کی یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے تاہم بوقت عذر اجازت ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے استحباب کے قائل ہیں اور ان کا استدلال مذکورہ بالا دونوں روایات سے ہے۔ جمہور ان روایات کے جواب میں کہتے ہیں کہ ان میں پہلی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت منسوخ ہے شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کے نسخ کا علم نہ تھا۔ (تلخیص البحر: ۱/۲۵۷) اور دوسری روایت عذر پر محمول ہے جیسا کہ مؤطا محمد (۱۵۳) کی روایت میں وضاحت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا عذر کی بناء پر کیا تھا۔

دوسری صورت کے متعلقہ احادیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ تَقَرُّةٍ كَنْفَرَةٍ الدَّيْكَ وَاقْعَاءِ كَأَقْعَاءِ الْكَلْبِ وَالتَّيْفَاتِ كَالْتَّيْفَاتِ الثَّعْلَبِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَفِي إِسْنَادِهِ لَيْثٌ. (آثار السنن: ۴۴۹)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے (نماز میں) تین باتوں سے منع فرمایا: ۱۔ مرغ کی طرح ٹھوگلیں مارنے سے۔ ۲۔ کتے کی طرح بیٹھنے سے۔ ۳۔ لومڑی کی طرح ادھر ادھر توجہ کرنے سے۔ اسے احمد (۸۱۰۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۱۰۶، شرح ابن ماجہ لمغلطای: ج ۱ ص ۱۵۰۸، شرح ابی داؤد للعینی: ج ۴ ص ۶۳، نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ: ج ۲ ص ۹۲، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۷۱۵، مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۲۴۲۵، اتحاف المہرۃ: ۱۹۷۵، المسند الجامع: ۱۳۱۸۵

اور اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن آدم حدثنا شريك عن يزيد بن أبي زياد عن مجاهد عن أبي هريرة... الخ. (مسند

الامام احمد بن حنبل: ۸۱۰۶)

یہ حدیث شریک بن عبد اللہ النخعی کے حافظے کی جہت سے کمزور ہونے کی وجہ سے بلحاظ سند کمزور ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الرَّقْعَاءِ فِي الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ. (آثار السنن: ۴۴۰)

☆ ☆ (سیدنا) سرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اقعاء سے منع کیا ہے۔ اسے حاکم (۱۰۰۵) نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۴۶۸، المعجم الکبریٰ للطبرانی: ۶۹۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۷۳۹، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۵۸۷۔

اور صحیح ہے۔ امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا الحسن بن یعقوب العدل ثنا یحییٰ بن ابی طالب ثنا عبد الوہاب بن عطاء انہما سعید عن قتادة عن الحسن بن سمرۃ بن جندب... الخ. (المستدرک علی الصحیحین: ۱۰۰۵)

دوسری صورت کا حکم:

اقعاء کی دوسری صورت یہ ہے کہ سرین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آجائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے اسے اقعاء کہتے ہیں اس صورت کے لحاظ سے اقعاء بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، مذکورہ احادیث میں اقعاء کا یہی معنی مراد ہے۔

تیسری صورت کے متعلقہ احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ. أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَهُوَ مُخْتَصَرٌ. (آثار السنن: ۴۴۳)

☆ ☆ (حضرت ام المؤمنین سیدہ) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں پاؤں کو زمین پر بچھالیتے اور دائیں کو کھڑا رکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کی طرح چوڑی سے منع فرماتے۔ اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مختصر ہے۔

فائدہ:

☆ (عقبة الشيطان) عقبہ کی ”عین“ پر ضمہ اور ”قاف“ ساکن ہے (شیطان کی چوڑی)۔ اسے اقعاء الکلب بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت ما قبل میں بتائی جا چکی ہے کہ سرین پر بیٹھے اور اپنے پاؤں کو اس طرح کھڑا کرے کہ گھٹنے شانوں کے مقابل آجائیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۹، معریۃ السنن والاثار للبیہقی: ۳۶۳۵، شرح السنۃ للبخاری: ج ۳ ص ۱۵۵، مشکاة المصابیح: ۷۹۱، بلوغ المرام: ۲۷۲، خلاصۃ الاحکام: ۱۰۵۴، نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ: ج ۱ ص ۴۱۸، کنز العمال: ۲۲۳۹۳۔

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابو خالد يعني الاحمر عن حسين المعلم ح قال وحدثنا اسحاق بن ابراهيم واللفظ له قال اخبرنا عيسى بن يونس حدثنا حسين المعلم عن بدیل بن میسرۃ عن ابی الجوزاء عن عائشة.... الخ. (صحیح مسلم: ۴۹۸)

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے قعدہ کا جو طریقہ بیان کیا ہے قعدہ کا یہی طریقہ مسنون و افضل ہے اور ہر قعدہ کو شامل ہے خواہ وہ پہلا قعدہ ہو یا دوسرا۔ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے قعدہ کا ایک ہی طریقہ بیان کیا ہے اور اس کو صرف قعدہ اولیٰ کے ساتھ خاص نہیں کیا۔ جن لوگوں نے اس کو قعدہ اولیٰ پر محمول کیا ہے، ان کا رد کرتے ہوئے مخالفین احناف میں سے شوکانی م ۱۲۵۵ھ نے بھی لکھا ہے کہ:

ان رواعہا ذکر و اھذا الصفة لجلوس التشهد ولم یقیدوا بالاول، واقتصارہم علیہا من دون تعرض لذكر غیرہا مشعر بانہا ہی الهيئة المشروعة فی التشہدین جمیعاً، ولو كانت مختصة بالاول لذكروا هیئة التشہد الاخیر ولم یملوا، لا سیما وہم بصدد بیان صلوة رسول اللہ ﷺ وتعلیمہ لمن لا یحسن الصلاة، فعلم بذلك ان الهيئة شاملة لهما. (نیل الاوطار: ۱/۴۲۲)

ان احادیث کے راویوں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم) نے (نبی ﷺ کے) تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کو پہلے قعدہ کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ لہذا ان حضرات کے قعدہ کی صرف یہی کیفیت بیان کرنے اور دوسرے کسی کیفیت کا ذکر نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں تشہدوں میں قعدہ کی یہی کیفیت مشروع ہے اور اگر یہ کیفیت صرف تشہد اول کے ساتھ خاص ہوتی تو یہ حضرات دوسرے تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت ضرور ذکر کرتے اور اس کے ذکر کو کبھی ترک نہ کرتے، خصوصاً جب کہ یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بتا رہے ہیں اور آپ ﷺ کی اعرابی شخص کو جو نماز اچھی طرح پڑھنا نہیں جانتا تھا، تعلیم دینے کا ذکر کر رہے ہیں۔ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں بیٹھنے کی یہ کیفیت دونوں تشہد کو شامل ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ حَكِيمٍ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْجِعُ فِي سَجْدَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ ذُكِرَ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّهَا لَيُسْتَبْسَنُ بِسُنَّةِ الصَّلَاةِ وَإِنَّمَا أَفْعَلُ هَذَا مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ اشْتَكَى. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْظَا وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۳۵)

☆ ☆ مغیرہ بن حکیم (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ انہوں نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نماز میں دو سجدوں کے درمیان اپنے قدموں کے سینے (پنچے) کے بل بیٹھتے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ان سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ”بے شک یہ نماز کی سنت نہیں ہے اور میں تو اس لئے ایسا کرتا ہوں کہ میں بیمار ہوں۔ اسے مالک نے مؤطا (۲۹۶) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن صدقة بن يسار عن المغيرة بن حكيم انه رأى عبد الله بن عمر..... الخ. (موطأ مالك: ۲۹۶)

تیسری صورت کا حکم:

دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے، اس کو افتراش کہتے ہیں یہ صورت سب سے اولیٰ و مسنون ہے۔ جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود حضور اقدس ﷺ کا معمول بھی یہی بیان کیا ہے۔ نیز دوسری روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ اقواء کی دوسری صورت (یعنی ایڑھیوں کے بل بیٹھنے والی) مسنون نہیں ہے تاہم حالتِ عذر میں اجازت ہے۔

{ ایک دن رات تک بیہوش رہنے والا مریض نماز قضا کرے گا }

۲۹۵. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، فِي رَجُلٍ أُغْمِيَ عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: كَانَ يَقُولُ يَقْضِي ذَلِكَ، وَإِذَا أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَقْضِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو (بیمار) آدھی ایک دن رات تک بے ہوش رہا ہو اس کے بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نماز قضا کرے گا اور اگر اس سے زیادہ بیہوش رہا ہو تو قضا نہیں کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للغوارزمی: ج ۱، ص ۳۹، رقم الحدیث: ۶۳۸، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۶۰، باب صلاة المغی علیہ، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۱۶۰، ج ۲، ص ۱۶۱.

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

{امام کسی آیت کے بارے میں تردد کا شکار ہو جائے تو کیا کرے؟}

۲۶۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا تَرَدَّدَ الْإِمَامُ فِي الْآيَةِ فَلْيَقْرَأْ مَا بَعْدَهَا، أَوْ لِيَقْرَأْ سُورَةً غَيْرَهَا، أَوْ لِيَزْكَغْ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَافْتَحْ عَلَيْهِ، وَهُوَ مُسِيئٌ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب امام کسی آیت کے بارے میں تردد کا شکار ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس آیت کے بعد والی آیت پڑھ لے یا کوئی دوسرے سورت پڑھ لے یا (تین آیتیں یا اس کی مقدار قرآن پڑھ لیا ہو تو) رکوع کر لے۔ پس اگر اس نے ایسا بھی نہیں کیا تو اس کو لقمہ دے دو اور اس نے برا کیا۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۸ باب القراءۃ خلف الامام وعلقینہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۷۳۳، مصنف عبد الرزاق: ۲۸۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام اگر قراءت میں بھول جائے تو اسے لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔ اور اگر دوسرے ارکان میں بھول رہا ہو تو پھر بالاتفاق مرد ”سبحان اللہ“ کہہ کر اور عورت تالی بجا کر متنبہ کرے۔

بعض اہل علم نے لقمہ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے مگر یہ موقف دلائل کی رو سے کمزور ہے۔ آثار السنن میں ہے کہ:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَوةً فَقَرَأَ فِيهَا فَلَيْسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ لَمَّا مَنَعَكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَزَادَ أَنْ تَفْتَحَ عَلَى.

وَأَسْلَمَ دَاوُدَ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۵۵۸)“

(سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک نماز پڑھی اور اس میں قراءت کی تو

کچھ خلط ہو گیا۔ جب فارغ ہوئے تو (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟“ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ”تو تمہیں کس چیز نے روکا تھا۔“ اسے ابو داود (۹۰۷) اور طبرانی (۱۳۲۱۶) نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے ان الفاظ کا اضافہ بھی نقل کیا ہے: ”کہ تم مجھے لقمہ دیتے۔“ اور یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے:

سنن ابی داود: ۹۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۲۱۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۷۷۱، فوائد تمام للرازی: ۴۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۷۸۳، معرفۃ السنن والاثر للبیہقی: ۶۳۸۳، شرح السنۃ للبیہقی: ۶۶۵، مجمع الزوائد و منبع الفوائد للبیہقی: ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۳۵، سنن ابی داود: ۹۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۲۱۶، مسند الشامیین للطبرانی: ۷۷۱، فوائد تمام للرازی: ۴۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۷۸۳، معرفۃ السنن والاثر للبیہقی: ۶۳۸۳، شرح السنۃ للبیہقی: ۶۶۵، مجمع الزوائد و منبع الفوائد للبیہقی: ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۳۵۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یزید بن محمد الدمشقی حدثنا هشام بن اسماعیل حدثنا محمد بن شعیب اخبرنا عبد الله بن العلاء بن زبر عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر..... الخ۔ (سنن ابی داود: ۹۰۷) اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ بشری تقاضوں کے تحت نبی کریم ﷺ کو بھی قراءت میں کچھ بھول ہوئی ہے جس سے ایک تو آپ ﷺ کی بشریت کا اثبات ہوا۔

دوسرے، آپ ﷺ کا بھولنا امت کے لیے تعلیم و تشریع کا ذریعہ بن گیا۔ قرآن مجید میں ہے: {سَنَقْرُثُكَ فَلَ تَنسِيَ الْآيَاتِ اللَّهِ} (الاعلیٰ: ۶)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اگر قراءت میں بھول جائے تو اسے لقمہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

{اگر امام تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہو اور تمام مقتدی نیچے ہوں تو یہ مکروہ ہوگا}

۲۶۰. یُؤَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَهَبَ يَوْمَ النَّاسِ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ مِّنْ حَصَى، فَجَذَبَهُ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَيْهِ وَقَالَ: إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْقَوْمِ فَقَمِّ مَعَهُمْ۔

حضرت یوسف رحمہ اللہ اپنے والد سے وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ امام حماد رحمہ اللہ سے اور وہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں لوگوں کی امامت کے لئے تشریف لے گئے تو جماعت

کروانے کے لیے چوڑے کی ایک (بلند) دکان پر چڑھ گئے، سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کر کھینچ لیا اور فرمایا: آپ بھی اسی قوم سے ہیں لہذا انہی کے ساتھ کھڑے ہوئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۳۹۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۲۴، ۶۵۲۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۲۳۴، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۶۵، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۴۳۱ ح ۴۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے، چنانچہ مصنف میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن ابراهيم عن همام قال صلى حذيفة..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۵۲۴)

فائدہ:

اگر امام تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہوا اور تمام مقتدی نیچے ہوں تو یہ مکروہ ہوگا، چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تنہا اس طرح کھڑے ہوئے کہ وہ تنہا بلند جگہ پر تھے اور ان کے تمام مقتدی نیچے تھے اس لئے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں نیچے اتار کر کھڑا کیا۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۶۵۲۴) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے:

کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ (کبار) صحابہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ امام (تنہا) کسی چیز پر اوپر کھڑا ہو اور لوگ نیچے ہوں؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب آپ نے مجھے کھینچا تو یہ بات مجھے یاد گئی (اسی لئے میں آپ کا کہنا مان کر نیچے اتر آیا)۔

{سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو خاک آلود ہونے کے خوف سے سمیٹنا اور ہٹانا ممنوع ہے}

۲۶۸۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى اِهْنَالَهُ إِذَا سَجَدَ فَعَشَعْرَهُ لَا يُصِيبُهُ التُّرَابُ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَأَخَذَ شَعْرَهُ فَذَلَّكَهُ فِي التُّرَابِ وَأَمَرَ بِهِ فَيُحْلَقَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ جب وہ سجدہ کرتا تو اپنے (سر کے) بال خاک آلود ہونے کے ڈر سے زمین سے اٹھا لیتا تو آپ رضی اللہ عنہ نے (آگے بڑھ کر) اس کے بالوں کو مٹی میں رگڑ دیا اور پھر آپ کے حکم پر اس کا سر مونڈ دیا گیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل مقصد ہے۔

فائدہ:

سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے۔ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند مرفوع احادیث مع تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَغْطِمْ وَلَا أَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۵۴۲)

☆☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سات ہڈیوں (اعضاء) پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔“ اسے شیخین (بخاری: ۸۱۲، مسلم: ۴۹۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۱۲، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۸۸۳، سنن الترمذی: ۲۷۳، سنن النسائی: ۱۰۹۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۸، سنن الداری: ۱۳۵۸، مسند البزار: ۵۱۵۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۶۳

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا معلى بن اسد قال حدثنا وهيب عن عبد الله بن طاوس عن ابيه عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال النبي ﷺ..... الخ. (صحیح البخاری: ۸۱۲)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے ہوئے بالوں اور کپڑوں کو اس غرض سے سمیٹنا اور ہٹانا تاکہ وہ خاک آلود اور گندے نہ ہوں ممنوع ہے، ویسے بھی بغیر اس مقصد کے یوں ہی کپڑوں اور بالوں کو سمیٹنا یا دامن وغیرہ کو باندھ لینا ممنوع ہے۔ بالوں کو سمیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو جمع کر کے دستار وغیرہ کے اندر کر لیا جائے تاکہ سجدہ میں لٹکنے نہ پائیں، اس سے بھی منع

کیا گیا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دینے چاہیے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَغْقُوصٌ مِنْ وَرَاءِهِ فَقَامَ لَجَعَلْ يَحْلُهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۵۴۴)

☆☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ عبد اللہ بن حارث نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے بال پیچھے سے بندھے ہوئے تھے، تو وہ (ان کے پیچھے) کھڑے ہو کر ان کے بال کھولنے لگے۔ عبد اللہ بن حارث نماز کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: آپ کو میرے سر سے کیا کام؟ (یعنی آپ نے میرے بال کیوں کھولے؟) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ”بالوں کا جوڑا بنالینا ایسے ہے جیسے کوئی نماز پڑھے اور اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوں۔“ اسے مسلم (۴۹۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۲، سنن ابی داؤد: ۶۳۷، سنن النسائی: ۱۱۱۳، صحیح ابن خزیمہ: ۹۱۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۶، سنن الدارمی: ۱۳۲۱، صحیح ابن حبان: ۲۲۸۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۱۷۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۰۹۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۶۷۹، معرۃ السنن: ۳۵۴۴

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عمرو بن سواد العامري اخبرنا عبد الله بن وهب اخبرنا عمرو بن الحارث ان بكيرا حدثه ان كريبا مولى ابن عباس حدثه عن عبد الله بن عباس انه رأى عبد الله بن الحارث..... الخ.

(صحیح مسلم: ۴۹۲)

فوائد و مسائل:

(۱) مردوں کیلئے بالوں کا جوڑا بنانا بالخصوص نماز میں مکروہ ہے۔ چاہیے انہیں ویسے ہی لمبا چھوڑ دیا جائے اور سجدہ کی حالت میں زمین پر لگنے دیا جائے۔

(۲) جن حضرات کے متعلق روایات میں آیا ہے کہ انہوں نے جوڑا بنایا ہوا تھا شاید انہیں یہ ارشاد نبوی معلوم نہ تھا۔

{حالتِ نماز میں اگر مٹی کی وجہ سے ایذا ہو رہی ہو اور توجہ نماز سے ہٹ رہی ہو تو مٹی کو پونچھ سکتے ہیں}

۲۶۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ كَانَ رُبَّمَا مَسَحَ جَبْهَتَهُ مِنَ التُّرَابِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ.

حماد رحمہ اللہ مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بسا اوقات اپنی پیشانی سے مٹی پونچھ لیا کرتے تھے حالانکہ آپ نماز میں ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۱۷، باب مسح التراب عن الوجه قبل الفراغ من الصلاة، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۴۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حالتِ نماز میں اگر مٹی کی وجہ سے ایذا ہو رہی ہو اور توجہ نماز سے ہٹ رہی ہو تو مٹی کو پونچھ سکتے ہیں لیکن محض جمال کو باقی رکھنے یا شان کے اظہار کے لئے ایسا کھنا مکروہ ہے۔

{نماز میں اپنے سامنے قبلہ کی جانب نہ تھوکا جائے}

۲۷۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَمِيمٍ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ شَبِثِ بْنِ رَبِيعٍ أَنَّهُ صَلَّى فَذَرَقَ أَمَامَهُ فِي الْقِبْلَةِ، فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ انْصَرَفَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُصَلٍّ يُصَلِّي إِلَّا أَقْبَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ حَتَّى يَنْصَرِفَ، فَلَا تَذَرُقُ أَمَامَكَ وَابْزُقْ عَنْ يَسَارِكَ.

ثمیم بن سلمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ شبث بن ربیع نے نماز پڑھی تو اپنے سامنے ہی قبلہ کی جانب تھوک دیا، نماز سے فراغت کے بعد سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ جب کوئی نمازی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو نماز ختم ہونے تک اللہ رب العزت مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (اور اس کی مناجات کو سنتے ہیں)، لہذا اپنے سامنے نہ تھوکو، بلکہ اپنی بائیں جانب تھوکو۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر عند عبدالرزاق: ۱۶۸۹)

- ۱۔ امام تمیم بن سلمہ السلمی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۸۰۳)
- ۲۔ شبث سے مراد غالباً ابو عبد القدوس شبث بن ربعی التمیمی الیربوعی الکوفی مراد ہیں ان سے امام نسائی رحمہ اللہ نے عمل اللیوم واللیلۃ میں اور امام ابو داود رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

۲۶۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَمْشِي وَعَنْ يَسَارِهِ رَجُلٌ، فَأَرَادَ ابْنُ مَسْعُودٍ أَنْ يَبْزُقَ، فَكَرِهَ أَنْ يَبْزُقَ عَنْ يَمِينِهِ، فَحَوَّلَ الرَّجُلُ عَنْ يَمِينِهِ وَبَزَقَ عَنْ يَسَارِهِ۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ جا رہے تھے اور آپ کی دائیں جانب ایک شخص تھا، جب آپ نے تھوکنا چاہا تو دائیں جانب تھوکنا مکروہ جانا اور اس شخص کو دائیں جانب کر کے بائیں جانب تھوکا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۶۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، أَنَّهُ قَالَ لَا تَبْزُقُ فِي الصَّلَاةِ أَمَامَكَ وَلَا عَنْ يَمِينِكَ، وَابْزُقْ عَنْ يَسَارِكَ أَوْ تَحْتَ قَدَمِكَ الْيُسْرَى۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نماز میں اپنے سامنے اور اپنی دائیں جانب نہ تھوکو، بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ نماز میں بندہ اللہ رب العزت کے حضور اپنی بندگی کا اظہار کرتا ہے، لہذا اس وقت سامنے تھوکنا اس ادب و احترام کے منافی ہے جس کا اختیار کرنا ایسے موقع پر ضروری ہے۔
- ۲۔ مسجد کو صاف رکھنا ضروری ہے، ایسی حرکات سے پرہیز کرنا چاہیے جو مسجد کی صفائی کے منافی ہوں۔

۳۔ اگر زمین کچی ہو اور اس پر چٹائی وغیرہ کچھی ہوئی نہ ہو تو بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا جائز ہے کیونکہ پاؤں سے رگڑے جانے پر وہ زمین میں جذب ہو جائے گا۔

۴۔ بائیں طرف تھوکنا اس وقت جائز ہے جب اس طرف کوئی دوسرا نمازی نہ ہو، ورنہ بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

۵۔ پختہ فرش پر اور چٹائی یا قالین پر تھوکنا مناسب نہیں کیونکہ یہ صفائی کے منافی ہے، البتہ رومال وغیرہ میں تھوکا جاسکتا ہے۔

۶۔ سفر وغیرہ میں آج کل بھی یہ صورت پیش آسکتی ہے کہ کوئی انسان کھلی جگہ پر نماز پڑھ لے، جبکہ قریب کوئی مسجد نہ ہو۔ اس صورت میں اگر زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا گیا تو زیر مطالعہ آثار کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔

{مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی}

۲۴۲۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ! قَرْنُتُمُونَا بِالْحَبِيرِ وَالْكِلاَبِ وَالسَّنَانِيرِ، إِنَّهُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْئٌ، وَلَكِنْ اخْرَأْ عَنْ نَفْسِكَ مَا اسْتَطَعْتَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”اے عراق والو! تم لوگوں نے تو ہمیں (یعنی عورتوں کو) گدھوں، کتوں اور بلیوں کے ساتھ ملا دیا ہے؟ (خوب جان لو کہ) نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی، البتہ تم سے جتنا ہو سکے ان چیزوں کو دور کر دو۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد میں اس حدیث کی سند میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان امام اسود بن یزید رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۴۰)

فائدہ:

حدیث میں مذکور مسئلہ کے متعلقہ چند مزید احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي جُهَيْمٍ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السان: ۲۴۴)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابو جہیم بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر نمازی

کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس (سال) کھڑا رہتا تو یہ اس کیلئے (نمازی کے سامنے سے) گزرنے سے بہتر ہے۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۱۰، مسلم: ۵۰۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۱۰، صحیح مسلم: ۵۰۷، سنن ابن ماجہ: ۹۴۵، سنن ابی داؤد: ۷۰۱، سنن الترمذی: ۳۳۶، سنن النسائی: ۷۵۶، مسند السراج: ۳۹۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۱، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۲۱، مؤطا مالک: ۵۲۶، مؤطا امام محمد: ۲۷۲۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبد الله بن يوسف، قال اخبرنا مالك، عن ابي النضر مولى عمر بن عبد الله، عن بسر بن سعيد، ان زيدا بن خالد، ارسله الى ابي جهيم..... الخ" (صحیح البخاری: ۵۱۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ یہاں چالیس سے چالیس سال مراد ہیں نہ کہ چالیس مہینے یا چالیس دن۔ چنانچہ یہ حدیث مسند البرار میں ایک دوسری سند سے ہے جس میں صراحتاً چالیس سال کا ذکر ہے۔ (بحوالہ بلوغ المرام: ۱۸۰)

۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ ہے جس کی اہمیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے اور اس کی سزا کتنی سخت ہے تو وہ چالیس سال تک اپنی جگہ پر مستقلاً کھڑے رہنا زیادہ بہتر سمجھے گا بہ نسبت اس کے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ فِي غَزْوَةٍ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ كَمُوْخَرَّةِ الرَّحْلِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۷۸)

☆☆ (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے سترے کے متعلق پوچھا گیا (کہ اس کی لبائی کتنی ہونی چاہیے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اونٹ کے پالان کے پچھلے حصے والی لکڑی کی اونچائی کے برابر ہونا چاہیے۔" اسے مسلم (۵۰۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۰۰، سنن النسائی: ۷۴۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۵۶۱، مسند السراج: ۳۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۶، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۵۳، جامع الاحادیث: ۲۱۰۴۸، مشکاة المصابیح:

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير، حدثنا عبد الله بن يزيد، اخبرنا حيوة، عن ابي الاسود محمد بن عبد الرحمن، عن عروة، عن عائشة.... الخ“ (صحيح مسلم: ۵۰۰)

فائدہ:

معلوم ہوا نمازی کے سامنے سترہ ہونا چاہیے۔ اور سترے کی اونچائی اتنی ہونی چاہیے جتنی اونٹ کے کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَإِنَّهُ يَسْتُرُهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ أُخْرَةِ الرَّحْلِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ أُخْرَةِ الرَّحْلِ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَوَتَهُ الْجَمَارُ وَالْمَرْأَةُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ قُلْتُ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا هَالِكُ الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْغَرِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۲۷۹)

☆ ☆ عبد اللہ بن صامت (رحمہ اللہ) (سیدنا) ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے کجاوے کے آخری حصے جتنا سترہ (کافی) ہے۔ اور اگر اس کے سامنے کجاوے کے آخری حصے سترہ نہ ہو تو اس کی نماز کو گدھا، عورت اور کالا کتا (سامنے سے گزر کر) کاٹ دیتا ہے۔“ میں نے کہا: اے ابو ذر (رضی اللہ عنہ)! سرخ کتے اور زرد کتے کے مقابلے میں کالے کتے کا کیا مقصد ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! جس طرح تو نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: ”کالا کتا شیطان ہے۔“ اسے بخاری کے علاوہ ایک جماعت (مسلم: ۵۱۰، ابوداؤد: ۷۰۲، ترمذی: ۳۳۸، ابن ماجہ: ۹۵۲، نسائی: ۷۵۱، احمد: ۲۱۳۲۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۱۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۶، سنن ابی داؤد: ۷۰۲، سنن الترمذی: ۳۳۸، سنن النسائی: ۷۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۲۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۳۵۴، مسند ابن الجعد: ۱۱۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۶، مسند البزار: ۳۹۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۰، مسند السراج: ۳۹۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة، حدثنا اسماعيل ابن علية، ح قال: وحدثني زهير بن حرب،

حدثنا اسماعیل بن ابراهیم، عن یونس، عن حمید بن ہلال، عن عبد اللہ بن الصامت، عن ابی ذر..... الخ (صحیح مسلم: ۵۱۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ سترے کی مشروعیت کی حکمت یہ ہے کہ نمازی کے خشوع و خضوع میں فرق نہ پڑے اور شیطان و سو سے ڈال کر نماز کا ثواب کم یا ضائع نہ کر دے۔ رسول اکرم ﷺ نے سترے کو شیطان سے بچاؤ کا دریعہ قرار دیا ہے۔ اگر نمازی کے آگے سترہ موجود ہو تو سترے سے ماوراء گزرنے والا کوئی انسان یا حیوان انسان کے خشوع و خضوع کو کم کرتا ہے نہ ہی اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اس بات پر اہل علم کا اجماع ہے۔ اور یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، ہر شخص کو نماز باجماعت میں الگ سے سترہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اس حدیث اور دیگر متعدد احادیث میں یہ مسئلہ بیان ہوا کہ اگر کسی نے سترہ قائم نہ کیا یا اس کے اور سترے کے درمیان سے عورت، گدھایا کالا کتا گزر گیا تو نماز قطع ہو جائے گی۔ ان احادیث میں قطع صلاۃ کے مفہوم کے تعین میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے:

☆ اہل علم کے ایک گروہ نے قطع صلاۃ کے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے اور حدیث (لا یقطع الصلاۃ شیء) ”نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی۔“ (سنن ابی داؤد: ۷۱۹) کو اس کا نسخ کہا ہے۔ اور یہی موقف زیادہ مضبوط ہے۔

☆ اور اہل علم کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان احادیث میں قطع سے نماز کا باطل ہونا مراد نہیں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے خشوع و خضوع میں کمی آ جاتی ہے اور نماز کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر یہ تو جیہ غلط ہے کیونکہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے ایک طریق میں (تعاد الصلاۃ من ممر الحبار والمرأة والکلب الاسود) ”گدھے، عورت اور سیاہ قام کتے کے گزرنے سے نماز لوٹائی جائے۔“ (صحیح ابن خزیمہ: ۸۳۱، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۱) کے الفاظ آئے ہیں جس سے قطع صلاۃ کا مفہوم نماز کا باطل ہونا متعین ہوتا ہے۔ لہذا صحیح موقف یہی ہے کہ قطع صلاۃ کی احادیث دوسری احادیث کے پیش نظر منسوخ ہیں۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَيْنِ يَدَيْهِ وَمِثْلَ مُوْخَرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَأَيْكَ ذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۲۸۰)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز (سترہ) رکھ کر نماز پڑھے تو پھر نماز پڑھتا رہے اور سامنے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔“ اسے مسلم (۴۹۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۹۹، سنن ابن ماجہ: ۹۴۰، سنن ابی داؤد: ۶۸۵، سنن الترمذی: ۳۳۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۳۰، صحیح ابن خزیمہ: ۸۴۳، مسند السراج: ۳۶۰، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۳۷۹، المسند المستخرج من صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۱۰۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۵۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن يحيى، وقيتبة بن سعيد، وابوبكر بن ابي شيبة قال يحيى: اخبرنا. وقال الاخران: حدثنا ابو الاحوص، عن سماك، عن موسى بن طلحة، عن ابيه..... الخ“ (صحیح مسلم: ۴۹۹)

فائدہ:

مطلب یہ کہ جب نمازی سترہ کے قابل کسی چیز کو اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھے اور سترہ کے سامنے سے کوئی چیز گزرے تو اس کا خیال نہ کرے، کیونکہ سترہ کی موجودگی میں سامنے سے کسی کا گزرنا نماز کے خشوع و خضوع پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ”پروہ نہ کرے۔“ کا تعلق گزرنے والے سے ہو۔ یعنی اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو اس کے سامنے سے گزرنے والا شخص کچھ پرواہ نہ کرے، کیونکہ سترہ کی موجودگی میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْجَمَارُ وَالْمَرْأَةُ. رَوَاهُ الْبَزَّازُ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۸۱)

☆☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”نماز کو کتا، گدھا اور عورت (نمازی کے سامنے سے گزر کر) توڑ دیتے ہیں۔“ اسے بزار (مسند البزار: ۷۴۶۱، کشف الاستار: ۵۸۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند البزار: ۷۴۶۱، کشف الاستار: ۵۸۲، مسند الحارث: ۱۶۳، الاحادیث المختارة: ۲۵۳۸، تنقیح التحقيق لابن عبد البہادی: ۹۱۶، مجمع الزوائد: ۲۲۹۲، تحف الخیرۃ الہمة بزوائد المسانید الخشنة: ۱۱۳۔

اور صحیح ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں، امام بزار رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن محمد بن السكن، حدثنا يحيى بن كثير، حدثنا شعبة، عن عبيد الله بن ابي بكر، عن انس..... الخ“ (مسند البزار: ۷۴۶۱)

فائدہ:

یہ حدیث دوسری حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (دیکھئے: آثار السنن کی حدیث نمبر: ۲۸۴)

وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةِ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ فَصَلَّى فِي صَخْرَةٍ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُرَّةٌ وَجَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالِي بِذَلِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَّمِيُّ نُحْوَةً وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۸۲)

☆ ☆ (سیدنا) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے دیہاتی مقام میں تھے، آپ کے ساتھ عباس (رضی اللہ عنہ) بھی: تھے، پھر آپ نے صحراء میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے سترہ نہیں تھا۔ ہماری ایک گدھی اور ایک کتیا آپ کے سامنے کھیتی رہیں۔ اسے ابوداؤد (۷۱۸) نے اور نسائی (۷۵۴) نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۷۱۸، سنن النسائی: ۷۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۵۰۹، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۲۴۸، شرح السنۃ للبخاری: ۵۴۹، جامع الاصول: ج ۵ ص ۵۰۸، نصب الراية: ج ۲ ص ۸۲، الدرر النيرة: ۲۲۴، المسند الجامع: ۱۱۳۶۔ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث، قال: حدثني أبي، عن جدي، عن يحيى بن ايوب، عن محمد بن عمر بن علي، عن عباس بن عبيد الله بن عباس، عن الفضل بن عباس..... الخ“

(سنن ابی داؤد: ۷۱۸)

اور امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ م ۶۷۶ ھ وغیرہ کے نزدیک بلحاظ سند حسن ہے۔ (دیکھئے: خلاصۃ الاحکام ۱/۱۷۴، المجموع شرح المہذب: ج ۳ ص ۲۵۱، وغیرہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جِئْتُ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِي هَاشِمٍ عَلَى حِمَارٍ فَمَرَزْنَا بَيْنَ يَدَيْ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي فَتَزَلْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ يَأْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْأَرْضِ أَوْ قَالَ نَبَاتِ الْأَرْضِ فَدَخَلْنَا مَعَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ رَجُلٌ أَكَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ لَا. رَوَاهُ أَبُو يَعْنَى وَرِجَالُهُ رِجَالُ الصَّحِيحِ.

(آثار السنن: ۲۸۴)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور بنی ہاشم کا ایک لڑکا ایک گدھے پر آئے، پھر ہم نبی ﷺ کے سامنے سے گزرے اور آپ نماز پڑھ رہے تھے، پھر ہم گدھے سے نیچے اتر آئے اور اسے گھاس سبزہ کھانے کیلئے چھوڑ دیا، پھر ہم نماز میں داخل ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا: کیا آپ ﷺ کے سامنے کوئی برچھی (نما لکڑی) تھی؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اسے ابویعلیٰ (۲۴۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۲۳، سنن ابی داؤد: ۷۱۶، ۷۱۷، مسند ابن الجعد: ۹۰، مجمع الزوائد: ۲۳۱۶۔

اور صحیح و ثابت ہے اور مختلف طرق کے ساتھ مروی ہے، امام ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا علي بن الجعد، اخبرنا شعبة، عن عمرو بن مرة قال سمعت يحيى بن الجزار، عن ابن

عباس..... الخ“ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۲۳)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حِمَارٌ فَقَالَ عَيَّاشُ بْنُ رَبِيعَةَ سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ مِنَ الْمُسَبِّحِ إِنْفَا سُبْحَانَ اللَّهِ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَمِعْتُ أَنَّ الْحِمَارَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۸۴)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو آپ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا، عیاش بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو توپوچھا: ”کس نے ابھی سبحان اللہ کہا تھا؟“ انہوں نے کہا: میں نے یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے، آپ نے فرمایا: ”نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔“ اسے دارقطنی (۱۳۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۳۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۵۰۶، مسند عمر بن عبدالعزیز: ۸، کنز العمال: ۱۹۲۴۱۔

امام ابوالحسن دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا القاضي الحسين بن الحسين بن عبد الرحمن الانطاكي، ثنا ابراهيم بن منقذ الخولاني، نا

احدیس بن یحییٰ ابو عمرو المعروف بالخولاني، عن بكر بن مضر، عن صخر بن عبد الله بن حرملة،

انه سمع عمر بن عبد العزيز، يقول عن انس..... الخ“ (سنن الدارقطنی: ۱۳۸۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے، حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث:

ش ۱۲۳، ص ۴۶) اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ امام قاضی ابوعبداللہ حسین بن حسین بن عبدالرحمن انطاکی المعروف ابن الصابونی رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ بغداد: ۴۰۴)

- ۲۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن منذر بن ابراہیم بن عیسیٰ مصری رحمہ اللہ "ثقة" راوی ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۶: ۲۱۳)
- ۳۔ امام ابو عمرو ادیس بن یحییٰ مصری خولانی رحمہ اللہ "صديق صالح" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۵۶۵)
- ۴۔ امام ابو محمد بکر بن مضر بن محمد بن حکیم مصری رحمہ اللہ صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے "ثقة" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۵)
- ۵۔ امام مضر بن عبد اللہ بن حرمہ مدنی رحمہ اللہ سنن ترمذی کے "ثقة" راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۹۴)
- ۶۔ امام ابو حفص عمر بن عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثبت حجة حافظ" راوی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۰۴)

نکۃ:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کتے، گدھے اور عورت وغیرہ کے گزرنے سے نماز ٹوٹنے والی سابقہ احادیث منسوخ ہیں۔

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ قَتَا يَمُرُّ
بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۸۵)

☆☆ سالم بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: نمازی کے سامنے سے جو چیز بھی گزرے، نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ اسے مالک (الموطا: ۵۳۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

موطا مالک: ۵۳۴، موطا محمد: ۲۷۵، مصنف عبدالرزاق: ۲۳۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۶۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۵۱۳۔

اور بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اس کا شاہد بھی پایا جاتا ہے (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۸۶) امام مالک رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله، ان عبد الله بن عمر..... الخ" (الموطا: ۵۳۴)

وَعَنْهُ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عِيَّاشٍ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ يَقُولُ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ
الْكَلْبُ وَالْجَمَارُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ
وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۸۶)

☆☆ سالم بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: بے شک عبد اللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں: نماز کو کتا اور گدھا کاٹ دیتا ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹتی۔ اسے طحاوی (۲۶۶۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (الحديث: ش ۱۲۳، ص ۴۶)، امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يونس، قال: ثنا سفيان، عن الزهري، عن سالم قال قيل لابن عمر..... الخ“ (شرح معاني الآثار: ۲۶۶۳)

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَسَيْبِ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَا لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الْمُسْلِمِ شَيْءٌ وَأَذْرُوْا عَنْهَا مَا اسْتَطَعْتُمْ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۸۷)

☆ ☆ سعید بن المسیب (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ بے شک علی رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے فرمایا: مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں کاٹی اور تم جتنی استطاعت رکھتے ہو تو ان (گزرنے والی چیزوں) کو ہٹا دو۔ اسے طحاوی (۲۶۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی صحیح کہا ہے۔ (الحديث: ش ۱۲۳، ص ۴۷)، امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا ابو بكرة، قال روح، قال شعبة، وسعيد بن ابی عروبة، وهشام بن ابی عبد الله، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب..... الخ“ (شرح معاني الآثار: ۲۶۶۷)

{ نبی مکرم ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور عائشہؓ آپ کے پہلو میں سوئی ہوتی تھی }

۲۷۴۔ يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَأَنَا نَائِمَةٌ إِلَى جَنْبِهِ عَلَيْهِ ثَوْبٌ جَانِبُهُ عَلَيَّ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے پہلو میں سوئی ہوتی تھی اور آپ نے جو کپڑا اوڑھا ہوتا تھا اس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا تھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

جامع المسانید میں اس حدیث کی سند میں امام نخعی رحمہ اللہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان امام اسود بن یزید رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۵۷)

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی حدیث کو اختیار کرتے ہیں

اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۳۸)

{ دوران نماز جوں مارنے اور مٹی میں دبانے سے نماز نہیں ٹوٹے گی }

۲۴۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَاصِمٍ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ أَبِي رَزِينٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَخَذَ قَمَلَةً وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَفَنَهَا فِي الْحَصَى وَقَرَأَ {أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا}. (المرسلات: ۲۵، ۲۶)۔

ابورزین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز میں ایک جوں کو پکڑ کر کنکروں میں دفن کر دیا اور پھر پڑھا: {أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا}، (کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ سیٹ کر رکھنے والی ہے، زندوں کو بھی مردوں کو بھی؟)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۴، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۱ ص ۳۵۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۶۰۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوبکر عاصم بن ابی النجود بہدہ الکوفی المقرئ رحمہ اللہ ذاتی اعتبار سے کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۷۶۳)

۲۔ امام ابورزین مسعود بن مالک بن معبد الاسدی الکوفی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۱۱، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۶۵، الکاشف: ۴۰۰)

فائدہ:

جمہور اہل علم کے نزدیک دوران نماز جوں مارنے اور مٹی میں دبانے سے نماز نہیں ٹوٹے گی البتہ عمل کثیر نہیں ہونا چاہیے عمل کثیر ہونے کی صورت میں نماز باطل ہو جائے گی اور دہرائی پڑے گی۔

{ نماز میں کسی کو چھینک آجائے تو کیا جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہا جاسکتا ہے؟ }

۲۴۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ قَالَ قَالَ عَطَسَ رَجُلٌ إِلَى جَنْبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ، فَقُلْتُ لَهُ:

يَزْحَكُ اللَّهُ، فَسَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: لَا بَأْسَ أَخُوكَ دَعَوَتْ لَهُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: دوان نماز میرے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے جواب میں کہہ دیا کہ اللہ تم پر رحم کرے اور پھر میں نے یہ مسئلہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، تو نے اپنے بھائی کے لیے دعا ہی تو کی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سب سے پہلے لکڑی پر سجدہ کرنے کو پیش کرنے والا شیطان ہے }

۲۷۷. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْعُودِ الَّذِي يَسْجُدُ عَلَيْهِ إِبْلِيسُ وَكَانَ يَكْرَهُهُ مِنْ أَجْلِ النَّصَارَى وَصُلَيْبِهِمْ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے لکڑی پر سجدہ کرنے کو پیش کرنے والا شیطان ہے اور (امام نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نصاریٰ اور ان کی صلیبوں سے مشابہت کی وجہ سے لکڑی پر سجدہ کرنے کو کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ج ۱ ص ۵۷، رقم الحدیث: ۱۴۴، باب صلاة البریض، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۱۴، رقم الحدیث: ۲۸۲۹، باب فی صلاة البریض۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند عبد الرزاق: ۴۱۴۴)

مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث کی سند میں امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان ثقہ و صدوق راوی امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ موجود ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۹)

فائدہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حدیث قدرے تفصیل کے ساتھ منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عتبہ کی عیادت کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لکڑی پر سجدہ کر رہے تھے تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ نے لکڑی کو اٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ چیز شیطان کی طرف سے پیدا کی گئی ہے۔ تم اپنے چہرے کو زمین پر رکھو اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۲۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لکڑی یا کوئی اور چیز اٹھا کر سجدہ کرنا مناسب نہیں، اگر بیمار آدمی سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ اس سلسلے کی دیگر کتب سے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں:

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمًا وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی۔ پس اس بارے میں میں نے نبی ﷺ سے معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اگر ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر۔“ اسے مسلم کے سوا محدثین کی جماعت (بخاری: ۱۱۱۷، ابن ماجہ: ۱۲۲۳، ابوداؤد: ۹۵۲، ترمذی: ۳۷۷۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ”اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چپ لیٹ کر نماز پڑھو۔ اللہ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے (بحوالہ التلخیص الحمیر: ۳۳۴)۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳، سنن ابی داؤد: ۹۵۲، سنن الترمذی: ۳۷۷۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۸۱۹، المستدرک لابن الجارود: ۲۳۱، مسند الرویانی: ۱۳۵، سنن الدارقطنی: ۱۳۲۵، ۱۳۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۶۵۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۸۸، شرح السنن: ۹۸۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان عن عبد الله عن ابراهيم بن طهمان قال حدثني الحسين المكي عن ابن بريد عن
عن عمران بن حصين رضي الله عنه.... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۱۷)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اسلام دین فطرت ہے، اس میں بندوں کی فطری کمزوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔
- ۲۔ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب نہیں، خواہ فرض ہو یا نفل کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”آدمی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا آدمی نماز کے برابر ہوتا ہے (صحیح مسلم: ۷۳۵)۔“

- ۳۔ شدید مرض کی صورت میں جب آسانی سے بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
- ۴۔ اس سے نماز کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، صرف اس کے احکام و مسائل میں نرمی کر دی گئی ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيضُ السُّجُودَ أَوْ مَأْ بِرَأْسِهِ أَيْمَانًا وَلَمْ يَزِفْ إِلَى جَبْهَتِهِ شَيْئًا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆ ☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی کی طرف (سجدے کے لئے) کسی چیز کو نہ اٹھائے۔ اسے مالک (۵۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

موطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

مالک عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كان يقول..... الخ. (موطا مالک: ۵۸۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

”لَمْ يَزِفْ إِلَى جَبْهَتِهِ شَيْئًا“ مطلب یہ ہے کہ لیٹ کر یا بیٹھ کر جب سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کرے گا تو اس کیلئے کوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے بقول سلف و خلف کے اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔

{گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا ناپسندیدہ ہے}

۲۷۸۔ يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَجُلًا يَنْشُدُ بَعِثْ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَجَدْتُهُ إِنَّ هَذِهِ الْبُيُوتُ بُنِيَتْ لِلَّذِي بُنِيَتْ لَهُ.

علقمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک دفعہ) نبی مکرم ﷺ نے ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ مسجد میں اونٹ کے گم ہو جانے کا اعلان کر رہا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے وہ (اونٹ) نہ ملے۔ مسجدیں تو جس کام کے لیے بنی ہیں، اسی کے لیے ہی بنی ہیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۵۶۹، سنن ابن ماجہ: ۷۶۵، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۸۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۱، مسند ابن الجعد: ۲۰۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۹۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۴۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۳۱، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:

۱۷۴، مسند الرویانی: ۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۰۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۲۱۳، صحیح ابن حبان: ۱۶۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۴۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

صحیح مسلم میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

”حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ حدثنا وکیع عن ابی سنان عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن

بریدة عن ابيه ان النبي ﷺ..... الخ۔“ (صحیح مسلم: ۵۶۹)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اس بدعا کا مقصد گرم شدہ چیزوں کے مسجد میں اعلان سے ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ یہ بھی تنبیہ کا ایک اسلوب ہے۔
- ۲۔ مسجدوں کی تعمیر کا مقصد نماز کی ادائیگی، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تعلم ہے، مسجد سے باہر گم ہونے والی چیزوں کی تلاش نہیں۔

{ مسجد میں نماز ہو چکی ہو تو نماز کا فرضوں سے آغاز کیا جائے }

۲۶۹۔ (يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ) عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا دَخَلْتَ مَسْجِدًا قَدْ صَلَّيَ فِيهِ، فَابْدَأْ بِالْمَكْتُوبَةِ۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تو مسجد میں داخل ہو اور نماز ہو چکی ہو تو فرض نماز سے آغاز کر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ جس مسجد میں امام و مؤذن مقرر ہوں اور باقاعدہ وقت پر اذان اور جماعت ہوتی ہو، اس مسجد میں باجماعت نماز اپنے وقت پر ادا کی جا چکی ہو، اس کے بعد اس مسجد میں اُسی وقت کی دوسری جماعت مکروہ ہے، خواہ دوسری جماعت اذان اور اقامت کے ساتھ ہو یا اس کے بغیر ہو۔

نبی مکرم ﷺ کے اپنے عمل، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہم سب کا یہی موقف ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔ (ملاحظہ ہو رحمۃ اللامۃ فی

اختلاف الاممہ: ص ۳۳۱، میزان الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۲۶)

امام مالک رحمہ اللہ کا موقف:

جماعت ثانیہ کے جواز کے سلسلے میں ایک سوال کے جواب میں امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ:

”پہلی جماعت سے رہ جانے والے لوگ اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھیں۔“ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۱۲۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف:

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ فرماتے ہیں:

وانا قد حفظنا ان قد فاتت رجالا معه (ﷺ) الصلاة، فصلوا بعلبه منفردین وقد كانوا قادرین علی ان یجمعوا وان قد فاتت الصلاة فی الجمعة قوما فجاءوا المسجد، فصلی کل واحد منهم منفردا وقد كانوا قادرین علی ان یجمعوا فی المسجد..... وانما کرهت ذلك لهم (ای تکرار الجماعة فی المسجد) لانه لیس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم. (کتاب الام: ج ۱ ص ۱۳۶)

ہم کو یہ بات محفوظ ہے کہ بہت سے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جماعت نہیں ملی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے علم میں تنہائی حالانکہ وہ جماعت ثانیہ پر قادر تھے اور بہت سے صحابہ سے جماعت فوت ہوگئی پھر وہ مسجد میں تشریف لائے نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ مسجد میں جماعت ثانیہ پر قادر تھے۔۔۔۔۔ میں جماعت ثانیہ کو اس لئے مکروہ سمجھتا ہوں کہ ہم سے پہلے سلف صالحین نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے اس سے کراہت ظاہر کی ہے۔

کراہت جماعت ثانیہ کے چند دلائل:

(۱)۔ جماعت ثانیہ کی کراہت پر دلیل ایک تو سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث ہے:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْبَلَ مِنْ تَوَاحِي الْمَدِينَةِ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا فَمَالَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ فَصَلَّى بِهِمْ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالْأَوْسَطِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۵۲۶)

☆ ☆ (سیدنا) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اطراف سے نماز کے اردہ سے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو حضور ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ (باجماعت) نماز ادا کی۔“ اسے طبرانی نے (المعجم الکبیر) اور (المعجم الاوسط) (۴۶۰۱) میں روایت کیا ہے اور لٹمی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۷۷ میں) کہا ہے کہ اس کے

تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان بن احمد قال نا هشام بن خالد الدمشقي قال نا الوليد بن مسلم قال اخبرني ابو مطيع معاوية بن يحيى عن خالد الحذاء عن عبد الرحمن بن ابى بكرة عن ابيه..... الخ.

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۶۰۱)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی حافظ بیہمی رحمہ اللہ سے ”رجالہ ثقات“ اور اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد: ۲۱۷۷) نقل کر کے اسے ”حسن“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تمام

المنہ: ج ۱ ص ۱۵۵، مجلہ الدعوة لاہور، محرم ۱۴۱۸ھ مئی ۱۹۹۷ء ص ۴۴)

دور حاضر کے بعض جدید محققین کی طرف سے اس حدیث کے ایک راوی ولید بن مسلم پر تہ لیس کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں اس پر تہ لیس کا الزام بالکلیہ باطل ہے کیونکہ اس نے ابو مطیع معاویہ بن یحییٰ سے سماع کی تصریح کر رکھی ہے۔ اس حدیث میں جس میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے اطراف سے نماز کے اردہ سے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں تو حضور ﷺ اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے ان کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی۔ رسول اللہ ﷺ کا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی بجائے گھر میں جماعت کرانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے نزدیک مسجد میں جماعت ثانیہ درست عمل نہیں ورنہ حضور ﷺ کا گھر مسجد سے متصل تھا، دُور نہ تھا، پھر بھی آپ ﷺ نے مسجد چھوڑ کر گھر میں باجماعت نماز ادا فرمائی، جب کہ مسجد میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل واضح ثبوت ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔

یہاں کچھ لوگ اعتراض کریں کہ شاید اس وقت آپ ﷺ کو مسجد میں جماعت کرانے کیلئے آدمی نہ ملے ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آپ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر تنہا کبھی نہ جاتے تھے بلکہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور آپ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے، اس لیے ظاہر یہ ہے کہ اس وقت بھی کچھ لوگ ہمراہ ہوں گے، دوسرے آپ ﷺ گھر والوں کو بھی مسجد میں بلا کر مسجد میں جماعت کر سکتے تھے کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے میں عورتوں کا مسجد میں آنا ایک معمول کی بات تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جماعت مسجد میں ہی مکروہ ہے مسجد سے باہر جائز ہے۔

(۲)۔ ابوداؤد (۵۶۳) اور نسائی (۸۵۵) وغیرہ میں ایک حدیث یوں آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو بھی اس کو جماعت کا ثواب ہوگا اور اس کے ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔“

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی تو حضور ﷺ اس آنے والے صحابیؓ کو پہلی جماعت کے ثواب کا لالچ نہ دیتے۔ بلکہ کچھ لوگوں کو اکٹھا کر کے دوسری جماعت کروانے کا حکم دیتے، لیکن آپ ﷺ نے ایسے نہیں کیا۔ جس سے یہ بات ہر ذی شعور کو سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جماعت ثانی مقامی حضرات کے لئے جائز نہیں۔

(۳)۔ حضور ﷺ نے کچھ لوگوں کو نماز میں شریک نہ پایا تو آپ ﷺ نے نہایت غضب ناک ہو کر فرمایا:

”میرا جی چاہتا ہے کہ کسی شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا کہہ دوں اور خود ان لوگوں کی طرف چلا جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور پھر حکم دوں کہ لکڑیوں کا ڈھیر جمع کریں اور میں ان کے گھروں کو جلا دوں۔“ (بخاری: ج ۱ ص ۸۹، مسلم: ج ۱ ص ۳۳۲ واللفظ لہ)

اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو پہلی جماعت میں شرکت نہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں ایسی شدید قسم کی سزا دینے کا حضور ﷺ ارادہ نہ فرماتے جو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، کیونکہ پھر تو پہلی جماعت سے رہ جانے والے لوگ دوسری جماعت کرا لیتے کوئی پریشانی کی بات نہ تھی۔ جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ پہلی جماعت ہی میں شرکت ضروری ہے، دوسری جماعت مکروہ ہے اور شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے۔ دوسری جماعت کی گنجائش ہوگی تو لوگ پہلی جماعت میں شرکت کو ضروری نہیں سمجھیں گے۔

(۴)۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جب کہ لوگ نماز پڑھ چکے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء حضرت علقمہ رحمہ اللہ اور حضرت اسود رحمہ اللہ سمیت گھر جا کر باجماعت نماز ادا کی۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۱، ۳۸۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۸۰۔ سندہ صحیح وراۃ ثقات)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ عمل بھی حضور ﷺ کے عمل کے مطابق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ چنانچہ احناق کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اگر محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت جائز ہوتی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھر میں جماعت نہ کراتے کیونکہ یہ بات مسلم اور معلوم ہے کہ فرض نماز مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔۔۔۔۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث دستیاب ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔“

(تمام المزمع: ج ۱ ص ۱۵۵)

(۵)۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی ایسی مسجد میں آتے جس میں جماعت ہو چکی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکیلے اکیلے نماز پڑھتے۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۳۲۳)

(۶)۔ عبدالرحمن بن بحیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہ (جو کہ فقہاء مدینہ اور اکابر تابعین میں سے

تھے۔ ن) کے ساتھ مسجد جمعہ میں اس وقت داخل ہوا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگوں نے حضرت سالم رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ دوسری جماعت نہیں کرتے؟ تو حضرت سالم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک ہی نماز کیلئے ایک مسجد میں دو مرتبہ جماعت نہیں کی جاسکتی۔ (المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۸۹۔ سندہ صحیح وروایت ثقات)

الغرض مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں امام و مؤذن مقرر ہوں اور باقاعدہ وقت پر اذان اور جماعت ہوتی ہو، اس مسجد میں باجماعت نماز اپنے وقت پر ادا کی جا چکی ہو، اس کے بعد اس مسجد میں اسی وقت کی دوسری جماعت مکروہ ہے۔

جواز کے قائلین کے دلائل کا تحقیقی جائزہ:

البتہ خصوصاً دو رجحان کے بعض حضرات ایک مسجد میں جماعتِ ثانیہ کروانے کے بڑی شدت کے ساتھ قائل ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے استدلال پر بھی ہلکی سی بحث کرتے چلیں تاکہ قارئین کے سامنے تصویر کے دونوں رخ آسکیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَصْحَابِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ يَتَصَدَّقُ عَلَيَّ ذَا فَيُصَلِّيَ مَعَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَصَلَّى مَعَهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَنُهُ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ. (آثار السنن: ۵۲۷)

☆ ☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا چکے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے؟ تو لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔“ اسے احمد (۱۱۳۰۸)، ابوداؤد (۵۷۴) ترمذی اور حاکم (۷۵۸) نے روایت کیا ہے جبکہ ترمذی نے حسن اور حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۰۸، سنن ابی داؤد: ۵۷۴، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۷۵۸، سنن الدارمی: ۱۳۰۸، صحیح ابن حبان: ۲۳۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۴، المعجم الصغیر للطبرانی: ۶۰۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۰۰۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۳۳۳۔

اور شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا سعيد عن سليمان عن ابي المتوكل عن ابي سعيد الخدري..... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۰۸)

مگر اس حدیث سے جماعتِ ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ دیگر بعض روایات میں صراحت ہے کہ دوبارہ

نماز کیلئے اٹھنے والے شخص سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے تو ان کی نماز نفل تھی اور دوسرے صاحب کی فرض۔ اس حدیث میں نفل پڑھنے والے کا فرض پڑھنے والے کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے جو کہ بالاتفاق جائز ہے۔ مگر وہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں فرض پڑھ رہے ہوں جیسا کہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ وَصَلَّى النَّبِيَّ ﷺ فَقَامَ يُصَلِّي وَحْدَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ يَتَجَرَّ عَلَى هَذَا فَيُصَلِّي مَعَهُ أَخْرَجَهُ الدَّارِ قُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۲۹)

☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تھے، وہ کھڑا ہو کر اکیلے نماز پڑھنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس پر تجارت کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے؟ اسے دارقطنی (۱۰۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بھی حسن درجہ کی ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن محمد بن صاعد ثنا عمر بن محمد بن الحسن الاسدي ثنا ابي نوح احمد بن سلمة عن ثابت عن انس..... الخ. (سنن الدار قطنی: ۱۰۸۱)

مگر اس حدیث سے بھی جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے بارے میں شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ کوئی راستہ کی مسجد تھی اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مسند ابی یعلیٰ الموصلی (۴۳۵۵) کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ یہ مسجد بنی ثعلبہ تھی۔ (فتح الباری: ۲/۱۰۹ بحوالہ توضیح السنن: ج ۲ ص ۲۷۷)

لہذا ظاہر یہی ہے کہ یہ کوئی راستہ کی مسجد تھی جہاں گزرنے والے مسافر نماز پڑھا کرتے تھے اور ایسی راستہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ بالاتفاق جائز ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی لکھا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں شاید ایسی مسجد کا ذکر ہے جس میں باقاعدہ امام اور مؤذن مقرر نہ تھا اور ایسی مسجد میں دوسری جماعت مکروہ نہیں ہے۔ (تمام المنة: ج ۱ ص ۱۵۶)

{شرعی مسائل خوابوں سے ثابت نہیں ہوتے}

۲۸۱. يُوَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدْ اجْتَمَعَ فِيهِ النَّاسُ، وَقَدْ امْتَلَأَ، فَقَالَ مَا شَأْنُ النَّاسِ، قَالُوا: إِنَّ رَجُلًا رَأَى فِي الْمَنَامِ أَنَّهُ مَنْ صَلَّى اللَّيْلَةَ فِي الْمَسْجِدِ غُفِرَ لَهُ. قَالَ: فَمَعَلَّ يُنَادِي وَيَلْتَفُّ.

وَيَلَّكُمُ اخْرُجُوا، لَا تَعْلَبُوا امْرَأَتَيْنِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک رات مسجد کی طرف تو نکلے تو آپ نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے، آپ نے لوگوں کے جمع ہونے کی وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا ہے کہ جس شخص نے آج رات مسجد میں نماز پڑھی اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (راوی کا بیان ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو، لوگوں کو دوسری مرتبہ آنے کی تکلیف نہ دو۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۴۰۴۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۴۷۵) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اخرجوا لا تغتروا فاما هي نفخة شيطان“ مسجد سے نکل جاؤ، دھوکہ نہ کھاؤ، کیونکہ یہ شیطانی دوسوہ ہے۔
۲۔ نبی کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے کیونکہ اس پر شیطان کا اثر نہیں ہوتا، البتہ بعض اوقات وہ خواب ایسا ہوتا ہے جس کی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیک آدمی کو کبھی غلط خواب بھی آتے ہیں کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتا، تاہم جتنا زیادہ نیک ہو اتنا زیادہ اس کے خواب کے سچا ہونے کی امید ہوتی ہے۔

۳۔ شرعی مسائل خواب سے ثابت نہیں ہوتے، ان کے لیے دلائل شرعیہ (قرآن، سنت، اجماع اور قیاس شرعی) کی ضرورت ہے۔ کسی کا یہ دعویٰ کہ عالم خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام کرنے پر جنت کی یا مغفرت کی بشارت دی ہے، قابل قبول نہیں۔

۴۔ بعض لوگ خصوصاً دور حاضر کے مبتدعین جھوٹ موٹ می علیہ السلام کی زیارت کا دعویٰ کر دیتے ہیں، حالانکہ انہیں ایسا کوئی خواب نہیں آیا ہوتا۔ یہ بہت بڑا گناہ اور نہایت سنگین جرم ہے۔

{ تین باتوں کا خیال رکھو اور دو باتوں سے باز آ جاؤ }

۲۸۲. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ حُمْرَانَ أَنَّهُ قَالَ: مَا رَوَى ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَطُّ إِلَّا وَأَقْرَبُ النَّاسِ مِنْهُ فَمَجَلَسًا حُمْرَانُ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ ذَاتَ يَوْمٍ: يَا حُمْرَانُ مَا أَرَاكَ لَزِمْتَنَا إِلَّا لِنَسْتَهَيِدَ مِثْلًا خَيْرًا، قَالَ أَجَلُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ انْظُرْ ثَلَاثًا،

فَأَمَّا اثْنَتَانِ فَإِنِّي أَنُهَاكَ عَنْهُمَا، وَأَمَّا وَاحِدَةٌ فَإِنِّي أَمُرُّكَ بِهَا.
 قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: لَا تَمُوتَنَّ وَعَلَيْكَ دَيْنٌ، إِلَّا دَيْنًا تَتْرُكُ لَهُ وَفَاءً، وَلَا تَنْتَفِذَنَّ مِنْ وَلَدِكَ فَإِنَّهُ
 يُسْتَعْبَقُ بِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا سَمِعْتَ بِهِ فِي الدُّنْيَا قِصَاصًا {وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا}. (الكهف: ٢٩)،
 وَلَا تَدْعَنَّ رَكْعَتِي الْفَجْرِ فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبَ.

علی رحمہ اللہ، حمران رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جب بھی حدیث بیان کرتے
 دیکھتا تو حمران رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ ان سے قریب بیٹھے دیکھتا۔ ایک دن سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے
 حمران! آپ ہمارے ساتھ اس لئے رہتے ہیں تاکہ آپ ہم سے علمی استفادہ کر سکیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی
 ہاں! اے ابو عبد الرحمن (یہ حضرات ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے) آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”تین باتوں کا
 خیال رکھو، دو باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں اور ایک بات کا حکم دیتا ہوں۔“ انہوں نے عرض کیا اے ابو عبد الرحمن وہ
 کیا ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”۱۔ تم اس حالت میں وفات نہ پانا کہ تم پر قرض ہو مگر یہ کہ اسے پورا کرنے
 کے لیے کوئی چیز چھوڑ جاؤ۔ ۲۔ کبھی بھی اپنے بیٹے کی نفی (انکار) نہ کرنا اس لیے کہ تم دنیا میں اسے مشہور کرو گے بالکل
 اسی طرح تمہیں قیامت کے روز مشہور کیا جائے گا، تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ۳۔ فجر کی دو (سنت) رکعتوں
 کو ہرگز نہ چھوڑنا کیونکہ یہ بڑا ثواب دلانے والی ہیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۲۵، کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱، ۱۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۰۲، مصنف عبد الرزاق:
 ۴، ۷۸۱، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۴۴۹، مسند الامام ابی حنیفہ: روایۃ الحسکلی: ۱۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو الحارث علقمہ بن مرشد الحضری الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۱۸، تاریخ
 الثقات للعلی: ۱۱۶۲، الکاشف: ۳۸۷۳)

۲۔ امام ابو الوازع علی بن اقر بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی
 ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۷۵)

۳۔ امام حمران بن ابان النمری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تقریب: ۱۵۱۳، تہذیب الکمال: ۱۳۹۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ بلا ضرورت قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہیے اگر کسی مجبوری کے باعث لینا ہی پڑ جائے تو ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے یا پھر کم از کم اس کی ادائیگی کے لیے مال چھوڑ جائے۔

۲۔ اپنی اولاد کا انکار کرنا بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے۔ بعض روایات کے مطابق ایسے شخص کو قیامت میں انتہائی ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔

۳۔ فجر کی سنتوں کی اہمیت اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکید ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا مِنْهُ عَلَى رَكْعَتِي الْفَجْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۷۲)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نوافل میں سے فجر کی دو سنتوں کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۶۹، مسلم: ۷۲۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۶۹، صحیح مسلم: ۷۲۳، سنن ابی داود: ۱۲۵۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۶۷، مسند البزار: ۱۸۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۵۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۹، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۱۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۸۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۶۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا بيان بن عمرو حدثنا يحيى بن سعيد حدثنا ابن جريج عن عطاء عن عبيد بن عمير عن عائشة رضي الله عنها قالت..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۶۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۷۲)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔ اسے بخاری (۱۱۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۲، سنن ابی داود: ۱۲۵۳، سنن النسائی: ۱۷۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۶۱۳، مسند اسحاق بن

راہویہ: ۱۶۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۳۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۶۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۲۸۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۸۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن شعبة عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها..... الخ. (صحيح البخاری: ۱۱۸۲)

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۵)

☆ ☆ انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔“ اسے مسلم (۷۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۵، سنن الترمذی: ۴۱۶، سنن النسائی: ۱۷۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۲۸۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۷۶۶، صحیح ابن خزمیہ: ۱۱۰۷، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۴۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۸۵

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبيد الغفري حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفي عن سعد بن هشام عن عائشة عن النبي ﷺ..... الخ. (صحيح مسلم: ۷۲۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنتوں کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ ”دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے“ اس سب سے زیادہ قیمتی اور کارآمد ہے۔ دنیا و ما فیہا سب فانی ہے اور ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ انشاء اللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَدْعُوا رَكْعَتِي الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمْ الْحَيَلُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۰۸)

☆ ☆ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فجر کی دو سنتیں مت چھوڑو اگرچہ دشمن کے گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔“ اسے احمد (۹۲۵۳) اور ابوداؤد (۱۳۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل : ۹۲۵۳، سنن ابی داود : ۱۲۵۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی : ۴۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی : ۱۷۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی : ۴۱۵۷، معرفة السنن والآثار للبیہقی : ۵۲۸۱، جامع الاصول : ۴۰۷۵، بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام : ۱۱۲۷۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا خلف بن الوليد قال حدثنا خالد عن عبد الرحمن بن اسحاق عن محمد بن زيد عن ابن سيلان عن ابي هريرة.... الخ. (مسند الامام احمد: ۹۲۵۳)

فائدہ:

اس حدیث اور دیگر احادیث سے صبح کی سنتوں کی اہمیت واضح ہے اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکید ہے۔



۱۳۔ بابُ الْوُثْرِ وَالنَّوَافِلِ وتروں اور نوافل کا بیان

سنتوں اور نوافل کو فرضوں سے پہلے اور بعد میں ادا کرنے کی حکمت:

شب و روز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب و تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ پھر ان میں سے جن کے لئے آپ ﷺ نے تاکید الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ ﷺ نے عملاً بہت زیادہ اہتمام فرمایا ان کو عرف عام میں ”سنت“ کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو ”نوافل“ (نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو ”نوافل“ کہا گیا ہے)۔

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے (اور اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر اور مسجد میں ادا کی جاتی ہے) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کے دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کر لیا جائے، اور ملاء اعلیٰ سے ایک قرب و مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کا کچھ تدارک بعد والی ان سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔ (بطور جملہ معترضہ کے یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جن نمازوں سے پہلے یا بعد میں سنتیں یا نفلیں پڑھنے کی ترغیب نہیں دی گئی ہے یا صراحۃً منع کیا گیا ہے، اس کی کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے جو انشاء اللہ اپنے موقع پر ذکر کی جائے گی)۔

فرضوں کے آگے یا پیچھے والے سنن و نوافل کے علاوہ جن نوافل کی مستقل حیثیت ہے مثلاً دن میں ”چاشت“ اور رات میں ”تہجد“ یہ دراصل تقرب الی اللہ کے خاص طالبین کے لیے ترقی اور تخصص کا مخصوص نصاب ہے۔

{ فجر کی سنتوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا اجماعی طرز عمل }

۲۸۲۔ وَحَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَجْتَمِعْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَى شَيْءٍ كَمَا اجْتَمَعُوا عَلَى الثَّنَوِيْرِ بِالْفَجْرِ، وَالتَّكْبِيرِ بِالْمَغْرِبِ، وَلَمْ يُشَاهِرُوا عَلَى

شَيْئٍ مِنَ التَّطَوُّعِ كَمَا ثَابَرُوا عَلَى أَرْبَعِ قَبْلِ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی مکرم ﷺ کے صحابہؓ اس انداز میں کبھی کسی مسئلے پر متفق نہیں ہوئے جتنا اتفاق ان کا فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھنے پر تھا اور مغرب کی نماز کو جلدی پڑھنے پر تھا۔ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے اس طرح ہمیشگی کسی بھی نفلی عبادت پر اختیار نہیں کی جس طرح انہوں نے ظہر سے پہلے کی چار رکعت (سنت) اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھنے پر اختیار کی تھی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ صبح کی سنتوں کی اہمیت اور ان کا حکم دیگر سنتوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تاکید ہے۔ اس سلسلے کی چند احادیث ہم ماقبل میں حدیث نمبر ۲۸۲ کے فوائد میں مع التحقیق پیش کر چکے ہیں۔
- ۲۔ عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے، واضح رہے کہ یہ مسئلہ متعدد احادیث سے ماخوذ ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ فجر کو اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے مگر یہ موقف کمزور ہے، ہم فریقین کے دلائل مع التحقیق پیش کرتے ہیں، تاکہ دونوں رخ قارئین کے سامنے آسکیں۔

چند مزید احادیث:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمَرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغُلَامِ.

رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السان: ۲۱۱)

☆☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ”مسلمان عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادریں اوڑھ کر آتی تھیں۔ پھر (بعض دفعہ) نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۷۸، صحیح مسلم: ۶۳۵، سنن ابی داود: ۴۲۳، سنن الترمذی: ۱۵۳، سنن النسائی: ۵۳۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۳۱۵، صحیح ابن خزیمرہ: ۳۵۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۳۸، مسند السراج: ۶۱۶، مؤطا مالک: ۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۶۲، مسند الحمیدی: ۱۷۳، مستخرج ابی عوانہ: ۱۰۹۱، شرح معانی الآثار: ۱۰۴، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۸، المعجم

الاوسط للطبرانی: ۳۵۱۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۷۱۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن بكير، قال: اخبرنا الليث، عن عقيل، عن ابن شهاب، قال: اخبرني عروة بن الزبير، ان عائشة... الخ“ (صحيح البخاری: ۵۷۸)

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ يَخْلُسُ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ (آثار السنن: ۲۱۲)

☆ ☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی مکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کو، عصر کی نماز جبکہ سورج روشن ہوتا، مغرب کی نماز جبکہ سورج غروب ہوتا اور عشاء کی نماز اگر لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھاتے اور اگر لوگ کم ہوتے تو مؤخر فرماتے اور (بعض دفعہ) صبح کی نماز منہ اندھیرے میں پڑھاتے۔ اسے شیخین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۵، صحیح مسلم: ۶۳۶، سنن النسائی: ۵۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۹۶۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۱۰۳، مسند السراج: ۱۱۷۲، شرح معانی الآثار: ۹۲۸، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۳۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۴۴۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا مسلم بن ابراهيم، قال: حدثنا شعبة، عن سعد بن ابراهيم، عن محمد بن عمرو هو ابن الحسن بن علي، قال: سألنا جابر بن عبد الله... الخ“ (صحيح البخاری: ۵۶۵)

فوائد و مسائل:

(۱) مذکورہ بالا دونوں احادیث اور دیگر احادیث و آثار جن میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنے کا ذکر ہے کے پیش نظر بعض حضرات کا یہ موقف ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل و مستحب ہے، مگر یہ موقف غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ احادیث و آثار بیان جواز پر محمول ہیں یعنی اندھیرے میں نماز فجر پڑھنا جائز ہے، آپ ﷺ کبھی کبھی بیان جواز کیلئے اسے اندھیرے میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ ان احادیث و آثار کی اس کے علاوہ اور بھی توجیہات کی گئی ہیں مثلاً۔۔۔۔

☆ بلاشبہ آپ ﷺ کبھی کبھی اسے اندھیرے میں پڑھا دیا کرتے تھے لیکن عوام کی سہولت کیلئے آپ ﷺ نے ہی بذات

نور و ابصلاۃ الفجر، فانه اعظم للاجر۔ (سنن الدارمی: ۱۲۱۸)

وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ فَأَخْبَرَنِي بِوقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ وَرُبَّمَا أَخْرَاهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصَرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيضًا قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الضَّفْرَةُ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنِّي ذَا الْخُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوُدُّ الْأَفُقُ وَرُبَّمَا أَخْرَاهَا حَتَّى يَجْتَمَعَ النَّاسُ وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً يَغْلِسُ ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيْسِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى يُسْفِرُ، رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ حِبَّانَ وَفِي إِسْنَادهُ مَقَالٌ وَالزِّيَادَةُ غَيْرُ مُحْفُوْظَةٍ . (آثار السنن : ٢١٣)

☆☆ (سیدنا) ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے نماز کے اوقات کی اطلاع دی اور میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی، پھر پڑھی۔ آپ یہ بیان کرتے ہوئے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو شمار کر رہے تھے۔ تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز ظہر پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا اور سخت گرمی کے وقت اکثر اوقات مؤخر بھی کر لیتے تھے۔ اور میں نے آپ کو دیکھا آپ عصر کی نماز پڑھتے تھے جبکہ سورج اونچا اور سفید ہوتا تھا، زردی آنے سے پہلے پہلے۔ آدی نماز پڑھ کے نکلتا اور غروب سے پہلے پہلے ذوالحلیفہ مقام تک پہنچ جاتا تھا۔ اور مغرب کی نماز پڑھتے جس وقت کہ سورج غروب ہو جاتا اور عشاء پڑھتے جبکہ افق مغرب سیاہ ہو جاتا اور کبھی مؤخر بھی کر دیتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے اور فجر کی نماز آپ نے ایک بار اندھیرے میں پڑھی اور ایک دفعہ

خوب روشنی میں پڑھی۔ اور پھر اس کے بعد آپ کی نماز اندھیرے میں ہی ہوا کرتی تھی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور اور کبھی خوب روشن نہ کی۔“ اسے (امام) ابوداؤد (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن حبان (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے اور اس میں (ثُمَّ كَانَتْ صَلَوَتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيْسِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى يُسْفِرَ كَ) الفاظ کی زیادتی محفوظ نہیں ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۳۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۳۵۲، صحیح ابن حبان: ۱۳۴۹، سنن الدارقطنی: ۹۸۶، التہذیب لابن عبد البر: ج ۸ ص ۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۲ ص ۱۶۵، شرح ابن ماجہ لمغلطای: ج ۱ ص ۹۷۔
امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا محمد بن سلمة المرادي، حدثنا ابن وهب، عن اسامة بن زيد الليثي، ان ابن شهاب اخبرنا، ان عمر..... الخ“ (سنن ابی داؤد: ۳۹۳)

یہ حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی اسامہ بن زید لیثی پر ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مفسر جروح وحات کی ہیں، مگر افسوس ہے کہ بعض جدید محققین نے اپنے مسلک کو سہارا دینے کیلئے اس حدیث کو حسن قرار دے رکھا ہے، حالانکہ اسامہ بن زید لیثی کو خود فریق مخالف کے اکابرین بھی خصوصاً حالت انفراد میں قابل اعتبار نہیں سمجھتے، چنانچہ ناصر الدین البانی (جو کہ زبیر علی زئی کے نزدیک محدث العصر، اور امام الحدیثین تھے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ۱۲۸) نے اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، چنانچہ وہ اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد في حفظه ضعف. (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ج ۱ ص ۱۳، ج ۲ ص ۲۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی صاحب ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

نتوقف عن الاحتجاج بما تفرد به. (سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۲۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ متفرد ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی رحمہ اللہ ۵۶۱ھ (جن کو فریق مخالف اپنا پیشوا کہا کرتے ہیں۔) اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

اسامة بن زيد هذا ضعيف لا يحتج بحديثه، متفق على انه كذلك. (الاحكام في اصول الاحكام

: ۵/۱۲۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

اور دوسری کتاب میں رقمطراز ہیں:

وہو ضعیف جدا۔ (المحلی ہا لا آثار: ۸/۱۳)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ (جن کو فریق مخالف حافظ الدنیا کہا کرتے ہیں۔) نے بھی اس کو ”سیء

الحفظ“ برے حافظے والا قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۴۹۲)

حافظ بوسیری رحمہ اللہ بھی حفظ اور ضبط کے لحاظ سے کمزور کہتے ہیں۔ (زوائد ابن ماجہ: ص ۱۶۶)

اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ۷۹۵ھ (جن کے حوالے فریق مخالف بڑے شوق سے پیش کیا کرتا ہے۔) اس کو غیر

حافظ کہتے ہیں۔ (فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۵۹۹)

زبیر علی زئی نے بعض حضرات سے اس کی توثیق نقل کر کے اسے ثقہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر بعض حضرات کا اسے

ثقہ قرار دینا فریق مخالف کو مفید نہیں کیونکہ اس پر مفسر جروحات کی گئی ہیں اور مفسر جروحات کے مقابلے میں مبہم تعدیل و توثیق

قبول نہیں ہوتی۔ ہم فریق مخالف کی تسلی کیلئے اس کا ایک جواب زبیر صاحب کی ہی تحریرات سے پیش کرتے ہیں ایک راوی جسے

بعض ثقہ اور بعض ضعیف کہتے ہیں کہ متعلق زبیر صاحب فیصلہ کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات سے کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے

حافظے اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔ (نور العینین: ص ۸۰)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

سیء الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص ۵۹)

کیا یہاں اسامہ کے بارے میں بھی فریق مخالف کے متحققین سے ایسے فیصلے کی توقع کی جاسکتی؟ جسے حافظ ابن حجر عسقلانی

رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے برے حافظے والا کہا ہے۔

مزید برآں زیر بحث حدیث اسامہ کے علاوہ دیگر متعدد راویوں نے بھی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے نقل کی ہے

ان راویوں میں اکثر اسامہ کی نسبت بہت زیادہ ثقہ اور انتہائی پختہ ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث میں ”ثُمَّ

كَانَتْ صَلَوَتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ لَمْ يَعُدْ إِلَى يُسْفِر“ کے زائد الفاظ نقل نہیں کیے ہیں۔ چنانچہ امام

ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۵۵ھ فرماتے ہیں کہ:

”اس حدیث کو زہری سے معمر، مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے مگر

اس میں انہوں نے اسامہ کے نقل کردہ زائد الفاظ نقل نہیں کیے۔“ (سنن ابی داؤد، ملخصاً: ۳۹۴)

اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

هذه الزيادة لم يقلها غير اسامة بن زيد... الخ. (صحيح ابن خزيمة: ۲۸۲)

یہ زیادتی اسامہ بن زید کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے بیان نہیں کی۔

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں زائد الفاظ نقل کرنے میں اسامہ بن زید لیشی متفرد ہے، اسے ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے فریق مخالف کے متحققین کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ ان کا اسے ثقہ کہنے سے اصل مقصد اس کے بیان کردہ زائد الفاظ سے استدلال کرنا ہے جو کہ یہ نقل کرنے میں متفرد ہے۔ اسے ثقہ تسلیم کرنے کی صورت میں بھی اس کے بیان کردہ زائد الفاظ کسی صورت میں بھی خود فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں قبول نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اتنی بات سے تو خود فریق مخالف کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ حفظ و ضبط کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں ہے اور فریق مخالف کے نزدیک ثقہ راوی کی زیادت و تفرد صرف اسی صورت میں قبول ہے جبکہ وہ احفظ و اتقن ہو۔ چنانچہ ارشاد الحق اثری لکھتا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرآن پر ہے اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا احفظ و اتقن ہو۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۲۶۱)

لہذا اسامہ کو ثقہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں اس کے بیان کردہ زائد الفاظ صحیح ثابت نہیں ہوتے، اور فریق مخالف کو ان الفاظ سے استدلال کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

نیز واضح رہے کہ متعدد محدثین جیسے امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ اور امام ابو الحسن دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ وغیرہ نے بھی اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (ملخصاً: شرح ابن ماجہ ج ۱ ص ۹۴، فتح الباری لابن رجب: ج ۳ ص ۱۰)

اور پھر اسامہ کی یہ حدیث خود فریق مخالف کے مسلک کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شفق سے مراد سفیدی ہے۔ جبکہ فریق مخالف سرنخی کو شفق کہتا ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ لکھتے ہیں کہ:

فی هذا الخبر دلالة على ان الشفق البياض، لا الحمرة، لان في الخبر: ويصلي العشاء حين يسود الافق، وانما يكون اسوداد الافق بعد ذهاب البياض الذي يكون بعد سقوط الحمرة.

(صحيح ابن خزيمة: ۲۵۲)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَوةٌ لَغَيْرِ مِيقَاتِهَا إِلَّا صَلَوَاتُهُنَّ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. وَلَمْ يُسْلِمِ قَبْلَ وَقْعِهَا بِغَلَسٍ.

(آثار السان: ۲۱۴)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو نمازوں کے علاوہ میں نے نبی مکرم ﷺ کو کوئی نماز وقت کے خلاف پڑھتے نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے (مزدلفہ میں، کما فی روایۃ الحمیدی: ج ۱۱۴) مغرب اور عشاء کی نماز کو (حقیقتاً) جمع کیا (یعنی ایک ساتھ پڑھیں) اور فجر کی نماز (عام معمول کے) وقت سے پہلے

پڑھی۔ اسے تینہیں نے روایت کیا ہے اور مسلم کی (ایک) روایت میں ہے کہ اپنے (معمول کے) وقت سے پہلے یعنی اندھیرے میں پڑھی۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: صحیح مسلم: ۱۲۸۹، مسند الحمیدی: ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۲۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۶۳۷، سنن ابی داود: ۱۹۳۴، مسند البزار: ۱۹۰۶، سنن النسائی: ۳۰۳۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۱۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۵۳، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۰۶، شرح معانی الآثار: ۹۸۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۵۱۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عمر بن حفص بن غياث، حدثنا ابی حدثنا الاعمش قال: حدثني عمارة، عن عبد الرحمن، عن عبد الله رضي الله عنه... الخ“ (صحیح البخاری: ۱۶۸۲)

فوائد ومسائل:

- (۱) دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں، تاہم عرفات اور مزدلفہ میں بالاتفاق جائز ہے۔
- (۲) صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے فجر کی نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں۔ (دیکھئے: شرح المسلم: ج ۱ ص ۴۱۷)، لہذا فجر کی نماز وقت سے پہلے اندھیرے میں پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ معمول کے وقت سے قبل اندھیرے میں پڑھی، اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی عمومی عادت مبارکہ نماز فجر اندھیرے میں پڑھنے کی نہ تھی بلکہ روشنی میں پڑھنے کی تھی۔ چنانچہ امام سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

یعنی فی غیر وقتہا الذی کان یصلیہا فیہ قبل ذلک۔ (مسند الحمیدی: ۱۱۴)

مطلب یہ ہے کہ پہلے جس وقت میں پڑھا کرتے تھے اُس معمول کے وقت سے پہلے پڑھی۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدِمْنَا جَمْعًا فَصَلَّى الصَّلَاةَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْعِشَاءَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ وَقَائِلُ يَقُولُ لَمْ يَطْلُعِ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاةَيْنِ حَوْلَتَا عَنْ وَقْعِهِمَا فِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءُ فَلَا يَمُتُهُمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى يُعْتَمُوا وَصَلَاةَ الْفَجْرِ هَذِهِ السَّاعَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ فَلَمَّا طَلَعَ الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ فِي هَذَا الْمَكَانِ مِنْ هَذَا الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ هُمَا صَلَاةَانِ مُحَوَّلَتَانِ عَنْ وَقْعِهِمَا صَلَاةُ الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمَزْدَلِفَةَ وَالْفَجْرَ حِينَ يَلْزَعُ الْفَجْرُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَفْعَلُهُ. (آثار السنن: ۲۱۵)

☆ ☆ عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ گئے، پھر جب مزدلفہ آئے تو آپ نے دو نمازیں (اس طرح ایک ساتھ) پڑھیں کہ ہم نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ تھی اور رات کا کھانا دونوں کے درمیان تناول فرمایا، پھر صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی آپ نے فجر کی نماز پڑھی، کیفیت یہ تھی کہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ صبح صادق طلوع ہو گئی ہے اور بعض کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ طلوع نہیں ہوئی۔ اس کے بعد (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تھا) یہ دونوں نمازیں اس مقام پر اپنے وقت سے ہٹادی گئیں یعنی مغرب اور عشاء، پس لوگ مزدلفہ عشاء سے پہلے نہ آئیں اور فجر کی نماز اس وقت (کردی گئی)۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: جب صبح صادق طلوع ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ اس نماز (فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا اور کبھی اس وقت (یعنی صبح صادق طلوع ہوتے ہی) نہیں پڑھتے تھے، (سیدنا) عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ: یہ دو نمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹادی جاتی ہیں، جب لوگ مزدلفہ آتے ہیں تو مغرب کی نماز (عشاء کے وقت پڑھی جاتی ہے) اور فجر کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۳-۱۶۷۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۳۹۹، شرح السنۃ للبغوی: ۱۹۳۹، نصب الراية للزیلعی: ج ۳ ص ۷۱، المسند الجامع: ۹۰۹۸۔

اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبد الله بن رجاء، حدثنا اسماعيل، عن أبي اسحاق، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال خرجنا مع عبد الله رضي الله عنه.... الخ“ (صحیح البخاری: ۱۶۸۳)

اور محقق نیوی رحمہ اللہ نے بخاری کی دوسری جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ درج ذیل طریق کے ساتھ مروی ہے:

”حدثنا عمرو بن خالد، حدثنا زهير، حدثنا ابو اسحاق قال سمعت عبد الرحمن بن يزيد يقول: حج عبد الله رضي الله عنه.... الخ“ (صحیح البخاری: ۱۶۷۵)

فوائد و مسائل:

(۱) دو نمازوں کو حقیقتاً جمع کرنا جائز نہیں بلکہ ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر علیحدہ علیحدہ پڑھنا چاہیے، تاہم مزدلفہ میں (اور دیگر دلائل کی روشنی میں) عرفات میں (بھی) جمع کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز کو اور مزدلفہ میں مغرب اور

عشاء کو ایک ساتھ پڑھا جائے گا۔

(۲) عام حالات میں نماز فجر کو اندھیرے کی بجائے روشنی میں پڑھنا مسنون و افضل ہے مگر حج کے دنوں میں مزدلفہ کے مقام پر اسے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی اندھیرے میں پڑھنا مسنون ہے۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ أَسْفِرُوا الصَّلَاةَ الْفَجْرَ فَإِنَّ ذَلِكَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ أَوْ قَالَ لِأَجُورِكُمْ. رَوَاهُ الْحَمِيدِيُّ وَأَصْحَابُ الشُّنَنِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۱۶)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اسے (امام) حمیدی (رحمہ اللہ) اور اصحاب سنن نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الحمیدی: ۴۱۳، سنن الترمذی: ۱۵۴، سنن النسائی: ۵۳۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۰۱، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم: ص ۳۱، مسند الشافعی: ۱۵۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹، مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۲۷۹، المستحب من مسند عبد بن حمید: ۴۲۲، سنن الدارمی: ۱۲۵۴، ال آحاد والمثنائی لابن عاصم: ۲۰۹۰، شرح معانی الآثار: ۱۰۶۶، صحیح ابن حبان: ۱۴۹۰۔

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور کئی طرق کے ساتھ مروی ہے، امام حمیدی رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا الحميدي قال: ثنا محمد بن عجلان، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن محمود بن لبيد، عن

رافع بن خديج ان رسول الله ﷺ.... الخ“ (مسند الحمیدی: ۴۱۳)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو بکر عبد اللہ بن زبیر بن عیسیٰ قرشی اسدی حمیدی مکی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۲۷۰)

ان کی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام شافعی رحمہ اللہ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام محمد بن یوسف رحمہ اللہ وغیرہم نے متابعت کر رکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند الشافعی: ۱۵۱

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن الدارمی: ۴۱۳ وغیرہ

(۲) امام سفیان بن عیینہ بلائی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۷۷)

ان کی بھی ایک بہت بڑی جماعت جیسے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام یحییٰ رحمہ اللہ وغیرہ نے متابعت کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مصنف عبدالرزاق: ۲۱۵۹

☆ سنن النسائی: ۵۴۸ وغیرہ

(۳) امام ابو عبد اللہ محمد بن عجلان قرشی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقاً صحیح بخاری کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۳۸۳)

انہوں نے عاصم بن عمر سے بصیغہ تحدیث سماع کی تصریح کی ہے (دیکھئے: سنن النسائی: ۵۴۸) اور پھر ایک جماعت جیسے یزید بن عیاض اور ابو خالد الاحمر رحمہما اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے ملاحظہ فرمائیں:

☆ مسند ابن الجعد: ۲۹۵۷

☆ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۲ وغیرہ

(۴) امام ابو عمر عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان ظفری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۲۰)

(۵) امام ابو نعیم محمود بن لبید بن عقبہ بن رافع انصاری اصبہلی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۵۴۲)

واضح رہے کہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ صحابی ہیں۔

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور یہ مضمون کئی صحابہ سے کئی سندوں سے مروی ہے، لہذا عام حالات میں امت کیلئے مسنون اور افضل یہی ہے کہ اسے روشنی میں پڑھے۔ البتہ رمضان میں فجر جلدی پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس ماہ مبارک میں آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپ فجر کی نماز اختتام سحری کے بعد جلدی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھاتے اور پھر نماز فجر پڑھ لیتے تھے، راوی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سحری اور نماز کے درمیان کتنا وقت ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: قدر خمسین او تسین آیہ۔ یعنی جتنی دیر میں چپاس یا ساٹھ آیتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (صحیح البخاری: ج ۵ ص ۵۷۵)

(۲) بعض حضرات نے اپنے مسلک کو بچانے کیلئے غلط اقوال کا سہارا لیتے ہوئے اسفار کا مفہوم یہ بنا ڈالا ہے کہ فجر واضح ہو جائے۔ (دیکھئے: مترجم بلوغ المرام مع شرح البارکفوری: ج ۱ ص ۱۴، ط۔ دار السلام) مگر یہ مفہوم بالکل غلط ہے اور

سرے سے سننے کے بھی قابل نہیں ہے کیونکہ اسفار کا مطلب دیگر روایات کی روشنی میں بالکل واضح ہے، چنانچہ سنن الدارمی میں یہ حدیث درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ نوروا بصلاة الفجر، فإنه اعظم للاجر۔

(سنن الدارمی: ۱۲۱۸)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز فجر کو خوب روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز پڑھنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

نور بصلاة الصبح حتى يبصر القوم مواقع نبلهم من الاسفار۔

فجر کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔

اتنی صریح اور واضح روایات کے ہوتے ہوئے اسفار کا مفہوم فجر واضح ہو جائے بناؤ الناسوائے ضد اور ہٹ دھرمی کے کچھ بھی نہیں ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ عَنْ رَجَالٍ مِنْ قَوْمِهِ الْأَنْصَارِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا أَسْفَرْتُكُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَكْبَرُ لِلْأَجْرِ۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ۔ (آثار السنن: ۲۱۶)

☆ ☆ محمود بن لبید (رحمہ اللہ) نے اپنی انصار قوم کے کئی حضرات (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”فجر کی نماز تم جتنی روشنی میں پڑھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔“ اسے (امام) نسائی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور حافظ زیلعی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔

صحیح ہے اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں، فریق مخالف کے متحققین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی بتحقيق الزبير والالباني: ج ۵۵۰)

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ حدیث درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”اخبرني ابراهيم بن يعقوب قال: حدثنا ابن ابي مريم قال: اخبرنا ابو غسان قال: حدثني زيد بن اسلم، عن عاصم بن عمر بن قتادة، عن محمود بن لبيد، عن رجال من قومه الانصار.... الخ“

(سنن النسائي: ۵۴۹)

فائدہ:

”عن رجال من قومه الانصار“ میں انصار سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ (ج ۱ ص ۲۱) میں ”عن رجال من قومه من اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا.... الخ“ کے صریح الفاظ آئے ہیں۔

وَعَنْ هُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِبَلَالٍ تَوَزَّ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يَبْصُرَ الْقَوْمَ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنَ الْإِسْفَارِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ وَأَبْنُ عَدِي وَالْطَّبْرَانِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْطَّبْرَانِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۱۸)

☆ ☆ (سیدنا) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (سیدنا) بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ”صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہوں کو روشنی کی وجہ سے دیکھ سکیں۔ اسے (امام) ابن ابی حاتم، (امام) ابن عدی (رحمہ اللہ)، (امام) طلیسی (رحمہ اللہ)، (امام) اسحاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ: ۸۳، مسند ابی داؤد الطلیسی: ۱۰۰۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۴۱۴، علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۳۸۵، کتاب الحجۃ للشیبانی: ج ۱ ص ۲۱، معجم الصحابہ للبخاری: ج ۲ ص ۲۵۵، معرفۃ الصحابہ لابن مندہ: ج ۱ ص ۵۹۰، انساب الاشراف للبلذری: ۴۹۲۔

محقق نبوی رحمہ اللہ نے جن کتب کے حوالے سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ان میں اگرچہ یہ حسن لغیرہ درجہ کی سند کے ساتھ منقول ہے مگر امام الحدیثین حافظ و آقین فقیہ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ۱۸۹ھ نے کتاب الحجۃ میں اسے انتہائی ایک مضبوط، مختصر اور پختہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

”اخبرنا سلام بن سليم. قال حدثني هريير بن عبد الرحمن بن رافع بن خديج قال سمعت جدي رافع بن خديج الانصاري يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: يا بلال! نور بالفجر ما يري القوم مواقع نبلهم.“ (كتاب الحجۃ على اهل المدينة: ج ۱ ص ۲۱)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

- (۱) امام ابوالاحوص سلام بن سليم حنفی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة، متبع سنت“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۶۳۵)
- (۲) امام ہریر بن عبد الرحمن بن رافع بن خدیج انصاری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد وغیرہ کے ”ثقة“ راوی ہیں، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ امام ابو زکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی انہیں ثقة کہا ہے۔ (دیکھئے: تہذیب الکمال: ۶۵۶۱، الکاشف: ۵۹۳۹، میزان الاعتدال: ۹۲۱۶، التکمیل فی الجرح والتعديل: ۸۰۲)
- (۳) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقة ہیں۔

وَعَنْ بَيَانَ قَالَ قُلْتُ لِأَنْسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدِيثِي بِوَقْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ عِنْدَ دُلُوكِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ بَيْنَ صَلَوتَيْكُمُ الْأُولَى وَالْعَصْرَ وَكَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ وَيُصَلِّي الْغَدَاةَ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ حِينَ يَفْتَحُ الْبَصَرُ كُلُّ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَقْتُ أَوْ قَالَ صَلَوةً. رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۲۱۹)

☆ ☆ بیان (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے اوقات سے مطلع کیجئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز تمہاری ظہر اور تمہاری عصر کی نمازوں کے اوقات کے درمیان پڑھتے تھے، اور مغرب کی نماز سورج کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور عشاء کی نماز شفق کے غروب ہونے پر پڑھتے تھے، اور صبح کی نماز صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد اس وقت پڑھتے تھے جب ہر چیز نظر آنے لگتی (یعنی جب خوب روشنی ہو جاتی)، پھر فرمایا کہ ان کے درمیان میں نمازوں کے اوقات ہیں۔ اسے (امام) ابویعلیٰ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور (امام) ہیثمی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۰۴، الاحادیث المختارة: ۱۵۷۷، مجمع الزوائد: ۱۶۸۴، التاريخ الكبير للبخاری: ۱۹۴۸، اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة: ۷۹۳، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی: ۱۸۵۔
امام ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا احمد بن حاتم، حدثنا معتبر بن سليمان، قال: حدثني رجل يقال له: بيان قال: قلت

لانس..... الخ" (مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۰۴)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

- (۱) امام ابو جعفر احمد بن حاتم بن یزید طویل حناط بغدادی رحمہ اللہ "ثقة" راوی ہیں۔ (تاریخ بغداد: ۲۰۴۳، تعجیل المنفعة: ۲۶)
- (۲) امام ابو محمد معتبر بن سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے "ثقة" راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۶۰۲)
- (۳) امام ابوسعید بیان بن جندب رقاشی بصری رحمہ اللہ کو "ثقة" راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۲۱۳۵)

معلوم ہوا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مقدسی رحمہ اللہ ۶۴۳ھ بھی یہی کہتے ہیں کہ بلحاظ سند صحیح ہے۔

(دیکھئے: الاحادیث المختارة: ۱۵۷۷)

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الصُّبْحَ يَغْلَسُ فَقَالَ أَبُو الدَّزْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْفِرُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ أَفْقَهُ لَكُمْ إِنَّمَا تُرِيدُونَ أَنْ تَخْلُوا بِمَوَائِجِكُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۲۲۰)

☆ ☆ جبیر بن نفیر (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہمیں (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز (ایک دفعہ) اندھیرے میں پڑھائی تو (سیدنا) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نماز کو خوب روشن میں پڑھا کرو اس لئے کہ یہ تمہارے لئے زیادہ سمجھ کی بات، تم تو (بس) یہ چاہتے ہو کہ اپنی ضروریات کیلئے (جلد) فارغ ہو جاؤ۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے یہ اثر درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا أحمد بن داود، قال: ثنا محمد بن المثنى، قال: ثنا عبد الرحمن بن مهدى، قال: ثنا معاوية بن صالح، عن أبي الزاهرية، عن جبیر بن نفیر... الخ“ (شرح معانی الآثار: ۱۰۹۵)
اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) امام ابو عبد اللہ احمد بن داود بن موسیٰ سدوسی بصری رحمہ اللہ ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ ابن یونس المصری: ۵۱، مغالی الاخیار: ۳۵)

(۲) امام ابو موسیٰ محمد بن ثنی بن عبید عمری بصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۷۹)

(۳) امام ابوسعید عبد الرحمن بن مہدی بن حسان عنبری بصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ”ثقة ثبت“ راوی ہیں۔

(تقریب: ۳۰۱۸)

(۴) امام ابو عمر و معاویہ بن صالح بن حدیر حضرمی حمصی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”ثقة“ راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات: ۱۵۹۳)

(۵) امام ابو الزاہریہ حدیر بن کریب حضرمی حمصی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۲۶۲)

(۶) امام ابو عبد الرحمن جبیر بن نفیر بن مالک حضرمی شامی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ”تابعی ثقة“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۲۰۱)
مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ اثر مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لِمُؤَدِّيهِ أَسْفِرْ (بِالْفَجْرِ). رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۲۱)
☆ ☆ علی بن ربیعہ (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کو اپنے مؤذن (ابن التیاح) سے یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھ۔ اسے (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ)، (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) اور (امام) طحاوی (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۴۴، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۱۶۵، شرح معانی الآثار: ۱۰۷۴، کتاب الصلاۃ لابن نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸، فتح الباری لابن رجب: ج ۲ ص ۴۳۳۔
اور بلحاظ سند بلاغبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اور امام ابو نعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل کے ساتھ منقول ہے:

”اخبرنا سعید بن عبید الطائی، عن علی بن ربیعۃ الوالی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ.... الخ“

(کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ واللفظ لہ، کتاب الصلاۃ لابن نعیم الفضل بن دکین: ۳۱۸)

اس کے راویوں کا مختصر سآعارف درج ذیل ہے:

(۱) امام ابوالہذیل سعید بن عبید طائی کو فی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ”ثقتہ“ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۵۵۷)

(۲) امام ابوالغیرہ علی بن ربیعہ بن فضالہ اسدی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”تابعی ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۸۵)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ يُسْفِرُ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۲۲۲)

☆☆ عبدالرحمن بن یزید (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھتے۔ اسے (امام) طحاوی (رحمہ اللہ)، (امام) عبدالرزاق (رحمہ اللہ) اور (امام) ابن ابی شیبہ (رحمہ اللہ) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار: ۱۰۹۲-۱۰۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۸۱، کتاب الصلاۃ لابن نعیم: ۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۹۔
یہ اثر مختلف طرق کے ساتھ منقول ہے اور صحیح و ثابت ہے، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل طریق کے ساتھ نقل کیا

ہے:

”حدثنا وكيع، عن سفيان، عن أبي اسحاق، عن عبد الرحمن بن يزيد، قال.... الخ“

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳۹)

لائحہ:

واضح رہے کہ مذکورہ احادیث و آثار کے علاوہ اس باب میں اور بھی بے زیادہ احادیث و آثار پائے جاتے ہیں اور احادیث اسفار متواترات میں شمار کی جاتی ہیں۔

{ظہر کی چار سنتوں کو طویل کیا جاسکتا ہے}

۲۸۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ، فَقُلْتُ: أَزِيدُ فِي الْأَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ؟ فَقَالَ لِي: بَلْ طَوَّلُوهُنَّ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں ظہر سے پہلے کی چار رکعات میں زیادتی کر لوں؟ تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ (نہیں) بلکہ تم انہی کو ہی طویل کر لو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

سنتوں و نوافل کے متعلقہ چند مزید احادیث:

سنتوں و نوافل کے متعلقہ دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث مع تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشْرَ رُكْعَاتٍ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا رُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرُكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ وَرُكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَوةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۷۲)

☆ ☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے نبی ﷺ کی دس رکعتیں یاد ہیں: دو رکعتیں ظہر کی نماز سے پہلے اور دو بعد میں۔ اور مغرب کے بعد دو رکعتیں گھر پر۔ دو رکعتیں عشاء کی نماز کے بعد گھر پر۔ اور دو رکعتیں صبح سے پہلے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۸۰، مسلم: ۷۲۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۰، صحیح مسلم: ۸۲۹، سنن الترمذی: ۴۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۸۹، مسند ابی داود الطیالسی:

۱۹۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۹۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۵۰۶، المستدرک لابن الجارود:

۲۷۶، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۹۷، حدیث السراج: ۲۱۵۷

اور بالاتفاق بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن نافع عن ابن عمر رضي الله
عنهما..... الخ. (صحيح البخاري: ۱۱۸۰)

نوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث سے ظہر کی صرف دو رکعتیں فرض نماز سے پہلے اور دو رکعتیں بعد کی ثابت ہوتی ہیں اور دوسری حدیث سے چار پہلے اور دو بعد میں پڑھنے کا ثبوت بھی موجود ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ج: ۲۸، ۷۳۰) اس سلسلہ کی تمام حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے اکثر و بیشتر چار رکعت پڑھتے تھے، اور کبھی کبھی صرف دو بھی پڑھتے تھے۔ بہر حال دونوں ہی عمل آپ ﷺ ثابت ہیں اور جس پر بھی عمل کیا جائے سنت ادا ہو جائے گی۔

(۲) سنن نسائی اور بعض دوسری کتب حدیث میں نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث بھی موجود ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص نماز ظہر سے پہلے اور نماز ظہر کے بعد چار چار رکعتیں پڑھے، اللہ عزوجل نے جہنم کی آگ پر اس شخص کا گوشت حرام فرمادیا ہے۔“ (سنن النسائی: ۱۸۱۳)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ التَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُدًا قِنَهُ عَلَى رُكْعَتِي الْفَجْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۴)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نوافل میں س، فجر کی دو سنتوں کا سب سے زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۱۶۹، مسلم: ۷۲۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۶۹، صحیح مسلم: ۷۲۳، سنن ابی داود: ۱۲۵۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۶۷، مسند البزار: ۱۸۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۵۶، صحیح ابن خزمہ: ۱۱۰۹، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۱۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۱۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۸۳، صحیح ابن حبان: ۲۴۶۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا بيان بن عمرو حدثنا يحيى بن سعيد حدثنا ابن جريج عن عطاء عن عبيد بن عمرو عن
عائشة رضي الله عنها قالت..... الخ. (صحيح البخاري: ۱۱۶۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدْعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرُكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۴)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور نماز فجر سے پہلے

دور کعتیں نہیں چھوڑتے تھے۔ اسے بخاری (۱۱۸۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۲، سنن ابی داود: ۱۲۵۳، سنن النسائی: ۱۷۵۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۶۱۴، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۴۰، سنن الدارمی: ۱۴۷۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۶۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۴۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۸۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى عن شعبة عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۸۲)

فائدہ:

یہ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث کے بظاہر خلاف ہے۔ (اس میں دو رکعتوں کا ذکر ہے اور اس میں چار کا۔) دونوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اکثر و بیشتر ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھار دو بھی پڑھ لیتے تھے۔ ان دونوں راویوں نے صرف ایک ایک صورت کے متعلق خبر دی ہے کہ آپ کا طرز عمل اس طرح تھا۔

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۷۵)
☆ ☆ انہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نماز فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔“ اسے مسلم (۷۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۵، سنن الترمذی: ۴۱۶، سنن النسائی: ۱۷۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۳۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۲۸۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۷۶۶، صحیح ابن خزيمة: ۱۱۰۷، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۴۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۱۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۸۵

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبيد الغبري حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن زرارة بن اوفي عن سعد بن هشام عن عائشة عن النبي ﷺ..... الخ. (صحیح مسلم: ۷۲۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنتوں کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ ”دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے“ اس سب سے

زیادہ قیمتی اور کارآمد ہے۔ دنیا و مافیہا سب فانی ہے اور ثواب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ انشاء اللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِكَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِنْتُ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا فِي لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۷۹)

☆ ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ ہیں کے ہاں رات گزاری، نبی اکرم ﷺ ان کی باری میں ان کے پاس تھے، نبی ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر اپنے گھر تشریف لا کر چار رکعات ادا فرمائیں۔ اسے بخاری (۱۱۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۷، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۰۷، مسند ابن الجعد: ۱۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۷۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۱۸۶۔ اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا شعبة قال حدثنا الحكم قال سمعت سعيد بن جبیر عن ابن عباس. الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۷)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۷۷)

☆ ☆ حضرت عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے، پھر تشریف لے جاتے، لوگوں کو نماز پڑھا کر تشریف لاتے، دو رکعتیں ادا فرماتے، آپ مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھا کر تشریف لاتے دو رکعتیں ادا فرماتے اور آپ عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھانے کے بعد میرے گھر تشریف لاتے تو دو رکعتیں ادا فرماتے۔“ اسے مسلم (۷۳۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى اخبرنا هشيم عن خالد عن عبد الله بن شقيق..... الخ. (صحيح مسلم: ۴۰۰)

فائدہ:

یہ حدیث اس بات کی صریح طور پر دلیل ہے کہ سنتیں گھر میں ہی پڑھنا افضل ہیں۔

وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيَ لِلَّهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَخْرَوْنَ. (آثار السنن: ۶۷۸)

☆ ☆ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو مسلمان بندہ بھی اللہ کی رضا کے لیے فرض نماز کے علاوہ ہر دن بارہ رکعات نقل پڑھتا ہے اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بناتے ہیں۔“ اسے مسلم (۷۲۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم: ۷۲۸، سنن ابی داود: ۱۲۵۰، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۴۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۷۷۵، سنن الباری: ۱۳۷۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۹۱، صحیح ابن خزيمة: ۱۱۸۵، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۹۹، حدیث السراج: ۲۱۶۵، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۰۵، المعجم الاوسط: ۹۱۳

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن النعمان بن سالم عن عمرو بن اوس عن عنبسة بن ابی سفيان عن ام حبيبة..... الخ. (صحيح مسلم: ۷۲۸)

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُبْنَى لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَخْرَوْنَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۷۹)

☆ ☆ انہی (ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض نمازوں کے) پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا (ان بارہ کی تفصیل یہ ہے) چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو رکعات ظہر کے بعد اور دو رکعات مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو رکعات فجر سے پہلے۔“ اسے ترمذی (۴۱۵) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۴۱۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۵۴، سنن النسائی: ۱۸۰۴، ۱۸۰۷، ۱۸۱۰، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۰۰، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۵۴، شرح السنۃ للبخاری: ۸۶۶، مشکاة المصابیح: ۱۱۵۹۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمود بن غیلان قال حدثنا مؤمل قال حدثنا سفیان الثوری عن ابی اسحاق عن
المسیب بن رافع عن عنبسة بن ابی سفیان عن ام حبیبة..... الخ. (سنن الترمذی: ۴۱۵)
یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ مؤمل بن اسماعیل کی ابو حذیفہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے (دیکھئے: مختصر الاحکام
للطوسی: ۴۰۰) جبکہ دیگر کئی ثقہ بالا جماع روایات نے متابعت قاصرہ کر رکھی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَابَرَ عَلَى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً مِنَ السُّنَّةِ بَنَى
اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكَعَتَيْنِ
بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ. رَوَاهُ الْأَزْبَعَةُ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۰)
☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص پابندی سے بارہ رکعت
سنتیں پڑھتا ہے، اس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں، ظہر کے بعد
دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں، عشاء کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے دو رکعتیں۔“ اسے ابوداؤد کے سوا
اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۴۰، ترمذی: ۴۱۴، نسائی: ۱۳۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۰، سنن الترمذی: ۴۱۴، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۷۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۲۵، شرح السنن
للبنی: ۸۶۶، جامع الاصول: ۴۰۶۵، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۱۷۳۹۳، مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجہ:
ج ۱ ص ۴۱۲

اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ قال حدثنا اسحاق بن سلیمان الرازی عن مغيرة بن زياد عن عطاء
عن عائشة..... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۱۴۰)

یہ حدیث مؤیدات و شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَحِمَ اللَّهُ أَمْرًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا. رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَآخَرُونَ وَحَسَنَةُ الزُّمَلِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حُزَيْمَةَ وَابْنُ جِبَانَ. (آثار السنن: ۶۸۱)
☆ ☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم
فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔“ اسے ابوداؤد (۱۳۷۱) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور ترمذی
نے حسن جبکہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داود: ۱۲۷۱، سنن الترمذی: ۴۳۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۰۳۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۹۸۰، صحیح ابن حبان: ۲۳۵۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۶۷، شرح السنۃ للبیہقی: ۸۹۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۹۰، تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف: ۷۴۵۴۔

اور اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن ابراهيم حدثنا ابوداود حدثنا محمد بن مهران القرشي حدثني جدی ابو المثنی عن ابن عمر..... الخ. (سنن ابی داود: ۱۲۷۱)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے بھی کئی حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی وغیرہ مانے اسے حسن تسلیم کیا ہے۔

فائدہ:

عصر سے پہلے چار رکعات نفل کے بارے میں یہ آپ ﷺ کا تربیتی ارشاد ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان چار رکعات کی کوئی معین فضیلت بیان کرنے کی بجائے مطلق رحمت کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ قید بیان میں نہیں آ سکتا۔

(درس ترمذی: ۲/ ۹۳ بحوالہ درس آثار السنن: ص ۲۸۰)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ الْأَصْلَى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ أَوْ سِتًّا رَكَعَاتٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۸۲)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے ہاں تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعات پڑھتے۔ اسے احمد (۲۴۳۰۵) اور ابوداود (۱۳۰۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن نمير حدثنا مالك يعني ابن مغول عن مقاتل بن بشير عن شريح بن هانئ قال سألت عائشة..... (مسند الامام احمد: ۲۴۳۰۵)

فائدہ:

عشاء کے بعد دو رکعت توسل مؤکدہ ہے جس کا ذکر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا حدیثوں میں گزر چکا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رس ول اللہ ﷺ عشاء کے بعد اور آرام فرمانے سے پہلے اس دو رکعت سنت مؤکدہ کے علاوہ کبھی دو رکعات اور کبھی چار رکعات مزید نفل پڑھتے تھے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي عَلَى الْإِمْرِ كُلِّ صَلَاةٍ رَكَعَتَيْنِ إِلَّا الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ. رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهَوَيْهِ فِي مُسْنَدِهِ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۴)

☆☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ فجر اور عصر کے علاوہ ہر نماز کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔“ اسے اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۴۸۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۱۲، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر: ج ۱ ص ۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۱۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۹۶، الاحادیث المختارة للمقدسی: ۵۲۳، ۵۲۶، نصب الراية للزيلعي: ج ۲ ص ۱۳۰

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ..... الخ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۳۹)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۸۴)

☆☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ظہر سے پہلے چار رکعات ادا نہ پاتے تو انہیں ظہر کے بعد پڑھتے۔ اسے ترمذی (۴۲۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَتَكِيُّ الْمُرُوزِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ خَالِدِ الْحَذَاءِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ..... الخ. (سنن الترمذی: ۴۲۶)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۸۵)

☆☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ”نبی ﷺ عصر سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے درمیان مقرب فرشتوں اور ان کے بعد میں جو مسلمان اور مؤمنین ہیں سب پر سلام بھیج کر فرق کرتے تھے۔“ اسے

ترمذی (۴۲۹) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۴۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۶۶، مسند البزار: ۶۷۲، نسائی: ۸۷۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۶، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۱۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۸۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۹۱۵، الاحادیث المختارة: ۵۱۴، سنن الترمذی: ۴۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۸۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۹۶۶، مسند البزار: ۶۷۲، نسائی: ۸۷۴، مختصر الاحکام للطوسی: ۴۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۶، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۱۲۴، سنن الدارقطنی: ۱۸۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۹۱۵، الاحادیث المختارة: ۵۱۴۔

اور بلاغبار بلحاظ سند کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

حدثنا بشار قال حدثنا ابو عامر قال حدثنا سفيان عن ابي اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن

علي..... الخ. (سنن الترمذی: ۴۲۹)

فائدہ:

یہاں تسلیم یعنی سلام بھیجنے سے مراد التحیات پڑھنا ہے مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور پھر چار رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ كَانُوا لَا يَفْصِلُونَ بَيْنَ اَرْبَعٍ قَبْلَ الظُّهْرِ بِتَسْلِيمٍ اِلَّا بِالتَّشَهُّدِ وَلَا اَرْبَعٍ

قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَلَا اَرْبَعٍ بَعْدَهَا. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ فِي الْحُجَّةِ وَاسْنَادُهُ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۶۸۶)

☆☆ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ”لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ظہر سے پہلے کی

چار رکعتوں اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کے درمیان صرف تشہد کے ساتھ ہی فرق کرتے تھے۔“ اسے محمد بن حسن

نے کتاب الحجہ (۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم قال اخبرنا حصين بن عبد الرحمن عن ابراهيم النخعي..... الخ.

(كتاب الحجة على اهل المدينة: ج ۱ ص ۲۶۶)

یہ اثر بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ مَا كَانُوا يَسْلِمُونَ فِي الْاَرْبَعِ قَبْلَ الظُّهْرِ. رَوَاهُ الطَّلَعَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ جَيِّدٌ.

(آثار السنن: ۶۸۶)

☆ ☆ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ: ”لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ظہر سے پہلے کی چار رکعتوں میں (دو رکعتوں پر) سلام نہیں پھیرتے تھے۔“ اسے طحاوی (۱۹۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔ یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علي بن شيبه قال ثنا ابو نعيم قال ثنا سفيان عن حصين عن ابراهيم..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۱)

{ نماز ہلکی اور مکمل پڑھائی جائے }

۲۸۶. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أن رجلاً مرَّ بأبي ذر رضي الله عنه وهو يصلي صلاةً وجيزةً خفيفةً يكثرُ الركوعَ والسُّجودَ، فلما انصرف قال له الرجل: أنت صاحبُ النبي ﷺ وتُصلي هذه الصلاة؟ فقال ألم أتمَّ الركوعَ والسُّجودَ؟ قال: بلى، قال: فإني سمعتُ النبي ﷺ وهو يقول: مَنْ سَجَدَ لِلَّهِ سَجْدَةً رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ، فَأَحَبُّتُ أَنْ أُرْفَعَ دَرَجَاتٍ أَوْ تُكْتَسَبَ لِي دَرَجَاتٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) ایک شخص کا سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا (اور اس نے دیکھا کہ) آپ رضی اللہ عنہ نے بالکل ہلکی پھلکی نماز پڑھائی اور کثرت سے رکوع اور سجدے کیے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہو کر اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں نے رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کیا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! پھر سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی مکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے، اللہ جنت میں اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے میری خواہش ہوئی کہ میرے لئے کئی درجات کا فیصلہ کیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابو حنیفہ روایۃ النسخی: ج ۱ ص ۷۰ رقم الحدیث: ۸۰، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۱ ص ۳۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آ کے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن عبید بن نضلہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ..... الخ۔

(جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۴۰)

امام ابو معاویہ عبید بن نضلہ الخزاعی الکوفی المقری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ۱۶۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۸۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ جب آدمی فریضہ امامت ادا کر رہا ہو تو اس وقت نماز میں لمبی قراءت سے احتیاط کرنی چاہیے، اس لیے کہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ سب کی ضروریات و حاجات پیش نظر رکھنی چاہئیں، البتہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اپنے اشغال، ضروریات اور حالات کا اچھی طرح علم ہوتا ہے۔ تو ایسا آدمی فرصت اور قوت کے مطابق جتنی چاہے لمبی قراءت کرے اسے اختیار ہے۔

۲۔ نماز ہلکی اور مکمل پڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ نماز قراءت کے لحاظ سے ہلکی مگر رکوع، سجود اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے لحاظ سے پرسکون اور کامل و اعلیٰ تھی۔

{ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی آ جاتی ہے }

۲۸۷۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن سعید بن جبیر اَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ الْقَاعِدِ نِصْفُ صَلَاةِ الْقَائِمِ۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ہوتا ہے۔“

محقق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بلا عذر بیٹھ کر یا لیٹ کر نفل نماز پڑھنے سے ثواب میں کمی ہو جاتی ہے جیسے بعض لوگ ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس سے نبی ﷺ گزرے اور فرمایا: ”بیٹھے ہوئے کی نماز کھڑے ہوئے کی نماز سے“

(ثواب میں) آدمی ہوتی ہے۔“ (سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۹)

{ مسجد نبوی ﷺ اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت }

۲۸۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ قِيمًا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ قِيمًا سِوَاهُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”میری اس مسجد میں (یعنی مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی میں) ایک نماز، دوسری تمام مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز دوسری تمام مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۶، مسند الحمیدی: ۹۷۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۶۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۹۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۸۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۶۸، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۳۶، الاحادیث المختارة: ۲۹۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور متعدد کتب احادیث میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

فائدہ:

مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر نہیں بلکہ ہزار نمازوں سے بہتر ہے، اسی طرح مسجد حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بھی افضل ہے، تاہم خشوع و خضوع، آداب دارکان کے لحاظ اور توجہ و انابت وغیرہ کی کمی بیشی کی بناء پر اس ثواب میں بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

{ طویل قیام والی نماز اللہ کو زیادہ محبوب ہے }

۲۸۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ سَيَّاهٍ أَنَّ رَجُلًا أَمَّا الْحَسَنَ الْبَصْرِيَّ فَقَالَ أَصَلَّيْ بِخَمْسِمِائَةِ آيَةٍ فِي رَكْعَةٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَوْ تَعَجَّبْ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللَّهِ طَوُّ الْقُنُوتِ.

میمون بن سیاہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک رکعت میں پانچ سو آیات پڑھ لیا کروں تو کیا یہ عمل آپ کے نزدیک محبوب ہے؟ حسن بصری رحمہ اللہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا (کہ سبحان اللہ! اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟) اور پھر فرمایا: ”کہ اللہ رب العزت کو سب سے زیادہ محبوب نماز طویل قیام والی ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو بکر میمون بن سیاہ البصری رحمہ اللہ“ صحیح بخاری اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (من تکلم فیہ وہو موثق: ۳۳۸)

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: کہ نفل نماز میں قیام کا طویل کرنا ہمیں رکوع، سجدہ کی کثرت سے زیادہ محبوب ہے اگرچہ فی نفسہ دونوں طریقے ہی اچھے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۱۸۶)

۲۹۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِاللَّيْلِ فِي بَيْتِهِ وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي بَيْتِهِ.

محمد بن عمرو رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ (بعض دفعہ) اپنے گھر میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کو سن لیا کرتے تھے حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں ہوتے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{ نماز میں آیت دعا کو دہرانا جائز ہے }

۲۹۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَمِعَهُ وَهُوَ يَقُولُ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۴)، فَعَلِمَ الرَّجُلُ أَنَّهُ فِي طَه.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھا کرتا تھا، (ایک دفعہ) اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو { رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا } (اے میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی

عطا فرما۔) پڑھتے سنا۔ چنانچہ اس آدمی نے جان لیا کہ آپ سورہ طہ پڑھ رہے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۷ باب الجہر بالقراءۃ، مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث: ۳۶۵۹، ۳۶۶۷،

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز پڑھنے والے یہ شخص ”امام علقمہ بن قیس رحمہ اللہ“ تھے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ (۳۶۶۷، ۳۶۵۹) کی روایت میں صراحت ہے۔
- ۲۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دن کی نماز ہے، ہم بھی اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص نفل نماز میں قرآن کریم کی کسی آیت دعا پر ٹھہر کر اپنے لئے دعا کرے، البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۷)
- ۳۔ فرائض میں صرف وہی دعائیں مانگنی چاہیے جو ان مخصوص مقامات پر احادیث میں منقول ہیں۔ البتہ نوافل میں قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ادعیہ ماثورہ میں سے جو چاہیں مانگ سکتے ہیں۔

{ آپ ﷺ عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے }

۲۹۲۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ إِلَى الْفَجْرِ قِيَمَاتَيْنِ ذَلِكَ ثَمَانِي رَكَعَاتٍ وَيُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتِي الْفَجْرِ.

ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ (عام طور پر) عشاء اور فجر کے درمیان آٹھ رکعات (نفل)، تین وتر اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۰۰ باب الصلاۃ تطوعاً، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۱۹۶، جامع الآثار: ۵۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد کثیر)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة فاضل“ راوی ہیں۔ (تقریب: ۶۱۵۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ عام طور پر تہجد کی نماز آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس مقام پر دو مسئلے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

- ۱۔ نماز تہجد و تراویح الگ الگ نمازیں ہیں یا ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟
- ۱۔ وتر کی کتنی رکعات ہیں؟

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں ج ۹ داگانہ نمازیں ہیں۔ جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاوے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔ یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید محققین جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبداللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں، اوچونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتویٰ کے خلاف آواز اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی، چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا، قاموس میں ہے: تہجد استيقظ

انصہی۔ (اہل حدیث کا مذہب: ص ۹۶، رسائل ثنائیہ: ص ۸۸)

فریق مخالف جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبداللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے

ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعویٰ پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر مخالفین کے متحققین کس دلیل کو بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ”مثبت نمونہ از خردارے“ صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱) تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قیام اللیل فهو غیر قیام رمضان. (نزل الابرار: ص ۲۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲) تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۶/۲۵۱)

فریق مخالف کے متحقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۳۱)

فریق مخالف کے متحقق صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔ نبی

ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ (تفسیری حواشی

قرآن مجید: ص ۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی ستائیسویں

شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱/۱۹۵، ترمذی: ۱/۹۹)

(۳) تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔

(جامع الرموز: ۱/۱۹۵، المغنی لابن قدامہ: ۱/۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴) نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے

ہے۔ (نیل الاوطار: ۳/۵۷) لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵) نماز تہجد کی مشروعیت جس قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ومن الليل فتهجد به نافلة لك“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹) اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”قم الليل الا قليلا“ (سورۃ المزمل: ۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ (ترجمہ جو ناگزیر غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے متحقق صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء

پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (تفسیری حواشی: ص ۱۶۳۳)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسنت لكم قيامه“.

(سنن النسائی: ۱/۳۳۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله قد افترض عليكم رمضان وانا امركم بقيامه۔ (طبقات المحدثین باصباحان: ۴/۳۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کو فرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں۔

(۶) آنحضرت ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا اظہار

کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن تہجد کی فرضیت اس سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”ان الله عز وجل افترض قيام الليل في اول هذه السورة فقام نبي الله ﷺ واصحابه حولا

وامسك الله تعالى خاتمها اثني عشر شهرا في السماء حتى انزل الله في آخر هذه السورة

التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد الفريضة“.

(صحيح مسلم: ۱/۲۵۶، كعاب القراءة للبيهقي: ص ۴)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (المزل) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روکے رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ المزل مکی ہے) منسوخ ہو چکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی ﷺ نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۷) آنحضرت ﷺ، صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکلی ندیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ ﷺ نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ یصلی فی رمضان فحمت فحمت الی جنبہ وجاء رجل فقا ایضا حتی کنارہطا، فلما احسن النبی ﷺ انا خلفہ جعل یتجوز فی الصلاۃ ثم دخل رحلہ فصلی صلاۃ لا یصلیہا عندنا۔ (صحیح مسلم: ۱/۴۵۲)

رسول اللہ ﷺ (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل فی حجرہ“ (بخاری: ۱/۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ”فصلی صلاة لا یصلیہا عندنا“ بھی صراحتاً اس پر دلالت ہیں کہ آپ ﷺ نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز نماز تہجد تھی جبکہ آپ ﷺ نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

”زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسئ عندنا وافرثم قام بنا تلك الليلة واورتر بنا ثم المحدث الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجل فقال اورتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلۃ۔“ (سنن ابی داود: ۱/۳۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور یہیں روزہ اقطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا دیا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تصلوا صلاة فی یوم مرتین۔ (سنن ابی داود: ۱/۸۹)

ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج ۱ ص ۴۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ الکلم میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے:

رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبدالسلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔

(فتاویٰ التعلیق: ص ۲۹ بحوالہ خزائن السنن: ج ۳ ص ۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعویٰ کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو یکھ کر لوگوں سے فرمایا:

"والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون". (بخاری: ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

معنی اس قول کے یہ ہیں:

جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔ (الرائی النجیح: ص ۷)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وما قاله عمر رضي الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول على غيرهم لا عليهم اذ انهم رضي الله

عنهم جمعوا بين الفضيلتين من قيام اول الليل و آخره". (المدخل: ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغائرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح بخاری" میں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی "سنن"

میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”بلوغ المرام“ میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ غیر مقلدین کی کتب ”صلاة الرسول“ وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے رج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

بیجوری شرح شاکل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیاء بدمنہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ”الرائی النجیح“ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی صاحب کی ”رکعات التراويح“ اور مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی حفظہ اللہ کی ”رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ“ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

رکعات وتر اور اختلاف مذاہب:

وتر کی رکعات کتنی ہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف پایا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر تین رکعات ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (دیکھئے: موطا مالک: ص ۴۴، احکام الاحکام لابن دقین العید: ج ۱ ص ۹۵)۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک درست ہیں۔

وتر کی روایات میں تطبیق:

رکعات وتر کے متعلق روایات مختلف پائی جاتی ہیں بعض روایات میں تیرہ، بعض میں سترہ، بعض میں گیارہ، بعض میں نو رکعات اور بعض میں سات رکعات کا ذکر ملتا ہے۔ اہلسنت الجماعت احناف کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے وتر نفل تھے اور عموماً تہجد کی نماز کے ساتھ ہی پڑھے جاتے تھے اس لیے تہجد اور وتر کو ملا کر ہی بیان کر دیا جاتا تھا کہ آپ ﷺ نے گیارہ یا تیرہ، یا نو (مع تہجد) پڑھے۔ مگر بعد میں وتر واجب ہو گئے تھے جیسا کہ اس پر دلائل ہم آگے جا کر نقل کرنے والے ہیں۔

جن روایات میں گیارہ سے زائد رکعات پڑھنے کا ذکر ہے ان روایات کی شوافع اور حنابلہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ یہاں پوری صلوٰۃ اللیل مراد ہے جو آخر میں طاق عدد (وتر) پر مشتمل ہے یعنی ان میں تین رکعتیں ورتوں کی ہیں اور آٹھ رکعتیں تہجد کی، اور کبھی تہجد سے پہلے دو ہلکی رکعات، اور دو رکعت نفل وتر کے بعد اور دو رکعت فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ جو توجیہ شوافع اور حنابلہ نے تیرہ اور سترہ رکعات والی احادیث میں کی ہے وہی توجیہ ہم پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات والی احادیث میں کرتے ہیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کے ساتھ تین رکعات وتر تو کل گیارہ رکعات بنیں کسی راوی نے اس کو مکمل نفل کر دیا اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات کو اور ورتوں کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کیا تو تیرہ رکعات ہوئیں، اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات اور وتر کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کرنے کے ساتھ ساتھ فجر کی دو سنتوں کو بھی ساقط کر دیا تو انہوں نے گیارہ رکعات کہہ دیا۔ پھر آخر عمر میں جب آنحضرت ﷺ نے کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے بعض دفعہ تہجد کی چھ رکعات پڑھیں اور وتر کی تین رکعات ان کے ساتھ ملا کر کل نو رکعتیں ہو گئیں بعض راویوں نے اس زمانہ کا عمل نفل کر دیا اور نو رکعات کہہ دیں۔ اور پھر بعض دفعہ آپ ﷺ نے مزید کی اور تہجد کی صرف چار رکعتیں پڑھیں، اس زمانے کے عمل کو بعض راویوں سات رکعات کہہ کر بیان کر دیا۔

مختصر یہ کہ ایثار کا لفظ صرف صلوٰۃ الوتر پڑھنے پر بھی بولا گیا ہے اور پوری صلوٰۃ اللیل جو آخر میں طاق عدد والی نماز یعنی وتر پر مشتمل ہو پر بھی بولا گیا ہے۔

تین سے زائد یا کم رکعات وتر کے قائلین کی مستدل روایات:

تین رکعات کے قائلین کے دلائل ہم بعد میں نقل کریں گے، پہلے ان حضرات کی مستدل روایات کو مع تحقیق ذکر کرتے ہیں جو تین سے زائد یا کم رکعات وتر کے قائل ہیں۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَامَتْ فَكُنْتُ عَنْ يَسَارِهِ

فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۵۸۷)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، آپ تشریف لائے تو چار رکعت افرمائیں، پھر آپ سو گئے، پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو میں آیا، آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، آپ نے پانچ رکعت ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے کھراٹے سنے، پھر آپ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ اسے بخاری (۶۹۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷، مسند ابن الجعد: ۱۴۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹ اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحكم قال سمعت سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما.... الخ. (صحیح البخاری: ۶۹۷)

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ حَتَّى صَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ بِخَمْسِينَ وَكَلَّمَ يَجْلِسَ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ لَيْثٌ. (آثار السنن: ۵۸۸)

☆ ☆ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں یہاں تک کہ آپ نے آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔ اسے ابو داود (۱۳۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

اسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتيبة حدثنا عبد العزيز بن محمد عن عبد المجيد عن يحيى بن عباد عن سعيد بن جبير ان ابن عباس.... الخ. (سنن ابی داود: ۱۳۵۸)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبد العزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔

- ۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بشیء“ کہ یہ کچھ نہیں ہے۔
- ۲۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بالقوی“ یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔
- ۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔
- ۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطاء کار بتلاتے ہیں۔
- ۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ”لا یحتج بہ“ کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔
(تہذیب الکمال: ۱۱/۵۲۸، ۵۲۷/۱۱، تہذیب التہذیب: ۳/۴۷۱، ۴۷۲، الجرح والتعديل: ۵/۳۹۵)
- ۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/۲۰۷)
- ۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بشیء“ یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ:
جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہ ہم کو باطل روایات نقل کرتا ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کرتا ہے۔
(میزان الاعتدال: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)
- ۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔
(میزان الاعتدال: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)
احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:
کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/۴۷۹)
زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:
جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)
- ۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابو زرعہ جن کی تعریف میں احناف کے مخالفین میں سے زبیر احمد رحمانی صاحب لکھتے ہیں: وہ ابو زرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن حجر نے ”تہذیب التہذیب“ میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے ”ابو زرعہ الرازی احد الائمة الحفاظ۔“ الخ۔ (انوار المصابیح: ۱۳۶)
زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: امام ابو زرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے

ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)

یہ ابو زرہ فریق مخالف کے انتہائی مدوح امام فرماتے ہیں کہ:

عبد العزیز در اوردی سی الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظہ سے کچھ بیان کرتا ہے تو

غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب المعذیب: ۳/۳۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سی الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات المحدثین: ص ۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۱۴)

ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سی الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔

(توضیح الکلام: ۲/۶۳۰، ابکار الحسن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض باقر فریق مخالف عبد العزیز در اوردی پر جرح مفسر ہے لہذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی در اوردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ نذیر حسین دہلوی اس کی ایک روایت کو ناقابل

اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبد العزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا اور خطا کرتا تھا۔

(فتاویٰ نذیریہ: ۳/۳۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی در اوردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور در اوردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابو زرہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہذا ان کا اس حدیث کو

مرفوعاً روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

در اوردی ضعیف ہیں۔ (ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔

فائدہ:

”لحم اوتر خمس“ (پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے۔) میں تین رکعتیں وتر کی تھیں اور دو رکعتیں نفل کی تھیں

یعنی تین وتر اور دو نفل ملا کر پانچ رکعات مراد ہیں۔ نیز ”ولم یجلس بینہن“ (اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔) میں نفس

قعدہ کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ جلسہ طویلہ کی نفی مقصود ہے جو دعاؤں کو کیلئے ہو۔ چنانچہ معمول یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں بلکہ

نوافل کے بعد کی جاتی ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۸۹)

☆ ☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت دافر ماتے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، آپ کسی چیز میں (استراحت کے لیے) نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں۔ اسے مسلم (۷۳۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۳۷، سنن ابی داود: ۱۳۳۸، سنن الترمذی: ۴۵۹، مسند الحمیدی: ۱۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۹، سنن الدارمی: ۱۶۲۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابو كريب قالا حدثنا عبد الله بن نمير حدثنا ابي حدثنا هشام عن ابيه عن عائشة..... الخ. (صحیح مسلم: ۷۳۷)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِي عَنِّي وَتُرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نَعْدُّ لَهُ سِوَاكَهَ وَظُهُورَهُ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّيُ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّيُ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيُ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ فَيَلْكَ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَأْتِيَنِي فَلَبَّا أَسَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَأَخَذَهُ اللَّحْمُ أَوْ تَرِ بِسْبُجٍ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيعَةِ الْأَوَّلِ فَيَلْكَ تِسْعَ يَأْتِيَنِي وَكَانَ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. (آثار السنن: ۵۹۰)

☆ ☆ سعد بن ہشام (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کیا، اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا: ”ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے، اللہ تعالیٰ رات کو جب آپ کو اٹھانا چاہتے اٹھاتے، آپ مسواک کر کے وضو فرماتے اور نور کعات نماز پڑھتے، اس میں آپ سوائے آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھتے تو آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے، پھر آپ اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے، پھر آپ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے جو ہمیں بھی سناتے، پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھتے ہوئے دو رکعتیں پڑھتے، تو یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں، اے میرے بیٹے جب نبی اکرم ﷺ معمر ہو گئے اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا، آپ نے سات رکعت وتر ادا فرمائے اور دو رکعتوں میں آپ ایسا ہی کرتے جیسا پہلے کرتے تھے تو یہ نو رکعت ہوئیں، اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جب نماز ادا فرماتے، یہ پسند فرماتے کہ اس پر ہمیشگی فرمائیں اور جب آپ پر تہجد سے نیند غالب ہوتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو آپ دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورہ مہینہ (مسلسل) روزے رکھے۔“ اے مسلم (۷۴۶)، احمد (۶ ج) ص ۵۴) ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۹۰) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن البثنی العنزی حدثنا محمد بن ابی عدی عن سعید عن قتادة عن زرارۃ ان سعد بن ہشام بن عامر.... الخ. (صحیح مسلم: ۴۶)

فائدہ:

”فَيُصَلِّيُ التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسَبِّحُنَا ثُمَّ يُصَلِّيُ رَكْعَتَيْنِ“ ان گیارہ رکعتوں میں چھ تہجد کی، تین وتر کی اور دو رکعت وتر کے بعد کی نفل ہوا کرتی تھیں اور ”لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ“ میں مطلق جلسہ کی نہیں بلکہ ایسے جلسہ کی نفی کی گئی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو اور مقصود یہ ہے کہ آٹھ رکعات سے پہلے آپ ہر جلسہ پر سلام پھیرتے مگر آٹھویں رکعت پر جلسہ فرماتے تو سلام کے بغیر نویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے جو وتر کی تیسری رکعت ہوتی اور پھر وتر سے فارغ ہو کر دو رکعت اور نفل ادا فرماتے۔

روایت نمبر ۵:

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تُؤْتِرُوا

بِخَلَاثٍ أَوْ تَرَوْا بِخُمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تَشْتَهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ إِسْنَادُهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ. (آثار السان: ۵۹۱)

☆ ☆ ابو سلمہ (رحمہ اللہ) اور عبدالرحمن الاعرج (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو، مغرب کی نماز کے مشابہ نہ بناؤ۔“ اسے دارقطنی (۱۶۵۰)، حاکم (۱۱۳۸) اور بیہقی (۴۸۱۵) نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰، المسند رک علی الصحیحین: ۱۱۳۸، السنن الکبری للبیہقی: ۴۸۱۵، صحیح ابن حبان: ۲۴۲۹، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۶۷۰، تنقیح التحقیق لابن عبدالبہادی: ۱۰۶۶، نصب الراية للزلیعی: ج ۲ ص ۱۲۰، البدر المنیر: ج ۴ ص ۳۰۲

اور صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن سليمان ثنا احمد بن صالح ثنا عبد الله بن وهب انبا سليمان بن بلال ح وحدثنا ابوبكر النيسابوري ثنا موهب بن يزيد بن خالد ثنا عبد الله بن وهب حدثني سليمان بن بلال عن صالح بن كيسان عن عبد الله بن الفضل عن ابي سلمة بن عبد الرحمن وعبد الرحمن الاعرج عن ابي هريرة..... الخ. (سان الدارقطنی: ۱۶۵۰)

روایت نمبر ۶:

وَعَنْ عِرَالِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُؤْتَرُوا بِخَلَاثٍ تُشْتَهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَكِنْ أَوْ تَرَوْا بِخُمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ أَوْ بِأَخْذِي عَشْرَةً أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ جَبَّانٍ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السان: ۵۹۲)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین وتر نہ پڑھو کہ مغرب کی نماز سے مشابہ کر دو، لیکن پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ۔“ اسے محمد بن نصر مروزی (ج ۱ ص ۳۰۰) ابن حبان (۲۴۲۹) اور حاکم (۱۱۳۷) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر للمروزی: ج ۱ ص ۳۰۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۹، تنقیح التحقيق لابن عبد البہادی: ۱۰۶۷، البدر المیر: ج ۲ ص ۳۰۲، تحف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۱۷۴۳۔ اور صحیح ہے۔ امام مروزی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا طاهر بن عمرو بن الربیع بن طارق قال حدثني ابی اخبرنا الليث عن یزید بن ابی حبیب عن عراك بن مالك عن ابی هريرة.... الخ. (مختصر قیام اللیل: ج ۱ ص ۲۰۰)

فائدہ:

متعدد احادیث میں نماز مغرب کو ”وتر النہار“ اور نماز وتر کو ”وتر اللیل“ کہا گیا ہے اور مذکورہ بالا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں احادیث میں جو مغرب کی نماز کے مشابہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ”وتر اللیل“ میں نماز مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے پہلے تہجد بھی (دو یا چار، یا آٹھ یا اس سے زائد رکعات) پڑھو۔

روایت نمبر ۷:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَلُوْتُرُ سَبْعُ أَوْ خَمْسُ وَلَا تُحِبُّ ثَلَاثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۹۳)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ”وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور ہم تین ناقص رکعتوں کو پسند نہیں کرتے۔“ اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي قال ثنا الخصب بن ناصح قال ثنا يزيد بن عطاء عن الاعمش عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۱۵، ولہ طرق اخرى)

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أَلُوْتُرُ سَبْعُ أَوْ خَمْسُ وَإِنِّي لَا أَكْرَهُ أَنْ يَكُونَ ثَلَاثًا بُتْرَاءَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۹۳)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ”وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ وہ تین ناقص رکعتیں ہوں۔“ اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۶۹۸) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند

صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن داود قال ثنا ابن ابی عمر قال ثنا سفيان عن عبد الحميد بن جبير بن شيبه عن سعيد بن المسيب عن عائشة..... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوی: ۱۶۹۸)

فائدہ:

قَالَ التَّيْمَوِيُّ أَنَّ الْوُثْرَ بِثَلَاثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَالْتَمَهُ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثُ مَحْمُولٌ عَلَى أَنْ يُصَلِّيَ وَثْرًا بِثَلَاثٍ رُكْعَاتٍ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ إِلَّا مَا رُكْعَتَانِ وَإِلَّا أَرْبَعُ رُكْعَاتٍ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ.

☆☆ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: تین رکعت وتر نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت سے ثابت ہیں۔ لہذا ان احادیث میں جو منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور اس سے پہلے دو، چار یا اس سے زائد نفل نہ پڑھے جائیں۔

مطلب یہ ہے کہ تہجد مع وتر کی تین رکعات پر اکتفا نہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین و تر یا چار رکعت تہجد اور تین و تر پڑھا کرو۔ ثقہ بالا جماع محدث و ناقد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ نے بھی ان احادیث میں یہی توجیہ کی ہے۔ (دیکھئے: شرح عمالی الآثار للطحاوی: ۱۷۱۵)

روایت نمبر ۹:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رُكْعَةً وَاحِدَةً تَوَيَّرَ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ.

(آثار السان: ۵۹۵)

☆☆ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کے لئے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۹۰، مسلم: ۱۷۴۹، ابن ماجہ: ۱۱۷۵، ابوداؤد: ۱۳۲۶، ترمذی: ۴۳۷، نسائی: ۱۶۶۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۰، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۵، سنن ابی داود: ۱۳۲۶، سنن الترمذی: ۴۳۷، سنن النسائی: ۱۶۶۸، مؤطا مالک: ۳۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۸، مسند الحمیدی: ۶۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۸۳۸، مسند البزار: ۵۴۴۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن نافع وعبد الله بن دينار عن ابن عمر الخ.

(صحیح البخاری: ۹۹۰)

فائدہ:

”صلی رکعة واحدة“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

روایت نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوَدُّنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۵۹۶)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں گیارہ رکعت ادا فرماتے، انہیں میں سے ایک کے ساتھ دو رکعت ادا فرماتے، پھر جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنے دائیں پہلو مبارک پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا تو آپ ہلکی دو رکعتیں (یعنی سنت فجر) ادا فرماتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۶، مسلم: ۷۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۶، صحیح مسلم: ۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۸، سنن ابی داود: ۱۳۳۵، سنن الترمذی: ۴۴۰، مسند البزار: ۱۲۶، مؤطا مالک: ۳۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۰۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۷، السنن لابن الجارود: ۲۷۹، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۹۹، سنن الدارقطنی: ۱۵۴۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة الخ.

(صحیح مسلم: ۷۳۶)

فائدہ:

”يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ“: مقصود یہ ہے کہ گزشتہ دس رکعات میں سے آخری دو رکعات کو مزید ایک رکعت کے ذریعے وتر بناتے تھے۔

روایت نمبر ۱۱:

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۹۷)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا مَكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ..... الخ. (سنن الدارقطني: ۱۶۷۲)

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر مفسر احادیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے ہیں لہذا ان مفسر احادیث کے پیش نظر مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعات کے ساتھ ایک رکعت کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

روایت نمبر ۱۲:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوُتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِيمَةٍ وَيُسَبِّحُهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ. (آثار السنن: ۵۹۸)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ فرماتے اور سلام ہمیں سناتے تھے۔ اسے احمد (۵۴۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

سند:

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَتَابُ بْنُ رِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ يَعْنِي السَّكْرِيَّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي الصَّائِغَ عَنْ دَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ..... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۴۶۱)

روایت نمبر ۱۳:

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الْوُتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ. رَوَاهُ الْأَرْبَعَةُ وَآخَرُونَ إِلَّا الْوُتْرَ مَذْنُونًا وَالصَّوَابُ وَقْفُهُ. (آثار السنن: ۵۹۹)

☆ ☆ (سیدنا) ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”وتر ہر مسلمان پر ضروری ہیں، واجب ہیں جو شخص پسند کرتا ہے کہ پانچ رکعت وتر پڑھے تو وہ پڑھ لے اور جو شخص تین رکعت پسند کرتا ہے تو وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک رکعت وتر پسند کرتا ہے تو وہ اس طرح کرے۔ اسے ترمذی کے علاوہ اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۹۰، ابوداؤد: ۱۳۲۲، نسائی: ۱۷۱۲) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

روایت نمبر ۱۴:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهِ وَوُتْرِهِ بِتَسْلِيمَةٍ وَأَخْبَرَنِي عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. (آثار السنن: ۶۰۰)

☆ ☆ سالم بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی دو رکعتوں اور اپنے وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ کرتے اور (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۶۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔

اسے امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا أحمد بن أبي داود بن موسى قال ثنا علي بن بحر القطان قال ثنا الوليد بن مسلم عن الوضين بن عطاء قال أخبرني سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۶۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی ”ابو کنانہ وضین بن عطاء بن کنانہ بن عبد اللہ الخزاعی“ روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

روایت نمبر ۱۵:

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ

بِبَعْضِ حَاجَتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۱)

☆☆ نافع سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے، یہاں تک کہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق کہنا ہوتا تو تو کہتے۔ اسے بخاری (۹۹۰) نے روایت کیا ہے۔

روایت نمبر ۱۶:

وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غَلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَأَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَالَ الْحَافِظُ (ابْنُ حَجْرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ) فِي الْفَتْحِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۶۰۲)

☆☆ بکر بن عبداللہ مزنی (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر فرمایا: ”اے غلام! ہمارے لیے سواری پر کجاہہ ڈال دو۔“ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

روایت نمبر ۱۷:

وَعَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاتَى بَنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ دَعُهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۳)

☆☆ (حضرت) ابن ابی ملیکہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کیا، ان کے پاس (حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آزاد کردہ غلام بھی تھا، اس نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر انہیں یہ بات بتائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔“ اسے بخاری (۳۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

براہِ الجماظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعافى عن عثمان بن الاسود عن ابن ابي مليكة..... الخ.

(صحيح البخاري: ۴۷۶۳)

روایت نمبر ۱۸:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّبَيْعِيِّ قَالَ قُلْتُ لَا يَغْلِبُنِي اللَّيْلَةُ عَلَى الْمَقَامِ أَحَدُ فَقُنْتُ أَصِلْ فَوَجَدْتُ جِشَ رَجُلٍ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِي فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَانَ فَقُنْتُ لَهُ لَعَنَ اللَّهُ قُلْتُ لَهَا فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ حَتَّى خَتَمَ ثُمَّ

رَكَعٌ وَسَجْدَةٌ فَقُلْتُ أَوْهَمَ الشَّيْخُ فَلَمَّا صَلَّيْتُ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا صَلَّيْتُ رَكْعَةً وَاجِدَةً فَقَالَ
أَجَلَ هِيَ وَتُرِي. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالذَّارِقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۰۴)

☆ ☆ عبد الرحمن تیمی (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (اپنی جی) میں کہا کہ آج رات تہجد کے لیے کھڑا ہونے میں مجھ سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کے پاؤں کی چاپ سنی تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کی خاطر ایک طرف ہو گیا، انہوں نے آگے بڑھ کر قرآن پاک شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر لیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا، میں نے کہا بوڑھے کو وہم ہو گیا ہے، جب وہ نماز پڑھ چکے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو ایک رکعت پڑھی ہے، انہوں نے کہا ہاں یہ میرے وتر ہیں۔ اسے طحاوی (۱۷۵۰) اور دارقطنی (۱۶۷۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر قال ثنا ابو داود قال ثنا فليح بن سليمان الخزاعي قال ثنا محمد بن المنكدر عن
عبد الرحمن التيمي..... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوی: ۱۷۵۰)

یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی ”ابو یحییٰ فلیح بن سلیمان بن ابوالمغیرہ الخزاعی المدنی“ کی فضائل اور ترغیب و ترہیب میں روایات تو لے جاسکتی ہیں مگر احکام میں اس کی روایات حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ چنانچہ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں:

”فليح بن سليمان ليس بالقوي“ کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ (سنن النسائی: ۱۸۰۴)

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ فرماتے ہیں کہ:

اس کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے قابل اعتماد نہیں اس کی حدیث سے پرہیز کیا جائے۔ (کتاب الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

”ليس بالقوي“ یہ قوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

محدث ابو کامل مظفر بن مدرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ تین آدمیوں کی حدیث سے پرہیز کیا جائے یعنی محمد بن طلحہ بن مصرف اور ابوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶، ج ۲ ص ۳۳۶، و مقدمہ فتح الباری: ص ۴۳۹)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۵۵ھ فرماتے ہیں:

کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶)

محدث آجری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے امام ابوداؤد کو کہا کہ ام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن عبید اللہ اور ابن عقیل اور لیث بن سلیمان کی حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے تو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے سچ فرمایا ہے۔
(تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام حاکم ابواحمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

فلیح محدثین کے نزدیک متین یعنی مضبوط نہیں ہے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عبدالحمید بن سلیمان اور لیث بن سلیمان دونوں بھائی ضعیف ہیں۔

محدث ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لیث سچا ہے لیکن بھول جاتا ہے۔

محدث ربی رحمہ اللہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

”لیس بشیء“ یہ کچھ نہیں ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فلیح بن سلیمان لیس معہ من الاتقان ولا من الثبت فی الروایۃ کما مع الذی روی الحدیث

وہو حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی۔ (مشکل الآثار: ج ۲ ص ۴۰۴)

کہ فلیح بن سلیمان میں وہ مضبوطی و قوت نہیں روایت میں جو حماد بن سلمہ کو ثابت بنانی کی روایت میں حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

”صدوق کثیر الخطاء“

کہ یہ سچا ہے لیکن روایت حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ (تقریب: ص ۲۷۷)

یہی بات غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۲۳ و ج ۱ ص ۲۴۱)

بعض محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ فلیح بن سلیمان اس درجہ کاراوی نہیں تھا کہ وہ بخاری کی زینت

بننا۔ اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب میں لکھتے ہیں:

قلت لم يعتمد علیہ البخاری علی مالک وابن عیینۃ واضر بہما وانما اخرج لہ اجادیث اکثرھا

فی المناقب وبعضھا فی الرقاق۔ (مقدمہ فتح الباری: ۴۴۵)

کہ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا فلیح پر اعتماد ایسا نہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ و سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ

وغیر ہا پر ہے صرف چند حدیثیں صحیح بخاری میں اس کی ذکر کی ہیں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض دل کو نرم کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہیں۔

ما فذلہ ابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

واصعب ما رمی بہ ما ذکر عن ابن معین عن ابی کامل قال کنا نعہ لانه تناول من اصحاب النبی ﷺ. (میزان: ج ۲ ص ۲۳۶)

اور بہت سخت الزام اس پر ہے جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ محدث ابو کامل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ فلیح متہم ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی بیان کرتا تھا۔

روایت نمبر ۱۹:

عن عبد اللہ بن سلمۃ قال آمننا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فی صلاۃ العشاء الاخرۃ فلما انصرف تنخی فی ناحیۃ المسجد فصلى ركعة فاتبعته فاخذت بيديه فقلت يا ابا اسحاق ما هذه الركعة فقال وتر انام عليه قال عمرو وقد كرت ذلك لمد صعب بن سعد فقال كان يؤترب ركعة يعنى سعدا. رواه الطحاوي واسناداه حسن. (آثار السنن: ۶۰۵)

☆ ☆ عبد اللہ بن سلمہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی امامت کرائی، جب انہوں نے سلام پھیرا تو مسجد کے ایک کونہ میں ہو کر ایک رکعت پڑھی، میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو اسحاق! یہ ایک رکعت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وتر ہیں، میں پڑھ کر سو جاتا ہوں، عمرو بن مرہ (جو کہ عبد اللہ بن سلمہ کے اس حدیث میں شاگرد ہیں) نے کہا: میں نے یہ بات حضرت سعد کے بیٹے مصعب سے بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت پڑھتے تھے۔ اے طحاوی (۱۷۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن خزيمة قال ثنا عبد الله بن رجاء قال ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۵۳)

وعن عبد الله بن ثعلبة بن صغبر رضي الله عنه وكان النبي ﷺ قد مسح وجهه من الفتح أنه رأى سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه وكان سعد قد شهد بدرا مع النبي ﷺ يؤتربوا جديا بعد

صَلَاةُ الْعِشَاءِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ. (آثار السنن: ۶۰۶)

☆☆ (سیدنا) عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرے پر نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ہاتھ مبارک پھیرا تھا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ رات کے درمیان (تہجد کے لیے) کھڑے ہونے تک اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے بیہقی نے معرفۃ السنن (۵۴۵۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان حضرات نے پہلے پڑھی گئی دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت کو ملا رادویوں نے رکعت واحدہ سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ نبی ﷺ کا صرف ایک وتر پڑھنا صراحتاً کسی بھی قولی یا فعلی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ ۶۴۳ھ فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي رَوَايَاتِ الْوُتْرِ مَعَ كَثْرَتِهَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ تَرْبُ رَكْعَةٍ لِحَسَبِ. (تلخیص الحبیر: ۲/۱۵)
وتر کی احادیث کی کثرت کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی (مرفوع) حدیث میں آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے وتر صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

بعض حضرات نے وتر کی ایک رکعت ہونے پر اس قولی حدیث استدلال کیا ہے جس میں ”صل رکعت واحدہ“ کے الفاظ آئے ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَعْقِبُ بِأَنَّهُ لَيْسَ صَرِيحًا فِي الْفَصْلِ، فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَرِيدَ بِقَوْلِهِ: صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً أَيْ مِضَافَةً إِلَى رَكْعَتَيْنِ مِمَّا مَضَى. (فتح الباری: ۲/۱۱۰)

یہ استدلال مردود ہے کیوں کہ یہ حدیث صرف ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد صل رکعت واحدہ سے یہ ہو کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

تین رکعات کے قائلین کے دلائل:

اب رکعات وتر کے تین ہونے کے قائلین کے دلائل مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۶)

☆ ☆ ابو سلمہ بن عبد الرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین و طویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔“ اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابی داؤد: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۲، مؤطا مالک: ۳۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن سعيد المقبري عن أبي سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة..... الخ. (صحیح البخاری: ۳۵۶۹)

تاکید:

اس حدیث میں آٹھ رکعات تہجد اور تین وتر پڑھتے کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی احادیث کا ظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ

یہ تین رکعات وتر ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ چنانچہ غالی غیر مقلد مبارکپوری نے بھی مذکورہ حدیث کے الفاظ ”ثم یصلی ثلاثاً“ (کہ آپ ﷺ پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے) کی شرح میں لکھا ہے:

والظاهر انها متصلات. (تحفة الاحوذی: ۱/۲۲۱)

ظاہر یہی ہے کہ یہ تین رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا آيَةَ إِلَّا أُولَى الْأَلْبَابِ فَقَرَأَ هَؤُلَاءِ الْآيَةَ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالشُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَسْتَرُكَعَاتٍ كُلُّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَةَ ثُمَّ أَوْتَرِ بِثَلَاثٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۰۸)

☆ ☆ علی بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے، آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے مسواک کی اور یہ آیات پڑھتے ہوئے وضو کیا: ”إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا آيَةَ إِلَّا أُولَى الْأَلْبَابِ“ (بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے بدلنے میں یقیناً سمجھداروں کے لئے نشانیاں ہیں) یہاں تک کہ آپ نے سورۃ مبارکہ ختم فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان رکعات میں رکوع اور سجود کو لمبا کیا، پھر آپ سلام پھیر کر سو گئے، یہاں تک کہ آپ نے خرائے بھرے، اس طرح تین بار چھ رکعت ادا فرمائیں، ہر بار مسواک اور وضو کرتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ اسے مسلم (۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا واصل بن عبد الأعلى حدثنا محمد بن فضيل عن حصين بن عبد الرحمن عن حبيب بن أبي ثابت عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن عبد الله بن عباس.... الخ.

(صحیح مسلم: ۷۶۳)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتَرُ بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ

الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا أَبَادَا وَدَوَّاسُ نَادَاهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۰۹)

☆☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد کے سوا اصحاب خمسہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲، سنن الترمذی: ۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۰، سنن الدارمی: ۱۶۲۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۵۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۰۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۸۵۷۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن علي الجهضمي قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا يونس بن ابى اسحاق عن ابيه عن سعيد بن جبير عن ابن عباس.... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)
اور صحیح و ثابت ہے۔ اس کے کافی شواہد و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۰)

☆☆ (سیدنا) ابی بزرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ تروں میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ترمذی کے سوا اصحاب خمسہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۱، ابوداؤد: ۱۳۲۳، نسائی: ۱۷۲۹، احمد: ۲۱۱۴۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱، سنن ابی داؤد: ۱۳۲۳، سنن النسائی: ۱۷۲۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۴۱، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۵۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۸، المنشی لابن الجارود: ۲۷۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۵۰۳، صحیح ابن حبان: ۲۳۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۶۶۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال حدثنا ابو حفص الابرار قال حدثنا الاعمش عن طلحة وزبید عن خدر عن سعید بن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ.... الخ.
(سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۱)

یہ حدیث تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوُثْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِقُلْ
يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ هُوَ أَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ وَيَقُولُ يَغْنِي بَعْدَ
التَّسْلِيمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ فَلَا تُأْ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۱)

☆☆ اور انہی (سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ} دوسری رکعت میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ هُوَ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اور سلام آخر ہی میں پھیرتے تھے۔ اور سلام کے بعد تین دفعہ {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ} پڑھتے۔ اسے نسائی (۱۷۰۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائي: ۱۷۰۱، عمل اليوم والليلة لابن السني: ۷۰۶، السنن الكبرى للنسائي: ۳۴۶، ۱۰۵۰۸، عمل اليوم والليلة للنسائي: ۷۴۰۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا يحيى بن موسى قال ابانا عبد العزيز بن خالد قال حدثنا سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن عزرقة عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب... الخ. (سنن النسائي: ۱۷۰۱)

یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ سعید بن ابی عروبة اور قتادہ کی دیگر راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائي: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن نصر المروزی کے ایک غلط، باطل و مردود قول کہ ”ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں۔“ کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں موجود ہیں جن میں تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکور حدیث بھی ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۶۱۱/۲، نیز دیکھئے: عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۱۸۲/۳)

معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز متعدد غیر مقلدین جیسے ابوالاشبال شاغف، احمد مجتبیٰ اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حاشیۃ التعلیقات السلفیہ: ۲/ ۴۹۱، سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۱۷۰۱)

غیر مقلدین کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔

(الحديث کے امتیازی مسائل: ص ۸۸)

مزید برآں غیر مقلد محمد امین نے بھی ہے کہ:

دیگر صحیح دایات سے اس حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہ روایت معنا صحیح و قابل عمل ہے۔

(ملخصاً: سنن النسائی بفوائد الامین ج ۳ ص ۸۰۸ ح: ۱۷۰۲)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ نیز وتر کی ان تین رکعت میں سے دو رکعت کے بعد قعدہ بھی کیا جائے گا اور اس میں تشہد بھی پڑھا جائے گا چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ: "کان يقول في كل ركعتين التحية" رسول اللہ ﷺ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کی تمام نمازوں کا ضابطہ بیان فرما دیا گیا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزَى أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْوُتْرَ فَقَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا ثُمَّ صَوَّتَهُ بِالثَّالِثَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالنَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۲)

☆☆ (سیدنا) عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ} دوسری رکعت میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} تلاوت فرمائی۔ اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ} پڑھا اور تیسری بار اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ اسے طحاوی (۱۷۳۵)، احمد (۱۵۳۵۸)، عبد بن حمید اور نسائی (۱۷۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۷۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۳۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۴۶، مشکاة: ۱۲۷۵

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال ثنا ابو المطرف بن ابی الوزير قال ثنا محمد بن طلحة عن زبيد عن ذر عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابی عن ابیه..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵)
یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۵۴۵ھ نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک: ۱۰۰۹) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۷۸ھ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المستدرک مع تلخیص الذہبی: ۱۰۰۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رَكْعَتَي الْوُثْرِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُونَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۳)
☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اسے نسائی (۱۶۹۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۶۹۸، مؤطا امام محمد: ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۰۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۶۶۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۹۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۱۴
اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا سعيد عن قتادة عن زرارة بن اوفى عن سعد بن هشام ان عائشة رضي الله عنها حدثته..... الخ. (سنن النسائی: ۱۶۹۸)
یہ حدیث حسن درجہ کی ہے جبکہ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ المحتاج: ۱/۴۰۵ بحوالہ تعلیق علی النسائی: ۱۶۹۹) ولہ شواہد۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تین رکعات کے بعد پھیرتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں

وضاحت ہے۔ نیز مستدرک حاکم (۱۱۴۰) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ:

وهذا وتر امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه اخذاه اهل المدينة.

(المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۰)

اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وتر پڑھنے کا طریقہ بھی یہی تھا اور ان ہی سے اہل مدینہ نے یہ طریقہ حاصل کیا۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ أَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ يُعْتَبَرُ بِهِ. (آثار السنن: ۶۱۴)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے، پھر دو رکعت پڑھتے، پھر ان سے لمبی دو رکعت ادا فرماتے، پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، آپ ان کے درمیان فاصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۲۲۳) نے قابل اعتبار سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا محمد يعني ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة..... الخ. (مسند الامام احمد: ۲۵۲۲۳)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِكُمُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ قَالَتْ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَبِسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرَةً وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُؤْتِرُ بِأَكْثَرٍ مِنْ ثَلَاثٍ عَشْرَةً وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۵)

☆ ☆ عبد اللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کہ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعت۔

اور آپ ﷺ (عموماً) تیرہ رکعات سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۱۵۹)، ابوداؤد (۱۳۶۲) اور طحاوی (۱۶۹۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹، سنن ابی داود: ۱۳۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۰۴، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۱۸، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر للرموزی: ج ۱ ص ۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۶۷۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الرحمن عن معاوية عن عبد الله بن ابي قيس قال سألت عائشة..... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی، شعیب ارناؤط وغیرہم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۹۶، سنن ابی داود بتحقیق البانی: ۱۳۶۲، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۱۵۹)

فائدہ:

اس حدیث سے مختلف احادیث میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے سات رکعات پڑھی تو وہاں چار نفل اور تین وتر ہوتی، اور جہاں گیارہ پڑھی وہاں آٹھ نفل اور تین وتر ہوتی اور جہاں تیرہ پڑھی وہاں دس نفل اور تین وتر ہوتی۔ لہذا وتر تین رکعات ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرِّجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَمَّ الْمُؤْمِنِينَ بِأَبِي شَيْبٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۱۶)

☆ عبد العزیز بن جرّج نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس سورۃ کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ”آپ ﷺ پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} دوسری میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} اور معوذتین تلاوت فرماتے تھے۔“ اسے احمد (۲۵۹۰۶) اور نسائی کے سوا اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۳، ابوداؤد: ۱۴۲۳، ترمذی: ۴۶۳)

نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳، سنن ابی داود: ۱۳۲۳، سنن الترمذی: ۴۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۷۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۹۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۵۳، شرح السنۃ للبخاری: ۹۷۴۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مسلمة عن خصيف عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة.... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶)

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ. رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۱۱۷)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} دوسری میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ} اور قائل {أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ} تلاوت فرماتے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۶) اور طحاوی (۱۶۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۳۴، ۳۹۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۹۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۵۵۳، شرح السنۃ للبخاری: ۹۷۴۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن اسماعيل الترمذي ثنا ابن ابی مريم ثنا يحيى بن ايوب عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها... الخ. (سنن الدارقطنی: ۱۱۷۶)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ عُمَرَ قَالَ دَفَنَّا أَبَاهُكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنِّي لَمْ أُؤْتِرْ فَقَامَ وَصَفَّفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِ هِنٍّ. أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ

وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۸)

☆ ☆ مسور بن مخرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ ہم نے (سیدنا) ابوبکر رضی اللہ عنہ کورات کو دفن کیا تو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ چنانچہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی اور انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے اور سلام آخر میں ہی پھیرا۔ اسے طحاوی (۱۷۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا يحيى بن سليمان الجعفي قال انا ابن وهب قال اخبرني عمرو عن ابن ابی هلال عن ابن السباق عن المسور بن مخرمة.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۲)

یہ حدیث بلاغبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الْوُتْرُ ثَلَاثُ كَوْتَرِ النَّهَارِ صَلَوةُ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۹)

☆ ☆ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”وتر تین رکعت ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز ہے۔“ اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۸۱۲، السنن الصغیر للبیہقی:

۷۸۰، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة الصالح: ج ۳ ص ۹۴۰، الجوهر النقی: ج ۳ ص ۳۰۔

اور صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بشر الرقی قال ثنا شجاع عن سليمان بن مهران عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلَّى بِي أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْوُتْرَ وَأَنَا عَنْ يَمِينِهِ وَأُمُّ وَلَدِي خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّهُنَّ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِي. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۶۲۰)

☆ ☆ ثابت نے کہا: (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے مجھے تین رکعت وتر پڑھائے جبکہ میں ان کے دائیں طرف تھا اور ان کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی، انہوں نے صرف آخر میں ہی سلام پھیرا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ مجھے وتر کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۴۷، اور ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال ثنا ثابت..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۷)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ أَبِي خَالِدَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوُثْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوُثْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا نَقْرُءُ فِي الثَّالِثَةِ فَهَذَا وَثْرُ اللَّيْلِ وَهَذَا وَثْرُ النَّهَارِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۲۱)

☆ ☆ ابو خالدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو العالیہ (رحمہ اللہ) سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ”ہمیں محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں مگر یہ کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں تو یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر ہیں۔“ اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر قال ثنا ابو داود قال ثنا ابو خلدَةَ قال سألت ابا العالِية..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَأَيْنَا أَنَا سَامُنْدُ أَدْرَكْنَا يُؤْتِرُونَ بِغَلَاظٍ وَإِنْ كُنَّا لَوَاسِعُ وَأَزْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۲۲)

☆ ☆ قاسم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ”ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور بلاشبہ ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔“ اسے بخاری (۹۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر لحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني عبد الله بن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث ان عبد الرحمن بن القاسم حدثه عن ابيه..... الخ. (صحيح البخاري: ٩٩٣)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روایات میں وتر کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور صرف ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور ان میں دونوں طرح گنجائش ہے۔ مگر واضح رہے کہ افضل یہی ہے کہ وُتروں کو ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کیا جائے اکثر امت کا عمل اسی پر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَخَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَشِيخَةٍ سِوَاهُمْ أَهْلُ فِقْهِ وَصَلَاحٍ وَفَضْلٍ وَرُبَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ فَأَخَذَ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا فَكَانَ مَعًا وَعَيْنُ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصَّفَةِ أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۲۴)

☆ ☆ ابو الزناد (رحمہ اللہ) نے ساتوں حضرات یعنی سعید بن مسیب رحمہ اللہ، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، قاسم بن محمد رحمہ اللہ، ابوبکر بن عبد الرحمن رحمہ اللہ، خارجہ بن زید رحمہ اللہ، عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے ان کے علاوہ فقیہ، اہل صلاح و فضل والے اور کئی شیوخ سے روایت کی، اور کبھی وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو ان میں سے اکثریت اور بڑا اوقات بہترین رائے والے شخص کے قول پر عمل کیا جاتا تو جو باتیں میں نے ان حضرات سے مذکورہ طریقہ کے مطابق اخذ کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو العوام محمد بن عبد الله بن عبد الجبار المرادي قال ثنا خالد بن نزار الایلی قال ثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيه..... الخ. (شرح معالی الآثار للطحاوی: ۱۷۵۸)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْهُ قَالَ أَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوُثْرَ بِالْمَدِينَةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.
رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۲۴)

☆ ☆ انہی کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کرام رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین رکعت وتر کو برقرار رکھا بایں طور پر کہ سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

وقد حدثنا ربيع المؤذن قال ثنا ابن وهب قال اخبرني ابن ابي الزناد عن ابيه... الخ.
(طحاوی: ۱۷۵۷)

{ وتر واجب ہیں }

۲۹۳۔ يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةً فَذَكَرَ الْوُثْرَ.

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو یعفر و قدان العبدی الکوفی رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۶۹۴، تقریب: ۷۴۱۳)

فائدہ:

اس حدیث کے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں کیونکہ زیادتی مزید علیہ کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور مکرم ﷺ ہی کی طرف سے عدم مواظبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدة القاری للعینی: ۸۹۹)

وتروں کے واجب ہونے پر چند مزید دلائل:

وتروں کے واجب ہونے پر چند مزید دلائل دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرَا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۵۷۹)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ۔“ اسے شیخین (بخاری: ۹۹۸، مسلم: ۷۵۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۸، صحیح مسلم: ۷۵۱، سنن ابی داود: ۱۴۳۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۱۰، مسند البزار: ۵۴۱۵، مختصر قیام اللیل للرموزی: ج ۱ ص ۳۰۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۸۲، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۶، فوائد تمام للرازی: ۶۱۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۲۸، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۸۶

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيد الله حدثني نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما عن النبي ﷺ..... الخ. (صحیح البخاری: ۹۹۸)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوُتْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۸۰)

☆ ☆ انہی (سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”صبح (طلوع فجر) سے پہلے وتر پڑھ لو۔“ اسے مسلم (۷۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۵۰، سنن ابی داود: ۱۴۳۶، سنن الترمذی: ۴۶۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۹۵۴، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۸۷، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۲۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۴۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۳۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۳۶۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۱۷۰۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا هارون بن معروف وسريج بن يونس وابو كريب جميعا عن ابن ابي رائدة اخبرني عاصم

الاحول عن عبد الله بن شقيق عن ابن عمر..... الخ. (صحيح مسلم: ٤٥٠)

فائدہ:

اس سے وتر کے وقت کی انتہا اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا
الْبُخَارِيَّ. (آثار السنن: ٥٨١)

☆ ☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”طلوع فجر سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔“ اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت (مسلم: ٤٥٣، ابن ماجہ: ١١٨٩، ترمذی: ٣٦٨، نسائی: ١٦٨٣، احمد: ١١٠٩٤) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ٤٥٣، سنن ابن ماجہ: ١١٨٩، سنن النسائی: ١٦٨٣، سنن الترمذی: ١٦٨٣، مسند ابی داود الطیالسی: ٢٢٤٤، مصنف عبد الرزاق: ٢٥٨٩، مصنف ابن ابی شیبہ: ٦٤٦٤، مسند الامام احمد بن حنبل: ١١٠٩٤، سنن الدارمی: ١٦٢٩، مسند البزار: ٨ اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا عبد الاعلى بن عبد الاعلى عن معمر بن يحيى بن ابي كثير عن
ابي نضرة عن ابي سعيد..... الخ. (صحيح مسلم: ٤٥٣)

فائدہ:

اس حدیث سے بھی وتر کے وقت کی انتہا اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ
وَمَنْ طَمَعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِرْ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ. رَوَاهُ
مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ٥٨٢)

☆ ☆ (سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کو یہ اندیشہ ہو کہ آخری رات میں وہ اٹھ نہ سکے گا (یعنی سوتا رہ جائے گا) تو اس کو چاہئے کہ رات کے شروع ہی میں (یعنی عشاء کے ساتھ ہی) وتر پڑھ لے، اور جس کو اس کی پوری امید ہو کہ وہ (تہجد کے لئے) آخر شب میں اٹھ جائے گا تو اس کو چاہئے

کہ وہ آخر شب ہی میں (یعنی تہجد کے بعد) وتر پڑھے، اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں، اور وہ وقت بڑی فضیلت کا ہے۔“ اسے مسلم (۷۵۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۵۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۲۷۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۷۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۳۷، مشکاة المصابیح: ۱۲۶۰، بلوغ المرام من ادلة الاحکام: ۳۸۵، صحیح مسلم: ۷۵۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۲۷۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ۱۷۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۳۷، مشکاة المصابیح: ۱۲۶۰، بلوغ المرام من ادلة الاحکام: ۳۸۵۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا حفص و ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال..... الخ۔ (صحیح مسلم: ۷۵۵)

فائدہ:

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ وتر کا بہتر وقت تو آخر شب ہے مگر اول شب میں بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ اور دوسرا اس حدیث کا طرز بیان وتر کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر چھوڑے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اول شب یا آخر شب میں پڑھنا ضروری ہے اور یہی معنی وجوب کے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوُتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُؤْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۵۸۴)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”وتر حق (یعنی امر ثابت و لازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (یعنی امر ثابت و لازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (یعنی امر ثابت و لازم) ہے، جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔“ اسے ابوداؤد (۱۴۱۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۱۴۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان

و کتاب الوتر للمروزی: ج ۱ ص ۲۶۸، لکنی والاسماء للداودی: ۱۷۳۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۳۴۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۴۹، معریۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۲۷۲، الکفایہ فی علم الروایۃ: ج ۱ ص ۴۱۸، مشکاة الصالح: ۱۲۷۸، سنن ابی داود: ۱۴۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر للمروزی: ج ۱ ص ۲۶۸، لکنی والاسماء للداودی: ۱۷۳۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۳۴۳۔

اور اسے امام ابوداود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن المثنی حدثنا ابو اسحاق الطالقانی حدثنا الفضل بن موسی عن عبید اللہ بن عبد اللہ

العتکی عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ.... الخ۔ (سنن ابی داود: ۱۴۱۹)

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۴۰۵ فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیح۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۷)

ثقة بالا جماع امام، امام ابو محمد محمود بن احمد یعنی رحمہ اللہ ص ۸۵۵ فرماتے ہیں:

هذا حدیث صحیح۔ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (عمدة القاری: ۸۹۹)

نیز احناف کے مخالفین میں سے شعیب ارناؤط وغیرہ نے اس حدیث کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تعلیق مسند الامام

احمد بن حنبل: ۲۳۰۱۹) مخالفین احناف کا اسے حسن لغیرہ تسلیم کرنا بھی بڑی غنیمت کی بات ہے۔

اس حدیث کی سند کے ایک راوی ”امام ابو المنیب عبید اللہ بن عبد اللہ العتکی المروزی السنخی رحمہ اللہ“ سنن ابی داود، سنن

نسائی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ کے ثقہ و صدوق راوی ہیں ان پر بعض حضرات کی طرف سے کی جانے والی جروح و اتعات غیر مفسر، غیر مبین

السبب ہونے کی وجہ سے مرد ہیں۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۴۰۵ فرماتے ہیں:

وابو المنیب العتکی مروزی ثقة۔ (المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۷)

کہ ابو المنیب عتکی مروزی رحمہ اللہ ”ثقة“ ہیں۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ص ۲۳۳ کہتے ہیں: ثقة۔ (تاریخ ابن معین روایۃ الداری: ۴۷۹۴)

کہ یہ ثقة ہیں۔

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صالح الحدیث۔ (المجرح والتعديل: ۱۵۲۹)

کہ یہ ”صالح الحدیث“ ہیں۔

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ ص ۳۶۵ فرماتے ہیں: وہو عندی لا بأس بہ۔ (الکامل: ۱۱۶۱)

کہ ابو منیب میں میرے نزدیک کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۵۷۲ھ فرماتے ہیں: لیس بہ ہأس۔ (تہذیب التہذیب: ۵۴)
کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

فائدہ:

اس صحیح و صریح حدیث سے وتر کا وجوب صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى زَادَكُمْ صَلَوةً وَهِيَ الْوُتْرُ. رَوَاهُ الظَّهْرَانِيُّ فِي مُسْنَدِ الشَّامِيِّينَ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي الذِّيَايَةِ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

(آثار السنن: ۵۸۴)

☆ ☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔ اسے طبرانی نے مسند الشامیین (۲۸۴۸) میں روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان بن احمد ثنا العباس بن الوليد الخلال الدمشقي ثنا مروان بن محمد ثنا معاوية بن سلام عن يحيى بن ابي كثير عن ابي نضرة عن ابي سعيد.... الخ۔ (مسند الشامیین: ۲۸۴۸)

فائدہ:

اس حدیث کے طرز بیان سے بھی وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ ما قبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ زیادتی مزید علیہ کی جنس ہے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور مکرم ﷺ ہی کی طرف سے عدم مواظبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے۔ (عمدة القاری للعینی: ۸۹۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجُشَّامِيِّ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَقَالَ إِنَّ أَبَاطِرَةَ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَوةً وَهِيَ الْوُتْرُ فَصَلُّوها قِيَامًا بَيْنَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَوةِ الْفَجْرِ قَالَ أَبُو تَمِيمٍ فَأَخَذَ بِبِدَائِي أَبُو ذَرٍّ فَسَارَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَى أَبِي بَصْرَةَ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

يَقُولُ مَا قَالَ عَمْرُو قَالَ أَبُو بَصْرَةَ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبْرَانِيُّ
وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۸۵)

☆ ☆ ابو تمیم جیشانی سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا کہ (سیدنا) ابو بصرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے پس تم اسے عشاء اور صبح کی نمازوں کے درمیان پڑھا کرو۔ ابو تمیم کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابو ذر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں ابو بصرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ مضمون خود تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو عمرو بن العاص نے بیان کیا۔ اس پر ابو بصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خود میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اسے احمد (۲۳۸۵۱)، حاکم (۶۵۱۳) اور طبرانی (۲۱۶۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علي بن اسحاق حدثنا عبد الله يعني ابن المبارك اخبرنا سعيد بن يزيد حدثني ابن هبيرة
عن ابي تميم الجيشاني.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۸۵۱)
یہ حدیث بلحاظ سند تغلیباً بخاری کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تعلیق مسند الامام احمد: ۲۳۸۵۱)

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ نَامَ عَنْ وَثْرَةٍ أَوْ نَسِيَهُ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ
أَوْ ذَكَرَهُ. رَوَاهُ الدَّارِ قُطْنِيُّ وَآخَرُونَ وَأَسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۸۶)
☆ ☆ (سیدنا) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے وتر پڑھنے سے سو جائے (اور نہ پڑھ سکے) یا بھول جائے تو جب صبح کرے یا جب یاد آئے تو پڑھ لے۔" اسے دارقطنی (۱۶۳۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدار قطنی: ۱۶۳۷، سنن ابی داؤد: ۱۳۳۱، سنن الترمذی: ۴۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم
۱۱۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۱۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۵۸، معرۃ السنن والاثار للبیہقی: ۵۳۱۶۔
اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن صاعد ثنا محمد بن عوف بن سفيان الطائي ثنا عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار ابو غسان محمد بن مطرف عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد.... الخ.

(سنن الدار قطنی: ۱۶۶)

یہ حدیث بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۵۰۵ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ص ۸۷ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک مع الخلفیص: ۱۱۲) نیز متعدد غالی غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد بتحقیق الزبیر: ۱۳۳۱، سنن ابی داؤد بتحقیق البانی: ۱۳۳۱)

فائدہ:

اس حدیث میں وتر کی قضا کا حکم ہے جو کہ وتر کے واجب ہونے کی ایک کھلی ہوئی دلیل ہے کیونکہ قضاء سنت اور نفل کی نہیں ہوتی بلکہ واجب یا فرض کی ہوتی ہے۔

{ وتر رات کے کسی بھی حصے میں پڑھے جاسکتے ہیں }

۲۹۳. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ أَحْيَانًا مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَوَسْطِهِ وَآخِرِهِ لِيَتَكُونَ سَعَةً لِلْمُسْلِمِينَ.

سیدنا (ابو مسعود) عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کبھی رات کے ابتدائی حصے میں، کبھی درمیانی حصے میں اور کبھی آخری حصے میں پڑھا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں پر وسعت رہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ج ۱ ص ۴۴ باب ما جاء فی الوتر اول اللیل ووسطہ و آخرہ۔ رقم الحدیث: ۱۶۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام غنمی رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو عبد اللہ الجدل رحمہ اللہ“ سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابی داؤد کے ثقہ راوی

ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۴۷۱، الکاشف: ۶۷۱۱، تقریب: ۸۲۰۷)

فائدہ:

وتروں کے اوقات کے سلسلے میں شفقت کا پہلو کارفرما ہے کہ جس شخص کو جس وقت سہولت ہو، وہ اس وقت اسے ادا کر لے اور اس الجھن میں نہ رہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں پڑھے یا درمیانی حصے میں یا آخری حصے میں، رات کے کسی حصے میں بھی انہیں ادا کیا جاسکتا ہے۔

{ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وتر پڑھنے کا منفرد انداز}

۲۹۵۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُؤْتِرُ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ فَإِذَا قَامَ سَحَرًا أَضَافَ إِلَى وَثْرِهِ رَكْعَةً فَبَلَغَ ذَلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. فَقَالَتْ يَزِيحُ اللَّهُ أَبَاعَبْدِ الرَّحْمَنِ، إِنَّهُ لَيَلْعَبُ بِوَثْرِهِ مَا عَلَيْهِ لَوْ أَوْتَرَ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَإِذَا قَامَ سَحَرًا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فَإِنَّهُ يُصْبِحُ عَلَى وَثْرٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لیا کرتے تھے اور پھر جب سحری کے وقت کھڑے ہوتے تو ان کے ساتھ ایک رکعت مزید ملا لیتے (یعنی پہلے جو طاق عدد رکعتیں پڑھی ہوتیں ان کے ساتھ ایک رکعت مزید شامل کر کے ان کو جفت بنا کر توڑ دیتے)، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے، وہ اپنے وتروں کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ اگر رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھے لیے ہوں تو جب سحری کے وقت انھیں تو دو، دو رکعتیں پڑھتے جائیں تو ان کی صبح وتروں پر ہی ہوئی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للغوارزمی: ج ۱ ص ۳۹۹ رقم الحدیث: ۶۳۹، جامع الآثار: ۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۲۲۲ باب التطوع بعد الوتر۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث شواہد)

۲۹۶۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ سَالِمًا عَنْ صُنْعِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سالم رحمہ اللہ سے (وتروں کے بارے میں) ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ ان کی اپنی ایک رائے تھی اس بارے میں انہوں نے کسی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔

اس کی سند صحیح ہے۔

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی وتر پڑھنا بھول جائے یہاں تک کہ صبح کی نماز بھی پڑھ لے تو صبح کے بعد وتر نہیں ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۲۳ باب الوتر ما قرء فیہا، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۳۱۸ رقم الحدیث: ۶۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”کہ ہمارے ہاں یہ اثر معمول بہ نہیں ہے وتر ہر حال میں بجز مکروہ اوقات کے پڑھنے ہوں گے، یعنی جس وقت آفتاب طلوع ہو یا دوپہر کے وقت آفتاب کے ڈھلنے کے وقت تک یا آفتاب کے سرخ ہونے تک یہاں تک کہ غروب ہو جائے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔“ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۲۳) لہذا وتروں کی قضا لازم ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے کہ:

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ نَامَ عَنْ وَتْرِهِ أَوْ نَسِيَهِ فَلْيُصَلِّهِ إِذَا أَصْبَحَ أَوْ ذَكَرَهُ. رَوَاهُ الدَّارِ قُطْنِيُّ وَآخَرُونَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۸۶)

☆ ☆ (سیدنا) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اپنے وتر پڑھنے سے سو جائے (اور نہ پڑھ سکے) یا بھول جائے تو جب صبح کرے یا جب یاد آئے تو پڑھ لے۔“ اسے دارقطنی (۱۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدار قطنی: ۱۶۳، سنن ابی داؤد: ۱۴۳۱، سنن الترمذی: ۴۶۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۱۰، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۵۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۳۱۶۔

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن صاعد ثنا محمد بن عوف بن سفيان الطائي ثنا عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار نا ابو غسان محمد بن مطرف عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد..... الخ.

(سنن الدار قطنی: ۱۶۳)

یہ حدیث بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۷ھ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک مع الخلیف: ۱۱۲) نیز متعدد غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی اور ناصر الدین البانی وغیرہ نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ۱۳۳۱، سنن ابی داود بتحقیق البانی: ۱۳۳۱)

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتروں کی قضا کرنی پڑے گی۔

{ دوران سفر فرض اور وتر سواری کی بجائے زمین پر ادا کرنا زیادہ پسندیدہ ہے }

۲۹۹. قَالَ أَبُو يُوسُفَ وَحَدَّثَنِي حُصَيْنٌ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَاحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ تَطَوُّعًا حَيْثُ وَجَّهَتْ فَإِذَا كَانَ الْفَرِيضَةُ وَالْوُتْرُ نَزَلَ فَصَلَّى عَلَى الْأَرْضِ.

امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ سے مکہ تک سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا وہ اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا رخ کسی بھی طرف ہوتا۔ البتہ جب انہوں نے فرض نماز اور وتر پڑھنے ہوتے تو نیچے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۵۱۸، ۸۵۱۷، مؤطا مالک روایۃ الامام محمد: ۲۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۴۵۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوالہدیل حصین بن عبدالرحمن السلمی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۳۵۸، تاریخ الثقات للعلی: ۲۹۸)

۲۔ امام ابوالحجاج مجاہد بن جبر الہمکی القرشی الحوزی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۷۸۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۳۸)

فائدہ:

زیادہ پسندیدہ عمل یہی ہے کہ دوران سفر اپنی سواری پر جس قدر چاہیں نوافل ادا کر لیں مگر جب فرض یا وتر ادا کرنے کا

ارادہ ہو تو سواری سے اتر جائیں اور فرضوں اور وتروں کو زمین پر ادا کریں، عام فقہاء کرام کا یہی مؤقف ہے۔

(موطا مالک رواۃ الامام محمد: ۲۵۲)

{ وتروں میں قرآن کا کوئی حصہ مقرر کر لینا مکروہ ہے }

۳۰۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُثْرِ: اَحْمَدُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اَتُنِّ عَلَیْهِ وَ صَلَّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَ اَدْعُ لِنَفْسِکَ وَ کَانَ یُکْرَهُ اَنْ یُّوَقِّتَ شَیْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے وتر میں قنوت کے بارے میں فرمایا کہ اللہ رب العزت کی حمد و ثناء بیان کرو، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو اور اپنے لیے دعا کرو۔ اور امام ابراہیم رحمہ اللہ وتروں میں قرآن مجید کا کوئی حصہ مقرر کر لینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۰۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ اَکْرَهُ اَنْ اَجْعَلَ فِي الْقُنُوتِ دُعَاءً مَّعْلُومًا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات کو نا پسند کرتا ہوں کہ میں قنوت میں معلوم دعا بنالوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہے }

۳۰۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْقُنُوتِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوعِ فَإِذَا أَرَدْتَ اَنْ تَقْنُتَ کَبَّرْتَ فَإِذَا أَرَدْتَ اَنْ تَرْکَعَ کَبَّرْتَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کہ وتر میں قنوت رمضان اور غیر رمضان میں رکوع سے پہلے ہے اور جب تو قنوت پڑھنا چاہے تو تکبیر کہہ، اور جب رکوع کرنا چاہے تو بھی تکبیر کہہ۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ فِي الْوُتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۴۹۹۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۲۰۰، ۲۰۱، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۳۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۰۳، ۶۹۱۱، اعلاء السنن: ج ۶ ص ۶۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۲۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس حدیث امام نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان امام علقمہ رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱)

فائدہ:

وتر میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا مسنون ہے۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب حدیث سے مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرَّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرَّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرَّكُوعِ شَهْرًا أُرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءَ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مُشْرِكِينَ دُونَ أَوْلِيكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يُدْعَوْنَ عَلَيْهِمْ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السان: ۶۲۸)

☆ ☆ عاصم کا بیان ہے کہ میں نے (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا، قنوت تھا، میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد، انہوں نے کہا، رکوع سے پہلے، عاصم نے کہا فلاں شخص نے مجھے آپ سے بیان کیا کہ آپ نے کہا ہے رکوع کے بعد ہے، تو انہوں نے کہا، اس نے غلط کہا ہے۔ بلاشبہ

رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک مہینہ قنوت پڑھا، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے ستر کے قریب اشخاص کی ایک جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا، مشرکین کی طرف بھیجا، یہ مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن پر آپ نے بدعا کی تھی) ان مشرکین اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھا۔ آپ ان کے خلاف بدعافر ماتے تھے۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۰۰۲، مسلم: ۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۰۲، صحیح مسلم: ۶۷۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۰۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۵۳، فتح الباری لابن رجب: ۱۰۰۲، طرح القریب فی شرح القریب ج ۲ ص ۲۹۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا عبد الواحد بن زياد قال حدثنا عاصم قال سألت انس بن مالك عن القنوت..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۰۰۲)

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْقُنُوتِ بَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغِ مِنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ بَلْ عِنْدَ فَرَاغِ مِنَ الْقِرَاءَةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَغَازِي. (آثار السنن: ۶۲۹)

☆ ☆ عبد العزیز (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے وقت؟ انہوں نے فرمایا کہ: ”(رکوع کے بعد نہیں) بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے وقت ہے۔ اسے بخاری نے کتاب المغازی (۴۰۸۸) میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث حدثنا عبد العزيز عن انس رضي الله عنه..... الخ.

(صحیح البخاری: ۴۰۸۸)

وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۳۰)

☆ ☆ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے تھے تو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے ابن ماجہ (۱۱۸۲) اور نسائی (۱۶۹۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۲، سنن النسائی: ۱۶۹۹، مختصر قیام اللیل للرموزی: ج ۱ ص ۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۵۰۲، عمل

اليوم والليالي للنسائي: ٤٣٣، مختصر الاحكام للطوسي: ٢٢٢، شرح مشكل الآثار للطحاوي: ٥٠١، سنن الدارقطني: ١٦٥٩، السنن الكبرى للبيهقي: ٣٨٦١۔

اور اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علي بن ميمون الرقي قال حدثنا مخلد بن يزيد عن سفیان عن زبيد اليامي عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابزي عن ابيه عن ابي بن كعب.... الخ. (سنن ابن ماجه: ١١٨٢)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام سفیان رحمہ اللہ کی فطر وغیرہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ عبدالرؤف سندھو نے اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ:

اس کو ابن السکن، ابن ترکمانی اور البانی نے صحیح کہا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث پر طویل کلام کیا ہے جس کا مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع سے قبل قنوت کا اضافہ شاذ ہے۔ امام ابوداؤد کا یہ کلام امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔ مگر ابن ترکمانی نے جوہر نقی (٣/ ٣٩، ٤٠) اور البانی نے ارداء الغلیل (٢/ ١٦٤، ١٦٨) میں ان کا رد کیا ہے۔ نیز اس حدیث کے شواہد بھی ہیں اور یہ شواہد ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی حدیثیں ہیں، کیونکہ ان احادیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر میں دعا ہے قبل از رکوع کرتے تھے۔ (القول المقبول: ص ٥٨٩) نیز زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ١١٨٢)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ إِلَّا الْوُثْرَ فَإِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ٦٣١)

☆☆ اسود (رحمہ اللہ) نے کہا کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے سوائے وتر کے کہ وہ اس میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (١٥٠٦) اور طبرانی (٩١٦٦، ٩٣٢٥، ٩٣٣٠) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر قال ثنا ابوداود قال ثنا المسعودي قال ثنا عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه.... الخ. (شرح معالي الآثار للطحاوي: ١٥٠٦)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوُثْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ٦٣٢)

☆☆ علقمہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے (دیگر) صحابہ و تر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۶۹۱۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يزيد بن هارون عن هشام الدستوائي عن حماد عن ابراهيم عن علقمة.... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۱۱)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ عبدالرؤف سندھو نے لکھا ہے کہ:

اسے ابن ترکمانی نے ”جوہر نقی“ (۳/۴۱) میں اور البانی نے ”ارواء الغلیل“ (۲/۱۶۶) میں اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے ”درایہ“ (۱/۱۹۴) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے، اس کی سند حسن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم کی شرط پر بھی ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۹۱)

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوُثْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ فِي كِتَابِ الْاَثَارِ وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۶۴۳)

☆☆ ابراہیم (کنعنی رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ پورا سال وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے محمد بن حسن (رحمہ اللہ) نے کتاب الآثار (۲۱۱) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

کتاب الآثار لمحمد بن الحسن: ۲۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۱، ۴۹۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۶،

اور اسے ثقہ بالا جماع محدث و فقیہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم ابن ابن مسعود رضي الله عنه.... الخ (کتاب الآثار: ۲۱۱)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے واضح ہے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنا مسنون ہے۔ باقی جن احادیث میں قنوت رکوع کے بعد پڑھنا مذکور ہے ان احادیث کا تعلق قنوت نازلہ (جو مصیبت کے وقت صبح کی نماز میں پڑھی جاتی ہے۔) سے ہے قنوت وتر سے نہیں۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ڈاکٹر شفیق الرحمان، عبدالرؤف سندھو اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی لکھا ہے کہ: مگر ان حدیثوں سے اس مسئلے کیلئے

دلیل لینا محل نظر ہے کیوں کہ ان کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے قنوت وتر سے نہیں۔ قنوت وتر میں رسول اللہ ﷺ سے دعاء قبل از رکوع ثابت ہے۔ (نماز نبوی: ص ۲۳۶، القول المقبول: ص ۵۸۸، ارواء الغلیل: ۲/ ۱۶۳)

{ قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہی جائے }

۳۰۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةُ صَنَعَهُنَّ النَّاسُ التَّسْلِيمُ فِي سَجْدَتِي السَّهْوِ وَفِي الْجَنَازَةِ وَالتَّكْبِيرُ فِي الْقُنُوتِ فِي الْوُثْرِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین کام لوگ کریں گے۔ سجود سہو کے درمیان اور جنازہ میں سلام، اور وُثْر میں قنوت پڑھتے وقت تکبیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ وُثْر میں دعائے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ بھی اٹھائے جائیں }

۳۰۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْيَدَانِ فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَافْتِتَاحِ الْقُنُوتِ فِي الْوُثْرِ وَفِي الْعِيدَيْنِ وَعِنْدَ اسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَعَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ وَعِنْدَ الْجُمُعَتَيْنِ.

ابراہیم نخعی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں، نماز کے شروع میں، وتر میں دعائے قنوت کے شروع میں، عیدین میں، حجر اسود کے استلام کے وقت، صفا اور مروہ پر، مزدلفہ، عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد ٹھہرنے کے وقت۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار لابن جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الملک الطحاوی: ۳۸۲۵، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۳۰۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ثقہ

تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۹۸۲، تاریخ الثقات معجمی: ۷۲۶)

فائدہ:

وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا تواتر سے ثابت ہے جس کی تائید درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے۔
عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي آخِرِ رُكْعَةٍ مِنَ الْوُتْرِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ..... الخ. (آثار السنن: ۱۳۵)
☆ ☆ اسود (رحمہ اللہ) سے مروی ہے کہ (یدنا) عبد اللہ رضی اللہ عنہ وتر کی آخری کی رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} تلاوت فرماتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔۔۔۔۔ الخ۔
امام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر الازدی ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة عن ليث عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه..... الخ. (المعجم الكبير للطبرانی: ۹۲۵)

اس حدیث کا ایک راوی ”لیث بن ابی سلیم“ روایت حدیث میں ضعیف ہے۔ مگر یہ حدیث دیگر صحیح روایات سے مؤید ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا ابتدائی کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مصنف ابن ابی شیبہ (۶۹۱) میں بسند صحیح مروی ہے۔

اسی طرح لیث بن ابی سلیم کی مذکورہ حدیث کا یہ مضمون کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت میں رفع یدین بھی کرتے تھے، عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور اجماع امت سے مؤید ہے چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ وہ بھی قنوت کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ: ۲/۲۱۲، ۳/۴۱)

احناف کے مخالفین میں سے محب اللہ راشدی نے بھی لکھا ہے:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے وتر میں ہاتھ اٹھانے کے آثار ہیں۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۴۱۲)

عبد الجبار غزنوی نے بھی لکھا ہے کہ:

دعاء قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ غزنویہ: ۵۱، فتاویٰ علمائے حدیث: ۲۸۳/۴)

ثقہ و صدوق محقق امام زلیعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا تواتر (عملی۔ ن) سے ثابت ہے۔ (نصب الراية: ۱/۳۹۱)

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

واما التكبير في القنوت في الوتر فانها تكبيرة زائدة في تلك الصلاة وقد اجمع الذين يقننون

قبل الركوع على الرفع معها. (شرح معاني الآثار للطحاوی: ۱/۴۵۵)

وتر میں دعائے قنوت کی تکبیر اس نماز (وتر) کی زائد تکبیر ہے، اور وہ حضرات (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ) جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، ان سب کا اجماع ہے کہ تکبیر کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔

الغرض روایات صحیحہ اور اجماع امت سے مؤید ہونے کی وجہ سے لیث کی مذکورہ روایت کا مضمون صحیح ہے۔

{ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھنے سے منع کرتے تھے }

۲۰۶. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِرُكْعَةٍ وَاحِدَةٍ فَتَهَاةُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ تُؤَرِّثُ الْجَدَّاتِ!! أَفَلَا تُؤَرِّثُ الْحَوَاءَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خود ادایوں کو وارث قرار دیتے ہیں، تو آپ حضرت حواء رضی عنہا کو وارث کیوں نہیں قرار دیتے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ آپ ﷺ عام طور پر آٹھ رکعات تہجد پڑھتے تھے }

۲۰۷. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةَ إِلَى الْفَجْرِ قِيَامَيْنِ ذَلِكَ ثَمَانِي رُكْعَاتٍ وَيُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ (عام طور پر) عشاء اور فجر کے درمیان آٹھ رکعات (نفل)، تین وتر اور فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۰۰ باب الصلاة تطوعا، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۱۹۶، جامع الآثار: ۵۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد کثیر)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الباقر رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ”ثقة فاضل“ راوی ہیں۔ (تقریب: ۶۱۵۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ عام طور پر تہجد کی نماز آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس مقام پر دو مسئلے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔

- ۱۔ نماز تہجد و تراویح الگ الگ نمازیں ہیں یا ایک ہی نماز کے دو نام ہیں؟
- ۱۔ وتر کی کتنی رکعات ہیں؟

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں ج ۹ داگانہ نمازیں ہیں۔ جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاوے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔ یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید محققین جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبد اللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں، اوچونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتویٰ کے خلاف اواز اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی، چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبد اللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا، قاموس میں ہے: تہجد استيقظ انتہی۔

(اہل حدیث کا مذہب: ص ۹۶، رسائل ثنائیہ: ص ۸۸)

فریق مخالف جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبد اللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے

ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعویٰ پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر مخالفین کے متحققین کس دلیل کی بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلواریں بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ”مشتے نمونہ از خردارے“ صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱)۔ تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قیام اللیل فهو غیر قیام رمضان۔ (نزل الابرار: ص ۴۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲)۔ تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۶/۲۵۱)

فریق مخالف کے متحقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۳۱)

فریق مخالف کے متحقق صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ (تفسیری حواشی

قرآن مجید: ص ۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ستائیسویں

شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱/۱۹۵، ترمذی: ۱/۹۹)

(۳)۔ تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔

(جامع الرموز: ۱/۱۹۵، المغنی لابن قدامہ: ۱/۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴)۔ نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے

ہے۔ (نیل الاوطار: ۵۷/۳) لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵)۔ نماز تہجد کی مشروعیت جس قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ومن الليل فتہجد به نافلة لك“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹) اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”قم الليل الا قليلا“ (سورۃ المزمل: ۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ (ترجمہ جو ناگزہی غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے متحقق صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء

پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (تفسیری حواشی: ص ۱۶۴۴)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسنت لكم قيامه“.

(سنن النسائی: ۱/۴۴۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے

لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله قد افترض عليكم رمضان وانا آمركم بقيامه. (طبقات المحدثين باصبهان: ۴/۴۴۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کو فرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا

حکم دیتا ہوں۔

(۶)۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا

اظہار کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن تہجد کی فرضیت اس سے

پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”ان الله عز وجل افترض قيام الليل في اول هذه السورة فقام نبي الله ﷺ واصحابه حولا

وامسك الله تعالى خاتمها اثني عشر شهرا في السماء حتى انزل الله في آخر هذه السورة

التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد الفريضة.“ (صحيح مسلم: ۱/۲۵۶، كتاب القراءة

للبيهقي: (ص ۲)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (الزلزلہ) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روک رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفل جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ الزلزلہ کی ہے) منسوخ ہو چکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی ﷺ نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۷)۔ آنحضرت ﷺ، صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکل ندیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ ﷺ نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان فحسب فقمت الى جنبه وجاء رجل فقا ايضا حتى كنا رهطا، فلما احسن النبي ﷺ انا خلفه جعل يتجوز في الصلاة ثم دخل رحله فصل صلاة لا يصليها عندنا. (صحيح مسلم: ۱/۲۵۲)

رسول اللہ ﷺ (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔

اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل فی حجرته“ (بخاری: ۱/۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ”فصلی صلاة لا یصلیہا عندنا“ بھی صراحتاً اس پر دلالت ہیں کہ آپ ﷺ نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز نماز تہجد تھی جبکہ آپ ﷺ نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

”زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسئ عندنا وافطر ثم قام بنا تلك الليلة واورتر بنا ثم انحدروا الى مسجده فصلى باصحابه حتى اذا بقى الوتر قدم رجل فقال اورتر باصحابك فانی سمعت رسول الله ﷺ یقول لا وتران فی لیلة.“ (سنن ابی داود: ۱/۴۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور ہمیں روزہ اقطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تصلوا صلاة فی یوم مرتین۔ (سنن ابی داود: ۱/۸۶)

ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج ۱ ص ۳۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے: رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبدالسلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔ (نتائج التقلید: ص ۲۹ بحوالہ خزائن السنن: ج ۳ ص ۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعویٰ کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو یکھ کر لوگوں سے فرمایا:

”والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون“۔ (بخاری: ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

معنی اس قول کے یہ ہیں:

جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔ (الرائی النجیح: ص ۷)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وما قاله عمر رضي الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول على غيرهم لا عليهم اذ انهم رضي الله

عنهم جمعوا بين الفضيلتين من قيام اول الليل و آخره“۔ (المدخل: ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغائرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح بخاری“ میں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی ”سنن“ میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”بلوغ الرام“ میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ غیر مقلدین کی کتب ”صلاة الرسول“ وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

نیجوری شرح شمائل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیاء لابن منہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ”الرائی النجیح“ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی صاحب کی ”رکعات التراويح“ اور مولانا حافظ ظہور احمد حسینی حفظہ اللہ کی ”رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ“ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

رکعات وتر اور اختلاف مذاہب:

وتر کی رکعات کتنی ہیں؟ اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف پایا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر تین رکعت

ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (دیکھئے: مؤطا مالک: ص ۴۴، احکام الاحکام لابن دقین العید: ج ۱ ص ۹۵)۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک درست ہیں۔

وتر کی روایات میں تطبیق:

رکعات وتر کے متعلق روایات مختلف پائی جاتی ہیں بعض روایات میں تیرہ، بعض میں سترہ، بعض میں گیارہ، بعض میں نو رکعات اور بعض میں سات رکعات کا ذکر ملتا ہے۔ اہلسنت الجماعت احناف کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے وتر نفل تھے اور عموماً تہجد کی نماز کے ساتھ ہی پڑھے جاتے تھے اس لیے تہجد اور وتر کو ملا کر ہی بیان کر دیا جاتا تھا کہ آپ ﷺ نے گیارہ یا تیرہ، یا نو (مع تہجد) پڑھے۔ مگر بعد میں وتر واجب ہو گئے تھے جیسا کہ اس پر دلائل ہم آگے جا کر نقل کرنے والے ہیں۔

جن روایات میں گیارہ سے زائد رکعات پڑھنے کا ذکر ہے ان روایات کی شوافع اور حنابلہ کی طرف سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ یہاں پوری صلوٰۃ اللیل مراد ہے جو آخر میں طاق عدد (وتر) پر مشتمل ہے یعنی ان میں تین رکعتیں و تروں کی ہیں اور آٹھ رکعتیں تہجد کی، اور کبھی تہجد سے پہلے دو ہلکی رکعات، اور دو رکعت نفل وتر کے بعد اور دو رکعت فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ جو توجیہ شوافع اور حنابلہ نے تیرہ اور سترہ رکعات والی احادیث میں کی ہے وہی توجیہ ہم پانچ، سات، نو اور گیارہ رکعات والی احادیث میں کرتے ہیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کے ساتھ تین رکعات وتر توکل گیارہ رکعات بنیں کسی راوی نے اس کو مکمل نقل کر دیا اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات کو اور و تروں کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کیا تو تیرہ رکعات ہوئیں، اور بعض راویوں نے شروع کی دو ہلکی رکعات اور وتر کے بعد کے دو نفلوں کو ساقط کرنے کے ساتھ ساتھ فجر کی دو سنتوں کو بھی ساقط کر دیا تو انہوں نے گیارہ رکعات کہہ دیا۔ پھر آخر عمر میں جب آنحضرت ﷺ نے کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تو آپ ﷺ نے بعض دفعہ تہجد کی چھ رکعات پڑھیں اور وتر کی تین رکعات ان کے ساتھ ملا کر کل نو رکعتیں ہو گئیں بعض راویوں نے اس زمانہ کا عمل نقل کر دیا اور نو رکعات کہہ دیں۔ اور پھر بعض دفعہ آپ ﷺ نے مزید کی اور تہجد کی صرف چار رکعتیں پڑھیں، اس زمانے کے عمل کو بعض راویوں سات رکعات کہہ کر بیان کر دیا۔

مختصر یہ کہ ایتار کا لفظ صرف صلوٰۃ الوتر پڑھنے پر بھی بولا گیا ہے اور پوری صلوٰۃ اللیل جو آخر میں طاق عدد والی نماز یعنی وتر پر مشتمل ہو پر بھی بولا گیا ہے۔

تین سے زائد یا کم رکعات وتر کے قائلین کی مستدل روایات:

تین رکعات کے قائلین کے دلائل ہم بعد میں نقل کریں گے، پہلے ان حضرات کی مستدل روایات کو مع تحقیق ذکر کرتے ہیں جو تین سے زائد یا کم رکعات وتر کے قائل ہیں۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَكَتُ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُنْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۵۸۷)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رات گزاری، رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی، آپ تشریف لائے تو چار رکعت دفرمائیں، پھر آپ سو گئے، پھر نماز کیلئے کھڑے ہو گئے تو میں آیا، آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کر دیا، آپ نے پانچ رکعت ادا فرمائیں، پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ میں نے آپ کے کھراٹے سنے، پھر آپ نماز کیلئے تشریف لے گئے۔ اسے بخاری (۶۹۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۹۷، مسند ابن الجعد: ۱۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹، سنن ابی داود: ۱۳۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۱۶۹ اور لمحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحكم قال سمعت سعيد بن جبیر عن ابن عباس رضي الله عنهما..... الخ. (صحيح البخاری: ۶۹۷)

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ حَتَّى صَلَّى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ بِخَمْسٍ وَلَمْ يَجْلِسَ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي إِسْنَادِهِ لِيْنٌ. (آثار السنن: ۵۸۸)

☆ ☆ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا کہ آپ نے دو رکعتیں ادا فرمائیں یہاں تک کہ آپ نے آٹھ رکعت ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔ اسے ابو داود (۱۳۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قدرے کمزور ہے۔

اسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا قتيبة حدثنا عبد العزيز بن محمد عن عبد المجيد عن يحيى بن عباد عن سعيد بن جبیر

ان ابن عباس.... الخ. (سنن ابی داود: ۱۳۵۸)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے مرکزی راوی عبدالعزیز بن محمد الدراوردی روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ چنانچہ۔۔۔

- ۱۔ امام احمد بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لیس بشیء“ کہ یہ کچھ نہیں ہے۔
- ۲۔ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ سن ۳۵۲ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بالقوی“ یہ روایت حدیث میں مضبوط نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ اس کی احادیث عبید اللہ عمری سے منکر ہیں۔
- ۳۔ امام محمد بن سعد رحمہ اللہ سن ۲۳۰ھ فرماتے ہیں کہ: وہ ویسے تو ثقہ اور کثیر الحدیث ہے لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

- ۴۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ سن ۳۵۴ھ کتاب الثقات میں اسے خطا کار بتلاتے ہیں۔
- ۵۔ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ سن ۲۷۷ھ فرماتے ہیں: ”لا یحتج بہ“ کہ یہ قابل حجت نہیں ہے۔ (تہذیب الکمال: ۵۲۸، ۵۲۷/۱۱، تہذیب التہذیب: ۳/۴۷۱، ۴۷۲، الجرح والتعديل: ۵/۳۹۵)
- ۶۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سن ۸۵۲ھ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: یہ صدوق ہے لیکن دوسرے محدثین کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں غلطیاں کرتا ہے۔ (تقریب: ۱/۲۰۷)
- ۷۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سن ۲۴۱ھ فرماتے ہیں کہ: ”لیس بشیء“ یہ روایت حدیث میں کچھ نہیں ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ:

جب یہ زبانی روایت بیان کرتا ہے تو وہ ہم کو باطل روایات نقل کرتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ: یہ لوگوں کی کتابوں سے احادیث نقل کرنے میں خطا اور وہم کرتا ہے۔

(میزان الاعتدال: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)

- ۸۔ امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ اگرچہ سچے اور امانت دار لوگوں میں سے ہے لیکن کثیر الوہم ہے۔ (میزان الاعتدال: ۲/۶۳۳، ۶۳۴، الکاشف: ۲/۱۹۵، تہذیب: ۳/۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے ارشاد الحق اثری نے لکھا ہے کہ:

کثیر الوہم جرح مفسر ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/۴۷۹)

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ:

جس شخص کی روایات میں خطا و اوہام زیادہ ہوں تو اس کی حدیث ترک کر دی جاتی ہے۔ (نور العینین: ص ۶۳)

- ۹۔ مشہور محدث اور امام الرجال امام ابو زرہ جن کی تعریف میں احناف کے مخالفین میں سے زیر احمد رحمانی صاحب لکھتے ہیں: وہ

ابوزرعہ جن کی خصوصیات اور کمال فن کو حافظ ابن جریر نے ”تہذیب التہذیب“ میں تقریباً تین صفحے میں ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلا لفظ یہ ہے ”ابو زرعة الرازی احد الائمة الحفاظ.“ الخ. (انوار المصابیح: ۱۳۶)

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: امام ابوزرعہ تو انتہائی معتدل اور علل حدیث کے مسلم استاد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ (نور العینین: ص ۱۲۸)

یہ ابوزرعہ فریق مخالف کے انتہائی مدوح امام فرماتے ہیں کہ:

عبدالعزیز دروردی سی الحفظ (برے حافظے والا) راوی ہے اور بسا اوقات اپنے حافظے سے کچھ بیان کرتا ہے تو

غلطی کر جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳/۴۷۲)

احناف کے مخالفین میں سے سلطان محمود ضیاء صاحب لکھتے ہیں کہ:

کاذب، سی الحفظ وغیرہ جرح مفسر ہیں۔ (اصطلاحات الحدیث: ص ۲۰)

محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

سوء حفظ، الحاق، وضع سب جرحیں مفسر ہیں۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۱۳)

ارشاد الحق اثری اور عبدالرحمن مبارکپوری صاحب بھی سی الحفظ کو جرح مفسر کہتے ہیں۔

(توضیح الکلام: ۲/۶۳۰، ابکار السنن: ص ۱۶۸، ۱۶۹)

الغرض باقرار فریق مخالف عبدالعزیز دروردی پر جرح مفسر ہے لہذا اس کی مذکورہ بالا روایت ضعیف ٹھہری۔

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی دروردی کو ضعیف ٹھہرایا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی اس کی

ایک روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس طریق میں عبدالعزیز اگرچہ صدوق تھا لیکن کتب غیر سے روایت کرتا تھا، لہذا کتبہ تھا۔

(فتاویٰ نذیریہ: ۳/۳۹۸)

عبدالرؤف کے نزدیک بھی دروردی کی روایت معتبر نہیں ہے۔ چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اور دروردی غلطیاں کرتے ہیں جیسا کہ ابن سعد، ابوزرعہ اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے۔ لہذا ان کا اس حدیث کو

مرفوع روایت کرنا معتبر نہیں ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۵۸۔ طبع رابعہ)

نیز لکھتے ہیں:

دروردی ضعیف ہیں۔ (ایضاً: ۳۸۲)

الغرض مذکورہ بالا روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔

فائدہ:

”ثم اوتر بخمس“ (پھر آپ نے پانچ رکعت وتر ادا فرمائے۔) میں تین رکعتیں وتر کی تھیں اور دو رکعتیں نفل کی تھیں یعنی تین وتر اور دو نفل ملا کر پانچ رکعات مراد ہیں۔ نیز ”ولم یجلس بینہن“ (اور ان کے درمیان نہیں بیٹھے۔) میں نفس قعدہ کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ جلسہ طویلہ کی نفی مقصود ہے جو دعا و ذکر کیلئے ہو۔ چنانچہ معمول یہی ہے کہ دعا وتر کے بعد نہیں بلکہ نوافل کے بعد کی جاتی ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْ ذَلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِي شَيْءٍ إِلَّا فِي آخِرِهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۵۸۹)

☆ ☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعت دافر ماتے، ان میں سے پانچ رکعتوں کے ساتھ وتر ادا فرماتے، آپ کسی چیز میں (استراحت کے لیے) نہیں بیٹھتے تھے مگر آخر میں۔ اسے مسلم (۷۳۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۳۷، سنن ابی داود: ۱۳۳۸، سنن الترمذی: ۴۵۹، مسند الحمیدی: ۱۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۳۹، سنن الدارمی: ۱۶۲۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۲۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۸۸، صحیح ابن حبان: ۲۴۳۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا حدثنا عبد اللہ بن نمیر ح وحدثنا ابن نمیر حدثنا ابی حدثنا هشام عن ابیہ عن عائشۃ..... الخ. (صحیح مسلم: ۷۳۷)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِي عَنِ وَتْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَتْ كُنَّا نَعْدِلُهُ سِوَاكَ وَظَهْرُكَ فَيَبْعَثُهُ اللَّهُ مَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكَ وَيَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي لِسَعْرِ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي الثَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسْبِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ لَيْلِكَ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا أَسَنَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ

وَأَخَذَهُ اللَّحْمُ أَوْ تَرَبَّسَبُجٌ وَصَنَعَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَنِيعِهِ الْأَوَّلِ فَبَلَكَ تِسْعَ يَابُتَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَوةً أَحَبَّ أَنْ يُدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ إِذَا غَلَبَهُ نَوْمٌ أَوْ وَجَعَ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَلَا أَعْلَمُ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَّمِيُّ. (آثار السنن: ۵۰۰)

☆ ☆ سعد بن بشام (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر عرض کیا، اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے وتر کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا: ”ہم آپ کے لیے آپ کی مسواک اور پانی تیار رکھتے، اللہ تعالیٰ رات کو جب آپ کو اٹھانا چاہتے اٹھاتے، آپ مسواک کر کے وضو فرماتے اور نو رکعات نماز پڑھتے، اس میں آپ سوائے آٹھویں رکعت کے نہ بیٹھتے تو آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کی حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے، پھر آپ اٹھتے اور سلام نہ پھیرتے، پھر آپ کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھتے، اللہ تعالیٰ کا ذکر حمد اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے پھر سلام پھیرتے جو ہمیں بھی سناتے، پھر آپ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے ہوئے دو رکعتیں پڑھتے، تو یہ گیارہ رکعتیں ہوئیں، اے میرے بیٹے جب نبی اکرم ﷺ معمر ہو گئے اور آپ کا جسم بھاری ہو گیا، آپ نے سات رکعت وتر ادا فرمائے اور دو رکعتوں میں آپ ایسا ہی کرتے جیسا پہلے کرتے تھے تو یہ نو رکعت ہوئیں، اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جب نماز ادا فرماتے، یہ پسند فرماتے کہ اس پر ہمیشگی فرمائیں اور جب آپ پر تہجد سے نیند غالب ہوتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو آپ دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے اور میرے علم میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے پورا قرآن ایک رات میں پڑھا ہو اور نہ پوری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورہ مہینہ (مسلسل) روزے رکھے۔“ اے مسلم (۷۳۶)، احمد (۶ ج) ص ۵۳) ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۹۰) اور نسائی (ج ۱ ص ۲۵۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنى العنزي حدثنا محمد بن ابي عدي عن سعيد عن قتادة عن زرارَةَ ان سعد بن هشام بن عامر..... الخ. (صحيح مسلم: ۴۶)

فائدہ:

”فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللَّهَ وَيُحَمِّدُهُ وَيَدْعُوهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمًا يُسَبِّحُنَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ“ ان گیارہ رکعتوں میں چھ تہجد کی، تین وتر کی اور دو رکعت وتر کے بعد کی نفل ہوا کرتی تھیں اور ”لَا يَجْلِسُ فِيهَا إِلَّا فِي الثَّامِنَةِ“ میں مطلق جلسہ کی نہیں بلکہ ایسے جلسہ کی نفی کی گئی ہے جس کے بعد سلام نہ ہو اور مقصود یہ ہے کہ آٹھ رکعات سے پہلے آپ ہر جلسہ پر سلام پھیرتے مگر آٹھویں رکعت پر جلسہ فرماتے تو سلام کے بغیر نویں رکعت کے لئے کھڑے ہو جایا

کرتے تھے جو وتر کی تیسری رکعت ہوتی اور پھر وتر سے فارغ ہو کر دو رکعت اور نفل ادا فرماتے۔

روایت نمبر ۵:

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا تُؤْتِرُوا بِثَلَاثٍ أَوْ تِرُوا بِخَمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ وَلَا تُشَبِّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ إِسْنَادُهُ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ. (آثار السنن: ۵۹۱)

☆ ☆ ابو سلمہ (رحمہ اللہ) اور عبد الرحمن الاعرج (رحمہ اللہ) نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین رکعت وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو، مغرب کی نماز کے مشابہ نہ بناؤ۔“ اسے دارقطنی (۱۶۵۰)، حاکم (۱۱۳۸) اور بیہقی (۳۸۱۵) نے روایت کیا ہے اور حافظ (۱) بن حجر عسقلانی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۸۱۵، صحیح ابن حبان: ۲۳۲۹، التحقیق فی مسائل الخلاف لابن الجوزی: ۶۷۰، تنقیح التحقیق لابن عبدالبہادی: ۱۰۶۶، نصب الراية للزیلعی: ج ۲ ص ۱۲۰، البدر المنیر: ج ۳ ص ۳۰۲

اور صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن سليمان ثنا احمد بن صالح ثنا عبد الله بن وهب انبا سليمان بن هلال ح
وحدثنا ابو بكر النيسابوري ثنا موهب بن يزيد بن خالد ثنا عبد الله بن وهب حدثني سليمان
بن هلال عن صالح بن كيسان عن عبد الله بن الفضل عن ابي سلمة بن عبد الرحمن وعبد الرحمن
الاعرج عن ابي هريرة..... الخ. (سنن الدارقطنی: ۱۶۵۰)

روایت نمبر ۶:

وَعَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تُؤْتِرُوا بِثَلَاثٍ تُشَبِّهُوا بِصَلَاةِ الْمَغْرِبِ وَلَكِنْ أَوْ تِرُوا بِخَمْسٍ أَوْ بِسَبْعٍ أَوْ بِأَحَدِي عَشْرَةً أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ وَابْنُ جَبَّانٍ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ (آثار السنن: ۵۹۲)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین وتر نہ پڑھو کہ مغرب کی نماز سے مشابہ کر دو، لیکن پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ۔“ اسے محمد بن نصر مروزی (ج ۱ ص ۳۰۰) ابن

حبان (۲۳۲۹) اور حاکم (۱۱۳۷) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر للرموزی: ج ۱ ص ۳۰۰، المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۳۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۹، تنقیح التحقيق: ابن عبد البہادی: ۱۰۶۷، البدیع للمیر: ج ۴ ص ۳۰۲، اتحاد الخیرۃ المبرۃ بزوائد المسانید الشریف: ۱۷۴۴۔

اور صحیح ہے۔ امام مروزی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا طاهر بن عمرو بن الربیع بن طارق قال حدثني ابي اخبرنا الليث عن يزيد بن ابي حبيب عن عراك بن مالك عن ابي هريرة.... الخ. (مختصر قیام اللیل: ج ۱ ص ۳۰۰)

فائدہ:

متعدد احادیث میں نماز مغرب کو ”وتر النہار“ اور نماز وتر کو ”وتر اللیل“ کہا گیا ہے اور مذکورہ بالا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دونوں احادیث میں جو مغرب کی نماز کے مشابہ بنانے سے منع کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ”وتر اللیل“ میں نماز مغرب کی طرح صرف تین رکعات پر اکتفاء نہ کرو بلکہ اس سے پہلے تہجد بھی (دو یا چار، یا آٹھ یا اس سے زائد رکعات) پڑھو۔

روایت نمبر ۷:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَلُوْهُ سَبْعٌ أَوْ خَمْسٌ وَلَا تُحِبُّ ثَلَاثًا بُتْرَاءً. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. (آثار السنن: ۵۹۴)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ”وتر سات یا پانچ رکعت ہیں اور ہم تین ناقص رکعتوں کو پسند نہیں کرتے۔“ اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمي قال ثنا الخصيب بن ناصح قال ثنا يزيد بن عطاء عن الاعمش عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۱۵، ولہ طرق اخرى)

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أَلُوْهُ سَبْعٌ أَوْ خَمْسٌ وَإِلَيَّ لَا كُرَاهٍ أَنْ يَكُونَ ثَلَاثًا بُتْرَاءً. رَوَاهُ مُحَمَّدُ

بْنُ نَصْرٍ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۹۳)
 ☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: ”ترسات یا پانچ رکعت ہیں اور میں ناپسند کرتی ہوں کہ وہ تین ناقص رکعتیں ہوں۔“ اسے محمد بن نصر (ج ۱ ص ۳۰۰) اور طحاوی (۱۶۹۸) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
 حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ ثَنَا ابْنُ أَبِي عَمْرٍو قَالَ ثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ
 سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۸)

فائدہ:

قَالَ النَّبِيُّ أَنَّ الْوُتْرَ بِثَلَاثٍ قَدْ ثَبَتَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 فَالْتَمَنِي فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ مَحْمُولٌ عَلَى أَنْ يُصَلِّيَ وَتَرًا بِثَلَاثٍ رُكْعَاتٍ وَلَمْ يَتَقَدَّمْهُ تَطَوُّعٌ إِلَّا
 رُكْعَتَانِ وَإِلَّا أَرْبَعُ رُكْعَاتٍ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ.
 ☆ ☆ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: تین رکعت وتر نبی مکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بہت
 بڑی جماعت سے ثابت ہیں۔ لہذا ان احادیث میں جومع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے
 جائیں اور اس سے پہلے دو، چار یا اس سے زائد نفل نہ پڑھے جائیں۔
 مطلب یہ ہے کہ تہجد مع وتر کی تین رکعات پر اکتفا نہ کیا کرو بلکہ پانچ یا سات یعنی کم سے کم دو رکعت تہجد اور تین و تر یا
 چار رکعت تہجد اور تین و تر پڑھا کرو۔ ثقہ بالا جماع محدث و ناقد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ م ۳۲۱ھ نے بھی ان
 احادیث میں یہی توجیہ کی ہے۔ (دیکھئے: شرح عمانی الآثار للطحاوی: ۱۷۱۵)

روایت نمبر ۹:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ
 اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رُكْعَةً وَاحِدَةً تُؤَيِّرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى. رَوَاهُ
 الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۵۹۵)

☆ ☆ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے
 بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”رات کی نماز دو، دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح

ہو جانے کا خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے وہ اس کے لئے پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۹۰، مسلم: ۷۴۹، ابن ماجہ: ۱۱۷۵، ابوداؤد: ۱۳۲۶، ترمذی: ۴۳۷، نسائی: ۱۶۶۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۹۰، صحیح مسلم: ۷۴۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۵، سنن ابی داؤد: ۱۳۲۶، سنن الترمذی: ۴۳۷، سنن النسائی: ۱۶۶۸، مؤطا مالک: ۳۹۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۶۷۸، مسند الحمیدی: ۶۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۸۳۸، مسند البزار: ۵۴۴۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن نافع وعبد الله بن دينار عن ابن عمر..... الخ.

(صحیح البخاری: ۹۹۰)

فائدہ:

”صلی رکعة واحدة“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

روایت نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمَوْذِنُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۵۹۶)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں گیارہ رکعت ادا فرماتے، انہیں میں سے ایک کے ساتھ وتر ادا فرماتے، پھر جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو اپنے دائیں پہلو مبارک پر لیٹ جاتے، یہاں تک کہ مؤذن آتا تو آپ ہلکی دو رکعتیں (یعنی سنت فجر) ادا فرماتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۶، مسلم: ۷۳۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۶، صحیح مسلم: ۷۳۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۹۸، سنن ابی داؤد: ۱۳۳۵، سنن الترمذی: ۴۴۰، مسند البزار: ۱۲۶، مؤطا مالک: ۳۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۰۷۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۱۷، المستدرک لابن الجارود: ۲۷۹، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۹۹، سنن الدارقطنی: ۱۵۴۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة..... الخ.

(صحيح مسلم: ۴۶)

فائدہ:

”يُصَلِّي بِاللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُؤْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ“

مقصود یہ ہے کہ گزشتہ دس رکعات میں سے آخری دو رکعات کو مزید ایک رکعت کے ذریعے وتر بناتے تھے۔

روایت نمبر ۱۱:

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ
وإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۵۹۷)

☆ ☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت کے ساتھ وتر ادا فرمائے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا مَكِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ
الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ..... الخ. (سنن الدارقطني: ۱۶۷۲)

فائدہ:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دیگر مفسر احادیث میں صراحت ہے کہ نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے ہیں لہذا ان مفسر احادیث کے پیش نظر مذکورہ بالا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو رکعات کے ساتھ ایک رکعت کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

روایت نمبر ۱۲:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْصِلُ بَيْنَ الْوُتْرِ وَالشَّفْعِ بِتَسْلِيمَةٍ
وَيُسَبِّحُهَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ. (آثار السنن: ۵۹۸)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر اور دو رکعتوں کے درمیان سلام کا فاصلہ فرماتے اور سلام ہمیں سناتے تھے۔ اسے احمد (۵۳۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

سند:

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عتاب بن زياد حدثنا ابو حمزة يعني السكري عن ابراهيم يعني الصائغ عن نافع عن ابن عمر..... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ٥٣٦١)

روایت نمبر ۱۳:

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلْوِثُرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُؤْتَرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ. رَوَاهُ الْأَزْبَعَةُ وَآخَرُونَ إِلَّا التِّرْمِذِيُّ وَالصَّوَابُ وَقَفُّهُ. (آثار السنن: ٥٩٩)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ”وتر ہر مسلمان پر ضروری ہیں، واجب ہیں جو شخص پسند کرتا ہے کہ پانچ رکعت وتر پڑھے تو وہ پڑھ لے اور جو شخص تین رکعت پسند کرتا ہے تو وہ ایسا کرے اور جو شخص ایک رکعت وتر پسند کرتا ہے تو وہ اس طرح کرے۔“ سے ترمذی کے علاوہ اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۹۰، ابوداؤد: ۱۳۲۲، نسائی: ۱۷۱۲) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور درست یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

روایت نمبر ۱۴:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَفْصِلُ بَيْنَ شَفْعِهِ وَوِثْرِهِ بِتَسْلِيمَةٍ وَأَخْبَرَنَا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ. (آثار السنن: ۶۰۰)

☆ ☆ سالم بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی دو رکعتوں اور اپنے وتر کے درمیان سلام کا فاصلہ کرتے اور (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۶۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔

اسے امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا احمد بن ابي داود بن موسى قال ثنا علي بن بحر القطان قال ثنا الوليد بن مسلم عن الوضين بن عطاء قال اخبرني سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۶۳)

یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی ”ابو کنانہ و ضین بن عطاء بن کنانہ بن عبد اللہ الخزاعی“ روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

روایت نمبر ۱۵:

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۱)

☆☆ نافع سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وتر کی ایک اور دو رکعتوں کے درمیان سلام پھرتے، یہاں تک کہ اپنی کسی ضرورت کے متعلق کہنا ہوتا تو کہتے۔ اسے بخاری (۹۹۰) نے روایت کیا ہے۔

روایت نمبر ۱۶:

وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى ابْنُ عُمَرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا غَلَامُ ارْحَلْ لَنَا ثُمَّ قَامَ وَأَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ. رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَالَ الْحَافِظُ (ابْنُ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِيُّ) فِي الْفَتْحِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۶۰۲)

☆☆ بکر بن عبداللہ مزنئی (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر فرمایا: ”اے غلام! ہمارے لیے سواری پر کجادہ ڈال دو۔“ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت وتر پڑھا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے فتح (الباری) میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

روایت نمبر ۱۷:

وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاتَى بَنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ دَعُهُ فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۳)

☆☆ (حضرت) ابن ابی ملیکہ (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ (سیدنا) معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر ادا کیا، ان کے پاس (حضرت سیدنا) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آزاد کردہ غلام بھی تھا، اس نے (سیدنا) ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آکر انہیں یہ بات بتائی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔“ اسے بخاری (۳۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن بشر حدثنا المعالي عن عثمان بن الاسود عن ابن ابي مليكة..... الخ.

(صحيح البخاري: ۳۷۶۳)

روایت نمبر ۱۸:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ قَالَ قُلْتُ لَا يَغْلِبُنِي اللَّيْلَةُ عَلَى الْمَقَامِ أَحَدٌ فَقُمْتُ أَصَلُّ فَوَجَدْتُ جَسَّ رَجُلٍ مِّنْ خَلْفِ ظَهْرِي فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ فَتَنَحَّيْتُ لَهُ فَتَقَدَّمَهُ فَاسْتَفْتَحَ الْقُرْآنَ حَتَّى خَتَمَهُ ثُمَّ رَكَعَ وَتَجَدَّ فَقُلْتُ أَوْهَمَ الشَّيْخُ فَلَمَّا صَلَّي قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا صَلَّيْتُ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ أَجَلٌ هِيَ وَثَرِيٌّ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالذَّارِقُطِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۰۳)

☆ ☆ عبد الرحمن تیمی (رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ میں نے (اپنی جی) میں کہا کہ آج رات تہجد کے لیے کھڑا ہونے میں مجھ سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، میں کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، میں نے اپنے پیچھے کسی شخص کے پاؤں کی چاپ سنی تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، میں ان کی خاطر ایک طرف ہو گیا، انہوں نے آگے بڑھ کر قرآن پاک شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورا قرآن ختم کر لیا، پھر رکوع اور سجدہ کیا، میں نے کہا بوڑھے کو وہم ہو گیا ہے، جب وہ نماز پڑھ چکے، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو ایک رکعت پڑھی ہے، انہوں نے کہا ہاں یہ میرے وتر ہیں۔ اسے طحاوی (۱۷۵۰) اور دارقطنی (۱۶۷۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر قال ثنا ابو داود قال ثنا فليح بن سليمان الخزاعي قال ثنا محمد بن المنكدر عن عبد الرحمن التيمي..... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۵۰)

یہ اثر بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے ایک راوی ”ابو یحییٰ فلیح بن سلیمان بن ابو المغیرہ الخزاعی المدنی“ کی فضائل اور ترغیب و ترہیب میں روایات تو لے جاسکتی ہیں مگر احکام میں اس کی روایات حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں۔ چنانچہ امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ص ۳۳۳ فرماتے ہیں:

”فلیح بن سلیمان لیس بالقوی“ کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے۔ (سنن النسائی: ۱۸۰۲)

امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ص ۲۳۳ فرماتے ہیں کہ:

اس کی روایت کو حجت نہ بنایا جائے قابل اعتماد نہیں اس کی حدیث سے پرہیز کیا جائے۔ (کتاب الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

”لیس بالقوی“

یہ قوی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۸۵، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۳۳۶)

محدث ابو کامل مظفر بن مدرک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ تین آدمیوں کی حدیث سے پرہیز کیا جائے یعنی محمد بن طلحہ بن مصرف اور ایوب بن عتبہ اور فلح بن سلیمان۔
(میزان: ج ۳ ص ۷۶، وج ۲ ص ۳۳۶، ومقدمہ فتح الباری: ص ۴۳۹)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ فرماتے ہیں:

کہ اس حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے۔ (میزان: ج ۳ ص ۷۶)

محدث آجری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے امام ابوداؤد کو کہا کہ ام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن عبید اللہ اور ابن عقیل اور فلح بن سلیمان کی حدیث سے حجت نہ پکڑی جائے تو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے سچ فرمایا

ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام حاکم ابواحمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

فلح محدثین کے نزدیک متین یعنی مضبوط نہیں ہے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عبدالحمید بن سلیمان اور فلح بن سلیمان دونوں بھائی ضعیف ہیں۔

محدث ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فلح سچا ہے لیکن بھول جاتا ہے۔

محدث رطبی رحمہ اللہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

”لیس بشیء“ یہ کچھ نہیں ہے۔ (تہذیب: ج ۸ ص ۳۰۴)

امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فلح بن سلیمان لیس معہ من الاتقان ولا من الثبت فی الروایۃ کما مع الذی روی الحدیث

وہو حماد بن سلمۃ عن ثابت البنانی. (مشکل الآثار: ج ۲ ص ۴۰۴)

کہ فلح بن سلیمان میں وہ مضبوطی وقوت نہیں روایت میں جو حماد بن سلمہ کو ثابت بنانی کی روایت میں حاصل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

”صدوق کثیر الخطاء“

کہ یہ سچا ہے لیکن روایت حدیث میں بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا ہے۔ (تقریب: ص ۷۷)

یہی بات غیر مقلد عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کہی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۲۲۲ وج ۱ ص ۲۴۱)

بعض محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ فلح بن سلیمان اس درجہ کاراوی نہیں تھا کہ وہ بخاری کی زینت بنا۔ اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جواب میں لکھتے ہیں:

قلت لم يعتمد عليه البخاري على مالك وابن عيينة واهما واما اخرج له احاديثا كثيرا في المناقب وبعضها في الرقاق. (مقدمه فتح الباري: ۴۲۵)
کہ میں کہتا ہوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا فلح پر اعتماد ایسا نہیں جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ و سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہما پر ہے صرف چند حدیثیں صحیح بخاری میں اس کی ذکر کی ہیں اکثر تو مناقب میں ہیں اور بعض دل کو نرم کرنے والی چیزوں کے بیان میں ہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

واصعب ما رمي به ما ذكر عن ابن معين عن ابي كامل قال كنا نتهمه لانه تناول من اصحاب النبي ﷺ. (ميزان: ج ۲ ص ۴۳۶)
اور بہت سخت الزام اس پر ہے جو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ محدث ابو کامل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ فلح متہم ہے کیونکہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برائی بیان کرتا تھا۔

روایت نمبر ۱۹:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ آمَنَّا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَحَّى فِي تَاجِبَةِ الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رَكْعَةً فَاتَّبَعْتُهُ فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا اسْحَاقَ مَا هَذِهِ الرُّكْعَةُ فَقَالَ وَتَرُّ أَنَا عَلَيْهِ قَالَ عَمْرُو فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِمُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ كَانَ يُؤْتِرُ بِرُكْعَةٍ يَغْنِي سَعْدًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۰۵)

☆ ☆ عبد اللہ بن سلمہ (رحمہ اللہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہمیں عشاء کی امامت کرائی، جب انہوں نے سلام پھیرا تو مسجد کے ایک کونہ میں ہو کر ایک رکعت پڑھی، میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اے ابو اسحاق! یہ ایک رکعت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وتر ہیں، میں پوچھ کر سو جاتا ہوں، عمرو بن مرہ (جو کہ عبد اللہ بن سلمہ کے اس حدیث میں شاگرد ہیں) نے کہا: میں نے یہ بات حضرت سعد کے بیٹے مصعب سے بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک رکعت پڑھتے تھے۔ اے طحاوی (۱۷۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن خزيمة قال ثنا عبد الله بن رجاء قال ثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۴۵۲)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ بْنِ صَغِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ زَمَنَ الْفَتْحِ أَنَّهُ رَأَى سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ سَعْدٌ قَدْ شَهِدَ بَدْءَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يُؤْتِرُ بِوَاحِدَةٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَقُومَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۰۶)

☆☆ (سیدنا) عبد اللہ بن ثعلبہ بن صغیر رضی اللہ عنہ جن کے چہرے پر نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ہاتھ مبارک پھیرا تھا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ بدر میں حاضر ہوئے تھے، عشاء کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ رات کے درمیان (تہجد کے لیے) کھڑے ہونے تک اس سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے بیہقی نے معرفۃ السنن (۵۴۵۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا آثار میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان حضرات نے پہلے پڑھی گئی دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت کو ملایا ہو جسے راویوں نے رکعت واحدہ سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ:

واضح رہے کہ نبی ﷺ کا صرف ایک وتر پڑھنا صراحتاً کسی بھی قولی یا فعلی حدیث سے ثابت نہیں۔ چنانچہ مشہور شافعی محدث حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ ۶۴۳ھ فرماتے ہیں:

لَا نَعْلَمُ فِي رَوَايَاتِ الْوُتْرِ مَعَ كَثْرَتِهَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ تَرْتِيبَ رَكْعَةٍ فَحَسَبَ. (تلخیص الحبیبر: ۲/۱۵)
وتر کی احادیث کی کثرت کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی (مرفوع) حدیث میں آیا ہو کہ نبی علیہ السلام نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

بعض حضرات نے وتر کی ایک رکعت ہونے پر اس قولی حدیث استدلال کیا ہے جس میں ”صل رکعت واحدۃ“ کے الفاظ آئے ہیں لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَعْقِبُ بِأَنَّهُ لَيْسَ صَرِيحًا فِي الْفَصْلِ، فَيَحْتَمِلُ أَنْ يَرِيدَ بِقَوْلِهِ: صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً أَيْ مِضَافَةً إِلَى رَكْعَتَيْنِ مِمَّا مَضَى. (فتح الباری: ۲/۱۱۰)

یہ استدلال مردود ہے کیوں کہ یہ حدیث صرف ایک رکعت کے الگ پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد اصل رکعت واحدہ سے یہ ہو کہ وہ شخص پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھے۔

تین رکعات کے قائلین کے دلائل:

اب رکعات وتر کے تین ہونے کے قائلین کے دلائل مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۰۷)

☆ ☆ ابو سلمہ بن عبد الرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین و طویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔“ اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابی داود: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۹۲، مؤطا مالک: ۳۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۴۷۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۴۴۶، صحیح ابن خزیمہ: ۴۹، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمة عن مالك عن سعيد المقبري عن ابي سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة..... الخ. (صحیح البخاری: ۳۵۶۹)

فائدہ:

اس حدیث میں آٹھ رکعات تہجد اور تین وتر پڑھتے کا ذکر ہے۔ اور اس طرح کی احادیث کا ظاہر یہی ہے کہ آپ ﷺ یہ تین رکعات و تراویح ہی سلام کے ساتھ پڑھتے تھے۔ چنانچہ غالی غیر مقلد مبارکپوری نے بھی مذکورہ حدیث کے الفاظ ”ثم یصلی ثلاثاً“ (کہ آپ ﷺ پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے) کی شرح میں لکھا ہے:

والظاهر انها متصلات. (تحفة الاحوذی: ۱/۳۲۱)

ظاہر یہی ہے کہ یہ تین رکعات بھی ایک سلام کے ساتھ تھیں۔

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَقَدَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّنَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَبِيتُ لِأَوَّلِي الْأَلْبَابِ فَقَرَأَ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالزُّكُوعَ وَالشُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَسْتَرْكَعَاتٍ كُلُّ ذَلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرِبَ ثَلَاثًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۰۸)

☆ ☆ علی بن عبد اللہ (رحمہ اللہ) نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ وہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے پاس سوئے، آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے مسواک کی اور یہ آیات پڑھتے ہوئے وضو کیا: ”إِنَّ فِي خَلْقِ السَّنَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَا يَبِيتُ لِأَوَّلِي الْأَلْبَابِ“ (بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے بدلنے میں یقیناً کچھ داروں کے لئے نشانیاں ہیں) یہاں تک کہ آپ نے سورۃ مبارکہ ختم فرمائی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور ان رکعات میں رکوع اور سجود کو لمبا کیا، پھر آپ سلام پھیر کر سو گئے، یہاں تک کہ آپ نے خراٹے بھرے، اس طرح تین بار چھ رکعت ادا فرمائیں، ہر بار مسواک اور وضو کرتے اور یہ آیات تلاوت فرماتے پھر آپ ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھے۔ اسے مسلم (۷۶۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا واصل بن عبد الأعلى حدثنا محمد بن فضيل عن حصين بن عبد الرحمن عن حبيب بن أبي ثابت عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس عن أبيه عن عبد الله بن عباس..... الخ.

(صحیح مسلم: ۷۶۳)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۰۹)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتروں میں (سَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى) {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد کے سوا اصحاب خمسہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲، سنن الترمذی: ۴۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۰، سنن الدارمی: ۱۶۲۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۵۵۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۷۲، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۵۷۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا نصر بن علي الجهضمي قال حدثنا ابو احمد قال حدثنا يونس بن ابی اسحاق عن ابیه عن

سعيد بن جبیر عن ابن عباس.... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۲)

اور صحیح وثابت ہے۔ اس کے کافی شواہد و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ بِسَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۰)

☆ ☆ (سیدنا) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ وتروں میں

(سَبِّحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى) {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اسے

ترمذی کے سوا اصحاب خمسہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۱، ابوداؤد: ۱۳۲۳، نسائی: ۱۷۲۹، احمد: ۲۱۱۴۱) نے روایت کیا ہے

اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱، سنن ابی داؤد: ۱۳۲۳، سنن النسائی: ۱۷۲۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۴۱، مسند ابی داؤد

الطیالی: ۵۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۸۸، المنہج لابن الجارود: ۲۷۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۵۰۴، صحیح ابن حبان: ۲۳۳۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۶۶۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج۔ یل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبہ قال حدثنا ابو حفص الابرار قال حدثنا الاعمش عن طلحة وزبید عن ذر عن سعید بن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ.... الخ۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۱)

یہ حدیث تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوُثْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ يَقُولُ هُوَ اللَّهُ هُوَ أَحَدٌ وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِمْ وَيَقُولُ يَعْنِي بَعْدَ التَّسْلِيمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۱)

☆☆ اور انہی (سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ} دوسری رکعت میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ هُوَ أَحَدٌ} پڑھا کرتے تھے۔ اور سلام آخر ہی میں پھیرتے تھے۔ اور سلام کے بعد تین دفعہ {سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ} پڑھتے۔ اسے نسائی (۱۷۰۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائي: ۱۷۰۱، عمل اليوم والليلة لابن السني: ۷۰۶، السنن الكبرى للنسائي: ۴۴۶، ۱۰۵۰۸، عمل اليوم والليلة

للسنن: ۷۴۰۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا يحيى بن موسى قال انبأنا عبد العزيز بن خالد قال حدثنا سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن عذرة عن سعید بن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ عن ابی بن کعب... الخ۔ (سنن النسائي: ۱۷۰۱)

یہ حدیث بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ سعید بن ابی عروبة اور قتادہ کی دیگر راویوں نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: سنن

النسائي: ۱۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے امام محمد بن نصر المروزی کے ایک غلط، باطل و مردود قول کہ ”ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں۔“ کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں

موجود ہیں جن میں تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکور حدیث بھی ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ۲/۶۱۱، نیز دیکھئے: عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۳/۱۸۲) معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز متعدد غیر مقلدین جیسے ابوالاشبال شاغف، احمد مجتبیٰ اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (حاشیۃ التعلیقات السلفیۃ: ۲/۴۹۱، سنن النسائی بتحقیق الالبانی: ۱۰۱/۱) غیر مقلدین کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ (المحدیث کے امتیازی مسائل: ص ۸۸)

مزید برآں غیر مقلد محمد امین نے بھی ہے کہ:

دیگر صحیح دایات سے اس حدیث کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہ روایت معنای صحیح و قابل عمل ہے۔ (ملخصاً: سنن النسائی بفوائد الامین ج ۳ ص ۸۰۸ ح: ۱۷۰۲)

فائدہ:

اس صحیح صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ نیز وتر کی ان تین رکعت میں سے دو رکعت کے بعد قعدہ بھی کیا جائے گا اور اس میں تشہد بھی پڑھا جائے گا چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ: ”کان یقول فی کل رکعتین التعمیة“ رسول اللہ ﷺ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۴۵) اس حدیث میں نبی ﷺ کی تمام نمازوں کا ضابطہ بیان فرما دیا گیا کہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھنا چاہیے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْوُتْرَ فَقَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا ثُمَّ صَوَّاهُ بِالثَّالِثَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَحْمَدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۲)

☆ ☆ (سیدنا) عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَىٰ) دوسری رکعت میں (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور تیسری رکعت میں (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) تلاوت فرمائی۔ اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار (سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ) پڑھا اور تیسری بار اپنی آواز کو بلند فرمایا۔ اسے طحاوی (۱۷۳۵)، احمد (۱۵۳۵۸)، عبد بن حمید اور نسائی (۱۷۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۷۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۳۲، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۴۶، مشکاة: ۱۲۷۵

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکرۃ قال ثنا ابو المطرف بن ابی الوزير قال ثنا محمد بن طلحة عن زبید عن ذر عن سعید بن عبد الرحمن بن ابی عن ابیہ.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵)
یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ (المسند رک: ۱۰۰۹) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۸ھ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: المسند رک مع تلخیص الذہبی: ۱۰۰۹)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِي رُكْعَتَيِ الْوُثْرِ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۳)
☆ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اسے نسائی (۱۶۹۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۱۶۹۸، مؤطا امام محمد: ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۴۰۴، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۳۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۶۶۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۹۹۰، مسند الشامیین للطبرانی: ۹۱۷، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۱۴
اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا سعيد عن قتادة عن زرارة بن اوفى عن سعد بن هشام ان عائشة رضي الله عنها حدثته.... الخ. (سنن النسائی: ۱۶۹۸)
یہ حدیث حسن درجہ کی ہے جبکہ حافظ ابن السلقن رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفة المحتاج: ۱/۴۰۵ بحوالہ تعلیق علی النسائی: ۱۶۹۹) ولہ شواہد۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے بلکہ تین رکعات کے بعد پھیرتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث میں وضاحت ہے۔ نیز مستدرک حاکم (۱۱۴۰) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ:

وهذا وتر امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه اخذاه اهل المدينة.

(المستدرک علی الصحیحین: ۱۱۴۰)

اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وتر پڑھنے کا طریقہ بھی یہی تھا اور ان ہی سے اہل مدینہ نے یہ طریقہ حاصل کیا۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنَازِلَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ أَطْوَلَ مِنْهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ. رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ يُعْتَبَرُ بِهِ. (آثار السنن: ۶۱۴)

☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے، پھر دو رکعت پڑھتے، پھر ان سے لمبی دو رکعت ادا فرماتے، پھر آپ تین رکعت وتر ادا فرماتے، آپ ان کے درمیان فاصلہ نہیں فرماتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۲۲۳) نے قابل اعتبار سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ حدیث حسن لغیرہ درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو النضر حدثنا محمد يعني ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة..... الخ. (مسند الامام احمد: ۲۵۲۲۳)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِكُمْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُؤْتِرُ قَالَتْ بِأَرْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَبِسِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرَةً وَثَلَاثٍ وَلَمْ يَكُنْ يُؤْتِرُ بِأَكْثَرٍ مِنْ ثَلَاثٍ عَشْرَةً وَلَا أَنْقَضَ مِنْ سَبْعٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۱۵)

☆ عبد اللہ بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کہ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعت۔ اور آپ ﷺ (عموماً) تیرہ رکعات سے زیادہ اور سات سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ اسے احمد (۲۵۱۵۹)، ابوداؤد

(۱۳۶۲) اور طحاوی (۱۶۹۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹، سنن ابی داود: ۱۳۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۰۲، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۱۸، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان و کتاب الوتر للرموزی: ج ۱ ص ۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۶۷۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الرحمن عن معاوية عن عبد الله بن ابي قيس قال سألت عائشة..... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۱۵۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے بھی متعدد حضرات جیسے زبیر علی زئی، ناصر الدین البانی، شعیب ارناؤط وغیرہم نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۹۶، سنن ابی داود بتحقیق البانی: ۱۳۶۲، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۱۵۹)

فائدہ:

اس حدیث سے مختلف احادیث میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں واضح طور پر بتلادیا گیا ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے سات رکعات پڑھی تو وہاں چار نفل اور تین وتر ہوتی، اور جہاں گیارہ پڑھی وہاں آٹھ نفل اور تین وتر ہوتی اور جہاں تیرہ پڑھی وہاں دس نفل اور تین وتر ہوتی۔ لہذا وتر تین رکعات ہی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جَرِّجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَمَّ الْمُؤْمِنِينَ بِأَبِي شَيْبٍ كَانَ يُؤْتِرُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ يَقُولُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۱۶)

☆☆ عبد العزیز بن جرّج نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کس سورۃ کے ساتھ وتر ادا فرماتے تھے؟ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ”آپ ﷺ پہلی رکعت میں (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) دوسری میں (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) اور معوذتین تلاوت فرماتے تھے۔“ اسے احمد (۲۵۹۰۶) اور نسائی کے سوا اصحاب اربعہ (ابن ماجہ: ۱۱۷۳، ابوداؤد: ۱۴۲۴، ترمذی: ۴۶۳)

نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۱۷۳، سنن ابی داود: ۱۳۲۳، سنن الترمذی: ۴۶۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۷۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۹۲۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۵۳، شرح السنۃ للبخاری: ۹۷۳۔
اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مسلمة عن خفيف عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة... الخ.
(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۰۶)

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَأُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ. رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۶۱۷)
☆☆ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے، پہلی رکعت میں (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) دوسری میں (قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ) اور تیسری رکعت میں (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ) تلاوت فرماتے۔ اسے دارقطنی (۱۶۷۶) اور طحاوی (۱۶۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الدارقطنی: ۱۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۶۹۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۱۳۴، ۳۹۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۵۱، صحیح ابن حبان: ۲۴۴۸، شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۹۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۵۵۴، شرح السنۃ للبخاری: ۹۷۳۔

اور حسن درجہ کی ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن اسماعيل ثنا ابو اسماعيل الترمذي ثنا ابن ابي مريم ثنا يحيى بن ايوب عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها... الخ. (سنن الدارقطنی: ۱۶۷۶)

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنِ الْيَسُورِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ دَفَنَّا أَبَاهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلًا فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنِّي لَأُؤَيِّرُ

فَقَامَ وَصَفَّفْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى بِنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. أَخْرَجَهُ الطَّحَاوِيُّ
وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۸)

☆ ☆ مسور بن مخرمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ ہم نے (سیدنا) ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رات کو دفن کیا تو (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ چنانچہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہم نے ان کے پیچھے صف بنائی اور انہوں نے ہمیں تین رکعت وتر پڑھائے اور سلام آخر میں ہی پھیرا۔ اسے طحاوی (۱۷۴۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن أبي داود قال ثنا يحيى بن سليمان الجعفي قال انا ابن وهب قال اخبرني عمرو عن ابن أبي هلال عن ابن السباق عن المسور بن مخرمة.... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۴۲)
یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۳:

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الْوُتْرُ ثَلَاثُ كَوْنٍ النَّهَارِ صَلَوةُ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ
الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۱۹)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”وتر تین رکعت ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی مغرب کی نماز ہے۔“ اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۸۱۲، السنن الصغیر للبیہقی: ۷۸۰، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة الصالح: ج ۳ ص ۹۴۰، الجوهر النقی: ج ۳ ص ۳۰۔
اور صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بشر الرقي قال ثنا شعاع عن سليمان بن مهران عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود.... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۴:

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ صَلَّى بِي أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْوُتْرَ وَأَنَا عَنْ ثَمِينٍ وَأُمِّ وَلَدِي خَلَفْنَا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ ظَنَنْتُ أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُعَلِّمَنِي. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن ۶۲)

☆ ☆ ثابت نے کہا: (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے مجھے تین رکعت وتر پڑھائے جبکہ میں ان کے دائیں طرف تھا اور ان کی ام ولد ہمارے پیچھے تھی، انہوں نے صرف آخر میں ہی سلام پھیرا۔ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ مجھے وتر کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۷۴۷، اور ابن ابی شیبہ: ۶۸۴۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال ثنا ثابت.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۷)

دلیل نمبر ۱۵:

وَعَنْ أَبِي خَالِدَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوُتْرِ فَقَالَ عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُونَا أَنَّ الْوُتْرَ مِثْلُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ هَذَا وَتُرُّ اللَّيْلُ وَهَذَا وَتُرُّ النَّهَارُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۲۱)

☆ ☆ ابو خالدہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو العالیہ (رحمہ اللہ) سے وتر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: ”ہمیں محمد ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں مگر یہ کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کرتے ہیں تو یہ رات کے وتر ہیں اور وہ دن کے وتر ہیں۔“ اسے طحاوی (۱۷۴۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكرة قال ثنا ابو داود قال ثنا ابو خلدة قال سألت ابا العالیة.... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۴۳)

دلیل نمبر ۱۶:

وَعَنِ الْقَاسِمِ قَالَ وَرَأَيْنَا أَنَا سَامُنْدُ أَخَذَ كُنَّا يُؤْتِرُونَ بِثَلَاثٍ وَإِنْ كُنَّا لَوَاسِعٌ وَأَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِشَيْءٍ مِنْهُ نَاسٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۲۲)

☆ ☆ قاسم (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ”ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوش سنبھالا کہ وہ تین رکعت وتر ادا کرتے ہیں اور بلاشبہ ہر ایک میں گنجائش ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔“ اسے بخاری (۹۹۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر: ناظر سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني عبدالله بن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث ان عبدالرحمن بن القاسم حدثه عن ابيه..... الخ. (صحيح البخاري: ٩٩٣)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روایات میں وتر کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور صرف ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ملتا ہے اور ان میں دونوں طرح گنجائش ہے۔ مگر واضح رہے کہ افضل یہی ہے کہ وُتروں کو ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کیا جائے اکثر امت کا عمل اسی پر رہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۷:

وَعَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ السَّبْعَةِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَالْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَخَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ وَعُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَسُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَشْيَخَةٍ سِوَاهُمْ أَهْلُ فِقْهِ وَصَلَاحٍ وَفَضْلٍ وَرُبَّمَا اخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ فَأَخَذَ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلَى هَذِهِ الصَّفَةِ أَنَّ الْوُتْرَ ثَلَاثٌ لَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

(آثار السنن: ۶۲۳)

☆ ابو الزناد (رحمہ اللہ) نے ساتوں حضرات یعنی سعید بن مسیب رحمہ اللہ، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ، قاسم بن محمد رحمہ اللہ، ابوبکر بن عبدالرحمن رحمہ اللہ، خارجہ بن زید رحمہ اللہ، عبید اللہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ اور سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے ان کے علاوہ فقیہ، اہل صلاح و فضل والے اور کئی شیوخ سے روایت کی، اور کبھی وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو ان میں سے اکثریت اور بڑا اوقات بہترین رائے والے شخص کے قول پر عمل کیا جاتا تو جو باتیں میں نے ان حضرات سے مذکورہ طریقہ کے مطابق اخذ کیں ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ وتر تین رکعت ہیں سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو العوام محمد بن عبدالله بن عبد الجبار المرادي قال ثنا خالد بن نزار الایلی قال ثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد عن ابيه..... الخ. (شرح معالی الآثار للطحاوی: ۱، ۵۸)

دلیل نمبر ۱۸:

وَعَنْهُ قَالَ أَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْوِثْرَ بِالنَّدِيَّةِ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسَلَّمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ.
رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۲۴)

☆ ☆ انہی کا بیان ہے کہ (سیدنا) عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں فقہاء کرام رحمہ اللہ کے قول کے مطابق تین رکعت وتر کو برقرار رکھا بایں طور پر کہ سلام صرف ان کے آخر میں ہی پھیرا جائے۔ اسے طحاوی (۱۷۵۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

سند:

وقد حدثنا ربيع المؤذن قال ثنا ابن وهب قال اخبرني ابن ابى الزناد عن ابيه... الخ.
(طحاوی: ۱۷۵۷)

{ وتر کی نماز میں قراءت کا بیان }

۳۰۸. يَوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِزَى عَنْ أَبِيهِ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الْوِثْرِ {سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} وَفِي الثَّانِيَةِ:
{قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} وَفِي الثَّالِثَةِ {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ}.

حضرت سیدنا عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ وُثْر کی پہلی رکعت میں {سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى} دوسری رکعت میں {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} اور تیسری رکعت میں {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ} تلاوت فرماتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۳۵، سنن النسائی: ۱۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۷۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۳۳۹، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۳۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۰۰۹، جامع الاصول: ۴۱۳۶، مشکاة: ۱۲۷۵، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۲۲، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۴۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام زبید بن الحارث بن عبد الکریم بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۹۵۷، تاریخ الثقات للعلی: ۴۵۳)
- ۲۔ امام ابو عمر ذر بن عبد اللہ بن زرارہ البہدانی المرہبی الکوفی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۸۱۳، الاثیر مبعرۃ رواة الآثار: ۵۹)
- ۳۔ امام سعید بن عبد الرحمن بن ابزی الخزاعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۳۰۸)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ وتر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر یہی تین سورتیں (یعنی سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص) پڑھتے تھے، لہذا ان سورتوں کا پڑھنا بہت اچھا ہے۔
- ۲۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی تین رکعات ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ اس سلسلے کی متعدد احادیث ہم ماقبل میں بھی نقل کر آئے ہیں۔

